



ترجمانِ اُستہ

عسہ بی۔ اُردو

جلد سوم

دو جلدوں کے مطابق جدید معارف اور مستقیم ہدایت کے ہمراہ
اعجازِ طبع کا جامع دستِ غلامی کا مجموعہ

زبدۃ المصنفین حضرت مولانا بدر عالم صاحب دینی مجاہدِ نبویؐ کی دستِ
اُستاد احمدیہ کے اعلیٰ ترین مدرسہ دینی و علمی دہلی



ادارۃ امینین اسلام آباد

پیشہ: ایکسپریس، ایکسپریس، ایکسپریس
پیشہ: ایکسپریس، ایکسپریس، ایکسپریس
پیشہ: ایکسپریس، ایکسپریس، ایکسپریس

اِنْتِساب

شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد انور شاہ قدس
سیرۃ کی عشق نبوی اور خدمتِ حدیث میں ڈوبی ہوئی رُوح کے
نام جن کے فیضِ صحبت سے رفقاءِ ندوۃ المصنفین اس مسرت
گرامی کے لائق ہوئے۔

ندوۃ المصنفین

<p>۵۸۱۔ کہ بیان کائنات کی ہر امر میں میں ہوں گے امت محمدی علیہ السلام علیہ السلام کی اصلاح کا ایک جوش بھی نہ کر سکیں فرمایا کہ یہ جوش دراصل خود اس امت ہی کے ایک شخص کے شعلہ جوش اس کے بعد محمد مصطفیٰ علیہ السلام کی طرف سے پیدا ہوا ہے۔</p>	<p>۵۸۲۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوے گا اور اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی ہر برکت اور تیز آہنی حلیہ الصلوٰۃ والسلام میں ہیں مگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نہ امت لانا و لانا اس جالسی صلی اللہ علیہ وسلم و محمد و انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام</p>	<p>۵۸۳۔ کہ ہر شادی کرنا ہر ولادت ملنی اس کے بعد آپ کی عفت اور مقام روضہ کا ذکر نبی کی و نبی الہامی سیدنا محمد میں عبادت ہے جس کے بزرگ رسول ہر عالمی فانیست جس کے آواز و جواز پیدا کرے جس کے اولیٰ اس پر خدا کے بیٹا ہندو اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضور ہر کریم کریم کی امت لانی کی ہر ہرنگ کا کچھ خاندان ہر ہے</p>
<p>۵۸۴۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت میں جس کے نیاں حروف مت جان کو کس کی ہر۔</p>	<p>۵۸۵۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نازل</p>	<p>۵۸۶۔</p>

بشر اهلوا الرحمن الرحیم

پھر میں کرنا چاہوں جس گرفتِ لغت کو نہ وقت ہوئی پر دعوتِ شرفاں کیلئے ہونے
 و شک تو بھلاں ہفت کی پیریں کی، جلد غیر معمولی و تھک کے بد آپ کے ملتے آ رہے ہیں جب آپ کو روپائی
 واقعات اور حالات کی تاسا دیتے طور اس پاس جلد کے سنا میں کہ، اسیت کا علم ہو گا تو کہنا پڑے گا کہ یہ تاخیر
 بھی کوئی تاخیر نہیں، صرف اس ایک جلد کے لیے ہزاروں ہزار صفحات کی مدد کرنا ہی کی گئی ہو، پھر اس کے پیچیدہ
 مسائل کے سمجھانے میں جو دہائی کاوش کی گئی ہے اس سے سارا افسانہ ہی نہیں کیا جا سکا، اگر اس کو بیان کیا جائے تو
 کہہ رہے جو اس کو یاد کر سکا۔

واقعت یہ ہیں کہ دوسری جلد کی تالیف سے جب مزلت کا قلم فارغ ہوا تو وقت کے بعض اہم خطبات
 سے یہ خیال پیدا ہو گیا کہ میری جلدوں مسئلہ اور مضمون کی بجائے اسلامی اقتصادیات پر قلم اٹھایا جائے مگر
 اس کے لیے ضرورت تھی کہ پہلے نیا اقتصادیات پر جدید نظریہ کے تحت کئی سی نظر ڈال لی جائے، تاکہ
 اختلاف اور تشکیکی نوٹ اسی روشنی میں پیش کیے جا سکیں اور احادیث کا ذخیرہ بھی اسی نظریہ کے تحت
 مرتب کیا جا سکے۔ چنانچہ اس کا بہت سامان جمع بھی کر لیا گیا تھا لیکن یہ سب مواد تاریخ کے اندر کھرا
 پڑا تھا، جنہذا اس کے طبعا و قید کی ذہن نہیں آئی تھی کہ ایک دوسری دینی خدمت مزلت کے ملتے آگئی
 جو اس ناہی خدمت سے کسیں اہم تھی اور اس کا وقت اب اتنا آخر ہو چکا تھا کہ اگر کسیں زیادہ تاخیر کر
 جاتی تو پھر اس میں بھی کرنی ہوا تو وقت ہو جاتی اس لیے بپے اس مجدد ترین شہنی کو چھوڑ کر بہتر حق اس کی فکر
 متوجہ ہو جا کر پڑا۔ ہمدی کو شہن کی کہ اس جدید مصروفیت کے ساتھ تصنیف و تکلیف کا قلم بھی متحرک رہے
 کر میرے پیچھے بے نہایت احسان کے لیے ایک وقت ان دو مختلف کاموں کا جمع کرنا ناممکن ہو گیا ہوا
 بہت کے لیے تالیف سے یک قلم دست کش ہو جا پڑا، پھر ایک سال کے بعد جب اس جدید لغت
 کی طرف سے کچھ اطمینان میرا تو قسمت سے مزلت کو سفر چھا نصیب ہو گیا۔

اب بلاشبہ تمام تو ایسا میرا تھا جہاں حدیث کی خدمت، صحیح معنی میں قضیہ زمین پر زمین کا مصداق
 تھی لیکن تصنیف و تالیف کی نزاکت جن حالات کی حقائق تھی وہ یہاں پھر سا کا رہ نہ سکے، اب جب
 دو مطلق مزلت کی باتوں میں کچھ ایسی تکلیف پڑی ہو گئی کہ چند منٹ کے اب دیکھنا بھی مشکل ہو گیا ہے

جس پر مشرک دکرہ تھے جس پر لیکن انبیاء علیہم السلام بعد مائیک نہایت سب سے زبردست سب سے ہی اور منافقین نے اس میں جو پیش کی ہیں وہ اور اچھا و کامرہیب ہی گئی ہیں۔ یہاں خدا سے خدیم جن کو انبیاء سے کسی حد تک وہ شاس کہا جاسکتا ہے سب اس مسئلہ پر گزرتے تو حقیقت تک رسائی تو درکنار وہ بالکل دوسری مخالف سمت میں چل پڑے۔ اسے چلتے دور سے غلط فہم اس موضوع پر سے رو شاس نہ تھے۔ وہ مجھ اس موضوع پر کوئی بیانات لکھے تو کیا لیکن یہ دھرم اور اہل مذہب بھی اس افراد و تقریر میں پھنسے ہوئے نظر آتے کہ ایک فرقے نے انبیاء علیہم السلام کی پراسرار ہستیوں اور ان کے عزت کو دیکھا تو ان کی بشریت ہی کا صاف انکار کر دیا اور اس کے بعد ان کو یہ بتانا ہی مشکل ہو گیا کہ جب وہ بشر تھے تو پھر وہ کس نوع میں داخل تھے۔ آخر انہوں نے توجیہ کرتے کرتے اسلام کے اس حصے پر ہونے مسئلہ کو ٹھیک مقررانیت کی سرحد سے جا ملایا۔ دوسری جماعت نے ان کو ان کی محسوس بشریت کا تعین کیا تو ان کے خصائص و کمالات کا انکار کرتے کرتے ان کو ٹھیک عام انسانوں کی صف میں لاکھڑا کیا۔ اب وہ فقہاء جو مذہب کا تو عقیدہ نہ تھا لیکن مذہبی تعلیم سے نا اہل تھے۔ ان اختلافات کو دیکھ کر انبیاء علیہم السلام کے صحیح مقام معلوم کرنے سے قاصر ہو گیا اور اس کے لیے ان کا اصلی مقام سمجھنا ہی ایک بھول جھولیاں بن کر رہ گیا۔ اس لیے انہوں نے اپنی فہم اور اپنے انداز فکر کے مطابق جو مقام ان کے دین میں آیا وہ ان کے لیے تجویز کر دیا اور اس طرح یہ مسئلہ جو دین کا اساسی مسئلہ تھا تاریکی و تاریکی میں پڑ گیا۔ اس لیے مولف کے لیے ضروری ہو گیا کہ اس باب کو اس طرح مرتب کیا جائے جس کے مطالعہ کے بعد اس میں تمام غلط خیالات کی تصحیح ہو جائے اور ان ہنگامہ متنبیہ کا مشرقاً جو صحیح مقام ہے وہ ان کے حالات کے ضمن میں کسی تکلف کے بغیر خود بخود واضح ہوتا چلا جائے۔ اس خود بخود میں یہ محسوس ہوا کہ میں طرح نہایت تمام دین کی اساس سے اسی طرح دینی نعمت کی اساس سے اس لحاظ سے واضح کی حد میں ہو اس پر مختلف عنوانات میں قائم کرنے ہم نظر آئے قابلہ ہی لیے امام بخاری حیدر رحمہ نے بھی عام قریش کی ترتیب سے خلاصہ اسی باب سے اپنی کتاب کا آغاز کیا جو اس سے لام برصورت کی برقیہ نظر کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس عنوان کے تحت اگرچہ خود امام بخاری کی کتاب میں چند حدیثیں جمع کی گئی ہیں لیکن ترجمان اسناد کے مقاصد و عنوانات کے پیش نظر وہ کافی نہیں تھیں اس لیے اس کے لیے دور دور کے مختلف ابواب سے حدیثیں تلاش کرنی پڑیں۔ مسئلہ کتاب الحج کتاب الدعوات کتاب التفسیر باب المکرل باب ذوالاندادہ فریضہ کران ابواب کو دینی کے ساتھ کیا سزا دیتا ہے۔ اس لیے کس جانفشانی کے ساتھ دعا و ریت ان ابواب سے منتخب کی گئی ہوگی۔ پھر اب آپ ترجمان اسناد طالعہ فرمائیے تو آپ کو محسوس ہوا کہ

لے اس موضوع پر بھی نہ وہ مصنفین کی مشہور کتاب دینی اہمیت ہوئی شائع ہو چکی۔ جنہوں پر اس وقت وہ چار سالہ دینی امی لیے اس سے استفادہ نہ ہو سکے مناسب ہو کہ تفصیلی مباحث کے لیے کتاب ذکر کا مطالعہ کیا جائے۔

ان خصوصیات کے لیے ان حادوث کا انتخاب کیا گیا تھا۔

انبیاء علیہم السلام کے تعارف کے سلسلے میں ان کی بشریت اور ان کی بشریت کی خصوصیات، پھر عالم بشریت سے اس کے اختیارات پر متوجہ ہوا اب بھی قائم رہے گئے ہیں، تاکہ اگر ایک طرف ان کی بشریت ثابت ہوتی ہے تو دوسری طرف عام بشریت سے ان کی برتری بھی واضح ہوتی ہے اور اس طرح یہ مسئلہ حل ہوتا ہے اور اپنی تمام نزاکتوں کے ساتھ ذہن نشین ہوتا چلا جائے۔ نیز یہ بھی واضح ہو جائے کہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنی ہر گھڑائی کا شرف بخشا ہے، ان کی صفات کیا ہوتی ہیں، پھر یہ بات خود بخود سمجھ میں آجائے گی کہ انبیاء علیہم السلام کے لیے صفتِ عصمت ہر انبیوں ضروری ہے۔ اس کے بعد وہی اوامیرِ انبیاء علیہم السلام کی شخصیت پر خاص طور پر نظر ڈالی گئی ہے کیونکہ ان کے تعارف کے لیے سب سے زیادہ اہم یہی دو صفتیں ہیں، اس کے بعد پھر انبیاء علیہم السلام کے احادیث اور ان کی حیاتِ طیبہ کے کچھ حالات جو حدیثوں میں آچکے تھے جمع کیے گئے ہیں۔ چونکہ ترجمانِ السنۃ جلد اول میں پہلے لفظِ نزاکت میں ذکرِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لفظِ خلقت سب سے پہلے اور لفظِ جنت سب سے آخری رسول میں اس لیے مناسب معلوم ہوا کہ اس باب کو ہم آپ ہی کے اہم مبارک سے شروع کریں اور آپ ہی کے اہم مبارک پر ختم کریں تاکہ آپ کی ارمیت و آخریت کا غنیمت چاروں تصنیف میں بھی آنکھوں سے نظر آجائے۔

پہلا بھی حسب دستور سابقِ نبوت کے متعلق پہلا ایک بیضِ صفوں سپردِ قلم کیا گیا ہے جس کے مطالعہ کے لیے اس باب کے تشریحی نوٹ پورے طور پر واضح نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح عصمتِ انبیاء علیہم السلام کی حدیثوں سے پہلے اس موضوع پر بھی ایک مقالہ لکھا گیا ہے۔ حدیثوں کے تشریحی نوٹ دیکھنے کے لیے اس کا مطالعہ کرنا بھی اتنا ہی اہم ہے۔ اس جگہ ضروری ہے کہ جلد اول از مشرق تا مغرب و از مشرق تا مغرب بھی مطالعہ فرمایا جائے کیونکہ اس مسئلہ کے بہت سے اہم پہلو ان صفحات میں صاف کیے جا چکے ہیں جس سلسلے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر آپ کر سب سے زیادہ طویل نظر آئے گا اور اس کا تاثر یہ ہے کہ کوئی نبی ایسا نہیں ہو جس کا تعلق امتِ محمدیہ کے ساتھ اس قدر قریبی ثابت ہوتا ہو صرف ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام و اسلام کی برتری ہی اسے جن کے متعلق حدیثوں میں بار بار ذکر آیا گیا ہے کہ وہ بحیثیت ایک حکم جنت کے قاضی نہ کہ نبی کتاب اور اولیٰ اسلام کے، جن مختلف جہ مسائل میں بے حد ذہنی تھکے اور دنیا سے قبل اتفاقِ مل کی ہر شخصیت اکابر دیکھے، اس لیے ضروری تھا کہ وہ رسولِ الٰہی ہی جس کی شخصیت فرشتوں کے نزدیک مسلم ہو۔

اس موضوع پر امامِ دینی نے اپنی مفید تفسیر کے بعد قولِ ربنا ثبوت و احسان میں تقریباً اس مقامات پر کلام فرمایا، ہم نے ان تمام مقامات کے علاوہ بھی تفسیر فرمائی کہ رسولِ گدال کی فکر کوئی ایسی نیست و نابیت نہ ہو سکتی جو صرف وہی کے لیے ہو جس کے لیے وہی نے اس کی توثیق میں عاقلانہ بنائی ہو حضرت شہ ولی مدظلہ حضرت مولانا قاسم نانوتوی اور دیگر محدثین نے اس پر رد کیا ہے۔

نہا ہے کہ ہنگامہ رسالت اگر حق ہے تو ان کی شریعت اور ہی اس سے کچھ عجیب تر نہیں ہے جس دور میں
 اولین و آخرین کا قیام سے زندہ ہو کر ایک میدان میں جمع ہونا اور ان کا متفقہ عقیدہ ہو اس کے قرب میں
 صرف ایک انسان کا دور وہ بھی ایسا انسان جو زندہ ہو آسمانوں سے زمین پہنچا جائے کیا تعجب کی بات ہے صحیح
 تسلیم و اہام بخاری کی کتاب سے بجا خاصیت گو وہ دوسرے غیر بر فیال کی گئی ہو لیکن از روئے حق ترتیب اس کو
 امام موصوف کی کتاب پر بھی ترجیح دی گئی ہے۔ بہتے بار و کجی کو اس مقام پر میں بار یکدہ مبنی بکرہ دینی سے تمام
 موصوف نے کام لیا ہے اس کی طرف کمی ہمارا ذہن منتقل نہیں ہوا یعنی انہوں نے جب کتاب الامان پر
 عنوان رکھے تو عام مذہب کے مذاق کے مطابق اختلاف قائم کر کے کر کے یہاں ایک حدت بھی کر کے کہ مسئلہ
 نزول عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور معراج جیسے مسائل کو اہمیت کے پیش نظر ان کو کتاب الامان کا جزو بنایا
 حالانکہ ان کے دور میں یہ مسائل کسی اختلاف کے بغیر مذہب سلویں بالاتفاق ایمان کا ایک جزو ہی سمجھے جاتے تھے چونکہ
 حسب حقانیت مسئلہ نزول عیسیٰ علیہ السلام کو بالاتفاق متاخر ہی کی فہرست میں شمار کیا گیا ہے۔ جب ترجمان مسئلہ
 کی ترتیب کا اندازہ کیا تو اس وقت ہم کو امام موصوف کی اس دورہ مبنی کی قدر ہوئی اور امام موصوف کی وجہ سے
 مسئلہ کو کتاب الامان کا جزو بنانے میں ہم کو بڑی تقویت حاصل ہوئی اور اب وہاں اس طرف متوجہ ہو گیا کہ اس مسئلہ
 کی حیثیت دیگر عام پیشگوئی کی ہی نہیں ہے بلکہ ان عقائد کی ہی ہے جو تو اقرت ثابت شدہ ہیں۔ بخاری و ترمذی سے
 حضرت استاد مرحوم اس مسئلہ کی احادیث اپنی بیات میں شکل رسالہ جمع فرما گئے تھے اس لیے ہم نے اس مجموعہ
 کا تھوڑا ضرورت انتخاب کیا۔ یہ کہ کر دیا ہے اہل عقائد انات اپنی جانب سے لگا دیے ہیں، اگر ان عقائد انات کی وجہ
 سے احادیث میں محنت و مس کی ترتیب قائم رکھی نہیں جا سکتی، اگر ان عقائد انات کے ساتھ آپ بہت رسالت پر جو
 عقائد قائم کیے گئے ہیں ان کو بھی شمار کریں تو صرف اس ایک مسئلہ پر تقریباً ستر عقائد ہونگے

ترتیب کے لحاظ سے اس کے بعد فقہاء و فقہاء کا مسئلہ تھا لیکن چونکہ وہ مرتب کر کے پہلے ارسال کیا جا چکا تھا
 اس لیے اس کی کتابت پہلے ہو گئی اور اب وہ اس جلد کے شروع میں آپ کو لیکر یہ مسئلہ اہل سنت و جماعت
 کے مریدان ابلی تک کوئی آغوش فیصلہ نہیں پاسکا چنانچہ آج تک امت مسئلہ کے دو مشہور امام شیخ ابو الحسن
 اشعری اور امام ابو نعیم کا اختلاف کتب کلام میں منقول ہوتا ہوا ہے اگرچہ اکثر علماء کی رائے امام ابو نعیم کی ہے
 مسئلہ کی طرف سے لیکن صرف اس امر جان سے مسئلہ کا قطعی فیصلہ نہیں ہوتا اس لیے ہم نے یہاں دو عقائد
 الگ الگ لپٹے تعداد ہم کے مطابق پیش کر دیے ہیں اگر دونوں مذہبوں کے مابین اختلاف کی بنیاد تشریح
 نہیں کی اور نہ ہر موقع ہر اس کی تفسیر ضروری سمجھی جائے کہ یہ ایک نئی دائرہ کی چیز تھی۔ قاضی کو اس میں گھبراہٹ
 نہ مسب نہ تھا۔ لیکن اہل علم حضرات اس کا بھی لحاظ فرما سکیں گے۔ اس سبب سے کہ اس مسئلہ میں اردو اور فارسی کتب

۱۰۰) معروف ابشر مصطفیٰ مصری۔

ان میں سے آخر کی دو کتابیں فارسی ہیں اور کے علاوہ کی تالیف کردہ ہیں جن میں علامہ کوثری امام باقریہؑ کے مسلک کی تائید میں ہیں اور مصطفیٰ مصریؒ شیخ شریعت کے مسلک کی مصطفیٰ مصریؒ کی کتاب کا ہم نے چھوڑے غور و خوض کے ساتھ زیادہ مطالعہ کر لیا ہے اور وہ فدیہ ہے کہ اس میں ان کی مسائل قابلِ داد ہیں علامہ کوثریؒ نے ان کے جواب کی پوری سعی کی ہے اب فیصلہ انھیں کے سپرد ہے کہ علامہ مصطفیٰؒ اور علامہ کوثریؒ میں سے کس کا قیاس جاری ہے۔ ہم بغیر مسئلے منتظر ہیں اس لئے کہ اظہارِ توحید کا ان علماء کے ایسے فیصلہ کن بھی اپنی عقائد پر ہے بالذات یہ ثابت کئے ہیں۔ وہ حق کل وی علم علیہم۔

جدیدت کی ترتیب میں مولف کے سامنے ایک جدید مشکل پیش کی کہ اب مجدد صالحی کتب میں احادیث کا ذخیرہ ایک ہزاریت ہے تو ذکرِ حدیث کے لئے جو کتاب جدید ترتیب سے جمع کی جا رہی ہیں اس میں ایسے طویل ذخیرہ میں پوسے قویہ یہ اختیار رہنا بہت مشکل ہو کر کس مناسبت سے یہ حدیث کس عنوان کے تحت پیش کر رہی ہے۔ بسا اوقات بڑی تلاش و تبحر کے بعد میری حلقہ کے عنوان کے نیچے ایک حدیث منتخب کی گئی لیکن جب زیادہ غور کیا تو معلوم ہوا کہ یہ حدیث ایک بار پہلے ہی گز چکی تھی اس لیے نہ صرف یہ سہی بلکہ اس کے لیے اب دوسری حدیث کا انتخاب کرنا ایک جدید محنت کا محتاج ہو گیا اب اس دور میں نہ اتنا حفظ قوی ہے نہ اتنا تيقظ کہ جو احادیث قلم سے ایک بار نکل جائیں پھر جب کہیں وہ کمرائیں تو یہ یاد آجائے کہ اس مناسبت سے ایک بار پہلے وہ فلاں عنوان میں گزر چکی ہے۔ اس لیے جو سکتا ہو کہ پوری جائگہ دینی کے بارہ کوئی حدیث آپ کو کمر بھی نظر نہ آئے، آپ اس کو مولف کے تصورِ حفظ پر محمول کریں۔ اسی کے ساتھ تا امکان ہم نے اس کی بھی کوشش کی ہے کہ جہاں کوئی مضمون کے مناسب حدیث گزر چکی ہے اس کا حوالہ دے دیا جائے اور اگرگزشتہ کسی مضمون کا اظہار اس حلقہ کے لیے ضروری ہو تو اس کا تذکرہ بھی دے دیا جائے اب اتنی محنت تو ہمیں کے ذمہ ہے کہ وہ اس حوالہ کی مراجعت کر کے اس سے فائدہ حاصل کر لیں

مترجمان المستندتے جس خدمت کا ارادہ کیا ہے اس کی تشریح کسی حد تک جداول و ثانی کے مقدمہ میں کر دی گئی ہے لیکن اب اس کی حیثیت اساتے آجائے کے جس میں امر کی وضاحت کر رہے ہیں کچھ مضامین میں جو کہ ترجمان المستندتے حدیث کی خدمت کے ساتھ ساتھ مسائلِ کلامیہ کو حدیثی روشنی میں دیکھنے اور تشریح کرنے سے ان کے سمجھانے میں بھی کچھ کچھ حصہ لیا ہے اور اس کا اصل مقصد یہ ہے کہ اگر کسی طرح کسی قوتِ علم کا کام چور احادیث کے تحت کیجیے لیا جائے تو اس کے مستقل فن بن جانے کی وجہ سے وہ قفلہ بن جائے

پیدا ہو چکی ہیں وہ ایک حد تک ختم ہو جائیں اور ہم نے محض ہر مہر کی بجائے بڑی حد تک مفید میں جانے یا مہر کی
قد پر کر دین ضروری ہو کر جب یہ کام شروع کیا گیا تھا تو اس وقت یہ تصور بھی نہ تھا کہ یہ کام اتنا پھیل
جائیگا۔ اور خیال یہ تھا کہ کتاب الایمان صرف پہلی جلد میں سما جائیگی اور اگر بالفرض جدیدہ عنوانات کے پیش
انظر پہل جلد نا کافی رہی تو زور دہ سے زیادہ دوسری جلد اس کے لیے بھینٹا اٹھنی پھیلانی۔

لیکن جب تیسری جلد کا وقت آیا تو ایسے اہم باب حث سائن آئے کہ اب یہ جلد بھی اس کے لیے نا کافی
نابت ہوئی اور ان شاراتہ تعالیٰ پر بحث قابل اب ج بھی جلدوں تمام ہو گئی اور بہت ممکن ہو کہ جز ترتیب
مؤلف کے سامنے ہے اس کے لحاظ سے پانچویں جلد تک بھی پھیل جائے۔ یہ ظاہر ہے کہ اس طرح اضافہ
صرف ابواب و عنوانات ہی میں ہو رہا ہو یعنی جزو حدیث کتب مدود میں دوسرے ابواب و عنوانات کے
تحت پھیل ہوئی نہیں وہ ہمارے ہاں کتاب الایمان میں منتقل آ رہی ہیں اور اس طرح اگر کتب ایک طرز
طویل ہو رہی ہے تو دوسری طرف مختصر بھی ہوتی جا رہی ہے۔ اس لیے کتاب کی طوالت سے اضطراب
مہر لے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

مہر چند ہی مدد بخون دست خوشتر است

اعتراف و اعتذار

ہم کو اس امر کا پورا اعتراف ہے کہ اس جلد میں چند حدیثیں ایسی بھی آ گئی ہیں جو محدثین کے نزدیک
زیادہ ضعیف ہیں۔ مگر یہ ان ہی مقامات میں آئی ہیں جہاں نہ تو کسی عقیدہ کی بحث ہو اور نہ مل کی۔ پھر اس موضوع
میں اس سے زیادہ گھری ہوئی حدیثیں ہمارے نظر سے کسی کتاب میں نہیں گزریں نیز اسی کے ساتھ ان کے
خلافت بھی کوئی حدیث خواہ وہ ضعیف ہی کیوں نہ ہو نظر سے نہیں گزری۔ غائبان ہی وجوہات کی بنا
پر بخار و فضائل کی حدیثیں جمع کرنے والے محدثین نے اس قسم کی حدیثیں بھی اپنی مؤلفات میں شامل کر لی
ہیں اور اس علم کے ساتھ شامل کی ہیں کہ ان کی اتنی ہی حیثیت کیا ہے، اس لیے ہمارے منکرین حدیث کے
لیے خوش ہونے کا کوئی موقع نہیں ہے۔

جس اس جہت میں یہ مزید تنبیہ کرنی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و احوال کی سیرت کے
مفسر کے لیے بھی عقائد و احوال کی حدیثوں کی طرح اعلیٰ درجہ کی اسنادوں کی شرط ملنی بلکہ اس سے بھی بڑھ
کر یہ تشدد و حیا تشدد ہے، بلکہ سیرت کے ایک پیش قیمت حصہ کا عظیم الشان نقصان ہے۔ تاخر تخریج ہمارے سامنے

دنیا کی دیگر تائیس بھی موجود ہیں جن کو انتہائی کی نظر سے دیکھا جاتا ہے، مگر کیا ان کو اسنادی لحاظ سے مقام بھی حاصل ہے یا وہ محض معاصرین کے بے سند بیانات یا چند قدیم کتبوں اور بعض افواہوں کی بناء پر مرتب ہو گئی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں اصولی روایت کو سامنے رکھتے بغیر ان کو انتہا کا کوئی مرتبہ حاصل نہیں ہی عادت کے پیش نظر بعض سیرت نگاروں نے اہواء اسلام کے بعض صحابہ و اقرضات سے خالصہ جو کہ ضرورت محسوس کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر بھی دوبارہ نظر ڈالی جائے اور انوفی العادۃ اور عری العجائبات سے خالی کر کے جہاں تک اس کو مادی عقل کے قریب لایا جاسکتا ہے قریب کر دیا جائے۔ ایسے اس سے انکار نہیں کہ جن مصنفین نے سیرت کے صرف اتنے حصہ کو جمع کیا ہے جو صحیح حدیثوں سے ثابت ہے، یہی ایک شخص سی یا ممکن سیرت کے اس حصہ کو جو دوسرے یا قیسرے نمبر کی حدیثوں سے ثابت ہو بالکل نظر انداز کر دینا یا طرہ مشن نہیں ہے۔ جب یہ تشدد حکام کی حدیثوں میں قائم نہیں رکھا جاسکتا ہوگی کی حفاظت سے کمتر دوسرے اور دوسرے خبر کی اعادیت بھی صحیح کی گئی بلکہ معام اور سانیہ میں اس کے سب سے بڑے امتیاز کی حدیثیں ہی ملتی گئیں تو سیرت کے عام حصوں کے بدلے اس میں کچھ خوب کیوں سمجھا جائے۔ جب دینی مسائل کی تفصیلات کے بدلے اہل مباح سے آواز پڑے تو سیرت کے حصے کی پوری تفصیلات صرف اعلیٰ امتیاز کی حدیثوں سے کیے کر سامنے آسکتی ہیں، جس پر اس قدر حصہ میں حجت سے آپ کی سیرت میں کوئی آواز مناد کر رہی ہے اور ضرورت اہواء اسلام کی خاطر آپ کی سیرت میں قطع یہ کر دینی چاہیے نیز یہی بھی کہنا چاہیے کہ اس وقت ہمارے سامنے آپ کی سیرت کا کوئی حصہ یہ ہے کہ واقعات و حالات کی نوعیت کے ساتھ ان کے ثبوت کی نوعیت بھی بدل جا رہی ہے بعض واقعات کی محض قرائن سے تصدیق کر لی جاتی ہے اور ان کے لیے اسناد کا مطالبہ کسی کے ذہن میں بھی نہیں گزرتا مثلاً ایک حکم یا ایک متعلق شہرت جتنی ہو کہ اس کی مقامات ہو گئی یا کسی طرح اس امید کا حال معلوم ہوتا ہے اور خبر کثرتی ہے کہ غلام گھر میں دکان ہو گئی تو خود اس کا جین بیلا ہو جائے۔ کوئی ہے جریاں ان خبروں پر مضمین کیے کہ تو ان کے مناسب اختلافات کر غم یا شغل ہو جاتا ہو اس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ سیرت کے احکام و احکام اور صرف اسناد پر تو لایہ بنا عام دستور و فکر عقل کے بھی خلاف ہو رہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے ان حصوں کے لیے جن کا تعلق آپ کے ابتدائی حالات و زندگی کے ساتھ ہے اہل درجہ کی اساتید کا مطالبہ کہ انصاف کا مطالبہ نہیں کیا کوئی مسلم الغیور انسان یہ حکم نکال سکتا ہے کہ ایک ایسی ہی کے ابتدائی واقعات کے لیے جن کے متعلق کسی کے ذہن میں وہی ہو دگر نہ ہو کہ بعد ان کو کوئی کس منصب عقل سے فوائد والے ہے ضرورت سے پہلے یہ اہتمام کیا گیا ہو گا یا خصوصاً ایک آدمی بحول میں کیا ہو ممکن نہیں کہ چند در چند وجوہات کی بناء پر ان واقعات کے مخالف روایت و روایت کے

نعت با مضبوط لافیس کچھ امور مانع آگئے ہیں مثلاً اس وقت اُن کے زیر مشاہدہ ہونے کی وجہ سے ان کے خطہ
کی اہمیت خود ہنوں میں نہ آئی چنانچہ دو برس میں کرشنل جہاد کی وجہ سے ان کے اہل معیار پر صبح کرنے کا کام انجام
نہ ہو سکا چوہا اُن کے عقائد و اعمال کے مسائل ہونے کی وجہ سے ان سے عام طور پر بحث ہی نہ کی گئی چوہا قدرت
کے عجائبات کے ذکر و غور سے ان کو خلافت عقول امور کی فہرست میں داخل ہی نہ کیا ہو۔ ظاہر ہے کہ جہاں
نبوت، ملک، اہل، اہل، اور سوا سبغات کا شب و روز ساں بندھا ہو وہاں ان چند نعمات کی اہمیت کیا ہوگی
چوہا دل تو رحمت سے پہلے زندگی کے پس پھران میں ایک واقعہ بھی ان واقعات سے عجیب تر ہے جو روز و شب
ان کی آنکھوں کے سامنے پیش آ رہا ہے۔ اس قسم کے وجوہات کی بناء پر ان کی اہل وجہ کی ماسند و مینا
نہ ہو سکی چوہا تو کیا یہ مناسب ہو گا کہ ہم آئندہ آنے والی نسلوں کے غور و فکر کا یہ سارا مواد ہی آپ کی سیرت سے ملے
کر ڈالیں یا اپنے شہوت کی توجہ سے ان کو سیرت کا جزو نہ بنے۔ اس واقعہ میں کثیر فوائد باخلاق مستفید ہو سکتے
ہیں شرط ہوتی ہے اس قسم کا ایک واقعہ لکھ کر تحریر فرماتے ہیں:-

و هذا صياف حسن عليا ليعاد التوبة اس واقعہ کی مباحثہ اگرچہ ایسے مادی سرچ میں جن میں
وسیعاء الصدق وان كان في حلقہ کام کیا گیا ہے۔ ایسے مہربان ویسے قرآن سرچ میں جن
میں ہو مشکوکہ (البيان، النبیہ: ۲۱۹) کی وجہ سے اس خبر پر صدق وصف کا نوچ چکا ہے۔

آپ کی سیرت کے اس حصہ کے روحانی پہلو کے ساتھ اگر ہم اس پر مادی نظر ڈالیں تو ہم کو پہلے یہ غور
کرنا چاہی ضروری ہو گا کہ حالات ہر کس ہستی کے متعلق، کیونکہ حالات کا صحیح اندازہ اس وقت ہو سکتا ہے جبکہ شخصیت
کو جس سامنے رکھا جائے جس کی نسبت یہ واقعات متعلق کیے گئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان کے اوپر جیسے عاقل افراد کے
متعلق ہر عید سے بعد واقعہ کی تصدیق متعلق بھی ہو سکتی ہے گو اس کی نوعیت شہوت کنی ہی کمزور ہو لیکن اگر
ان میں سے ایک حیرت انگیز واقعہ بھی کسی دوسری عام شخصیت کی طرف منسوب کیا جائے تو قوت نامہ میں جس
سو طرح کے احتمالات نکال کھڑے کرتی ہے خواہ اس کی نوعیت شہوت کنی ہی نہ ہو۔ پس اس لحاظ سے
جب ہم غور کرتے ہیں تو ہم کو سنو ہم پتہ ہے کہ یہاں ادیان سادہ کے جتنے عالمین ہیں وہ سب متفق طور پر پہنچے
پہنچے رسول کے متعلق کچھ نہ کچھ مافوق الطبیعیات نقل کرتے چلے آتے ہیں۔ یہ یقینی امر ہے کہ ان میں آکھوا واقعات
کی نوعیت، روایت و دہایت ہر پہلو سے متفرک ہوا نظر آتی ہے مگر اس قدر مشترک اتفاق سے آتا تو ناشائستہ
ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی ابتدائی زندگیوں میں کچھ امور عام انسانوں کی زندگیوں سے ضرور ممتاز تھے خواہ اس کے
اسباب و وجوہات کچھ بھی ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دروغیبت، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے حمل
اور ولادت اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کے حالات خود قرآن کریم میں بھی مروجہ ہیں جن کا یہ اپنی پہلو پر کتنا مضبوط ہے

تو شاید صورتِ دہشت کے لہان سے چاہے روشن خیال مسلمانوں کے لیے ان کا اہلِ کفر و شقاق ہو جائے۔ لیکن یہاں تو شخصوں اس شخصیت کے متعلق ہے جس کے بارے میں جھوٹی یہ کہ وہ عالم کی صحبتِ عظیم و جہنم میں بھی عظیم جہنمی تھی۔ مگر ان کی حیات میں کچھ ایسے عجائبات کا ظہور ملا ہے جو اس نوع کے انسانوں میں تو اس کے ساتھ پیش سے ہوتا چلا گیا ہے تو کیا ان کو اصولی روایت کے خلاف کہا جاسکتا ہے۔

ہیں یہاں اس مہمت کے ساتھ بھی شدید اختلاف ہے جنہوں نے پیغمبرِ اسلام کی حیاتِ عرضیہ بے سرو پا موصوفات داخل کر کے ان کو بھی عقائد کی فرست میں داخل کر لیا ہے۔ درجِ بحثِ امورِ صورت یہ ہے کہ آپ کی ابتدائی زندگی کے وہ واقعات جو اساتذہ کے ساتھ ثابت شدہ ہیں، گو وہ ضعیف تھے مگر غیر مستحکم ہی نہیں بلکہ اس قسم کی شخصیاتِ باندہ کی زندگیوں میں ہمیشہ نظر آتے رہے ہیں، کیا ان کو کیرا آپ کی سیت و کھاج کر، یا جانے یا ان کے ثبوت کی نوعیت پر تنبیہ کے ساتھ ان کو سیرت کا جز نہ بننے والا جانے تاکہ وہ آپ کی صورت کے اجداد حالات پر غور و خوض کرتے ہیں کا راہ ہوں۔

سربانِ سستہ کا متعدد اپنے غیظ و کراہی کسی ایک قرآن کے ساتھ ساتھ ملنے نہیں ہے بلکہ اس کے پیشِ نظر احادیث کی روشنی میں جو بات منع ہوتی ہے صرف اس کو واضح کر دینا ہے۔ سید جید وہ چاہنے عقائد کی عقلی حدیثوں کا مطالعہ نہیں فرماتے بلکہ حدیثوں کی روشنی سے اپنے عقائد کی اصلاح کر لیتے ہیں۔ اس لیے ہم نے ملاخوت و متلائم آپ کی زندگی کے وہ سب حالات جو حدیث کے نزدیک اس سے قبل ذکر میں آئے ہیں یہاں بھی ذکر کر لیا ہے۔ اگر کوئی فریق اس پر مبنی نہیں ہوتا جو تو ہر سان مشکلات و حالات کو سانسینہ رکھ کر اب آپ ہی غور فرمائیے کہ اس طرح مسائل کھلے جب کے عزائمات حدیث کی کتاب میں قائم کرنا چھوڑ اس کے لیے جید سے جید عقائد سے حدیثیں تلاقی کر کے لانا اور ساتھ ساتھ جگہ جگہ ان پر ہمدردی نظر میں کرتے جانا اور عزائمات و احادیث میں ایسی ترتیب قائم کرنا کہ مسئلہ کے تمام پہلوؤں میں ہر جائز پھر یہی متعدد عقائد لکھنا جو تمام ترجمہ حدیثوں کی روشنی میں ہر لکھے گئے ہوں، یہ کتنی فرصت کا محنت ہے۔ پس یہی کچھ باتیں تھیں جو اس جگہ کی تصنیف میں اتنی باخبر کا بحث میں گئیں۔ میں نے اس تاخیر کو تو بخوشی گوارا کر لیا کہ میں یہ گوارا نہیں کر سکتا تھا کہ رسالت و دہشت کے ساتھ اہم مضامین اپنی متعدد رجحاناتِ غیر یوں ہی ان کے قلوبِ ناظرین کے ساتھ اٹھ کر رکھ دوں۔ اب یہ فیصلہ آپ کے سپرد ہے کہ اپنے ان مقاصد میں میں کہاں تک کامیابی حاصل کر سکا۔

مسودہ اب بھی اس حیثیت میں تھا کہ بخوشی اس کو دوا کیا جاسکتا، مگر چونکہ وہ صورتِ حیات ہی کی معرفت روا نہ ہو سکتا تھا۔ اس لیے اگر اصلاح و ترمیم کا اور انتظار کیا جاتا تو صحراوات ایک سال پر جا چلی تھیں۔ بے باور ناخدا مستحق ہے تعجب سے جا کر ناپڑا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ میری اس دھوری اور پرستندہ

کوشش کو قبول فرما کر امت مسلمہ کے یہ نافع بہانے۔ آمین۔

نوٹ

ہر باب کے قسطنجی نوٹوں کے ملاحظہ سے قبل از میں ضروری ہے کہ اس موضوع کے متعلق جو بحث لکھ لکھا گیا ہے اس کو بغیر اور بار بار پڑھ لیا جائے۔ ورنہ اگر قسطنجی نوٹوں کے سمجھنے میں کوئی الجھن رہ گئی تو اس میں مؤلف کے قصہ کے ساتھ تھوڑی سی کوتاہی آپ کی بھی ہوگی۔ واعدہ شدہ بار لاؤ آؤ۔

بسم اللہ

محمد یحییٰ عالم

نزہت پورہ سندھ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

القضاء والقدر

عَلَّمَ الشَّاهِدُ وَلِيَّ اللَّهِ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمَ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى شَمَلَ عَلَى الْإِزَاقِ الدَّالِّ عَلَى كُلِّ مَا وَجَدَ
أَوْ صَبَّحَ مِنْ الْحَوَادِثِ تَحَالٍ أَنْ يَخْتَلِفَ عَنِ شَيْءٍ أَوْ يَتَحَقَّقَ غَيْرُ مَا عُلِّمَ فَيَكُونُ جَهْلًا لَا عِلْمًا بِهِ هَذَا
مَسْئَلَةٌ شَمُولُ الْعِلْمِ وَلَيْسَتْ بِمِثْلِ الْقَدَرِ وَلَا يَخَالِفُ فِيهَا فِرْقَةٌ مِنَ الْفِرَقِ الْإِسْلَامِيَّةِ لِقَوْلِ الْقَدَرِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

قضاء و قدر اور اس پر ایک لمحہ منکر یہ

مسئلہ قضاء و قدر جب تک بہت مشکل ہے لیکن ہمارے نزدیک خالق کا وجود تسلیم کرنے کے بعد اس کا انکدار
ممن اس سے زیادہ مشکل ہے جس نے یہاں ضرورت کی بیاں کر رہا وہ اعتدال پر مبنی اس کو ہدایت کا انکار کرنا پڑا
یعنی یا تو نہ ہو کہ تو ہر گز طرح مجھ پر نا پڑا اور یا اس کو خالقیت میں خالق کے برابر تسلیم کرنا پڑا۔ ہم یہاں آپ کے حضور
لکھ کر کہ رحمت کے لیے چند خطوط پیش کر رہے ہیں۔ مسئلہ گوان سے محل نہ ہو کر ممکن ہے کہ کسی حد تک حریفانہ کشاکش کا
باعث ہو جائے وہ یستحسن۔

اسلامی جہز فرقوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کائنات میں جو کچھ ہو رہا ہے ان سب کا حق تعالیٰ کو پہلے سو
علم ہے اور یہ بات بھی فرقہ و حدیث سے ثابت ہے کہ حق تعالیٰ کے علم انہی کے مطابق جو کچھ ہونے لگا وہ سب
کچھ قیامت تک میں بھی آپکا ہے اور اب عالم کا ایک ذرہ اس کے خلعت جیش نہیں کر سکتا۔ اس لیے جو بحث یہ پیدا
ہو گئی ہے کہ اب انسانی افعال کی حقیقت کیا تھی؟ کیا اس کو ان میں مجبور سمجھا لیا جائے یا خدا کا جانتے۔ اگر حجت اور
تسلیم کر لیتے کہ بعد بھر قضا و قدر کے مسئلے اس کو مجبور کہنے کا معنوم حاصل ہو جائے۔ اور اگر جی کرنا چاہتے
تو یہ ضروری ہو گا کہ اس میں قدرت و اختیار کی صفات کا بھی انکار کر دیا جائے اس لیے تصادم قدرت کی بحث میں
اس شخص ضرور لکھنا افعال عباد یعنی بندوں کے افعال جن جانتے ہیں۔ اس پر رد کر کے قیل جب کہ عالم پر
وہ ایک لکھنا ایسے تو آپ کے سامنے وہ قسم کی مخلوقات نغمہ زنی ملک وہ جو اختیار ارادہ کے باوجود ایک نہیں

الذی ولت علیہ الاحادیث المستفیضة و مضی علیہ السلف الصالح و لم یوفی لک الا المحققون و
یتجد علیہ السؤال بان متذاعر مع التکلیف و انه فیم العلی هو اللزیم الملزم الذی یوجب الحواشی
قبل وجودها فوجودہا لک الا یجاب لا یردہ ہرب ولا ینفع منہ حیلہ۔ (صفحہ ۱۰۲)

الواحد منا یعلم بدلائلہ انہ جمدین و بنا و لای انفعہ مثلاً و ہونی ذلک مرید فاصدا یتوی
وہ کھنچے طور پر قدرت الہی کی محضی ہوئی ہے۔ مثلاً آفتاب حرکت کرنا نظر آتا ہے یا زمین و آسمان میں جو بھی متحرک
ہے۔ یہ سب جانتے ہیں کہ یہ اپنے ارادہ سے متحرک نہیں، بلکہ ارادہ و قدرت الہیہ سے متحرک ہیں۔ دوسری قسم
کی مخلوق وہ ہے جو چاہتا ارادہ و اختیار کی انک نظر آتی ہے۔ یہ تمیز قسم کی ہے۔ ایک وہ جو صرف فطری کا ارادہ
کرتا ہے، آخر کار ارادہ کر ہی نہیں سکتی۔ یہ غرضتہ کہلاتے ہیں، ان کی شان لا یعصون اللہ ما امرہم و یفعلون
ما یریدون ہے۔ یعنی جو حکمران کو غائب ہے، اس کے غرضتہ کر ہی نہیں سکتے، اور صرف وہی کرتے ہیں جس کا
ان کو حکم دیا جاتا ہے، یہاں فطری وراثت و دونوں کو جمع کر لے سے اسی عنون کی تائید مقصود ہے۔ دوسری مخلوق
اس کے برعکس ہے وہ شرکے سوا خیر کا ارادہ کرتی ہی نہیں، یہ شیطان ہے، تیسری قسم وہ جو ہر دو نوع کے ارادہ کی
انک ہے، اور دونوں قسم کے ارادے کرتی بھی ہے یہ حضرت انسان ہی، انسانوں کی بہترین قسم یہ ایک
جس کا ایمان اور جس کی عقل و معرفت اس کی خواہشات نفسانی پر غالب ہوتی ہے، یہ تو ترقی کر کے خیر
سے جانتا ہے۔ دوسری اس کے برعکس ہے، یہ بوزر شیطان میں جاتا ہے، اور تیسری قسم وہ ہے جس کی عقل
اس کی قوت شہوانیہ کی مطرور ہو جاتی ہے، یہ ہائم اور حیوانات سے ملحق ہو جاتا ہے، جس طرح ان
جملہ مخلوقات کا وجود و بعض جس جلی و غلظ کی مخالفت ہے، اس طرح ان کا ارادہ و اختیار بھی اسی کا عطا
کر دیا ہے۔

اب ہم پہلے اصطلاحات اور مذاہب کی تفصیلات سے سمجھو جو کہ سادہ طور پر اس مسئلہ پر نظر کرنا
چاہتے ہیں تو یہ بات ہم کو مانتی پڑتی ہے کہ بندہ میں اختیار و قدرت کی صفت فطری ہے اس کا انکار
کرنا اپنے باہمی وجود کا انکار ہو گا۔ ایک ہر قوت سے ہر قوت شخص بھی اختیار کی حرکات اور ایک رشتہ
نہ شخص کی حرکات کے امین فرق سمجھتا ہے اور ہرگز دونوں کو یکساں کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا، لیکن
یہ بھی جرمی ہے کہ جس طرح بندہ کا خود وجود و ارادہ اسی کے ساتھ اس کی دیگر صفات کمزور اور ضعیف ہیں،
اسی طرح اس کی یہ قدرت اور اختیار بھی ضعیف ہے۔ دیکھیے انسان و کھنچا بھی ہوا اور سنٹا بھی
ہوا، اس لیے اس کو شہوا اور دنیا کھا چاہتا ہے، مگر چونکہ اس کی یہ صفات ضعیف ہیں اس لیے ان کی کچھ
مخالفت بھی ہیں، اگر وہ نہیں نو، نہ سنٹا ہے اور نہ دیکھتا ہے۔ پھر ان شرائط کے ساتھ جہاں وہ سنٹا

یا تشبیہ الیہ الفعل والترك بحسب هذا المقصد وبحسب هذا القوي المنتجة في نفسه وان كان
 من شيء بحسب المحلقة الفرقانية، اما واجب الفعل او واجب الترك فكل ذلك الحال في كل ما
 يستوجبه استعداد خاص فيقول من بأرى الصور ونزل الصور، على المواد المستعدة لها
 كالاستجابة لتعقيب الدعاء مثلاً فيه دخل فخلج حدث بوجه من الوجوه ولعلك تقول
 او رد كذا بھی ہے وہ اس بھی کچھ دور چل کر اس کی شوالی اور مینائی کی دونوں صفیں مطلق نظر آتی ہیں مثلاً ایک
 خاص خاصہ کے بعد ذہن کے سلسلہ ہے اور نہ سمجھتا ہے، مگر کیا اس کی اس معدودی پر کوئی شخص کہہ سکتا ہے
 کہ اس میں مع دیر کی صفت ہی نہیں ہے۔ چنانچہ خیال میں یہاں دو رئیس پیدا نہیں ہو سکتیں بلکہ اتفاق ہی
 کہا جائیگا کہ ضرور میں گرائی صیغہ میں کرنا، دور چل کر کام نہیں دے سکتیں اگر صفت اختیار ہی اسی
 ہی صیغہ صفت پر جس کا کچھ دور تک قواثر ظاہر ہوتا ہے لیکن ذرا دیر کے بعد اس کا اثر ظاہر نہ ہو تو کیا اس صفت
 کی وجہ سے اس کے وجودی کا انکار کر دینا صحیح ہوگا؟ اگر اس کا انکار کر لیا جائے تو کیا پھر بھی ضروری ہوگا کہ
 آخر تک اس کا اثر تسلیم کیا جائے پس اگر ہم اپنے اختیار کے اثرات کچھ دور چل کر ضمنی یا عدم دیکھتے ہیں
 تو اس بنا پر ہم کو اپنے برہمی و جان کے انکار کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے، اسی طرح اگر ہم اپنے برہمی و جان
 کی بنا پر اپنے نفس میں صفت اختیار تسلیم کر لیتے ہیں تو یہ بھی کوئی لازمی امر نہیں ہوگا پھر اس کے فوات آخر
 ہم بھی تسلیم کرتے چلے جائیں۔ اس لیے ہم ضروری بصیرت کے ساتھ اس بات کے اقرار کرنے پر مجبور ہیں کہ ہمیں
 قدرت و اختیار کی صفت موجود ہے مگر ہاں خود اس صفت اختیار پر ہاں کوئی اختیار نہیں ہے یعنی اس پر
 ہم قدرت نہیں رکھتے مگر اس اختیار کو جو ہر جا میں لگا دیں بلکہ ہماری یہ صفت مشیت الہیہ کے تحت اسی طرح
 جاری حرکت کرتی ہے جس طرح ایک سنگ انداز کے ہاتھ کا پھینکا ہوا پتھر نہ اس پتھر کو یہ قدرت ہو کہ وہ اس سمت
 کو پھر ڈر جو ہر سنگ اندازے اس کو پھینکے ہے کسی اور سمت چلا جائے نہ بد جس یہ طاقت ہو کہ وہ اس جانب کے
 سوا جس جانب قدرت ہے اس کے اختیار کو لگا دیا ہے کوئی اور حرکت کر سکے۔ لہذا ابتدا جو کہ ہے بغیر اپنے
 اختیار ہی سے کر سکتا ہے، مگر وہ اپنے اختیار سے کرنا دیتی ہے جو حق مطلق اس سے گویا چاہتا ہے۔ پس اس لحاظ سے
 کہ ہم جو کہ ہیں اپنے اختیار سے ہی کہتے ہیں مختار کہنا ہے جس اور اس لحاظ سے کہ اختیار تو یہی کہہ سکتے ہیں جو مشیت
 الہیہ جو مطلق ہے، مجبور کہلاتے ہیں یا مجبور اور مجبور، مگر یہ ایسا جبر ہے جو ہر مطلق سے متنازع ہے، کیونکہ ہر مطلق میں مجبور
 کو اپنے ارادہ کے ساتھ مزاحمت محسوس ہوتا ہے مثلاً اگر کسی سو من کو کھڑا کر کے کہنے کے لیے مجبور کیا جائے تو اگر وہ
 کھڑا نہ ہو تو یہاں سے کہہ تو دیتا ہے مگر اس کے ساتھ ہی اس خارجی جبر کی مزاحمت کا احساس بھی کر رہا ہے مثلاً
 ایک متاخر زبان سے گھٹا بیان ادا کر کے مگر یہاں بھی قہری خواہش اس کے مطلق ارادہ کے لیے مزاحمت کر رہا ہے

هذا الجمل موجب الشئ بحسب المصلحة الفوقانية فكيف يكون في موطن من موطن الحق
 فاقول حاش لله بل هو علم وبقا بالحق هذا موطن انما الجمل ان يقال ليس بموجب اصلا
 وقد نعت الشرايع الاصلية هذا الجمل حيث اُثبتت الايمان بالصدق وان ما اصابك لو كان
 يفتنك وما اخطاك لو كان يهديك فاعلم انما هذا الجمل بموجب فاعلم انما بموجب هذا الموطن فهو
 يمكن من جزيياں ہے اس میں ارادہ مجبور کے ساتھ کوئی مزاحمت نہیں ہوتی۔ انسان جو افعال میں کرتا ہے وہ اپنے
 احساس کے مطابق آنوازہ اور پوری خود اختیار سے کرتا ہے، حتیٰ کہ اگر تقدیر کا جبر اس کو بتایا بھی جائے تو وہ اس
 کے تسلیم کرنے میں تامل کرتا ہے۔ جس طرح بیمار بندہ کا جبر جبرِ مطلق سے متاثر ہے اسی طرح اس کا اختیار بھی
 مطلق اختیار سے متاثر ہے کیونکہ وہ جو چاہے اختیار نہیں کر سکتا، وہی اختیار کر سکتا ہے جس کا اختیار مختار
 مطلق نے اس کو دے دیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ انسان جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے مگر چاہتا ہی ہے جو اللہ تعالیٰ
 اس سے کرنا چاہتا ہے۔ اب اگر اس اختیار کے ساتھ کوئی شخص اپنے نفس کو مجبور کرتا ہے تو کونکر وہ ایسا
 مجبور ہوگا جو معذور نہیں ٹھہر سکتا۔ ہر فرد کا عالم کی خالقیت کا یہ کرشمہ بھی عجیب ہے کہ اس نے ایک مجبور
 محض کو کس حکمت سے ایسا مختار بنادیا ہے کہ وہ اپنے گرد و پیش میں اپنے احساس کے مطابق ادنیٰ سا جبر بھی
 محسوس نہیں کرتا ہے حالانکہ جبر کی گرفت اس پر اس درجہ سخت ہوتی ہے کہ وہ جیش کہنے کی بھی طاقت نہیں
 رکھتا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ مصدات اس لیے پیدا ہو گئی ہے کیونکہ یہاں افعال پر جبر نہیں افعال تو اپنے اختیار
 سے ہوتے ہیں، اگر خود اس کا اختیار حق تعالیٰ کی مشیت کا مدد کے تحت ہوتا ہے، اس لیے اس مختار کو اپنے
 جبر کا احساس نہیں ہوتا اگر جبر افعال پر ہوتا تو ضرور اس کا احساس ہوتا۔ یہ صفت صرف وہ قدیم کی ہے
 کہ وہ بندہ اس کے اختیار پر بھی حکومت کرتا ہے۔ خداوند کے ارادے سے سب اسے ہی فتنہ میں مبتلا
 ہیں۔ بندہ مجبور ہو کر اپنے مختار ہونے کا مدعی بھی اسی لیے رہتا ہے کہ اس کو اپنا اختیار ہی اختیار محسوس ہوتا
 ہے اور چونکہ اس کو یہاں اپنے ارادہ کے ساتھ کوئی مزاحمت محسوس نہیں ہوتی اس لیے حق تعالیٰ جبر کا
 اس کو کوئی احساس نہیں ہوتا اور جب جبر اختیار اس طرح مدغم ہو جائے تو پھر اپنے افعال پر مسئول
 ہونے کا مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے کیا ایسا حق تعالیٰ ہی مسئول نہ ہونا چاہیے جو اپنے بندگان میں بھی خود مختار ہی
 اس فوقانی جبر کا حال تو صرف انبیاء و عیسٰی و مسلم نے بتایا ہے۔ حیرت ہے کہ یا تو انسان ایک طرف
 مختار مطلق بننا چاہتا ہے ایسا حق کہ تقدیر کے سیر کو ٹھنسنے کے لیے بھی تیار نہیں ہوتا اور سلطان جو کر بھی اس
 کی تصدیق میں ہزار جیش نکالنے کو مجبور ہوتا ہے اور دوسری طرف جب تقدیر کا جبر تسلیم کرنے پر تیار ہے تو
 یہاں بھی اس کی درمختار خداوندی نظر آتی ہے یعنی پھر جزاء و سزا میں الجھنے لگتا ہے، وہ نہ حدیث اللہ عزوجل

علم حق لا یحالیٰ کما انک اذا رايت النخل من البها تم یفعل افعال الغلب ورايت الانثی تفعل
 افعال الانثوی فان حکمت بان هذه الافعال صادرة جبراً کحکمة الجحر فی تدحرجة
 کذبت وان حکمت بانها صادرة من غیر علّة منجربة لها فلا المنزج الفضل یوجب هنا
 الباب ولا المنزج الانثوی یوجب ذلک کذبت وان حکمت بان الارادة المتشی فی الفعما
 یؤثران الانسان اکثر شیء یجدر ان انظر الیه بکل ما انا کما سوچا تو یہ چاہیے تھا کہ کیا حکومت
 کا مقاضا نہیں ہے کہ حکومت ہمیشہ کہے کے زیر دست رہے پھر یہاں تو رشتہ صرف حکومت کا ہی نہیں
 بلکہ حکومت کا بھی ہے کیا یہ عقل نہیں کہ یہاں ہمارا غیر مستحق اختیار بھی عقل کی مشیت کا حکم بنا ہے
 جب یہ عقل بات سامنے نہی جاتی ہے تو دنیا شور مچا کر دیتی ہے کہ ہم کو مجبور بنا دیا، حالانکہ فرد کی بات تو
 یہ تھی کہ جو مرے سے موجود ہی نہ تھا وہ تھا تو کس دن، پھر جتنا کہ خدا تعالیٰ نے اس کو ختم کیا
 بلکہ انیس طور پر تسلیم کر لیا ہے، پس یہاں تو یہ اسن کہ ایک مقدم معنی کو شرم و دوجہ شامیرانی حکمت
 کا نام سے ایک جہاد معنی (یعنی غلبہ) کو سمجھنا اور خدا تعالیٰ کا دھرم احسان و فراموشی کو شکوہ ہے کہ خدا کو
 مجبور بنادیا۔

یہاں ایک ملاحظہ یہ لگ گیا ہے کہ تقدیر اور بندہ کے اختیار کو ملحوظ رکھ کر تقدیر کو بندہ کے
 اختیار پر حاکم مانا گیا ہے حالانکہ ہمارا اختیار بھی خود تقدیر کے دائرہ میں شامل ہوتا ہے، اسی قسم کا سوال ایک
 مرتبہ صحابہ کرام نے آنحضرت کے سامنے پیش کیا تھا یا رسول اللہ! عرض میں دوا کا استعمال اور جنگ میں
 جھگڑا کیا فعلی تقدیر کو ٹال سکتا ہے، یہی جب نہیں ٹال سکتا تو پھر ان کے استعمال کا فائدہ؟ آپ نے جواب
 کتنا مختصر کر دیا قسماً جیسا ہمارا خدا فرمایا، میرے صحابہ کرام ان اسباب کو تقدیر سے خارج سمجھتے ہی کیوں کہ خدا
 میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ دوا کرو گے تو شفا یاب ہو گے، سپر استعمال کرو گے تو دشمن کے واسطے بچ جائے گے
 پس اگر کتاب اسباب بھی احاطہ تقدیر میں داخل ہو چکا ہے۔

حضرت امین عاصی و بارشام کے قصص میں نقل فرماتے ہیں کہ جب عمر بن خطاب سرخ کے پاس پہلے کتاب
 کا اطلاع ملی کہ شام میں تو باد بھیل رہی ہے یہ سن کر آپ نے لشکر کو آپسی کا حکم دے دیا، اس پر پھر
 نے جواب سے فرمایا: اچھا آپ تقدیر سے بھاگ رہے ہیں؟ یعنی اگر موت تقدیر ہو چکی ہے تو پھر اس کو کیوں
 حشرنے اس کا کیا حکیمانہ جواب دیا، فرمایا: اے عیسیٰ! اگر وہاں جس ایک مرہیز دوسری خشک ہو لو اپنے اونٹ
 کس میں چڑھائے، اگر سرسبز وادی میں چڑھاؤ اور یقیناً اسی میں چڑھو گے تو کیا یہ تقدیر سے گریز ہو گا یا یہی اسی
 تقدیر کے تحت ہو گا، اسی طرح میری واپسی کو احاطہ تقدیر سے باہر کیوں سمجھتے ہو اگر موت کی عادی سے بچ کر

افضل المیزان کا نام مستویین والی اخفرت الفضل مکان الاختیار علیہ لفعل صدقت و برکت
 عاجزت الشرائع الالهیة عن هذا الالادۃ للثبوت فی هذه الموطن، وبالجملة نقد ثبوت الالادۃ
 یقتضی تعلقاتها وثبتت المجازاة فی الدنیا والاخرۃ وثبتت من مدار العالمد ہر العالمد بالجملة
 شریعتہ مسلکونہا لیسبقوا مکان الامر شریعتہا بان المسیح استقدم عبیدہ وطلب علیہ فذلک
 اختیار خود بخود نہ ہو جائے۔ اس کو ایک مثال سے یوں سمجھئے کہ بچہ جب بھٹ کرتا ہے کہ چلے اور پہنچے یوں
 ہی چلے، اس کے والدین جانتے ہیں کہ اس غریب کے پیروں میں خود چلتے کا دم نہیں ہے اس لیے اپنی طاقت
 سے اس کو چلا دیتے ہیں اور جس طرف وہ چلنا چاہتا ہے اسی طرف چلا دیتے ہیں۔ اس کا ناتمام اختیار حسب اس طرح
 والدین کے اختیار مستقل کے ساتھ ساتھ کام کرنے لگتا ہے تو اس پر بس کے ارمان تو یوں ہر سے
 ہو جاتے ہیں کہ جو اس کی خدمت میں وہ پوری ہو گئی اور والدین یوں خوش ہو جاتے ہیں کہ اس طرح ان کا بچہ
 خوش ہو گیا، اور ان کا کچھ گرا نہیں، اگر کسی بچہ اس کی خدمت کرے کہ والدین کی دستگیری کے بغیر خود اپنی
 ہی طاقت سے چلے تو ظاہر ہے کہ جتنا حاصل اپنے اس ناتمام اختیار کے ساتھ اس نے ملے کر لیا تھا یہی
 ملے نہ ہو۔ یہاں معاملہ اس کے برعکس ہے، کیونکہ بچہ تو اپنی مشیت بھی رکھتا ہے اور کچھ طاقت بھی اور اس
 کے والدین کو طاقت اس سے کہیں زیادہ رکھتے ہیں مگر اپنی مشیت اور اپنی طاقت کو اس بچہ کے تابع بنائے
 رکھتے ہیں اور دوسری اس کو صرف کرتے ہیں، جو مردہ بچہ راہ کرتا ہے مگر خالق کے معاملہ میں بندہ کی مشیت
 کی بھی یہ نہیں ہوتی، وہ اگر کچھ قدم چل سکتا ہے تو خالق کی مشیت کے ساتھ ساتھ ہی چل سکتا ہے، جو ذاتی
 اختیار بقضاء قائلہ میں تم ارادہ ہی وہ کر سکتے ہو جو مشیت الہیہ چاہتی ہے، جب ہے کہ اتنی حکومت کے باوجود
 اگر علی غرض اہل توبہ میں معلوم ہوتا ہے کہ شاید اس عالم میں مشیت الہیہ ہلے ارادہ کے تابع ہی ہوتی ہے اور جو ہم
 کرتا چلتے ہیں وہ وہ ہوا کرتی دیتی ہے۔ یہ تمام کوشش اسی نکتہ کا ہے کہ ہمارے افعال پر قدرت نے جو نہیں
 فرمایا بلکہ خود ہمارے اختیار ہی کو اپنے اختیار میں لے رکھا ہے، لہذا ہر جہت ہونے کے باوجود ہمارا احساس ہی بتاتا
 ہے کہ ہم حیرت مطلق ہیں اور اس عالم کے لئے غلط بھی نہیں، جو جہت میں ہے کہ وہ عالم غیب کے لحاظ سے ہے،
 اور وہ چارویں دسترس سے باہر ہے۔ اب اس کے سوا بچارہ کار نہیں کہ اس معاملہ میں صرف انبیاء و ائمہ علیہم السلام
 کے سین پر اعتماد کیا جائے یہاں دلائل کا اگر تیار بھی لگا دیا جائے تو انسان اپنے ذاتی وجدان کے بالمقابل مان
 کر باور نہیں کر سکتا، اس لیے اسلام نے یہاں صرف تسلیم و رضا کی ایک راہ بتادی ہے، حقیقت سے یہ فریبھی
 نہیں رکھا اور اس کو پورے طور پر مل کرنا چونکہ ہمارے بس سے بالا تھا اس لیے بحث کو نے بھی روک دیا۔
 خاتیمہ ہذا اصول مستقیمہ۔

وہی عمر خدیجہ و مصطفیٰ علی من نور محمد فخرت الشرائع ان لہیہ مجذہ العبادۃ شاؤ ذکرنا ان بالشرع
انزل فی الصفات وغیرہا بحدیثہ لیس ہذا لک انفعو ولا یبین للعق منہا کانت حقیقۃ لغیرہ اور
انہا امتناعاً لہو ممکنات الشرائع لہو لہیہ ہذا المعرفۃ الخاضعہ من نفوسہ ہر شلالت مقدمات
مسئلہ علی ہر جہانہ مجری المشہورات البید ہیۃ بینہم احوالہم ان تعالیٰ مستعد و شکر المنصور
بالغنا ویراس عموماً کو یوں سمجھئے کہ بعض مرتبہ کا وجود ہی انکار و رد و ضعف ہوتا ہے کہ وہ خود بخود قائم
نہیں رہ سکتا اس کے وجود کے حقیقت ہی تھی ہوتی ہے کہ کسی موجود حقیقی کے ساتھ اس کو کوئی صحیح نسبت ملے
ہے اس لیے اس کا وجود بھی اسی وقت قائم رہتا ہے جب تک کہ یہ نسبت قائم رہتی ہے جہاں یہ نسبت ختم ہوئی
اس کا وجود بھی ختم ہو اور یہ خود اس میں مصوب کی تادم و تیزی کا کیا عالم ہوتا ہے جو کہ ہمیں فضا و عالم کو
کہہ تا رہی پہلی نظر کرتی ہے اگر جہاں آفتاب نے غروب ہرے کے لیے رست سفر باندھا جس کے ساتھ ساتھ حرارت
کے آثار بھی مشتمل اور ہم پر شمس نے ہرے اور آفتاب غروب ہوا اور دھرتی پر بھی محدود ہونے اور
وہی فضا جو بھی ابھی بقعہ نورانی ہوتی تھی ایک اس میں ہوتا ایک میں تھی یہ تم کہہ سکتے ہو کہ یہاں آفتاب نے کچھ
ظلم کیا ہے کہ ہوائی پر ہوا ساری روغن پیسے ساتھ ہی روت کے گناہیں نہیں حقیقت یہ ہے کہ عالم کی فضا پر
ہے تاکہ یہی تھی جو اس کو عطا ہوا تھا یہ آفتاب ہی کی عطا تھی تو کیا کیا بلکہ اس میں ہر مسئلہ وہی تھی
تھی کہ جب تک اس کی نسبت آفتاب کے ساتھ درست ہے وہ روشن رہے اور جب یہ نسبت ختم ہونے لگی
تو اس کا وجود بھی مرتبہ ظلم نظر آئے یہاں فضا میں اتنی مسکت ہی نہیں کہ اس کا بچنا ہو اور ہوا توڑی ہی
ایک کے لیے جذب ہی کیجے رہے چارہ ناچار تجویز تھی کہ اس کی اس مسئلہ ایک شکل پر محدود کرتی ہے
اس میں آفتاب کا ظلم کیا ہے جتنی دیر فضا سمور رہی اس کا کرم تھا اور جب کہ وہ ظلم ہوئی تو یہ خود اس فضا
کا اپنا ہی قصور ہے اسی طرح ممکنات کی حقیقت و حستہ ساری اور غائی ہے جو عارفوں و وجودان کو ملتا ہے یہ
عارفوں کو مل کا عطا کردہ ہے اب سوچئے کہ ایسے موجود کی صفات کا ان کیا ہو گا اسی سے اس کی صفات اختیار
کے بھی قیاس کیجئے پس اس کا گرد و دھواں ہے تو اسی موجود حقیقی کے انقباض سے قائم ہے اور اگر اس کا انقباض
ہے تو ہی اس کے ختم یعنی کے زیر سایہ رہ کر ہے جس قافی عالم کو پیدا کر اس سے علیحدہ نہیں ہو گیا
بلکہ اسی نے پھر اس کی پہلی کو برقرار رکھ چھوڑا ہے اگر اس کی یہ تفریق نہ رہے تو اسی میں سارا عالم و ہم
ہریم ہم ہوتے اسی وجہ سے اس کا نام فیض بھی ہے اور وہ ہوتا ہے ان اللہ یسک السموات والارض
ان عز ولا ولین ر ہذا ان اسکھما من احد من بعدہ

پس جب ممکنات کا نفس و وجودی نہاں صیغہ ہو کر موجود ہونے کے بعد تادم اپنی بقول کے لیے بھی سہا ہے

ولجب والعبادة شكرًا له على نعمه... والثاني انه يجازي المعصين عندئذ اكره لعباده شق الدنيا
اشد نجزاه. والثالث انه يجزي في الآخرة المطيعين والذاكسين فانيسطت من ههنا لك
ثلاثة علوم. علم القدر كبر بالاء الله. وعلّم الشئ كبر بالام الله. وعلم الشئ كبر بالاعداد فتقرئ
القرآن العظيم شرحًا لهذه العلوم. - سفره - مجلد ۱

مترجم: یہ تو پھر کہ اس کی صفات مستقل ہو کر قائم رہ سکتی ہیں۔ عقل کی کیا جان کہ اپنی اصل سے مستغنی ہو سکر
نادرقت اخلال کی حواض خیر و حرکت کو دیکھتا آؤں حوٹ کا خالق نہ کہول ہی کر کھینچے مٹتا ہے۔ واقعہ
خوب جانتے ہیں کہ ان میں کیا رکھتا ہے۔ یہ سب بے حقیقت ہے جو کچھ ہوا ہے یہ حرکت۔ اصل میں جو اخلال
میں بطریق عکس نمایاں ہو رہی ہیں اگر یہ اخلال اپنی صورتوں سے استقلال کی درخواست پیش کرتے گئیں
تو یہ کسی نارال ہوگی ظاہر ہے کہ غیرت ہی اس میں ہوگی کہ یہ سب درخواستیں مسترد کر دی جائیں اور اخلال
ہے کہ اخلال کی حقیقت ہی اتنی ضعیف ہے کہ ان کا استقلال پس ہی ان کی فنا میں پیش مشورہ ہے کہ جب
چیز کی بے پناہی لگے ہیں تو اس سے غراہ کرنا قریب ہوتا ہے۔ اسی لیے بعض صنف کا قول یہ
واقعہ واجب ان مجزئ امری الی و بعد میں یہ سوا کو خدا تعالیٰ کی قدرت کے تحت
کون امری مید اللہ خیر من ان یکن۔ کہ اس سے بد رہا ہر رکھت ہوں کہ اپنی قدرت
بیوی۔ - دمقہ ص ۱۲۴ - ہمہ دیکھوں۔

الحال اب آپ سمجھتے ہو گئے کہ جبر کا سوال ذو تقدیر سے متعلق ہے نہ پروردگار عالم کے عدل سے
بلکہ یہ ذات ممکن کا خود اپنا ہی تصور ہے اور جب یہ تصور خود اپنی حقیقت کہے تو پھر جس کے ذوال کی فکر کریں
جست ہے۔ اتنی تطویل کے بعد بھی مشکل پھر جس کی تقدیر لگی ہوئی ہے کہ انسان اپنے وجود کو ضعیف سمجھے
کیونکہ وہ اپنے نفس ہی کو جو جو حقیقت سمجھتا اور جس کی خبر لیا نہیں اسلام دیتے ہیں اس کو انکھروں کو دیکھتا
نہیں، مگر کہیں اس کو کچھ مینا ہے تو حشر تقدیر اس وقت بدی بن جاتا ہے کہ قیامت سے قبل موجود حقیقی
کا دیا ممکن ہے اور مسئلہ تقدیر کا حل ممکن ہے پس یہاں صریح راستہ ایک ہی ہے وہ یہ کہ جس طرح انبیاء
عہیم اسلام کے اعتماد پر خالق کا وجود ان لہا گیا ہے اسی طرح ان ہی کے اعتماد پر خالق کی تقدیر پر بھی
اعتماد کر لیا جائے۔

مسئلہ مجازات

جواز و سزا کے مسئلہ میں اجماع بھی بیکار ہے۔ اول تو اس لیے کہ یہ مسئلہ نہ وہ ہے کہ الگ اور خالق

انصاف العباد اختیار ہے، لیکن لا اختیار لہو فی ذلک الاختیار، وانما مثلہ کمثل وحل اراد ان
یروی مجرا، فلما کان قادرا حکیم الخلق فی الخیر اختیار الحریۃ ایضا، ولا یرد علیہ انہ الاصل اذا
کانت مخلوقۃ اللہ تعالیٰ، وکن ذلک الاختیار فہم الخیر، لان معنی الخیر ان یرجع الی ترتب بعض
افعال اللہ تعالیٰ علی البعض، بمعنی ان اللہ تعالیٰ خلق هذه المخلوقات فی المصلی، فالتفویض ذلک

سے کوئی سوال ہی نہیں ہو سکتا بلکہ ملک کی تعریف ہی یہ ہے کہ جو چیز تصرف کرنے کا مجاز ہو آپ ایک
چیز عاریہ دے دیتے ہیں، اگر یہ بھی دیتے ہیں مگر میاں الٹی اور اس کی حفاظت ہی آپ کے سر پر ہے جو آپ
صرف وقت و تسلیٰ صرف تک وہ بھی بہت، احتیاط کے ساتھ اس سے فائدہ اٹھانے کے مجاز ہے جس میں اس کو
فروخت نہیں کر سکتے، یہ نہیں کر سکتے، اس میں کسی قسم کی ترہیم نہیں کی سکتے، اس کو تولد اور غلبہ کرنا تو درکنار
نہیں جس چیز کے آپ مالک کہلاتے ہیں اس میں آپ کو ان تمام تصرفات کا حق حاصل ہوتا ہے، بلکہ ایک قیمتی
چیز کے منافع کو دینے پر بھی آپ مسئول نہیں ہو سکتے، جب ایک مجازی ملک کے حقوق یہ ہیں تو حقیقی ملک کے
حقوق کیا ہونگے پھر یہاں عداقت صرف ایک ملکیت کا ہی نہیں ملکیت کا بھی ہے اور جو ملک سے بلا
شرکت غیر سے پیدا فرمایا ہے اس لیے ملکیت حقیقہ کا حق بھی صرف اسی کا رہنا چاہیے۔ ایسے مالک سے جو خالق
بھی ہو جزاء و سزا کا سوال ہی کیا؟

دیکھئے حضرت سلیمان علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے ملکیت نہیں صرف ملکیت عداوتی تھی وہ بھی بہت
عہد و پیمان پر لیکن اس ناتمام ملکیت کے لیے بھی جو امتیازی شان عطا فرمائی وہ ان الفاظ سے ظاہر ہے:
هذا عطاءنا فاعلم انک انت و اولادک و من یرثک من بعدک منکم و انکم لایملکون احدکم شئ من شئ منکم
یعنی آپ سے اس کا کوئی صاحب نہیں لیا جائیگا۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تاریخ النبایہ و الصحابہ کی جلد دوم میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اور
اسلام کو جو حکمت عہد کے ساتھ سلطنت بھی مرحمت ہوئی تھی اس لیے یہ بتایا کہ یہ بادشاہت ہے تو ہوا
عہد مگر چونکہ بادشاہت سے کوئی باز پرس نہیں ہو کرتی اس لیے جاؤ اس بارے میں کہ جس میں کوئی حساب نہیں
ہوگا، اسلام میں ظلم کے سلسلے سے ذی ملکیت کا پتہ چلتا ہے، اگرچہ وہ صرف یہ بتانے کے لیے حقوق لائی ہے
اگرچہ روئے حقیقی اور ملک حقیقی کی ملکیت پر راضی نہیں ہوتا اس کو ہر ظالموں کی ملکیت پر راضی ہوتا ہے کہ
اس ملکیت کے بھی جسے حقوق ہیں وہ اس سے ظاہر ہیں کہ جو انکی ظلم سے قبل خود انک اپنے کی ملکیت رکھتا
تھا، ملکیت کا عطا کسی پہلو سے اس پہلو سے نہیں ملتا تھا، تصرف اس کا فائدہ اور ہر حکم اس کا، ظلم تھا وہی ظلم
کے بعد اس طرح ملک میں ہوتا ہے کہ ملکیت کی اس میں ملکیت کی نہیں رہتی اس کا کوئی تصرف درست ہوتا ہے

فی حکمتہ ان یخلق فیہ حالۃ اخری من الفناء اولیٰ لہ فی الخلق فی اللہ حرارہ ، فیستحقون ان
 ان یکسوه صمدۃ المواء ، وانما یستحق وجہ اختیار و کسب العبد فی الخلق ، بالذات
 وذلک لان النفس الناطقة لا تقبل لون الاعمال النقی لا تستند الیہ ابل الی غیرہا من
 ذکری حکم نافذ ہونے کے قابل ہو تاکہ اور اس کے ملک کو اس کو دیکھ دینے کا بھی حق حاصل ہو جائے ، حتیٰ اگر اگر
 اس کو دیکھ دینے جب بھی بعض ان کے نزدیک اگر اس کو شہادت گواہی بڑا ہو کر دیا جائے ، اس سے نقصان نہیں
 لیا جائے ، یا پیچھے میں خالقیت سے ذرا سی مشابہت پائی جاتی ہے ، وہ اس بھی پیشے کے قتل کرنے کا نقصان یا
 سے نہیں لیا جائے ، پس جبکہ مالکیت و خالقیت کی اولیٰ سی مشابہتوں کے جد رسالہ و جواب کا مرکز غم ہو جاتا ہے تو
 جہاں یہ دونوں باتیں اپنی پوری حقیقت کے ساتھ جلوہ گر ہوں بھلا وہاں محاسبہ اور رسالہ کا حق کس کو ہو سکتا ہے
 اس لیے فرمایا لا یستل حسابہ فعل و ضررہ فلوطن ۔

دوم آپ نے بھی اس مسئلہ پر بھی غور کیا ہے کہ آخر اس عالم کی آخری شہر ہوئی گیوں ؟ یہاں صرف ذات جلیج
 صفات کا ایک مقصد ہی تھا ، لہذا اب جس صورت سے بھی یہ نقصان چھوڑا ہو گا وہی مناسب ہو گا ، کمال یہ
 چاہتا ہے کہ ضرر ضررہوں کی نظر ہو جس سے ضرر ہی ہو کہ دونوں کے لیے مناسب بھی پیدا فرمائے جائیں اور چکر چکر
 درجہ کا نقصان چاہتا ہے کہ جڑ میں جل کر کچھ تاثیر کی جہاں رہے تاکہ اچھے پر اچھی جزا اور بُرے عمل پر اس کی سزا
 دی جائے اس لیے ضروری طور کہ بندہ کو کچھ نصیحت دینے دیا جائے اس مناسب کے لیے جتنا اختیار عقلی ملتا
 وہ عطا کر دیا گیا اور اسی پر جزا و سزا کو دار کر دیا گیا ، اب جب کبھی بندہ اپنے اس عطا کردہ اختیار سے برا عمل کرتا
 دیکھتا ہے تو دنیا میں بھی برا کہلاتا ہے اور اگر بھڑکتا ہے بھٹکا کہلاتا ہے جب اس کے فن افعال پر دنیا میں غور سے غور
 کرنا مستعمل ہو گئی تو آخرت میں مقول کیوں نہ بھی جائے ۔

چلادہم سے میں بھی کو بولی غنی خیر ، بد میں پھنسنے کو کچھ اختیار دیا جا

۔ غنی یہ بات کہ جب مجھ سے افعال کرنا پڑی بات ہے تو اس کا پیدا کرنا کمال کیوں کر سمجھا جائے تو مجھے ک خلق اور
 کسب میں فرق ہے ۔ انسان جب کوئی عمل کرتا ہے تو وہ عمل اس سے ساتھ اس طرح قائم ہوتا ہے جیسے
 کپڑے کے ساتھ سفید ہی اور سیاہی ۔ اب جب اس لحاظ سے کپڑے کو سفید اور سیاہ کہہ سکتے ہیں تو ان افعال
 کے لحاظ سے بندہ کو برا اور بھلا بھی کہہ سکتے ، مگر مخلوق خالق سے ملحقہ رہتی ہے وہ اس کے ساتھ قائم نہیں
 ہو جاتی ، لہذا نوری مخلوق خالق کی صفت نہیں ہو سکتی ، البتہ اس کا پیدا کرنا اس کی صفت ہوتی ہے صفت
 خلق ہر کیفیت کمال ہے ، اسی لیے بعض نے یہ سید کر سکتا ہے نہ ضرر کہ خلق مطلقاً ایک کمال ہو اب رہا یہ
 سوال کہ خلق شر کمال کیوں ہے ؟ تو ابھی معلوم ہو چکا ہے کہ جب خلق میں غم و غور فکر کی صفت بھی ہو تو

حیۃ الکسب والا اعمال الحق لا تستند الى اختيارها وتخصدها، وليس في حكمة الله ان
يجازي العبد بما لو تقبل نفسه الناطقة ثوبه، فاذا كان الامر على ذلك كفى هذا الاختيار
مغير المستقل في الشرعية اذا كان صحيحا فقول تون العبد، وهذا الكسب غير المستقل
اچرام کو بھی مفسد ہے کمال کیوں نہ کیا جائے۔

درکار و لطف از کفر تا کفر راست انفس کو بسوزد و گروہب نہ شد

شاعریاں بھی مضمون کہ، ایسے کہ عالم میں کفر اس سے ضروری ہے کہ اگر اب سب جیسا کافران ہو تو پھر
جنم کی بدالت کا نامہ، ارشاد ہی کا کائنات دونوں قسم کی طاقتوں ہی سے ظاہر ہوتا ہے، اس سے کہہ کے حق میں ٹھکانا ہی قبح
اسی لیکن خالق کے حق میں تو نظر کریں ہونا ہو۔ کچھ بہت انداز میں پانچ سو کوئی ہی کٹر چہرہ کوئی ایک ہی سے ہی کوئی
اس وقت تک نفس ہی بھی جاتی ہے جب تک کہ اس میں یہ نفس و نفس پیر ہی موجود نہ ہو جس میں ایک کوئی کے لیے کوشش
کا جو ضروری ہے اس طرح عالم کے کمال کے لیے بھی صوفی اکثر یہی سوچیں گے کہ انسانی ایک ابو سب میں کہ فرما ہی
ضرورت ہی، پھر جس طرح کو غمی میں یہ سوال کہ کس کے حق کسی کو نہیں ہو کہ اس زمین سے کیا تصور کیا تھا کہ اس کو یہ تصور
بنادیا اور اس کو کشتے میں کیا کمال تھا کہ اس کو کشتہ نشین بنادیا، اسی طرح یہاں بھی یہ سوال نہیں ہو سکتا کہ ابو سب
نے کیا تصور کیا تھا کہ اس کو کافران بنادیا، اور صدیق اکبر میں کیا کمال تھا کہ ان کو صدیقیت سے نوازا گیا ہے یہ کہ
کے اپنے ارادہ اور پسند کی بات ہو کسی کو اس میں دخل و مداخلت کا حق نہیں ہے۔

بلیس کو روایا تو پرانہ کو حلینا خرم ہم کو دیا سب سے جو شکل نظر آیا

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب نے خواب قرآن کریم میں زیر تفسیر آیت **وَلَا يَخْلَعُ بَالًا احَدًا** دیکھنے مسئلہ
تقدیر کا حل اس طرح فرمادیا ہے :

”جب ہر کسے سے ظلم نہیں سب اسی کا مال ہے، پر ظہر ہی جو ظلم نظر لے دو بھی نہیں کرنا ہے
گناہ و ورع میں نہیں و انشا اور نیکی عناصر نہیں کرتا، اور جو کوئی کچھ بدعتی اعتراض کرے :
گناہ میں ہونا کیا اختیار ہے، سو ایہ بات نہیں رہے، اپنے دل سے پوچھ لے جب گناہ پر
ہے اپنے قصور سے دوڑتا ہے، اور جو کوئی کچھ قصور بھی دیکھ لے دیا تو قصور دونوں طرف
لگتا ہے، اور جو کوئی کچھ، اسی نے ایک طرف نگاہ دیا، سو بندہ کی دریافت ہے باہر سے بندہ
سے سر ہونے کا اس کی کچھ پر، بندہ بھی پکڑ لیا، اسی کو جو اس سے بدی کرے، یہ نہ کہ کچھ لکھا
کا کہ قصور دیکھ لے کر دیا“

ان سطور کو بار بار پڑھیں مسئلہ تقدیر کا متنازعہ حل اور مضمی مساوی سے آپ کو یہاں جگہ بڑی بڑی بات ہو

اذا كان معصيا لخصيص هذا العبد يخلق الخواصة المتأخرة فيه دون غيره، وهذا تحقيق
شريف مفہوم من كلام العبدية والتابعين، فاحفظوه - (صفحہ ۱۷، جلد ۱)

میں نہیں نیکی بغیر فیکر سمجھنے کا ارادہ ہی ہو۔ غارت گیت پرنا سب مسلم ہو تا کہ اس مسئلہ کے متعلق حضرت
امام و امام احمد انور شاہ کشمیری قدس سرہ کی جو فہم ہے وہ بھی بہرہ ناطقین کو دی جائے۔ اس میں تمام گزشتہ تفصیلات
کو بہت مختصر و معجمہ پر ایسی سمیت دیا گیا ہے۔ اگر آپ نے ان تفصیلات کو سمجھ کر ذہن نشین کر لیا ہے تو پھر آپ
ان علامات سے جو میں مختصر نظم میں اس مسئلہ میں اشکات کے حل کے لیے کیے گئے ہیں پورے طور پر غور و
پرسکتے ہیں۔

ایضا حی ان الکلام بقدر تلك طویل وخصیر الخلاف یطوّل

غرض اس بقاری قدرت کی داستان بہت دراز ہے۔ اگر اس میں مذہب کی تفصیلات بھی بیان کی جائیں تو علماء نو و روزگار
بڑے ہیں۔

تفیک اختیار نہیں منک وذلک لجبر اختیار ولا یکنک ذھول

اس لیے مختصر میں نوہم میں اختیار کی صفت و وجہ یہ ازالہ گئی ہے۔ اگر اس اختیار پر قیام اختیار نہیں کر اس لیے
یہاں جبر بھی ہے مگر انفال پر نہیں اختیار ہے۔

واما اختیار مستعمل فاند محال فلا یصل الی عند مسئل

اب رہا یہاں اختیار مطلق جس کے اوپر کسی کا جبر نہ ہو وہ مطلق کے حق میں محال ہے۔ نہ مطلق خالق پر مکتبی ہے نہ
اختیار مستقل، اس کو مل سکتا ہے۔ مگر اس کے متعلق تم سے کوئی چیز سواں نہ کر سکتا۔

فانما لست منا علی اختیارنا ولکنھا انھو القدر میثول

خدا صریحاً کہ ہمارے افعال ہماری قدرت سے سرزد ہوئے ہیں۔ درہم اختیار ہم سے صادر ہوئے ہیں لیکن چونکہ
ہماری قدرت و اختیار و قادر مطلق کی عین فرمودہ ہیں اس لیے افعال کی نسبت اس طرف بھی رتی ہے۔

وهذا هو الکسب انذی کلغوابہ وحبہ اقتضا وذلک کث متبول

ہم واقعی نے اس مسئلہ میں حق و کسب کا جو حق و غایہ ہے اس کی تفسیر بھی یہی ہے۔ اور یہی درسیاتی راہ بھی ہے اس
لیے چاہیے کہ تم اس کو بہر و جہتم نہ کر لو۔

ویشر مشر مشر ما یسنجل لہ فہو غمد الظلم الصریح یجھول

رہا جہاد و سستہ کا مسئلہ تو وہ واضح ہے کہ شرع شرعی پر ہو سکتا ہے۔ جو مل آری اس کو ظلم سمجھنے گستاخ
کلیات خبت البیاد خبت نہادہ طباغاد ولا یانید و تالی یعول

مسئلہ قضاء و قدر علیٰ نظریں

قضاء و قدر اور انکشافات عصریہ کا اس پر اثر

مسئلہ قضاء و قدر اگرچہ جدید فہم سے عقلا کے درمیان مورک بحث بنا ہوا ہے، مگر ہمارے دور میں جس فلسفے کے تحت اس پر نظر ڈالی جا رہی ہے وہ قدیم نظریے سے بالکل مختلف ہے۔ عبدالمصنی میں حلقہ کی زبردستی ہستی کو سب کو مستقم تھی بحث صرف اس میں تھی کہ بندوں کے افعال قدرت کی گرفت سے آزاد ہیں یا ان پر ہی اس کا فورا دی شکست کسا ہوا ہے، لیکن دور حاضر کا انسان تو یہ سمجھتا ہے کہ جب انکشافات عصریہ نے یہ ثابت کر کے دکھا دیے کہ انسان اپنے افعال کی دنیا ہی نہیں بلکہ اپنی ضروریات کی جملہ مصنوعات کی تخلیق و تدبیر کے لیے خود کافی ہے تو اب کسی خارجی قدرت کو بے وجہ تسلیم کیے جانے لگے ہیں۔ یہی وہی کمراد تقدیر ہے۔ گویا اب بحث یہ نہیں رہی کہ کوئی خارجی طاقت تو موجود ہے مگر ہمارے افعال پر اس کا مشغول کتنا ہے، بلکہ لفظ بحث یہ بن گیا ہے کہ انسانی قدرت کے ان مظاہروں کے بعد کیا اس پر کسی خارجی قدرت کا تسلط تسلیم کر لینا معقول بھی ہے؟ عالم غیب سے اس انکشافات کو یہ خبر بھی نہیں کہ مسئلہ تقدیر انسانی جدید ہے اس کی سانچگی کی وجہ سے کسی وقت بھی زبردستی نہیں رہا بلکہ ہمیشہ زبردستی یہ رویہ کہ انسانی افعال خواہ معمولی سے معمولی ہوں یا مشکل سے مشکل و حقیقت ان میں انسانی قدرت کا اثر ہوتا بھی ہے یا نہیں اگر ہوتا ہے تو کتنا، جس جامعیت کا خیال رہے کہ انسان کو خود غفلت سے گھسیٹنے افعال کی تخلیق کی اس کو بری پوری قدرت عطا کر دی گئی ہے اس کے نزدیک اس کے حیرت انگیز کارندے اور اس کے معمولی سے معمولی افعال دونوں کے دونوں اسی کی قدرت کے درجہ مست ہیں اور میں کے نزدیک اس کو یہ قدرت عطا نہیں ہوئی اس کے نزدیک بھی انسانی افعال میں معمولی اور غیر معمولی کی کوئی قرین نہیں خواہ وہ سائنس کی جدید ایجادات ہوں یا اولیٰ سے ادنیٰ افعال دونوں کے دونوں اس کی قدرت سے جامع اور برابر راست قدر تسلیم کے زیر اثر ہیں۔

پس انسان کی مصنوعات کی حیرت انگیز ترقیات دیکھ کر یہ سمجھنا گویا اب مسئلہ تقدیر سے محاب اٹھ گیا ہے، صرف ایک خوش فہمی ہے یا دریکھے کا رخا نہ نمایاںات جتنا پھیلتا چلا جائیگا قضا و قدر کا سوال بھی اتنا ہی اوجھل چلا جائیگا، کیونکہ قضا و قدر کا معنی نہیں اپنی مصنوعات اور سامان سے کہیں باہر

اگر پڑھنا نہیں ہے، بلکہ خود اپنے ان افعال ہی کے ضمن میں پڑھنا ہے اس لیے ہمارے افعال کا مقصد جتنا اور بڑھتا رہے، قضا و قدر کا سوال بھی اتنی ہی گہرائی میں اُختار رہتا ہے۔

قضا و قدر اور انسانی جدوجہد سے اس کا تعلق

موجودہ مفکرین کو ایک مفاد پرست ہوا بھی ہے کہ مسئلہ قضا و قدر انسانی ترقیات میں ایک بہت بڑی رکاوٹ کا باعث ہے۔ ان کے دماغ میں انسانی دماغ پر کسی فوقانی طاقت کی قربانی کے اعتقاد کا اثر اس کے حواس و ذہن پر پڑے بغیر نہیں سکتا، وہ تقدیر پر بھی کہے غم و ہمت کے ساتھ کسی معاملہ میں بھی پوری پوری جدوجہد کر نہیں سکتا، بلکہ اس کی ضرورت بھی نہیں سمجھتا اور فوٹہ تقدیر پر اعتماد کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ رہتا ہے۔ یہ مفاد پرستی محض اپنی ہی عام خیالی کا اثر ہے، کیونکہ اس مسئلہ کا حل محض ایک غیبی حقیقت کا کشف کرنا ہے، یہ کہ عالم اسباب میں جو کچھ بھی نظر آ رہا ہے خواہ وہ اسباب ہوں یا ان کے نتائج۔ دونوں حالتیں اس کے وسیع احاطہ میں شامل ہوتی ہیں۔ جو نہیں ہے کہ تقدیر تو کس جدوجہد کا دھکی ہوئی رکھی ہے اور انسانی افعال اس سے کس ایک طرف پورے ہیں بلکہ وہ انسانوں کی ان ہی مختلف جدوجہدیں چمکاتے ہوئے ہیں، بلکہ اس کی یہ ظاہری جدوجہد سب اسی کی سحر خیز اسی کے تابع ہے، اگر وہ اس کے خلاف کرنا چاہے بھی تو نہیں سکتا بلکہ اس کے دل میں اس ارادہ کا خلور بھی نہیں ہو سکتا۔

اگر تقدیر کے تحت صرف قنات و نتائج ہوتے اور اسباب و وسائل اس سے باہر تو اسباب و وسائل میں ضعف کا امکان ہوتا اور ہر انسان یہ خیال کر سکتا تھا کہ جب نتائج طے شدہ ہیں تو اب اپنی جدوجہد بے سود ہے لیکن جبکہ نتائج کی طرح اسباب بھی احاطہ تقدیر میں شامل ہو چکے ہیں تو صرف اس عقیدہ سے ترک اسباب کا طریقہ پیدا ہو سکتا ہے، بالخصوص بیک قنات و نتائج کا کسی کو علم بھی نہیں ہوتا۔ فرض کر لو اگر ہم کسی معاملہ میں اپنی کامیابی یا ناکامی کا علم ہو جائے تو ہو سکتا ہے کہ ہماری مٹی جو جدوجہد میں مصروف ہے، لیکن اگر نتائج کا علم ہی نہ ہو اور اسباب کے علم کے ساتھ ساتھ ان پر قدرت بھی حاصل رہے تو کیا کوئی انسان ان کے ارتکاب سے باز ہو سکتا ہے یا اس کے غم میں کوئی ادنیٰ سا اضطراب بھی پیدا ہو سکتا ہے۔ خاص ہے کہ وہ نتائج سے غلطی کی وجہ سے اسباب کے ارتکاب کرنے پر غور و فکر ہو گا اور اسے پوتا بھی چاہیے۔ بلکہ اگر نتائج کا علم بھی ہو جائے پھر بھی قضا و قدر پر اطمینان کسی ادنیٰ منصف کا موجب نہیں ہو سکتا کیونکہ تقدیر پر تعلیم نہیں دیتی کہ جب نتائج میرے احاطہ میں شامل ہو چکے ہیں تو اب وہ بڑھ ہو کر میرے ہتھکے خواہ تم ہی کرو، بلکہ یہ علم دیتی ہے کہ میری طرف سے حکم تمہاری مٹی جو جدوجہد جاری رکھو اور اپنی طاقت سے درست کھو کہ اسباب و وسائل کا ارتکاب کرنا میرے وسیع احاطہ

سے خارج ہے۔ وہ بھی فیہک تنافح کی طرح اس کے اندر داخل ہے۔ اس لیے جس طرح غلبہ عقیدہ کا ظہور ضروری ہے اس طرح اسلوب مقدرہ کا ارتکاب کرنا بھی لازمی ہے۔ اہل یہ ضروری ہے کہ قصار و قدر پر ایمان رکھنے کے بعد اسباب پر وہ اعتقاد نہیں رہتا جو منکرین قدر کو جو مانے تو ہیں اس بات کا اصرار کرتے ہیں کہ یہ سب مبراہل نہیں ہے بلکہ ہمارے نزدیک اسباب پر یہ ہے اعتقاد ہی ایمان باشد کہ لازمی فرق ہے لیکن اس کے باوجود قصار و قدر کا نتیجہ ترکو اسباب نہیں ملتا۔ مومن باللہ بھی پوری سعی کرتا ہے مگر اس نتیجہ پر کسے نصرت صورت خدا تعالیٰ کی مخلوق سے ہرگز لیکن چونکہ ارتکاب اسباب کے لیے اس کا حکم ہے اور ان ہی کے ضمن میں اس کا وعدہ نصرت بھی ہے۔ اس لیے ان کا ارتکاب لازم ہے اور جو سبقت سے سنی ہو بھی کرے کہ یہ مگر بڑا اسباب بن کر۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ مسئلہ صورت ایک علمی اور عقلی حقیقت کا انکشاف ہے، اگر اس کو انسانی جود جسد کے ساتھ مومن مومن بھی اختلاف چھتا تو اس عقیدہ پر ایمان لانے کے ساتھ شریعت ہم پر بھی جود جسد کا جو بھی کسی مذہب الہی، جہاں کہ قرآن کریم کی حدیث آیات، احادیث کے دفتروں و طراز اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا ایک ایک لحاظ کو زیرِ مبحث دیتا ہے۔ اس کے بعد صحابہ کرام کی جتنی زندگی اگر بھی جائے تو اس سے بھی ثابت چھتا کہ قصار و قدر پر اعتقاد و ایمان انہوں نے ہمیشہ علی جود جسد کے ضمن ہی میں پڑھا ہے۔ فتح و شکست کے میدانوں پر وہ مانند یا کی حمایت کا ہر وہی دونوں جگہ یکساں جو علی سرگرمی ان کی اصرار کی ہے قدر کا انکار کرنے والے شایہ اس کا کوئی شہابی ننگا جو زمین نہیں کر سکتے۔

قصار و قدر کی حقیقت اور شرعی نظریں اس کی اہمیت

شرعی نظریں اس کی اہمیت کا اندازہ کرنے کے لیے یہ کافی ہے کہ اس نے ایمان باشد اور ایمان بالرسول کی طرح ایمان بالحقیر کو بھی اسلام کا ایک رکن لازم قرار دیا ہے۔ اگرچہ بعض قصار پر ایمان نہیں رکھتا وہ مشاہیر اس کے رسول پر بھی ایمان نہیں رکھتا۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ مشاہیر اس کے رسول کو مانا اسی وقت صحیح طور پر ایمان لگاتا تھا کہ اسے جبکہ ان کی فرمودہ تمام باتوں کو بھی تسلیم کیا جائے۔ لہذا صورت تقدیر ہی نہیں بلکہ اس کی تمام باتوں کا ماننا اس کے رسولوں اور فرشتوں کا ماننا جنت و دوزخ اور اسی طرح قیامت کا ایمان بھی لازم ہے۔ اور ان سارے میں کسی دین کو بھی ان امور میں کوئی اختلاف نہیں رہا، اسی لیے ان امور کو اصولی دین کہا جاتا ہے۔ رسول خدا نے تنہا ہی نہیں، حضور میں، ان کو چاہا اور بالاعتقاد میں کوئی جگہ نہیں چھوڑی جہاں پہنچنے تک کو ایک بار نہیں بار بار ان کا اعلان نہ کیا ہو۔ فرمایا کہ اس شخص کے ایمان کے بعد بھی اگر کوئی شخص ایمان سے کسی ایک بات کا بھی انکار کرے تو اسے کیا ہو حقیقت رسول خدا کو ماننا ہے، اور کیا ہو رسول کو نہیں

لانا وہ صحیح طور پر خدا کو نشانہ ہے !

ایمان باللہ تعالیٰ پر ہی اہمیت سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ آپ پہلے اس کی حقیقت کو ذرا تفصیل کے ساتھ سمجھ لیں اس کے بعد آپ کو یہ سمجھ لینا آسان ہو گا کہ اس کو دین اسلام کی حیثیت کیوں دی گئی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ لغتِ ربوبت اس لغت میں کا نام نہیں ہے کہ کائنات میں جو حرکت و سکون ہو وہ اسے ان سب کا اللہ تعالیٰ کو علم حاصل ہے کیونکہ یہ تو تعین و حدود کی بحث نہیں ہے یہ تو صفتِ علم کا مسئلہ ہے۔ اس میں تو اسلامی فرقوں میں سے کسی کو بھی شکام نہیں۔ جو شخص اس کا منکر ہے وہ تو کھلا کا غریبہ۔ تفسیر کے میں سمجھنے کے سمجھنے کی توخیز صرف اہل حق کے حصہ میں آتی ہے وہ یہ ہیں تفسیر کے آگے تمام عالم مجبور ہے اس کا کوئی خذہ اس کے خلاف جیش نہیں کر سکتا جس کے حق میں جتنی جوڑے پانچا ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ جتنی شخص ہی کے سے عمل کوئے اور جس کے لیے اس کے خلاف ملے ہو گیا ہے اس کے لیے بھی یہی سبب راہ گوہ کوئی دوسرا مل کر سکے۔ اس کے باوجود انسان سے اخلاقی شرعیہ کا مطالبہ کیا گیا ہے۔

تفصیل یہ ہے کہ اگر عاقلہ کا تمام کام تمام اسباب و مستیات کے پر سے پر سے مناسب کے ساتھ قدرت نے ہر کام اس طرح انجام دیا ہے کہ اس کی ظاہری سطح کو دیکھ کر یہ معاملہ ٹک جاتا ہے کہ کیا پناہ نظام قائم رکھنے کے لیے شاید کسی خود بخود کافی ہو۔ انبیاء علیہم السلام دنیا میں تشریف لاکر کسی نظم و نظم سے نہیں بگڑ پڑی تھیں سے یہ تعلیم فرماتے ہیں کہ جس طرح یہ کائنات خود بخود یہ انہیں ہر گز اسی طرح اس کا نظام عمل بھی خود بخود نہیں بن گیا بلکہ خالق کائنات نے اس کو شریعت و حدود بننے سے قبل ہی اس کا نظام عمل بھی بنا کر رکھ رکھا تھا۔ عالم خود اپنا کوئی نظام میات بنا سکتا ہے نہ اس پر خود عمل کرنے کی قدرت رکھتا ہو وہ جس طرح سزا سرنچہ و جود میں خالق کا محتاج ہے اسی طرح اپنے نظام حیات میں بھی اللہ ہی پر جس کرنے میں بھی اسی کا محتاج ہے جب انبیاء و پیغمبر اسلام کی ذہانی انسان کو اپنی بے کسی دے بیٹھی کی یہ انسان معلوم ہوتی ہے تو پھر اس کے اعتقاد کی دنیا بھی نہ لی جاتی ہے اور اس میں ایک عظیم عقاب پہنچا ہونے لگتا ہے۔ اسباب مغلیہ اس کی نظروں میں حقیر سمجھتے ہیں۔ تاکہ ہر شے پر نظام اس کی نظروں میں پہنچ جاتا ہے اسباب مجاہد کی تاثیر کا قصور اس کے دماغ سے نکل جاتا ہے۔ ان کا ارتکاب کرتے تو ضرور یہ کمان کو مضبوط بنا کر ان سے چپک نہیں جاتا بلکہ اس حالت میں بھی اس کی دور بین نظریہ برابر نورِ حق کی طرف لگی رہتی ہیں اور اس مسرور مسیوہ این باطلہ حرکت کر سجدہ پر جس سے ملنے کا راستہ صاف ہوتا چلا جاتا ہے۔

اس تفصیل سے ظاہر ہو گیا کہ ایمان باللہ تعالیٰ جتنی صرف اس لیے نہیں ہے کہ اس کے پیغمبر انسان کو اپنی خود مختاری کے ٹکڑے سے کٹا حاصل نہیں ہوتی بلکہ عالم غیب کی ایک ضروری حیثیت سے جملہ کا دل و دہن

ہوتا بلکہ اس لیے بھی ہے کہ اس کے بغیر ہر دو عالم سے عالم کا کوئی ربط ہی قائم نہیں رہتا، جو لوگ اس کے قائل نہیں وہ یا تو خالق سے مستغنی ہیں یا اس کو ایسی بیلیت دے دیتے ہیں جس کے بعد اس کا خالق باقائے زمانہ برباد ہو جاتا ہے۔ ہمارے اس بیان سے جہاں اس عقیدہ کی اہمیت ظاہر ہو گئی اسی کے ساتھ یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں تقدیر کا مٹا بھی کیوں داخل ہے اور تقدیر کا انکار اللہ تعالیٰ کے انکار کے مترادف کیوں ہے؟ اس لیے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:

ایمان بالقدس نظام الملوحدین
أمن، ولكن لا يقدرون على فعل
لقد حصى الكتاب السنن نظام الملوحدین
یعنی نظام فرجید ایمان بالقدس پر افسوس، جو شخص ایمان
اٹھائے اور اللہ تعالیٰ کا انکار کرے اس نے توحید کو بھی
نقص دیا، کتاب السنن نظام الملوحدین باطل کر دیا۔

اسی طرح قیامت کا انکار بھی اللہ تعالیٰ کے انکار ہی کے برابر ہے سورہ واتین میں الیس اللہ باحککھ الخ اکسین، فرما کر ہی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے، یعنی اگر اللہ تعالیٰ کہلتے تو نہ بھی مانا، ہر گاہ کہ اس کی حکومت سب پر ہے پھر وہ دم پر لگے وہ ایک دن اپنی مخلوق کے درمیان فیصلہ بھی کرے، وہ وہ انکار کیا کریں تو کیا ہوتا، حکم ہی نہ ہوا، اسی طرح جنت و دوزخ کا انکار بھی اللہ تعالیٰ کے انکار ہی کے مترادف ہے، تحصیل ملنے اپنے حق پرانگی جہاں صوف اشارہ کر دیا گیا ہے۔

مسئلہ مذکورہ میں زمانہ قدیم کے جدید خیالات

اور

مذہب اہل حق کی توضیح و تحقیق

مذکورہ بالا مسئلہ میں اصولی ذائب چار ہیں۔ میرا مسئلہ انشاء اللہ مزید چھینکتے ہیں کہ ہندو کے افعال صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت سے صادر ہوئے ہیں، اس میں خود کوئی قدرت نہیں، مسئلہ کا یہ خیال ہے کہ اس میں صرف قدرت ہی ہے اور اسی کی تاثیر سے انسانی افعال صادر ہوتے ہیں، انشاء اللہ کہیں کہیں کہیں

تھوڑے بہت مسئلہ غلطی ہو سکتی ہے، اگر ہمارے دور میں کوئی مشکل پیدا ہوتا ہے تو انسان کے بغیر کچھ نہیں ہوتا، اگر کوئی چھین کر دیا جائے تو پھر وہ انسانی کوئی بھی پیدا نہیں ہوتی، حالانکہ ہم کی انتہا میں کج اسلام کی بہادری کے اندر کٹر چینل کی حامی ہیں کہ ایک ایسا طبقہ میں کومسائل فلسفہ کا ہیرو کسا چاہیے جبر پر ہی کی طرف مائل تھا، یہاں پر سینٹ اوگسٹن، اوتوگر، کانون، وائسن، جیمس سب جبر سے اور کفر و دہمیں ہو جس د (۱۸۸۵ء) اسپینوزہ (۱۷۰۵ء) ڈیڈہیو (۱۷۰۵ء) جیمس کولٹس، میں، لائیو بھی جبر سے اسی طرح کائنات (۱۷۰۵ء) سٹوارٹ میل، رید و رولین، اد مری سب جبر کے قائل تھے۔ (دیکھو دائرۃ المعارف، المعروف البشر میں ۱۲۳)

ہیں صفت قدرت تو ہے مگر اس کے افعال میں اس کی کوئی تاثیر نہیں ہوتی بلکہ جب بھی بندہ کسی فعل کا ارادہ کرتا ہے تو حق تعالیٰ اپنی قدرت سے اس کو بہ فراوانی تسلیم کر دیتا ہے۔ گویا اشاعرہ کا مذہب ان دونوں کے درمیان ہے ان کے نزدیک بندہ نہ تو جبر کی طرح مجبور محض ہے اور نہ معتزلہ کی طرح حق مطلق۔

۱) الفاظ دیگر یوں بھی کہ جبر کے نزدیک بندہ میں نہ قدرت ہے نہ ارادہ بلکہ نہ فعل۔ وہ بالکل جہا بعض کی طرح ہے اختیار ہے اور اشاعرہ قدرت، ارادہ اور فعل تینوں کے قائل ہیں مگر یہ کہتے ہیں کہ اس کی قدرت کو حدود و افعال میں کوئی تاثیر نہیں۔ اس کے افعال کو اللہ تعالیٰ خود پیدا فرما دیتا ہے۔ اسی طرح بندہ میں صفت ارادہ بھی ہے اور اس کے افعال اس ارادہ کی طرف منسوب ہیں ہوتے ہیں، مگر ارادہ و اختیار کی یہ صفت از خود انسان میں نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ نے ایسا خود انسان کو پیدا فرمایا ہے اس کی اس صفت ارادہ و اختیار بلکہ تمام صفات کو بھی اسی نے پیدا فرمایا ہے۔ اسی وجہ سے انسان کو مختار کہا جاتا ہے۔ مگر اس میں اختیار کی صفت نہ ہوتی تو اس کو مختار کیسے کہا جاسکتا ہاں چونکہ یہ اختیار خود اس کے اختیار میں نہیں اس لحاظ سے اس کو مضطرب و مجبور کہا جاسکتا ہے۔ لہذا کہا جاتا ہے کہ بندہ مختار بھی ہے اور مجبور بھی یعنی اپنے افعال میں تو مختار ہے مگر نہ صفت اختیار اس میں پیدا کی گئی ہے اور خود اس صفت اختیار میں مجبور ہے کیونکہ یہ صفت نہ اس کی پیدا کردہ ہے اور نہ اس صفت پر اس کا اختیار ہے کہ میں طرف چاہے اس کو نکلے وہ اسی جاتا ہے گئے پر مجبور ہے میں طرف حق مطلق اس کو نکلے۔ اشاعرہ نے صفت قدرت کا اقرار کیا ہے نہ مذہب کو جبر کے مذہب سے ممتاز کرنے کی کوشش تو کی مگر چونکہ قدرت غیر مرئوہ کے نزدیک تو قدرت کے انکار میں بلحاظ تہجد کوئی فرق نہیں نکلتا اس لیے ان کا مذہب جبر کے مذہب سے زیادہ ممتاز نہیں ہوتا اس لیے اس فرق کی وضاحت کے لیے کسی قدر اور تفصیل کی ضرورت ہے۔

شیخ اشعرانی کے مذہب کی توضیح کے لیے حسب ذیل امور کو صفات کرنا ضروری ہے :-

۱) وہ انسانی افعال میں جب اس کی قدرت و اختیار کی کوئی تاثیر نہیں تو پھر انسان ادا اس کے افعال میں صحیح رشتہ کیا نظر اور ان کی نسبت انسان کی طرف کن نگاہ کر دیتا ہوتی۔

۲) افعال انسانی میں جب کہ اس کی قدرت و اختیار کی تاثیر اثر نہ محسوس ہوتی ہے تو اس کا کہہ کر دیا جاتا ہے کہ اگر افعال انسانی میں اس کی قدرت کی کوئی تاثیر نہیں تو پھر ان پر نہ حق و نہ مقرر کردہ نہ جزاء و نہ جزا۔ پہلی شیعہ کا جواب یہ ہے کہ شیخ کے نزدیک ان افعال کا علاوہ انسان کے ساتھ صرف اتنا ہوتا ہے کہ جب بندہ کسی فعل کا ارادہ کرتا ہے تو حق تعالیٰ اس کو اپنی قدرت کاملہ سے اسی بندہ میں پیدا فرما دیتا ہے۔ پس اس کا ان افعال کے لیے محسوس ہونا یا انسان اور اس کے افعال کا علاوہ کچھ چاہیے اسی کا نام مذہب ہے گویا

اب بندوں کے افعال کا حاصل یہ ہے کہ مطلق قوتِ مطلقہ تعالیٰ کی ایسا اور کسب بندوں کے لیکن چونکہ وہ کامل بنایا
ہوتا ہے اس کی صفت و اعتبار کے ساتھ ساتھ اس لیے بھی یہی آتا ہے کہ یہ افعال اسی کے افعال سے جو ہے
ہیں اس کو ایک مثال سے جیسے مثلاً ایک نرینہ جو لاکھوں جن کی ہوتی ہے اس کو حرکت دینے والی حقیقت
ہیں تو ان ہی ہوتا ہے لیکن اگر ایک بچہ بھی اس کو اسی جانب حرکت دے رہا ہو تو بظاہر شبہ پیدا ہو سکتا ہے
کہ شاید اس بچہ کی طاقت کی بھی یہاں کچھ تاثیر ہوگی اور انھیں بھی اس میں بھی قدرت موجود ہے فوادہ کنتی
ہی حقیقت سے مگر اس کے باوجود کچھ یہاں حقیقت حال روشن ہو چکی ہے اس سے بھی کہا جاتا ہے کہ نرینہ
کی حرکت میں صرف لیکن کی طاقت اثر ہے اور اس کی طاقت تو ہے مگر وہ جن کی حرکت میں کچھ اثر نہیں
تو ان کی طاقت کے ساتھ ساتھ اور اس کے مقابل ہو رہی ہے اسی طرح خلق بھی مڑی مڑی چیز ہے وہ جن کے
اس کی بات نہیں یہاں انسانی قدرت کو اپنے افعال کے ظن نہیں بس اتنی ہی تاثیر ہوتی ہے جتنی کہ وہی آپ نے
مثال مذکور میں بچہ کی دیکھی بلکہ اتنی ہی نہیں کیونکہ وہاں بچہ کسی درجہ میں تو تاثیر بھی جاسکتی ہے مگر وہ کتنی قابل
ہو اور یہاں تو کسی درجہ میں بھی کوئی تاثیر نہیں جاسکتی مگر جو انسانی قدرت صرف ہے اس کے ساتھ ساتھ افعال
اس کے ساتھ قائم ہوتے چلے جاتے ہیں اور مطلق حقیقی رہتا ہے پردہ غیب میں اس لیے یہ حکم ملنے کا موقع پیدا
ہو جاتا ہے کہ یہ افعال خود انسان ہی کی قدرت کی پیداوار ہیں۔

دب رہا انسانی قدرت کے تاثیر کا پتہ چلے جاتا ہے اور اس کے لیے عقلاً کا اثنا اختلاف موجود ہوا
بدست کا حکم کیسے لگایا جاسکتا ہے۔ یہاں یہی صرف اپنی قدرت کا اور آگ ہے۔ آگے اس قدرت کی ان
افعال میں تاثیر ہے بھی یا نہیں اور آگ ہے تو کتنی یہ بدیہی نہیں ہے اور کیسے ہو سکتا ہے جبکہ اس میں مطلق
آواز یہی ہے۔ میں جتنی بات بدیہی تھی اس کا نتیجہ بھی اقرار کر لیا ہے یعنی انسان میں صفت قدرت تسلیم
کر لی ہے اور جتنی بات بدیہی نہیں ہے اس کے تسلیم کرنے سے شیخ نے انکار کر دیا ہے۔

دیکھ قدرت نے بے شمار آگ کو پیدا کیا ہے لیکن اس کے ساتھ جو کو جلا تا ہے اس کا فعل لکھ کر دے
اس لیے یہاں بھی یہ حکم لگا دیا جائے کہ آگ کا اثر جلاتی ہے حالانکہ جلاتے ہیں آگ کی تاثیر لگانا کر لیا جائے وہیں
کا حکم ہے بدیہی نہیں اگرچہ اور فریض سے آگ جلاتی نہ کر لی تو کسی کو بھی اس تاثیر کا دوسرا ذکر تا کہ اس عالم
میں چونکہ اس قدر ہے کہ جب آگ لگتی ہوتی ہے فوادہ اس کے ساتھ ساتھ جلاتے افعال بھی پیدا کروں گے
اس لیے یہ مبالغہ لگ جاتا ہے کہ شاید یہ اسی کی تاثیر ہوگی۔ سی طرح انسان اور اس کے افعال کا حال جھنڈا
چاہیے یہاں تاثیر لگانا کرنا مبالغہ کے سوا اور کچھ نہیں۔ اعلیٰ حوت کی نظر میں چونکہ اتنی دور رس اور ایک
بہت نہیں ہرگز اس لیے وہ صرف اس ظاہری سمیت کو دیکھ کر خود انسان ہی کو اپنے افعال کا حامل کہہ دیتی

ہیں، دونوں امر کے لحاظ سے درست سمجھتے ہیں۔

خدا صریح ہے کہ افعال انسانہ کا علاوہ فسان کے ساتھ صرف دشنامی ہوتا ہے کہ جان افعال کے لیے اصل عنصر ہوتا ہے اور چونکہ یہ افعال اس کے ساتھ قائم ہوتے ہیں اس لیے اُن پر اس کی تعریف یا مذمت بھی کیا جاتی ہے۔ دیکھو بصر رقی اور بصورتی ان پر بھی فاسان کی تعریف یا مذمت ہوتی ہے۔ حالانکہ یہ بھی اُس کی اختیار کی صفت نہیں، معلوم ہو کہ درج دوم کے لیے اُن صفات کا بالاختیار صدور ضروری نہیں ہے بلکہ صرف اُن کا قیام کافی ہوتا ہے۔

شارع عقیدۃ السلاطین اس کی مزید وضاحت اس طرح فرماتے ہیں کہ یہاں فعل و مفعول اور مفعول و
مفعول کے مابین غلط بردہ ہے۔ اس لیے بات صاف نہیں ہوتی وہاں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ بندہ کا جو فعل ہوتا
ہے شفا کا۔ یہ بے شبہ اسی کا فعل ہے اور جتنا بقیہ ہے مگر یہ اللہ کا فعل نہیں ہے اس کا فعل اور
اس کی مخلوق ہے۔ اس مگر جو اللہ تعالیٰ کا فعل ہے وہ فعل صلوٰۃ کا خلق یعنی اس کا پیدا کرنا ہے پس جب
طرح بندہ کا فعل الگ ہو اور اللہ تعالیٰ کا فعل الگ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فعل الگ ہے اور اس کی مخلوق
الگ۔ دیکھو جب صلوٰۃ کو یہاں بندہ کا فعل قرار دیا گیا تو جس کا وہ فعل ہے اسی کے ساتھ وہ قائم بھی ہوتی
ہے اور جو بندہ کا فعل ہے یعنی اس کو پیدا کرنا یا خلق اس کی صفت ہے اور وہ اس کے ساتھ قائم ہے۔ انکار
اس کا فعل نہیں یہ اس کی مخلوق ہے۔ لہذا اس کے ساتھ قائم بھی نہیں ایسے فعل کو جس کا نفع و نقصان
اس کے فاعل کی طرف عود کرے کسب کہتے ہیں، اس لیے کہا جا سکے کہ بندہ اپنے افعال کے کاسب
ہیں اور حق تعالیٰ ان کا خالق ہے اس کا نہ ہماری غارت سے کوئی فائدہ نہ نقصان۔ بندوں کا ناز سے
فائدہ ملتا ہے اور نہ ہرگز سے نقصان بھی۔ اس سے یہ بات خوب واضح ہو جاتی ہے کہ ہمارے افعال کا علو
ہمارے ساتھ ہی ہے اور حق تعالیٰ کے ساتھ نہیں۔ اسی کو علماء و خلق و کسب سے ارادہ کرتے ہیں یعنی ہمارے افعال
کو خلق اللہ تعالیٰ کی ذات پاک سے خلق کا ہے اور بندہ سے کسب کا۔ اس بنا پر جزا و سزا کا حاصل نہیں بلکہ
بندہ تو فعل کرتا ہے و حق تعالیٰ اس کے نتیجے میں اس پر اپنی جانب سے جزا یا سزا عطا فرماتا ہے بلکہ یہاں دونوں
افعال نہیں ہیں اور فعلی انسانی پر جزا و سزا کا حاصل خود بعض افعال باری کا بعض پر توبہ کے مرادف کہ
جیسے وہی آپسے نہ کرنا کہ اگر اللہ تعالیٰ جلا نامرتب فرمادیتا ہے۔ اسی طرح بد عملی پر سزا پیدا فرمادیتا ہے نہ وہاں
یہ سوال ہوتا ہے کہ اگر لے جزا یا سزا نہیں دیتا یہ سوال پرنا چاہیے کہ بد عملی پر سزا کیوں دی گئی۔ بلکہ انسان کے
افعالی اعتبار میں اس کی دوری غیر اختیار دی صفات جن پر اس کو سزا و عذاب کی جاتی ہے اتنی خصوصیت اور
زیادہ ہے کہ جن خلاف ہر صفت حد و ذمہ جاتی ہے وہ انسان قدرت و اختیار مخلوق نہیں جسے ہر ایک

اعتقاد ہی ہے اس کا حصار میں کہیں وہ نہیں نہ وہ ہرے نہ غرض اگر اس سے قصد ہی کو سمجھیں مگر اس کا وہ بھی طوطہ نہیں ہاتھ کے ساتھ دھمکے لیکن حاصل بالمصدر روح ہی نہیں ہر ۱۰۰ صرف ایک فیاضیت ہے جیسا کہ کسی تنگ کور میں کر کے دائرہ کی شکل پر نور سے حرکت دی جائے تو حرکت کی سرعت کی وجہ سے آنکھوں کے سامنے ایک روشن دائرہ سامعہ معلوم ہونے لگتا ہے۔ اس دائرہ کا بھی حقیقت گنی دو نہیں ہوتا اسی طرح حاصل بالمصدر کو سمجھنا چاہیے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہاں فیصل اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اور وہ من بالمصدر بندہ کی وجہ سے حاصل بالمصدر کا وہ جو حاصل خیالی ہوتا ہے اس لیے نرودہ خدا تعالیٰ کی حقیقت سے غافل رہے تو اس میں کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اشعری اس متبہری حرکت کو بھی خدا تعالیٰ کی مخلوق قرار دیتے ہیں۔ ہر حال بندوں کا فضل الہی جیسا کہ ہم جن کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کی مخلوق ہیں اور بندہ ان کا صرف کاسب و عامل ہے جو تو کاسب کی تعبیر میں ہے۔ اشعری انسان کے ہر اذن و فعل کے مرتبہ میں کاسب فرماتے ہیں اور ترمذی حاصل بالمصدر کو کاسب فرماتے ہیں۔ علامہ نے ترمذی کے نزدیک کاسب کے اور معانی بھی بیان فرمائے ہیں مگر ان تمام تفصیلات کا یہ عمل نہیں ہے۔

مسئلہ تقدیر کے لا ینخل ہونے کا راز

یہاں دو حقیقتیں اپنی اپنی جگہ اس طرح ثابت شدہ ہیں کہ جب انسان ان کو جدا جدا دیکھتا ہو تو ان کو تسلیم کر لے پر چہرہ بوجہ نہا ہے۔ مگر جب دونوں کو یک کر کے کی سعی کرتا ہے تو کثیر ناکام ہو کر رہ جاتا ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا کہ وہ باتیں صحیح ہیں تو میں طرح وہ علیحدہ علیحدہ صحیح ہیں اسی طرح دونوں کو مل کر بھی صحیح رہنا چاہیے۔ مگر اس مسئلہ میں جب ان دو ثابت شدہ حقیقتوں پر یکجا نظر ڈالی جاتی ہے تو ان میں کھلا تضاد نظر آنے لگتا ہے۔ اس لیے نہ تو انسان ایک وقت دو متضاد باتوں پر مجرم ہی کر سکتا ہے اور نہ ثابت شدہ حقیقتوں کے ساتھ انکار کر دیتے کی جرات کر سکتا ہے۔ اس لیے اس کے سامنے تفویض و تسبیح کے سوا اور کوئی راہ باقی نہیں رہتی۔ دیکھیے انسان جب اپنے وجدان کی طرف غور کرتا ہے تو اپنے نفس میں جبر کا کوئی ادنیٰ ثبوت بھی محسوس نہیں کرتا۔ اور اس کو ذاتی غماز پاتا ہے جیسا کہ حضرت الہیہ کا قصہ پر اچھا ہے سنئے اس جبر کا وجدان کے ساتھ جب وہ مذہب کی طرف رجوع کرتا ہے تو وہ اس کو یہ باور کراتا ہے کہ کائنات اس کی کائنات ہے اور وہ علی کہ خود اس کے ارادے و شہرت غلبہ بھی اس کی قدرت میں نہیں ہیں، بلکہ وہ سب ارادۃ الہیہ کے تحت گردش کرتے ہیں۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ وہ قدرت کے سامنے مجبور محض ہے۔ اسی کے ساتھ جب

وہ اس طرف بھی نظر لائے کہ اس جبر کے باوجود آخر میں وہ اپنے افعال پر مسئول بھی ہے تو اس کی حقیقت کو
 جہد مانتی ہے اور مسئلہ اس کے سامنے اور پہنچ جاتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ اولیٰ تو جب انسان کو اپنا اختیار چاہتا
 انتخاب کی طرح محسوس ہو تو وہ اپنے مجبور ہونے کا یقین کرے تو کیسے کرے اور اگر مجبور فرض کرے تو کیسے مجبور
 کو مسئول اسے تو کیونکر مانے کہ جب کہ ایک سچا مذہب اس کو یہی تعلیم دیتا ہو تو وہ انکار کیسے کر سکتا ہے اب ایک
 طرف تو اس کے سامنے اپنے وہ جان کا یقین ہو کہ ہے دوسری طرف مذہب کا یقین ہوتا ہے اور جو تھے جس مددوں
 مستفاد، آخر مسئلہ فقہ پر اس کے لیے ایک معجزہ من کر رہا ہوتا ہے۔ یہاں محض عقلی خسوسہ تو آؤ گے مشکل نہیں کی
 ہو کہ جس نے مذہب کی قید و بند بھی اپنے سر پہ لگی ہے۔

اس عالم سرائیکی میں جبر پر تو قدرت الہیہ کا اس درجہ غلبہ ہوا کہ انہوں نے انسانی وہ جان ہی کو غلط
 قرار دے دیا اور مصافات اعلان کر دیا کہ انسان میں نہ تو قدرت ہے اور نہ اختیار و محض ایک پتھر کی طرح مجبور محض
 پر قدرت الہیہ میں طرح اور جس طرف چاہتی ہے اس کو کٹاں کٹاں لیے پھرتی ہے۔ ان کے نزدیک جو قیادہ
 مطلق اور ناک علی الاطلاق ہو جو مجبور محض سے بھی سوالی کہنے کا حق رکھتا ہے۔ ہذا الب مجبور کے مسئول بننے
 سے بھی کوئی اشکال نہیں رہا۔ یہ فیصلہ تسلیم کر لیا اس وقت کہ یہ خداوند کرتا ہی غرض کن پر لیکن ایک خالی الذیہ انسان
 کے لیے اپنے وہ جان کے خلاف اس کو تسلیم کر لینا کسنت مشکل ہے۔ اس لیے دوسری جماعت نے اس کو قطعاً
 غیر معتدل سمجھا اور ان پر انصاف یہ پتھر کی طرح مجبور رکھ دیا پھر اس مجبور کو مسئول ٹھہرانا اتنا بارگاہی ہوا کہ انہوں نے
 بندہ کو کہنے افعال کا خود خالق قرار دے ڈالا اور یہ تسلیم کر لیا کہ ہندو میں اپنے افعال کی تخلیق کی قدرت ہے
 اور اس کی قدرت سے وہ افعال کو کہے اور جب اپنے اختیار سے کہے تو اس کو مسئول بھی پھینکا جائے۔ اسی
 لیے ہم نے کہا تھا کہ مسئلہ فقہ پر جو مشکل ہے مگر اس کا اتنا واس سے زیادہ مشکل ہو یہاں آپ نے دیکھا کہ ان دونوں
 جماعتوں نے اپنے خیال کے مطابق اس مسئلہ کا حل تلاش کر لیا اگرچہ بجا بہت کی تضحیب کی یا مضمون قرآنہ کی
 تخصیص کی، یہاں اہل سنت نے ساتھ ساتھ جو نہ دیکھ کر توفیقین کی راہ لی اور اس اعتراض میں کوئی باک نہ
 سمجھا کہ اگر کوئی عقدہ ان سے حل نہ ہو سکا تو اس کے یہی نہیں ہیں کہ وہ حل شدہ نہیں ہے۔ اس بنا پر اس
 کا حکم و مسئلہ حل و دوسری ہی غلط ہے۔

اس حد پر پہنچ کر ضیافت الاعداء و انسانوں کے دلوں میں مذہب کی جانب سے کچھ شکوک پیدا ہونے لگیں
 چاہئیں کہ نہ سب سے پہلے تو ان کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ جب بھی دنیا سے کسی آدمی سے اولیٰ چیز کی حقیقت کا
 شرف لگنا چاہا ہے تو وہ ہمیشہ کلام ہی پر مرکوز رہی ہے، حتیٰ کہ قدیم عقدہ کے تو قاعدہ کلیہ کے طور پر کر دیا ہے۔
 "الغیہ العینی غیر وہاں کسی چیز کی خلیک، شیک، حقیقت کا پتہ چلانا یا تو نامکمل ہے یا اتنا مشکل ہے کہ اس کو کثرت

ازرب چاہن کہ دنیا چاہے۔ چنانچہ قدم عقلا نے تو لیکن جگہ ہے عجز کا اعتراف بھی کر لیا ہے لیکن آج کے
 عقائد و مذہب اس اعتراف میں اپنی سرشاراں کھینچے ہیں۔ دیکھو ہر دور اپنی کتنی کٹھن ستون چنوں میں سے
 جس لیکن اب تک جو ان کے آخری اجزاء کھینچے گئے تھے اب ثابت ہو گیا ہے کہ وہ آخری نہیں تھے ان کا تجزیہ
 ابھی ہو رہا ہے اور ہو گا ہے۔ جبہ سخن تنگ و رکے بعد اب جو حق معمول اشیاء کی حقیقت دریافت نہیں
 ہوئی کہ ایک مسائل میں اگر ذرا فرق تھا کہ باج آ تو چند ان معانی تھا۔ اس سے بڑھ کر خداوند
 حق کو سے لیجئے۔ جب اس نے اپنی حقیقت دریافت کرنے کے لیے قدم اٹھایا تو صدیوں کے بعد میں تجویز ہو
 پہنچا وہ تھا کہ اصل میں وہ ایک بند تھا۔ میں اس وقت یہ بحث نہیں کرنا چاہتا کہ حق میں کس حد تک صحیح
 تھی، لیکن صرف یہ بتیہ کرنی چاہتا ہوں کہ بہت جلد میں انسان کی بھی تنبیہ کر دی گئی اور ابھی تک فروغ
 کی حقیقت بھی ایک مسئلہ بنی ہوئی ہے۔ یہی حال اس قدر بھی سمجھئے، چنانچہ یہاں بھی انسانی اور قدریت
 انسانی کی حقیقت میں شکوک و شبہات ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ جو دشواری ہر چیز کی حقیقت کو حل کرنے میں پیش آتی
 ہو وہاں بھی پیش آئے۔ اگر یہاں طریقت اپنی جانب سے تقدیر کی حقیقت کا اعانہ نہ کر لیتی ہو تو اس مسئلہ میں
 بھی آپ کی بحث میں کچھ کمی ہو جاتی ہے۔ دوسرے مسئلہ خداوند میں ہے لیکن یہاں تو بڑا
 مشکل یہ ہے کہ بعض مصالح کی بنا پر طریقت یہ کہ خود اس کی حقیقت کا اعانہ کر چکی ہے۔ اسی لیے اب
 آپ پر کسی کا تسلیم کر لینا لازم ہو گیا ہے۔ اتنی عقل ناقص بعض انسان میں بھی نہیں کہ وہ لازمے قدرت کو
 ہر بار پورا نہ سکے۔ اس لیے مذہب نے یہاں ایک ہی راستہ تسلیم کیا ہے۔ دور وہ عقولین و مسلم کا ہے جس مذہب
 کی صداقت اور معصومیت اور خیر و خیر مسائل میں ثابت ہو چکی ہو کچھ فرق تو تھا اگر انسان صبر کر کے اس
 ایک مسئلہ کو اسی کے بیان پر مان لیا، مگر وہ وقت کہ عقل ہے کہ اپنی کم عقل کو بھی نہیں سمجھتا اور جب اس کو روکا گیا
 اور دیکھا گیا اس کی عقلیت کے اور وہیے ہونے لگتا ہے۔

حضرت نور شاہ قدس سرہ فرماتے تھے کہ سر تقدیر ختم ہے یا ترک ہو گیا ہے! اسی کی وجہ سے کہ
 کچھ طرف توبہ کے اعمال میں خود اس کی قدرت کا احساس نہیں ہے۔ اور وہ مذہب یہ کہتا ہے کہ وہ خدا
 تعالیٰ کے اختیار و قدرت سے ہوتے ہیں لہذا کوئی چارہ کار نہیں کہ وہ قوتوں کو تسلیم کر لیا جائے۔ اب
 جو عقل بھی ہندو سے صادر ہو رہا ہے ہر مذہب میں جیسا ان دونوں قوتوں کا مان ضروری ہو جاتا ہے۔ یہاں جو مذہب پیدا
 ہو گیا ہے وہ یہ ہے کہ کچھ کسان ہی تجزیہ کریں مگر کسی مرتبہ میں بھی جائزہ نہ کی قدرت کو مدح تعالیٰ کی قدرت کو مدح
 عقائد و مذہب نہیں کر سکتے جی نہیں کہہ سکتے کہ اس فعل میں اتنا کام تو توبہ کی قدرت سے ہوا اور اتنا قدرت
 انہی سے آپ خدا کے ان کا تجزیہ کر سکتے تھے جیسے آپ تو کوئی مرتبہ بھی ایسا نہیں دیکھا میں قدرت و انہی کا

اگر ہر دو صوبہ تک یہ بات صاف و جہاں اس وقت تک ہندو کا حق رکھنا بھی مشکل ہے۔ اور جو رکھنا بھی۔ اس پر آپ اس کو نہ دے گا۔ نہ کہتی تھی ہے۔ زلیخو رو دیکھیے ایک جسم اور تھوڑے پر بھیہ کر کے ارادہ اختیار سے اس کو چلا کر دے اور گھوڑا گروس کے اختیار کے اختیار ہی چلتا ہے اگر آپ یہ بھی بدانتہا جانتے ہیں کہ چلتا ہے وہ اپنی قدرت سے اپنے مالک کی قدرت سے نہیں چلتا۔ اگر یہاں وہ قدرتیں غنیہ ہیں ایک گھوڑے کی اور دوسری اس کے مالک کی اور دونوں اتنی ممتاز ہیں کہ ان دونوں کو متحدہ علیحدہ سمجھیں آپ کو کوئی دشواری پیش نہیں آتی لیکن یہاں قدرتِ عہد کی حقیقت یہ نہیں اس کے جس مرتبہ میں بھی غور کیجئے گا وہ قدرتِ الہیہ سے علیحدہ ثابت نہیں ہو سکتا اس لیے آپ غور کیجئے چلے جائے کہ قدرتِ عہد کے نتیجہ اور قدرتِ الہیہ کے علیحدہ علیحدہ کرنے سے آخر کار جو ہوا جائیگی اور جب تک یہ اختیار پیدا نہ کر لیں اس وقت تک جبر و اختیار کے اشکالات حل نہیں ہوتے اس لیے یہ مسئلہ بھی حل نہیں ہو سکتا۔

خلاصہ یہ ہے کہ مسئلہ اشکالات میں نہیں ہے کہ یہاں کوئی غیر متعلق چیز موجود ہے بلکہ یہ ہے کہ اس کی نگہ کوئی ملتی نہیں اور حقیقت میں جہاں مظاہر نہیں ملے عقل خود اپنا ہی حکم مقدم رکھتی ہے اسی کی شریعت نے یہ تعلیم فرمائی ہے کہ جو کچھ کو تسلیم کر چکا ہے اس کو سرِ حکم مانا ہو گا اور یہی ایمان بالقدر ہے۔ آخر جنت و دوزخ کو کس نے دیکھا بلکہ خدا تعالیٰ ہی کی ذات کو کس نے دیکھا یہ تمام حقائق غیب ہیں۔ یہاں جن شخص عقل نہیں سمجھ سکتا ہے یہاں یہ اختیار کو کس نے ان کو تسلیم کر چکا ہے پس وہی حوس ہے اور جس نے راہ و عزائم اختیار کی وہ دوسری طرف اشارہ جاتا ہے۔

تمام اختیار کا فائدہ

اس ساری تحقیق کا حاصل اسی ہے کہ انسان میں اختیار تو ہے کہ ہے نام تمام اور نام بھی ایسا جو صرف انسان کے عقلی طوع و رضا رکھتا ہے کہ اپنے کانی جہاں میں قدرتِ الہیہ سے اختیار کے ان لینے سے تو جہاں دوزخ کا مسئلہ صاف نہیں جوتا اس کا جواب پہلے تو یہ ہے کہ اگر حاکم علی لا ینزل علی ایسی ہی کہ دینا تو حکم پھر بھی نہ تھا گروس کی حکمت نے چاہا کہ اس کی جہاں دوزخ کے مابین کچھ صوری مناسبت بھی باقی رکھے اس لیے اس کے دینا کے حکم کا نام سنا اختیار و رحمت فرمایا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ فرماتے ہیں کہ قدرت نے انسان کو عقلی اور عقلی ہر دو پہلوؤں میں دوسرے جہاں سے امتیاز بخشا ہے۔ اس کا عقلی اختیار ہے کہ اس کا نفس اپنے شہ سے بچے اشکالات کے اثرات کو اس طرح جذب کر لیتا ہے جیسا سبب کی کو جواب۔ جو انات کے نفس میں یہ خاصیت نہیں ان سے بھی انسانی اختیار یہ صوبہ ہوتے ہیں اگر سرحد ہوتے اور حقائق ہوتے ان کے نفس میں ان

افسانے سے کوئی رنگ پیدا نہیں ہوتا۔ مگر انسان جب افعال اپنے اختیار سے کرتا ہے تو اس کا نفس ہی کے متعلق
اوقات سے رنگین ہوتا چلا جاتا ہے۔ افعال غیر اختیار بہ کیا ہیں انھی کوئی اختیار نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ ان
پر نہ مدح کی جاتی ہے نہ مذمت۔ اس کی مثال یوں کیجئے کہ جس طرح زہر مرگب ہوتا ہے مگر اس کے صدمہ کو
کی شواہد کو کرہ ملنے کی راہ سے پیٹ میں پہنچے، اسی طرح افعال کی تاثیر کے لیے بھی ضروری ہے کہ ان کا صدور
اختیار کی راہ سے ہو اور اس کی سبب وجہ سے کہ جب تک ان افعال کا صدور اختیار سے نہیں ہوتا نفس انسانی
سے ان کا رنگ بھی پیدا نہیں ہوتا۔ محسوسات علیہ چاہتی ہے کہ جس نفس کا رنگ نفس انسانی میں پیدا ہو چکے ہے
اس پر یا تو انعام فرماتے یا اس کا انتقام لے لے اور جس عمل کا اس میں کوئی اثر پیدا نہیں ہوا اس کی باز پرس نہ کرتے
بلکہ اگر اختیار صحت اسی مناسبت سے پیدا کرنے کے لیے شواہد کیا ہے تو اس کے لیے مستقل اختیار کی ضرورت
ای کی ہے۔ تاہم اختیار بھی کافی ہے۔ اس سے یہ مبالغہ بڑی غلط ہے کہ جزاء و سزا کے لیے مستقل اختیار ضروری ہے۔
معصرت علامہ ہدایت شاہ کشمیری قدس سرہ فرماتے ہیں کہ یہاں دو عالم ٹھہرے علیحدہ موجود ہیں ایک عالم
تقدیر وہ غیب درغیب ہے۔ دوسرا عالم تکلیف یعنی جس میں ہم کو افعال شرعیہ کا تکلیف بنایا گیا ہے یہ شہود ہی
مشہور ہے۔ عالم تکلیف میں بندہ کھلا ہوا اختیار رکھا ہے حتیٰ کہ جب تک اس کا اختیار مستقل نظر آتا نہیں
لگتا یعنی وہ بالغ نہیں ہو جاتا اس سے افعال شرعیہ کا مطالبہ بھی نہیں ہوتا مگر یہاں عالم تقدیر بلا نہیں ہو
اور جہاں عالم تقدیر بظاہر ہے وہاں اس کو مجبور ہی مجبور بنایا گیا ہے مگر ہاں ہم تکلیف بھی نہیں ہیں ان دونوں
عالموں کے درمیان خلط کر دینے سے طاعت میں اشکال پیدا ہو گئے ہیں حقیقت یہ ہے کہ یہی نظر ہی ہم شرع
ایک مجبور و مفلوج ہیں۔ انکسیت بڑی دینی ہے اس جہاں میں ہم کو بصورت حق و ظاہر فرمایا ہے اب چاہے تو اس کو
تاہم اختیار سے تعبیر کر لو اور چاہے تو اس جہاں کے لحاظ سے مستقل اختیار کہہ دو۔ جزاء و سزا کا مسئلہ اس پر
دار ہے۔ جو اس عالم میں موجود ہے اس کو دوسرے عالم میں اپنے مجبور ہونے کا عذر کرنا نہ چاہیے اور وہ مفلوج
ہو سکتا ہے بشود ہے فقہ زہین بر سر زمین۔ یہاں جب کبھی اپنے نفس کو دیکھو گے تو اس کو قہار ہی پاؤ گے پھر اپنے نفس
پر یہی وجدان کو بھی ذکر تقدیر میں لکھنا تک بھی نہیں تو اور کیا ہے۔ مولانا دی فرماتے ہیں کہ انسان جب کہے کہ
لا اعلیٰ ما ہذا ہے تو کتنی کبھی لامعلیٰ کو تصور نہ نہیں سمجھتا وہ انسان کیا ہو سکتا ہے یا اگر کسی جہلدار و دہشت سے کوئی
پھل اس پر لگے کہ تو وہ کسی دہشت پر چڑھ نہیں کرتا معلوم ہوتا ہے کہ جو روحانہ کے فرق کو ایک کتاب بھی سمجھتا ہے
کو خدا کہتا ہے اس پر چڑھتا ہو اور اس کو مجبور کہتا ہے اس پر جو بھی نہیں کرتا۔ لہذا اس کھلے برے فرق کو نظر انداز کر کے
حق تقدیر کے مسئلہ میں آنکھیں کے لیے دیکھو کہ جس کو بنانا تھا غیر معقول پر۔ و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

وہم علی ذلک تعالیٰ علی خبر خلقہ و خیرہ محمد و علیہ وسلم علیہ السلام

فرقہ قدیریہ کی مختصر تاریخ

اول

ان کے کفر کی ضروری نتیجہ

امام بیٹھ تھا دو قدر چھٹے سے قبل ضروری ہے کہ فرقہ قدیریہ کی مختصر تاریخ معلوم کرنی چاہئے تاکہ حیات بخوبی واضح ہو جائے کہ احادیث میں اس فرقہ کے متعلق جو تحریری شدت الہیاء کی گئی ہے وہ کبھی کی گئی ہے اور نہ وہ ملائے اس فرقہ کی جو تکفیر کی ہے وہ کس بنیاد پر کی ہے۔ عانتاً میں تحریر کیے ہیں کہ خلفاء راشدین کے عہد مسعود میں اس فرقہ کا نام و نشان نہ تھا، صحابہ کرام کے آخری دور میں اس کا تصور ہوا اور جو صحابہ اس وقت بقید حیات تھے انہوں نے پوری قوت کے ساتھ اس کے استیصال میں حصہ لیا جن میں سے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت واسطہؓ اسبق کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہے عراق سے اس فرقہ کا تاجروں اور رعبہ کے ایک یہودی اہل نفس شخص نے اس کی بنیاد ڈالی جس کا نام سوسن یا سوسہ تھا، پھر اس سے سوسہ گئی ہے اور سوسہ جینی سے ملکا ان نے اس عقیدہ کو سیکھا۔ شہہ شدہ یا قنہ نعیرہ سے لے کر خاتم و ہدایک پھیل گیا۔ لکھتے ہیں کہ اس کی ابتداء یوں ہوئی کہ ایک مرتبہ جب خانہ کعبہ کو آگ لگی تو کسی شخص کی زبان سے جیسا کہ نکل کر تقدیر الہیوں ہی ہوگی، اس پر کسی دوسرے شخص نے کہا اے خدا تعالیٰ بھلا ایسا کیے رہتے ہو تو کیا تم میں اتنی بات پر تمنا دو قدر کی بحث چل رہی۔

خدیجہ کا عقیدہ تھا کہ "الامراۃ" عربی زبان میں "دوسری عفت" اس بارے کہ لکھتے ہیں جس میں سرسوزی کے مادہ کو کسی جانور نے سزا دلایا، اور جہاں اس سے فرض یہ کہ جہنم کی سعادت و فقاہت بھی ملے گی اور لپٹے ہوئے ملے سے پیدا ہوئی ہے اس تعالیٰ کو چاہئے کہ اس کا علم چاہے اور نہ کہیں اس کی کتابت ہوئی ہے۔ ہر انسان جب بھی عمل کا ارادہ کرتا ہے تو پہلے وہی ضرور اس کا ایک نقشہ اپنے دماغ میں تیار کرتا ہے پھر اسی کے مطابق اس کو عمل پندار پنا کرتا ہے۔ اسی دینی عقیدہ تیار کرنے کا دوسرا نام خلق ہے۔ کسی شاعر نے ذیل کے شعر میں خلق اسی معنی میں اختیار کیا ہے۔

ولادت تقریری ما خلفت وجعل من الناس خلقاً لا یفری

یعنی یہ وہی تو ایک تھا کہ وہی ہے کہ وہی میں سے ہیں جو اس کو قدامت میں ملے پندار کرتے ہو اور قدامت سے

لہذا لوگ ہیں کردہ خیالات تو بچا لیتے ہیں گردیاں اس کو علی و نہ نہیں پہن سکتے :

اس بنا پر قدم کو بندہ کے خالق کئے میں بھی کوئی ہلک نہیں ہوتا۔ اس بہت جودعت کا یہ عقیدہ تھا کہ حق تعالیٰ کو اپنے بندوں کے لیے شریعت نازل فرماتا ہے مگر اس کو یہ معلوم نہیں ہوگا کہ کون اس کی فراموشی کرے گا اور کون نافرمانی، کون ان میں دوزخی ہوگا اور کون جنتی، جنتی اگر جب بندہ خود عمل کیسے دوزخ اور جنت کے مستحق ہو جائے ہیں تو اب اس کو بھی وہ نہیں اور جنہوں کا علم ہو چکا ہے۔ خود باشد میں ہذا کلمات، اس عقیدہ کا بطلان امر ہے۔ شمس ہے، قرآن کریم دن و رات کے کلمات بھرا ہوا ہے۔ وہ تصریح کرتا ہے کہ حق تعالیٰ کو جملہ شیا کا پہلے سے علم ہی حاصل ہے اور اس لیے جو کچھ ہوتا ہے وہ سب اسی کے حکم میں ہوتا ہے نیز وہ اپنے اس علم کو قید کن بہت میں بھی لا چکا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے :

إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَن يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ

کبھی وہ اپنے علم نازل کا اظہار بھی فرمادینا ہے جیسا کہ شیطان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا :

لَا تُلَاقِيَنِي إِلَّا بِإِذْنِي وَأَمَّا إِلَهُ فَأَتْلُو مَا يُلَاقِيَنِي

یہ تعجب نہ ہو۔ (حق) سے دوزخ کو بھڑا ہے۔

دوسری جگہ ایک مرتبہ ارشاد ہوتا ہے :

وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِن رَّبِّي لَفُكْنَا

یہاں ہے یہ دعا کی جانب سے ایک بات ہے کہ ہم بھی اپنی

پڑاؤ سے آجین شستہ تھی۔ (عبد) اور خطاب کا ایک مقررہ وہ نہ ہو چکا تھا تو پیشا خطاب

الہی آجائی۔

رسول کے متعلق فرمایا :

وَلَقَدْ سَبَقَتْ لِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ الْكَلِمَةُ سُبْحَانَ

اور اسے بندوں میں جو شریعتیں تھیں ان کے لیے جاریا

وَلَقَدْ سَبَقَتْ لِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ الْكَلِمَةُ سُبْحَانَ

عمر پہلے ہو چکا ہے کہ ایک دہی منور اور رحمت جیسا کہ

لَعَلَّابِئُونِ (الغائب) جنگ ہوا ہو کر ہی قابل ہو۔

ایک اور مرتبہ فرمایا ہے :

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحِيَّ إِلَى الْأَنْبِيَاءِ بِذِكْرِ اللَّهِ فَاخْتَفَتِ بَيْنَهُ

اور اسے پہلے ہی کو کتاب دی تھی پھر اس میں لکھا

وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِن رَّبِّي لَفُكْنَا

یہاں کہیں نہیں ہو سکتا۔ ہر کی طرف سے ایک بات

بیتہ تھی۔ (عبد) اور یہی بات ہے کہ حق تعالیٰ کے متعلق فیصلہ کر دیا ہوا۔

اسی طرح قصہ یہ کہ کتابت کے متعلق بھی بہت سی آیات میں تصریح موجود ہے۔

قضاء و قدر کے مسئلہ میں امام ماتریدی کے مسلک کی اہم توضیح

امام ماتریدی نے اسباب میں تاثیر اور مشیاء میں بھی خواص کا احوال کن آیات و احادیث کے مطابق اتفاق کے قطعاً خلاف بھی پر وہ فرماتے ہیں جس طرح قدرت نے مسببات میں اسباب کی تاثیر و وجہیت غائی پر اسی طرح بندہ کے افعال میں بھی اس کی قدرت کی تاثیر رکھی جو عالم اسباب کے طویل و عریض سلسلے میں ہر جگہ تاثیر کا احوال کر کے ریکڑتا کہ یہاں دو چیزوں کے درمیان صرف وقتی مقاومت ہو اور ان میں باہم تاثیر کا اثر کا کوئی علاقہ نہیں، بدست کے بھی غلات پر عزت کے بھی غلات پر اور آیات و احادیث کے بھی خلاف جو ہم کو صاف آنکھوں سے نظر آتا ہے کہ اگر آگ جھاتی ہو آدمی نہ کھاتا تو اور مر جاتا تو تباہی نہ کھاتا تو باطل کر دیتا تو یہی اسی عنی نسبت کو آیات و احادیث میں بھی قائم رکھا گیا ہے کہ اندام کو ان کا منہم وہی لینا ہو گا جو اہل عت اس نسبت سے جھکے ہیں، ان تمام آیات میں اولیٰ حسی مشادات میں صوف کمانی نہیں ملے۔ لیکن کسی طرح قائم قبول نہیں ہو سکتا۔ اس لیے مجمع یہ ہے کہ ان جملہ مقامات میں تاثیر کا اقرار کیا جائے، مگر تاثیر قبول ہے اسی کے اذن سے۔ بندہ کی صفت اختیار اور اس کے افعال کو بھی اس پر قیاس کیا جائے۔ یہاں بھی اختیار کی صفت حق سہارا کی پیدا فرمودہ ہو اور بندہ کے افعال میں تاثیر بھی اسی کے اذن سے ہوتی ہو پھر میں طرح دوسرے مقامات میں کسی چیز کے جوڑ کے لیے صرف اسباب کا جوڑ کافی نہیں ہوتا بلکہ مولیٰ کا ہونا بھی ضروری ہو۔ یہ واقع بھی قدرت ہی کے پدارک ہیں۔ جہاں یہ واضح ہو جاتا ہے کہ انہوں نے اس صفت اختیار کے ساتھ جو ہم افعال کا صدور نہیں ہوتا (مصلحتاً) مصلح و مفید (مصلحتاً)

اس مسئلہ کی تقریر کرتے ہوئے حافظ موصوف ایک دوسرے مقام پر اور زیادہ غور فرماتے ہیں کہ تو ہم کہتے ہیں کہ اسباب کا ایک کتاب ہے اسی قرآن کریم سے پہلے کہ اسباب کا اثبات نہیں کیا جرت تو کہہ کر کہ اسباب کی تاثیر کا احوال کیا گیا ہو اور کہ اس تاثیر کو جوہر کے خلاف سمجھا گیا ہو جو کہ سبب اور سبب اور فعل کا خالق ہی ہو جو اسانوں اور زمینوں کا خالق ہے اور سبب کی اپنے سبب میں تاثیر بھی ہوتی ہے اور زمینیت سے کہ اگر وہ چاہے تو سبب کی تاثیر میں بھی فراہم کیا ہو جبکہ اپنے غلیل علی الصلوٰۃ والسلام کے حق میں تاثیر و تاثیر باطل خودی اور اگر چاہے تو اسباب کی تاثیر قائم رکھتے ہوئے پھر کہہ کر مصلح ایسے فرما سکتا ہے جو ان کی تاثیر سے مانع ہو جائیں اور اگر ارادہ فرمائے تو ان کو انتہائی شے ہو سکتا ہے کہ پھر سبب کی طرح وہی تاثیر کرے۔ ایسی تاثیر کے اعتقاد سے بعد توحید کو کیا محسوس ہو سکتی ہو اور شرک کا کیا دھم ہو سکتا ہو لیکن یہ ظلم تو کہ یہ سمجھیں کہ انکی توحید یہ کہ وہ میں جہاں کی تاثیر ہے۔ پانی فرق کرنے کی اور زردی میں بیٹ بھونے کی اور نہ تو وہ میں قطع کرنے کی یہ اثرات سبب بلکہ راست قدرت کا فیصل ہیں بلکہ توحید ایسی ذاتی نعم توحید ہے کہ جس کو سن کر حق و عثمان اسلام اسلام ہی سے منکر ہوتے جاسے ہیں واقعی یہی مثل پرکھنا ہوتا ہے کہ ان میں تاثیر ہو یا نہ ہو (دیکھ شفاء العین ص ۱۸۹، ۱۹۰)

اس لیے امام ماتریدی فرماتے ہیں کہ بندہ میں قدرت اختیار کی صفت ہی ہو اور اس کے افعال میں اس

کے اختیار و قدرت کی تاثیر بھی جو امام کے مذہب کی بنا پر اگر مرنے کو مجبور کیا جائیگا تو صرف اس ہی سے کہ
 قدرت نے اختیار کی صفت اس میں جبر یا قزاقی کو اس میں بندہ کے اختیار اور پسندیدگی کا کوئی دخل نہیں
 میں جس طرح ایک چھوٹے غیر فخر مند چلنے میں مجبور ہو کر اس طرح بندہ اپنے حق میں نہیں مجبور ہو گیا بلکہ جبر اس سے نہیں ہے
 کہ اس اختیار کے استعمال کرنے پر بھی کوئی اور جبر اس پر مسلط کیا گیا ہو بلکہ طرف کے راستے اس کے سامنے تھا
 رکھے گئے ہیں۔ لیکن طرف کی وجہ پر اپنی صفت اختیار کا استعمال کر سکتا ہے قدرت نے ہر طرف اس کی سادہ
 ترانے کا وعدہ لیا لیا کہ اور اس کے غرض کے موافق جب بھی وہ ارادہ کرے تو قدرت اس کی عمل کو پیدا کر دیتی ہو گویا
 رشتہ فاقیت پر جو دست قدرت ہی کے ساتھ مرکب رہتا ہے اس صفت اختیار کو کسی ایک جانب استعمال کرنے
 کا نام کہتے ہیں اور اسی کے لیے کسی اس کو بندہ کا فعل اور اس کو اس کا فعل داخل کیا جائے گا اور خلق کے لحاظ سے
 اس فعل کو حق سبحانہ کی مخلوق کہا جائے گا یا ایک ہی عمل میں بندہ کی تاثیر صرف اس کے سبب کر رہی ہوگی اور
 خالق کی اس کے پیدا فرمائے ہیں۔ اس لحاظ سے وہ مخلوق ہر قدر تعالیٰ کی اویس سبب بندہ کا ہونا کہ یہ یاد رکھیے کہ
 مخلوق پیشہ اپنے خالق سے علیحدہ موجود ہوتی ہے اور اس لیے خالق کے ساتھ قائم رہتا ہے بندہ کا فعل جو اس کے سبب
 مخلوق پر بندہ کی صفت پر اور اسی کے ساتھ قائم ہوں جو بندہ حق سبحانہ کی مخلوق کو اس لیے پیشہ اس سے علیحدہ
 ہوتا ہے قدرت جب بندہ کا غرض کہہ لیتی ہے تو اس کے پیدا فرمائے کی سبب شرط موجود فرمادی ہے اور اس کو بندہ
 میں پیدا بھی کر دیتی ہے یہی وجہ ہے کہ نہ اس کے اور پہلے ہر قسم کے فعل سے خالق کو بندہ کے ہونے میں نہ بھلا کر کہ ان
 فعل کی وجہ سے بڑا بھلا اسی کو کہہ سکتے ہیں کہ یہ صفات ہیں اور اس کے ساتھ قائم ہوں۔ خالق کے ساتھ
 اس کے فعل خال میں کہ قائم نہیں ہوتے اس لیے اس کی صفت پیشہ ہیں اور اس کو ان کے لحاظ سے بڑا بھلا کہا
 جاسکتا ہے کہ جو سبب یا شرع رنگ پیشہ اس کے پیشہ کو تو سبب یا شرع کہا جائے گا جو اس کا ہونے والا ہے اس کو
 سبب یا شرع کہہ کر یہاں بھی مباحی اور سبب کی طرف کی صفت ہوتی ہو گئے والے کی نہیں حقیقت یہ ہے کہ
 ایک ضعیف مخلوق کے اختیار کی تاثیر صرف اس حد تک ہی ہو سکتی ہے کہ جب وہ چاہے اس اختیار کو کسی ایک
 جانب استعمال کرے، یہی وہ طاقت اور قدرت جو کسی چیز کو عدم سے نکال کر لیا اس وجود عطا کرے تو یہ طاقت
 قدرت تعالیٰ کا خاصہ ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہی ہر قسم کی طاقت ہی ہوتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ ایک ہی عمل و ارادہ
 خدا تعالیٰ کو بندہ و مخلوق کی طرف منسوب و منسوب جیسا کہ ال و افانک یہ سبب خدا تعالیٰ کے پیدا فرمادہ ہیں اور
 تک بھی حقیقت سبب اسی کی ہیں۔ اس اختیار سے ان کی نسبت حق سبحانہ کی طرف ہوتی ہے لیکن اس کے اجمال
 کی نسبت بندہ کی طرف بھی ہوتی ہے پس اس سوال کی طرح اعمال کا قصہ بھی کہ یہ بھی سبب اسی کے پیدا کر دیا گیا
 اور انکے اور اعمال کا سبب اسی سے بندوں کو بنایا اور جس طرح کہ دنیا میں مال بندہ کے کسب حاصل ہوتا ہے
 حال نہ وہ پیدا کر دے حق سبحانہ کا ہند ہے۔ اسی طرح اعمال بھی بندہ کے کسب حاصل ہوتے ہیں اور پیدا کر دے
 حق سبحانہ کے ہوتے ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ مال تو قدرت کا پہلے سے پیدا کر دیا ہوتا ہے اور بندہ کے
 اعمال اس کے بارے اور غرض کے بندہ پیدا کیے جاتے ہیں اس لیے یہاں قدر یہ کہو خالصہ تک گیا ہے وہ
 اعمال نے ان کا حال خود بندوں کو قرار دے دیا ہے۔ اس طرح انکے کان۔ زبان سب قدرت ہی نے

نورانی مرضی کے مطابق کام لے۔ (دیکھو منہاج السنہ ص ۵۱ ج ۲)
حافظ ابن قیم اس معنی کی تفصیل کو لے چکے تھے۔

خارجہ صلی اللہ علیہ وسلم الخیر علیہ السلام
و سوال کا ردی میں طویل بعدہ اشارہ لگا
شارع حقیق و قیاس و لا بد و حق لم یشارع
لیکن میں کلاما بر کلاما اشارہ کرتا ہوں
لیکن اشارہ۔ (دفعہ الطیغ ص ۱۸)

حافظ ابن قیم نے منہاج السنہ میں اس مسئلہ کی طویل تقریر کر کے آخر میں لکھا کہ اگر کسی مسکک جس کا مسلک
بڑا اور ہر قسم کی اغراض و مقاصد سے پاک ہو اس میں تو قدر کی طرح بندوں کو اپنے افعال کا خالق تسلیم کیا گیا ہے نہ
ہرگز کی طرح ان کو ایک ہرگز کی طرح قدرت و اختیار سے معری مانا گیا ہے۔ (خروجی نے اگر یہاں صفت قدرت
کے تسلیم کر کے ہر قسم کے قدم آگے منور نہ کیا لیکن افعال ہمارے اس کو غیر مقررہ و غیر قابل فہم بنایا حتی
کہ اب ہر قابل فہم بات کے لیے پیش کی گئی بات تو دشمنی کے سب سے بھی زیادہ ایک بڑے معنی کا فعل
فہم ہے لیکن تحقیق یہ ہے کہ شیخ اشعری بھی ناشر کے قائل تھے جس کسی نے ان کی طرہ تصرفاتی کی نسبت کوئی
میں نے تاہم نظر کی ہے۔ حاشیہ اسامیہ لکھنوی صفحہ ۱۸۱ میں یہ قائل ہے کہ یہی اخصیص بن صاحب و طریقی لکھتے
الفاظ قریب ہیں۔

تفسیر: قصہ مذکور کا خلاصہ حال یہ ہے کہ حوالی علی شرح العقائد للردانی سے اخذ ہو کر یکہ ص ۲۵

قصہ رو قیاس کے باب میں تغیرات محل کی حدیث کے متعلق ایک اہم حاشیہ

واللہ اعلم! دینی حشر لضعیف الذکر میں محل کے تغیرات بحث کرتے ہوئے لکھے ہیں۔

امام کے نزدیک نفس میں سات قسم کے تغیرات ہوتے ہیں۔ پہلے وہ جس میں وہ اپنی شکل پر ہوتا ہے پھر اس کے ہر
ایک اجزائی میں جو اور اندر بخیر و شکر ہوتا ہے اور دوسرے میں اس میں لیے غلطی کی شکل ہوتا ہے اور ہر جاتی پر اس کے
بعد شریعہ کے کائنات میں ہوتا ہے اور اس کے بعد اس کی شکل گوشت کے اور شریعہ کے ہر جاتی پر ہوتا ہے پھر
اس میں غلبہ کی شکل ہوتا ہے اور ہر جاتی پر ہوتا ہے اور اس میں غلبہ کی شکل ہوتا ہے اور اس میں غلبہ کی شکل ہوتا ہے
اور محل کے ہر شے کی یہ کم سے کم ہر جاتی پر ہوتا ہے اور اس میں غلبہ کی شکل ہوتا ہے اور اس میں غلبہ کی شکل ہوتا ہے
شرع ہوتا ہے اور اب وہ پہلے سے بالکل بخیر و شکر ہوتا ہے اور اس میں غلبہ کی شکل ہوتا ہے اور اس میں غلبہ کی شکل ہوتا ہے
پیدا ہوتا ہے اور اب اس میں غلبہ کی شکل ہوتا ہے اور اس میں غلبہ کی شکل ہوتا ہے اور اس میں غلبہ کی شکل ہوتا ہے
کی طرح ہوئے شے ہر جاتی پر ہوتا ہے اور اس میں غلبہ کی شکل ہوتا ہے اور اس میں غلبہ کی شکل ہوتا ہے
شرع ہوئی جاتی ہے۔ اس تقریر سے جہاں اختلاف نفع و نقصان کے ہوتے ہیں وہاں اختلاف نفع و نقصان کے ہوتے ہیں
ہو جاتا ہے کہ وہ غلط فہمی کے نزدیک نفع و نقصان کی صورت میں غلط فہمی کے ہوتے ہیں
شرع شری کو نہیں پہچانتے ان کے نزدیک شرع فہمی ہی ایک شرع ہے اور اس کے ذریعے انسان کا شکر و نفع ہوتا ہے
شرع کے نزدیک انسان کی حقیقت اس کا جسم نہیں بلکہ دراصل وہ شرع انسانی ہے جس میں اپنے خالق کی
سعادت و کرم و رحمت کی یاد کے لیے ہر شے کی جاتی پر ہوتا ہے اور شرع فہمی کو وہ نہ کہہ سکتا بلکہ شرع کے مطابق ہر
اسلام کے نزدیک ہر جاتی پر ہوتا ہے اور اس لیے دونوں طبقوں کے درمیان شرع فہمی کے لحاظ
سے کوئی فرق نہیں ہے۔ (دیکھو حاشیہ ابن عابدین الشافعی ص ۱۸۱ ج ۱ باب القاس۔)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَمْ يَكُنْ مِنْ أَرْكَانِ الْإِسْلَامِ

(۸۸) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَمَّا كَانَ فِي الْفَتْحِ بِأَنْبَسَةَ وَنَقَبَتْ لَهُ قَبْرًا فَأَخْلَفْتُ أَنَا وَ
عُمَيْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْخَثْعَمِيُّ حَاضِرِينَ أَوْ مُتَعَمِّرِينَ فَقُلْنَا لَوْ لَبِثْنَا أَهْلًا مِنْ أَنْعَابٍ وَشَوْلٍ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَسْأَلُكَ عَنْهُمَا يَقُولُ هَذَا فِي الْقَدْرِ وَنَقَبَتْ لَهُ قَبْرًا وَنَقَبَتْ لَهُ قَبْرًا
وَأَجَلُ الْمَسْجِدِ مَا كُنْتُ لَكَ وَنَسْأَلُكَ عَنْهُمَا يَقُولُ هَذَا فِي الْقَدْرِ وَنَقَبَتْ لَهُ قَبْرًا وَنَقَبَتْ لَهُ قَبْرًا
سَبَّحَ الْكَلَامَ إِنَّ قُلْتُ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ إِنَّهُ دُونَ ظَهْرِكَ لَنَا أَلَسْنَا نَقَبْنَا لَكَ قَبْرًا وَنَقَبْنَا لَكَ قَبْرًا
يَقْرَأُونَ الْجَلْدَ وَذَكَرُوا مِنْ حَاضِرِينَ كُنْتُمْ عَنْكَ أَنْ لَا تَقْدِرُوا أَنْ لَا تَقْدِرُوا أَنْ لَا تَقْدِرُوا أَنْ لَا تَقْدِرُوا

قصہ قدرت پر ایمان لانا اسلام کا ایک کنہ

(۸۸) یہی ابن ہشام بیان کرتے ہیں کہ مسندِ تقدیر میں میں نے جب پہلے کلام کیا وہ مصر میں ایک شخص متنبہ بنی
تھا میں اور میرے ساتھ محمد بن عبد الرحمن میری دعا دیا کہ تم کو کئی نیت سے نکلے تو میں نے کہا کہ میں نے یہ نیت
صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کوئی شخص مل جائے تو ہم اس سے ان نیتوں کے متعلق جو وہ لوگ تقدیر کے
باب میں لکھے ہوئے ہیں، پھر ہمیں دریافت کر لیتے۔ حسب الاتفاق ہمیں عبداللہ بن عمر سے ملنا تھا کہ یہ
برگئی اس وقت وہ اور میں مسجد میں داخل ہو رہے تھے جس میں نور میرا ساتھی ایک ان کی دائیں جانب
سے اور دوسرا دائیں جانب سے ان کو لپٹ گئے میں جانتا تھا کہ میرا رفیق سید شکر کا آغاز میرے ہی سپرد
اس بنا پر میں نے ہی عرض کی ہے ابو عبدالرحمن (عبداللہ بن عمر کی کنیت ہی ہوتی ہے) اعلان میں کچھ لوگ
لیجئے پیدا ہو گئے ہیں جو قرآن پڑھتے ہیں اور علم میں بہت کردار و شجاعت رکھتے ہیں۔ پھر ان کی مفصل وضاحت
بیان کی، ان کا عقیدہ ہے کہ تقدیر کو کوئی چیز نہیں اور دنیا کے واقعات کسی تقدیر کے بغیر ہوتی چلتے ہیں۔

(۸۹) قدر کی بنا پر میں آپ پہلے پڑھ چکے ہیں کہ اس کی ابتدا کیا ہو گئی، اور یہ کہ میرے جی میں اس قسم کے باتوں
کی جتنی سمجھت ہے، داخل تھا اور ہمارا اللہ کے مسمیٰ بھی معلوم کیجئے کہ میں اور میری کہ عبداللہ بن عمر کے اس فرمان کا مضمون
اس فرقہ کے ساتھ ہے جو علم الہی کا بھی منکر تھا، اب طورِ قلب امرِ صحت یہ ہے کہ اس عقیدہ کو آخر اسی وجہ سے کیا ہو کہ اس کو
دوسرے کا ایک دکن قرار دیا جائے۔ تو اس کے متعلق بھی پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اس پر ایمان لانے پر یہ نہ کہ اللہ تعالیٰ سے
کوئی واسطہ بھی قائم نہیں ہو سکتا، اگر اس کی غایت کا ارادہ بھی ایسا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی زندگی میں حبیب اس کا کوئی
انعام نہیں دیکھتا، بلکہ اپنی دین کے خوف و حزن سے لے کر گمان کر رہا ہے کہ تو اس کو اس کے عالم کی غایت کے واسطے ہو گئی

۱۸۸۸ (۱) عن ابن التمداد عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لئن شئنا حقيقاً ونا بكم عيش حقيقاً إلا يارب حتى يعلم أن ما أصابكم لم يكن ليخطئاً وما أخطأنا لم يكن ليصيبنا. (۱)

حدیث طریقی قال ابوشامہ ورواه ثقات

۱۸۸۹ (۲) عن الشيخ قال لما قدم عيسى بن خازم الكوفة أشيأه في قريش فقالوا لكونه قتلناك حديثاً ما سمعنا من رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال أشيأ النبي صلى الله عليه وسلم فقال يا عيسى بن خازم أشيأهم كشأنك قلت وما الإسلام فقال شهد أن لا إله إلا الله و أني رسول الله وتوأمين بالاعتقاد بغيرها وشركها خلقها مؤمنها. (۲)

رواه ابن ماجه والترمذي وصحيفه لا تصح من ضعف عبد الله بن ولاد شاذ من حديث جابر روى الترمذي

۱۸۹۰ (۳) عن أبي حفص قال قال محمد بن الحسن بن الفضل بن زياد بن عيسى بن خازم قال لئن شهدتم حقيقاً ونا بكم عيش حقيقاً إلا يارب حتى يعلم أن ما أصابكم لم يكن ليخطئاً وما أخطأنا لم يكن ليصيبنا. (۳)

۱۸۹۱ (۴) عن أبي حفص قال قال محمد بن الحسن بن الفضل بن زياد بن عيسى بن خازم قال لئن شهدتم حقيقاً ونا بكم عيش حقيقاً إلا يارب حتى يعلم أن ما أصابكم لم يكن ليخطئاً وما أخطأنا لم يكن ليصيبنا. (۴)

۱۸۹۲ (۵) عن أبي حفص قال قال محمد بن الحسن بن الفضل بن زياد بن عيسى بن خازم قال لئن شهدتم حقيقاً ونا بكم عيش حقيقاً إلا يارب حتى يعلم أن ما أصابكم لم يكن ليخطئاً وما أخطأنا لم يكن ليصيبنا. (۵)

ویشیق۔ انور ترمذی و احکم من علی و اخرجہ عنہ المطرفی فی کتابہ وسط قال یسخری رہا رکعات و قد صححہ ابن حبان۔ و
ادری من و اکثر و عاشر الی سنیہ صفیان من ذہابہ و تھذیب لکھا صفحہ ۱۰۰۔

کتاب الفکر

۸۹۹ عن عمارۃ بن عبد اللہ صحت قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اَوَّلَ مَا خُلِقَ
لِاللہ فَاخْلُکَ مَا خَلَقَ کَانَ مَا اَخْلَبَ قَالَ اَخْلَبَ الْعَدُوَّ وَ لَقِيبَ مَا كَانَ وَ مَا اَخْلَصَ عَیْنُکَ
کَیْوَیْنِ مَا لَکَ (۵) صریح اولاد کا احکام نہ رکھنے والا (۶) میرا طریقہ چھوڑ دیجئے وہ۔

قضا و قدر لکھی جا چکی ہے

۸۹۹ عبادہ بن صامت روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس چیز کو اللہ
تعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا کیا وہ ظلم ہے۔ پھر اس کو حکم دیا کہ لکھو۔ اس نے عرض کیا کیا لکھوں۔ حکم ہوا
پیدا ہوا ہے تو اس کی نظیر دیکھنا ہی بہت دشوار سمجھا جاتا اور اسی مقام پر اس کی قیامت لکھی جی سکون
دے دیتی۔ ان میں سے ان سب کی سی لکھی ہوئی ہے۔

۸۹۹ (۱) پہلی اس بحث میں پڑا کہ سب سے اول ظلم کیا کو پیدا کیا گیا ہے یا اس سے پہلے کچھ اور ہی۔ اسی طرح اس ظلم
کی تصویر کمال کے لیے بنایا یہ سب احمدیہ بحث آئے تھے کہ ایک جس غیر منہدی مفسر۔ ان اگر کسی کو ظلم کا
عجز الی لکھا ہو تو اس کے لیے جنگ ضروری ہے۔ یہی تریاں صرف اتنی بات بتاتی ہے کہ حق تعالیٰ نے جب ظلم
کو ہندو مت بنایا تھا وہ اس میں اسباب و سمیات کا سلسلہ جو قائم لایا تھا اس کی بنیاد سے لے کر تک جو اس کی
اسی مناسبت سے پیدا کرنا ہے۔ یہاں ظلم اور اس کی کائنات و غیرہ کو بھی یہی کی مناسبت سے سمجھنا چاہیے۔ وہ
جس کی شان کنز دیکھو ہوا کسی شے کا ممکن نہیں ہے۔ علامہ انیس کتابت تفسیر میں کہ گفت خدایا ہی
و اللہ تعالیٰ اس بات کی دلیل ہے کہ حق تعالیٰ کو ترجیح غلطات کا ظلم پہلے سے حاصل تھا۔ یہ کہ جی ہے کہ یہ تک
کسی کو پہلے سے ظلم حاصل نہ ہو۔ وہ کسی مخلوق کو کسی حکیمانہ نظام کے ساتھ پیدا نہیں کر سکتا۔ غصہ ہے کہ جس نے
خداوند کے فضل و رحمت تعالیٰ کے ظلم بدل کا بھی نہ کیا وہ کلام کر رہا ہے۔

۸۹۹ تقدیر میں جو ظلم ہو گا یہ راجع برائے خداوند اور اس کی غرض مفاد و فلاح ہی لکھی ہوئی ہے اس لیے اس
کے ظلم کی اور راجع و دلیل ہے کہ ظلم اور پیدا کرنے کے لیے جہاں پہلے سے اس نے ظلم ضروری تھا یا جو اسی طرح
پیشی ضروری ہو تب اس کا صحیح حکم علامہ خداوند اس کی پہلی پوری عقل کا ہی ظلم ہو گا کہ اس کے سب اس کو پیدا کیا
جا سکے۔ (۱) علامہ ہے۔

قَدْ جَعَلَ اللہ لِقُلُوبِکُمْ فِکْرًا اذْهَقَ اللہ تعالیٰ نے ہر شے کا اپنے علم میں ایک انسان مقرر کر دیا
حُشْرَ کُلِّ شَیْءٍ فَکُلُّ شَیْءٍ نَّفْسٌ نَّیْرًا۔ (فرقان) میں ہر چیز کو اس نے پیدا کیا ہر شے کا ایک لکھا ہوا ہے۔
۸۹۹ تقدیر کی حالت جو کہ غلطات کے وجہ سے کسی چیز مفصلہ لکھ کر کہ دیکھ لے میں۔ میں کا ہندو ضرورت گفت لایا
حسبہ السلام کے مذہب ان کے تقریباً تین لکھی ہوئے رہا ہے تو یہ اس بات کا اور دوسری شے۔ ہر لکھ جب میں اس کو تسلیم

عَنْ شَدِّ عَلَى الْمَاءِ ثُمَّ خَلَعَ الشَّوَابَ وَالْأَرْضَ وَكُنْتُ فِي الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ ثُمَّ أَنَا فِي وَجْهِهِ
فَقَالَ يَا بَرَّاءُ أَدْرِيكَ أَفَأَنْتَ فَقَدْ دَخَلْتَ فَأَخْلَقْتَ أَهْلَكُهَا فَإِنَّ الشَّوَابَ يَنْقُطُ وَهُوَ خَلَاو
يَا بَرَّاءُ لَوْ دُرْتُ أَمَّا فَتَدَّ وَهَبْتَ وَلَمْ أَفْعَرْ. (رواه ابن ماجه)

متنی کتب القدر

(۸۹۹) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُتِبَ اللَّهُ مَقَادِيرُ

پچھلے کچھ مقرر اور اس کا عرش پائی پر تھا اس کے بعد اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا جو اب صبح محفوظ
میں ہر چیز کے کوئٹ فرمادی ہے اسے نہیں میرے یہ ایک آدمی آیا اور اس نے کہا اعلان اپنی ناک کو بکھڑو
تو جھانک گئی میں اس کو تلاش کرنے کے لیے نکلا تو وہ تنی دور جا چکی تھی کہ رویت کی جھانک بھی نظر نہ آسکے۔
اور مقرر وہ بہت دور سے چمکتا رہتا ہے یعنی بہت دور جا چکی تھی اور خدا کا قسم مجھے یہ یقین تھا کہ وہ چلے جاتی اور میں اپنے چہرے
سے نہ فضا نہ شفق ملے گا۔

قصہ القدر کی کتابت و الم کی بیدارش سے کتنی قبل ہوئی

(۸۹۹) عبد اللہ بن عمرو روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں

میک لے گئے اور ان کے سال کے جو احباب یہ بات بھی ذکر میں آگئی کہ عالم کی تقدیر بھی جا چکی ہے۔ یہاں یہ قصہ یاد رکھنا
چاہیے کہ عالم قیام جو کہ ہم سے قاضی ہی پاس ہے اگر وہ چاہے سارے جہان میں آتا بھی ہو اس وقت بھی یہاں وقت
اس کے تو شہر میں اب ہمیں رہتا ہے کہ باہر کو ہم جاتے کے بعد بھی وہ مسطور کے مدد سے ہمیں بتائے گا اس کے علاوہ
بعض حالتوں میں ہم ان کی فتنہ پسندیدہ سمجھا جاتا ہے۔ انعام و اکرام کے مواقع پر دیکھا بھی نہیں دیکھ سکتے ہیں اور یہاں بھی ہمارا
مشغول رہتی تھی اگر وہ کسی کے نصیب میں ہو یہ اگر وہ ہم سے دور رہا ہے تو اس کی حاجت بھی تو یہ بات واضح
ہو گئی کہ ان کے نصیب کی حاجت ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی ثابت کی ایک جماعت کو عالم خواب میں ایک
خاص حالت کی غیبت میں دیکھا جب آپ نے اس خواب کا ذکر فرمایا تو ایک شخص کا شبہ کہ میں نے اس کی مجلس مبارک میں حاضر
تھے جیسا کہ بولے تھے یا رسول اللہ! فرما دیجئے گا اللہ تعالیٰ مجھے اس جماعت میں بتا دے کہ آپ نے فرمایا ماؤنتم
جس سے ہوئے اس پر پھر دوسرے صاحب کلمے اور انہوں نے بھی یہی درخواست پیش کی آپ نے فرمایا اس مسئلہ کا
مکاشفہ تو وہ خدا کے آگے ہے یعنی اس وقت کسی سے ہم کے حق میں اس جماعت میں جو کلمے یا آقا و خدا کے نصیب
سنان کر دی گئے اب یہ میرے اور چہرے کی تمہلک نہیں ہو جہاں ایک طرف تقدیر بھی جا چکی تھی وہیں اس میں
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کی قبولیت بھی پہلی نبیوں کے قصص میں بھی دیکھ سکتے ہیں۔

(۸۹۹) حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے ہاں شرب کفر فرماتے ہیں سب سے پہلا مرتبہ ملاقات آدمی کو جو وہاں تھیں
اس میں پیدا و متولدہ اس کے بعد دوسرا غیر کتابت ہو جس کا بیان اگر کسی جیسے فرمادہ ہو چکا اس سے حضرت آدم علیہ السلام
کو پیدا فرمایا اور آدمی کو فریق انسانی کی ان سے زیادہ خوب تر انسان کی تمام مملکتوں سے نکال دیا وہاں میں شیخ عالمی
اور مقررین کا فریقہ بنی جو تھا نہ ہو کہ بہت بہتر و رحیم اور میں تھی کہ اس کا ذکر آئندہ حدیثوں میں آئے گا یا نہیں

وَبِأَنَّهُ كَرِهَ اللَّهُ الْمُشْرِكِينَ أَشَقُّ مِنْ سَعِيدٍ هَذَا الزُّنُفُ قَسَا الْأَجَلَ فَيَكْتَلِبُ كَذَلِكَ فِي تَطْلِينِ بَقِيَّةِ
رواه البخاري -

التَّحذِيرُ مِنَ التَّنَازُعِ فِي الْقَدَرِ

۹۰۰۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَتَنَازَعُ فِي الْقَدَرِ
فَقَعِصَتْ حَتَّى إِحْمَرَتْ وَنَجَّحَتْ حَتَّى كَانَتْ أَفْخَى فِي وَجْهِهِ الرَّمْدَانُ فَقَالَ أَيْهَا الْمُرُوءَةُ أَمْرٌ
يَحْدُثُ أَرَسِلْتُ إِلَيْكُمْ لَمَّا هَلَكْتَ مِنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حِينَ تَنَازَعُوا فِي هَذَا الْأَمْرِ عَنِ سَعِيدٍ عَلَيْهِ
الْكَوْمُ تَنَازَعُوا فِيهِ - رواه الترمذي وقال هذا حديث غريب، ورواه ابن ماجه بإسناد محرو عن شبيب عن جده ومحمد بن
إبراهيم قال اسندى ووجهه على عدم الاعتداد بالحكم في رواية عمرو بن شبيب -

ترجمہ: حضرت ابن ہریرہ سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اس وقت ہم
تقدیر کے مسئلہ میں بحث کر رہے تھے اس پر آپ کا تانا فٹنا آیا کہ آپ کا چہرہ مبارک مائے فسر کے شرف چرچا
ہوئی معلوم ہوتا تھا کہ آپ کے رخساروں میں انار کا عرق چھڑو یا لیا کہ فرمایا کیا تم کو اسی بات کا حکم دیا گیا؟
یا میں اسی بات کے لیے تمہارے پاس رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں خوب یاد رکھو تم سے پہلی باتوں نے خوب اس
بات میں جھگڑت نکالے تو وہ برادر کہی گئیں اس لیے میں تم کو تاکید کرتا ہوں کہ تم ہرگز اس بات میں بحث نہ کرو
یا نہ کرنا۔ (ترمذی شریف)

تَضَاهُ وَقَدَرِیں بحث و مباہلہ کرنے سے گیز کرنا چاہیے

۹۰۱۔ اس میں کیا کیا اعتراضات ہوئے ہیں پھر چون اسلام آباد کی مخالفت کے لحاظ سے کہاں کہاں دوست جمع ہو رہے ہیں اور کہاں کہاں
پیدا ہوا کسی طریقہ پر وہ سختے ہوئے اور ہر طرف سے مغربی میں شمالی کی جانب سے اس کا حال کیا ہے یہ نہیں ہے۔
۹۰۲۔ فی الوقت حالہ سچی کہی انتہا پر کہ میں مسئلہ میں گفتگو کرنے کی حاجت معلوم ہر پہلی کہ اس میں بھی مخالفت کے
باوجود وہ ٹھنڈے سے باز نہیں آتا۔ جہاں مخالفت اس لیے نہیں کہ در حقیقت یہاں کہی جاتی مزا ہے بلکہ یہاں میں جہاں پہلی
دیا کہ مگر وہ خطرہ کہتا کہ وہاں چھوٹے نا اگروں کو تیر کی سے دلائی کرتا ہے۔

مذہب جانتے ہوئے توں باتیں کرنا سہرا چاہئے نہ متن

مذاہبی تفصیل کی اس طبعی حوصلہ کو ہم کرنے کے لیے اس کے سوا اور کوئی صورت ہی نہیں کہ آپ کے چہرہ مبارک پر خوبصورتی کا پس ہوا
کا دوسرے یہ دیکھتے ہی مخالفین کے شوب اس بحث سے ایسے متفرق ہائیں کہ وہ اس میں بھی اس کا خطرہ بھی نہ لگاتے۔ جہاں خطبہ
خدا کی بھی شایہ دوست لیے برتنے تھا۔

التکلیفی القدر

۹۰۔ عن عائشة قالت سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من تكلف في شئ عسير القدر مسيق عنه يوم البعث ومن لم يتكلف حذر نفسه فليس عنه . رواه ابن ماجه قال الحسين بن اسحاق
 لا تقم على ضعف يعني بن عثمان قال يراين عيسى والخدي وامين جان مكره يفتن قلوبهم لانهم لا يجازوا الا حلال . و
 يعني بن عباس بن ابي جندب قال يراين جان في الشقايت يستر يستر الزور و قد ينجين من شقان .

۹۱۔ عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اخير الكلام في العقد واليزار
 العتيق في اخير الزمان . رواه الطبراني .

۹۲۔ عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يؤمن امرؤ الا بالحق والامانة

قضا و قدر میں گفتگو کرنا بھی خطرو سے خالی نہیں ہے

۹۰۔ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ میرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے خود منہ پر کہ میں
 شخص نے تقدیر کے مسئلہ میں لدا بھی زبان ہلائی یہ سنا میں اس کی اس سے باز پرس کی جائیگی اور جس نے
 کوئی گفتگو نہیں کی اس سے کوئی باز پرس بھی نہ ہوگی۔ ابن ماجہ

۹۱۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ تقدیر کے بارے میں مجھ تکے کرنا میری امت
 کے بدترین افراد کی قسمت میں لکھا جا چکا ہے۔ یہ قیامت کے قریب ہی ہوگئے۔ طبرانی .

۹۲۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے معاملات

۹۳۔ قضا و قدر کا مسئلہ ایسا ضمن مسئلہ ہے کہ اس میں جھگڑا نہ کرنا چاہئے۔ ابھی خطبہ سے خالی نہیں ہوا۔ میرے ہر ایک
 ایک سوال میں چاہا گفتگو کی وجہ کوئی نہ کوئی پہلو بحث و جدل کا تھا اور جہاں بحث و جدل کا پہلو نکلا اس کا کار
 نہ ہوگا . یہاں ہم نے گفتگو کی ابتدا یہ ہم شریعت اس کی جدا سے بھی نہ کرتے . لیکن اگر یہ امانت کے احقر
 گفتگو شروع ہو چکی چاہے اور اندر اوی انکار سے علی کریم طرک نوعیت کا جنم لیتی ہے تو سب شایہ کہ یہ گفتگو کرنا
 شایہ عدم گفتگو نہ ہوگی . لیکن یہ وجہ زنت یکہ . دوسرے پہلو سے یہاں ہوگی . خطبہ کی بات یہ حال خطبہ کی کہ اگر اس سے ہم
 قضا کے بارے میں کہیں گے ان کے حقوق کی اور ان کی کہ نہ ہے ہمیں یہاں ہر دو طرف سب غلطی کے . اس لیے سخت
 مکان ان سے بچنا ہی کہتے تھے . حدیث کا مطلب یہ کہ خطبہ کی بات کہتے ہی کیوں ہو کہ جو حدیث کی کویت کہتے .

۹۴۔ صاحب شریعت یہ چاہتے ہیں کہ امت کو امتیاتی یہ امتیاتی امت تک صورت عمل کرے کی اس میں کسی ہے . و شیخ
 میں کہتے کہ سب سے بہت وہ بھی گفتگو . یہاں تا کہ وہ اس دعا کی اللہ سے مذہب کا شیر نہ بھی منتشر ہونے گناہ کوئی
 نے ہر دو اعلیٰ مثالی سے سننے کی ہے . اس لیے ان کو قضا بتا دینا صحت میں اس کے بیان کے آنا ہے اور کہتے
 عمل قدم خدا کے چلنا چاہیے . راوی ملاحظہ فرمائیے . اس کے سرا جاکت کی ہلاکت کی ہرچیز میں مسائل سے جانشین کا

قُلْ إِنَّهُ إِذَا أَحْبَبَ قَوْمًا ابْتَلاَهُمْ مِمَّنْ رِجِي قُدْرَ الرِّقْدَاءِ وَتَمَّتْ مَخَاطِبُهُمُ الشَّعْطُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

۷۔ ۹۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ الطَّاعُونَ قَالَا خَيْرٌ مِنْ
أَعْدَاءِ اللَّهِ يَتَّبِعُهُ اللَّهُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ وَأَنَّ اللَّهَ جَعَلَ لَهُمْ رُحْمَةً يُؤْمِنُونَ أَيْنَ مِنْهُمْ لِيُقِيمَنَ
الْأَلْحُونَ قِيمَتُهُمْ فِي بَيْتِهِ وَصَائِرِ مَنَاطِقِهِمْ يَعْلَمُونَ أَنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَهُ الْأَكْثَانُ
ہر مہی انسان بڑا ملکہ ہے اور اللہ تعالیٰ کو شہادت یہ کہ جب وہ کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو اس کو ضرور تان لیتا
ہے اور اسے اپنا بھی بنا لیتا ہے۔ (بخاری، ابن ماجہ)

۹۰۰۔ ایتنا پہ پہاڑاٹھن کے پیر کا سہالی دونا کا مال کا قہیلا گس بھی نہیں چتا۔ قدرت چاہتی ہے کہ روز عشر میں اپنی مخلوق کو احکام تقسیم فرماتے تو اس کا سببا صرف اپنے طرفدار بن نہ رکھے بلکہ انصاف و عدالت کے دن میرا صبار حق و حشرے جس کا مشاہدہ ہوا کہیں بھی کر سکیں وہ جی کر کہ میں شرع و راہ کو اندم شہادت دے تو اس طرح دے کہ ان کے جہم زلفوں سے چہرہ بیکر اس شکل میں بھی ہوں پر صورت کی ستر و پٹ نعرہ دے دو جن خاصہ میں کو چشم میں داخل فرماتے تو اس طرح کر قدرت رسول سے دعا اے کہ شکر ان کی پیشانی پر لگا ہو۔

۹۔ ۱۰۔ ظاہر میں یہاں تکلیف دہ مرض دنیا میں اپنے اسباب سے ہی آتا ہے، مگر دین قریب تک اس نکتہ سے نہ غور فرمائی جائے گی کہ آئے کا مقصد کیا ہے؟ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نکشائے قریب کیا کہ یہ روایتی ظاہر تو بڑی ہی احمقانہ فہم کے خلاف ہے کہ یہ لکھن سیری اُمت کے حق میں رحمت بنا دی گئی ہے لیکن اس کی چند شرائط بھی لکھی گئی ہیں۔ یہ تو جب اس کے شر میں داخل ہوں آتے تو ذکر وہاں سے عبادت نہ جائے یہ سخنان کی بے عقلی اور تعجب پر براعتا کے خلاف ہے کہ کہ شر میں رہنا بھی بد تو خدا پرین کو کچھ کمی جبرزی سے نہ ہو۔ یہ کہ اس میں قراب کی نسبت اور رش حق کرے اور یہ کہ اس کے اس عقیدہ میں کوئی تزلزل بھی نہ آئے نہ پائے۔ میں یقین رکھتا کہ جو حالت عانی صوبے سعد میں کچھ چکے ہے اس کے خلاف وقوع پذیر ہو سکتا ہے۔ اس سے دست بردار رہیں۔ مگر شرائط کی لا ایشی کے بعد تقدیر ہی ہر دور میں کی موت آگئی تو اس کو کچھ شبہ کو ثوب لہذا کی اصل کی روایت سے اس کی حریفہ فیصلہ سلوم ہوئی ہے۔

حضرت عروا بن زرارہ رضی اللہ عنہ اپنے والد کے ساتھ تھے کہ ان کے پاس ایک عورت تھی جس کا نام عروہ بنت زرارہ تھا۔ اس عورت نے اپنے والد کے ساتھ ایک گھر میں رہنے لگی۔ اس عورت نے اپنے والد کے ساتھ ایک گھر میں رہنے لگی۔ اس عورت نے اپنے والد کے ساتھ ایک گھر میں رہنے لگی۔

4

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ سُلُوْبِيْ . رواہ البخاری

۹۰۸۔ یقیناً اُنہی حالت میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وَاَنَا اِمِنْ لِّمَنْ مِیْنِیْنَ سَلَوْتُ
عَنْ سِرِّیْنَ قَالَتْ مِیْنٌ عَلٰی شَیْءٍ لَّحَقَّ اَرَفَیْ فِیْهِ عَلٰی یَدِیْ عَنِ ذٰلِكَ لَا یَخْفٰی لَا یُخْفٰی عَنْ اَهْلِ بَیْتِیْ قَالَتْ وَهَلْ
قَالَتْ لَا تَخْفٰی شَیْءٌ عَنِیْ مَا كَانَ شَیْءٌ لَّا یُخْفٰی عَنِیْ مَا كَانَ شَیْءٌ لَّا یُخْفٰی عَنِیْ مَا كَانَ شَیْءٌ لَّا یُخْفٰی عَنِیْ

اس کو موت آہل بیت کو اس کو غیب کے برابر ثواب ملتا ہے۔

۹۰۸۔ اُنہی روایت کرتے ہیں کہ سوچ اُنہی سال کی عمر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت شریف کی اور
دس سال تک خدمت کی ہے اس غرض میں جب کبھی میرے ہاتھ سے کوئی نقصان ہو گیا تو مجھے آپ نے صبح
کبھی علامت نہیں فرمائی، اگر گھر والوں میں سے کبھی کسی نے کچھ کہا بھی تو آپ نے فرمایا ہے وہ کچھ نہ کہو
اگر خدا پر یوں ہوتا (یعنی نقصان نہ ہوتا) تو یوں ہی ہو جاتا۔ مصالح - سبیل۔

جب اس کی قین کی حالتی تھی کہ رقم شیدہ دو کے متاثر ہوئے اس کے فیصلہ شدہ اس کے حق میں ہوا تھا اور نہ اس کی
اس روایت سے اور یہ کہ حدیث کی جودی وضاحت ہوئی اور شیدہ کے ابو نے کی تعمیل میں معلوم ہوئی اور یہ کہ اسباب
و سبب کے اثرات اس عالم سے گزر کر بھی شاید دوسرے عالم میں بھی ظاہر ہوتے پتے چلتے ہیں وہاں بھی حوادث گوار
ہو چکے ہیں اسباب و علل کا ایک لفظ نہ آیا اس میں بحث و تحقیق ہوئی پھر جس ماسب مذہبی کی باری کی کیا اس میں کیا فیصلہ
صادر کرے یا نہ، علامہ میرزا کا شیدہ کا جو کچھ لکھا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ اس میں اس کا کوئی اثر نہ تھا اس لیے شیدہ
بھی نہیں دیکھا گوار نہ کر سکتا کہ جس کا جس کی خاطر جان قربان کرے، و طاعت کا میں بھی جگہ پہنچی جان کو مومن
ظہر میں ڈال کر صورت و رضا لینی کے لیے دیں جان دینا ہے۔ جگہ میں میدان مثال اور طاعت میں دباؤ زدہ طاعت صورت
کی گری کے کیا اس سے آزاد نظر آتے ہیں بہت بھی اس مشابہت کی رعایت کر لیتی ہے جب ایک ہی جادوی قوس کے
افکون سے ثواب و عذاب کی دو متضاد شعلیں اختیار کر سکتی ہیں ایک ہی حالت و مخلوق کے فرق سے جس قدر کچھ کہی ہے
ہو سکتا ہے ان فرق میں واضح ہو کر خدا کا فضل و کرم اور شہد کی صفت پروردگاری پر ہے جس پر قیامت کے حکم
ملکا جائے وہ ان کی صفت ہی نہیں ہے اور جس کو جس کا جانا پروردگار کی صفت نہیں بلکہ ایک ہی چیز کا وہاں جہاں
تعالیٰ کے ساتھ قائم ہوتا ہے میں اس کا پیدا کرنا جس پروردگار و خلق میں ہند کے ساتھ جہاں پر خلق اس کے ساتھ قائم ہو جاتا ہے جس جگہ
شیخ کا حکم اختیار کر لیتے ہیں

۹۰۸۔ کچھ میں تو یہ ایک سولی سی بات ہی معلوم ہوتی ہے لیکن غور کیجئے گا تو آپ کو رضاء و عطا کا ایک کرشمہ معلوم
ہو گا کہ اول تو دس سال کی عمر میں لنگر کی پھر معلوم اس میں گنتی اور اس میں گنتی و احسان پہنچی آئے ہیں گنتی میں تمام واقعات
میں یہ استثنا اس طرح دینی عطا پہنچا کر سولی انسان کی استقامت پر مبنی ہو، و باوجودیکہ اس صفت میں ہی کا
پرستگار تھا کی فکر و کے مدد سے عالم غیب عالم شہادت سے پہلے مستحضر ہوتا ہو اور وہ تو کیا جو خلق میں ایمان کے ساتھ اس
کی صف میں بیٹھا گیا اس کا سبب بھی اس صفت سے نہیں ہو گیا۔ یہاں سولی و عطا کے ساتھ تو گری کیا ہے آپ کے تحت جگہ کھلی
ہوئی اور میں میں حالت و نظر میں ان سے ایسے ہی کھاتے تھے جس جگہ ایک طرف ضعیف امت کے لیے اسود
ہیں سبکیں اور دوسری طرف رضاء و عطا کا رقعہ ہو۔ انھیں شکلا دیں قرآن پروردگاری اور اس سے جو فقرہ فرمایا ہے
میں یہ ہے، و خلق ان کا مایوسی ہو رہا، یعنی ان ممبران و املاات میں بھی ایمان سے بڑھ کر کھاتے کے جو رضاء و عطا کا
موجب ہوئی ایک کو تین نکل سکتا۔

۹۰۔ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كُنْتُ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاقِيًا، فَرُمْتُ لِي بِأَجَلٍ مِائَتَةٍ
سَعْدًا وَأَيُّ مِائَةٍ كُتِبَ فَمَعَادُ أَقْرِ رِبِّي فَأَقْبِرْ وَيُسَلِّمُ عَلَيْكَ إِنَّهَا لَبِئْسَ مَا أَخَذَ وَلَكِنْ مَا أَغْلَى حَقْلُ
بِأَجَلٍ فَلْيَصْبِرْ أَفَلَيْتَ . رواه ابن أبي

الْإِسْمَاعِيلِيُّ بْنُ أَبِي طَعْنٍ وَكَانَ يَكُونُ فِي بَيْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۹۱۔ عَنْ زَيْنِ بْنِ أَبِي نَجِيٍّ قَالَ أَتَيْتُ أَبَا بَكْرٍ كُتِبَ لَكَ قَدْ وَقَعَ فِي هَذِهِ خِيَارٌ مِنَ النَّاسِ

۹۰۔ اس میں بیان کرتے ہیں میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا کہ وہ آپ کی کسی صاحبزادی کی طرف سے
تین صدیاں اس وقت حضرت سعدؓ اور ابی ایمنؓ کے پاس تھے اور سعدؓ بھی آپ کی مجلس میں حاضر تھے یہاں پر تھا کہ ان کا
محنت و کوشش آخرت کے لیے تیار ہے۔ آپ نے کہا اے صاحبزادی اگرچہ دیا تھا وہ بھی اسی کا تھا اور جو لیا ہے وہ اسی کی
دکھ ہے اور ہر چیز کی ایک مدت مقرر ہو چکی ہے۔ لہذا صبر کرنا چاہیے اور اس میں ثواب کی نیت کرنی چاہیے۔

یہ اعتقاد رکھنا کہ فراموشی واروں کو دوزخ میں نال یا یا مافراؤں کو جہنم میں نال یا یا مافراؤں کی ہانگہ
سیر و نولوں باتیں انصاف میں مسئلہ قدر کی تباہی ہیں

۹۱۔ ابن ابی بکرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں ابی ایمنؓ کے پاس آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کی تقدیر کے

۹۰۔ اثنی عشر اور صیر میں مقام میں طیلات و سکون پیدا کرنے کے لیے ان صاحب اور بخت کلمات سے زیادہ
مرد و رات میں نہ تھکتے تھے جہاں سب سے اہم اور سب سے پہلا جو قصود میں نہیں کیا گیا وہ یہ کہ جہاں میں ہرگز نہ
وہ سب اللہ تعالیٰ کی ملک پر اور مالک کے کسی نہیں پرنا۔ حوالی کا کسی کو حق بھی نہیں پس اگر کسی کی یاد اور اس نے کسی
کو تو یہ دس سے تھی۔ دوم یہاں اس کی بھی یاد دہانی کی گئی کہ تقدیر میں ہر چیز کی ایک مدت سمجھنے کی جا چکی ہے
لہذا جو چیز دی جاتی ہے اتنی ہی چیزیں مدت کے لیے دی جاتی ہیں۔ اگر ایک مقرر وقت کے لیے دی ہوئی چیز اپنے وقت
مقرر پر نہ لے جائے تو اس میں بے صبری کی وجہ کیا ہے تو ایک لمحہ میں ہوا اس وقت یہ ضروری ہے کہ صبر کرنا چاہئے اور
اس صبر میں غلبہ کی نیت بھی کی جائے تاکہ ثواب اور زیادہ حاصل ہو۔ یہ نکتہ یاد رکھنے کہ عصبیت میں صبر کا جو نقصان
ہو گیا تو اس میں غلبہ کی نیت سمجھیں اور بھی ہو تو اس کا ثواب اور زیادہ جاتا ہے۔ اگر صاحب کا تقدیر کسی نکتہ پر نہیں ہے
تو یہ نکتہ ہے کہ اپنے دل میں انصاف و انسان کے لیے کتنی قوت کا باعث ہے۔ اگر تقدیر کے ہرگز کوئی شخص اس طرح کا نہ کرے۔

۹۱۔ مسئلہ تقدیر میں مشکوک تباہی میں جبر کو کوئی ہے۔ وہ بھی باب مجازات ہے۔ تقدیر نال یا یا مافراؤں کو دوزخ کا مسئلہ۔ اس لیے
صوابی سے جان دینی دشمنی رکھ کر کہہ کرنا یہاں ادا ہے۔ کلام کا آغاز یہی ہے فرمائیے۔

طیبات میں تحریر فرماتے ہیں کہ دینی حوادث میں تقدیر کے خلاف حالت ہوتے ہیں۔ ایک فقہ قویہ ہے کہ اللہ
تعالیٰ سب کا مالک ہے۔ اس کو ہر چیز پر ہی پوری قدرت حاصل ہے اور وہ جو ارادہ فرماتا ہے کر لیتا ہے لہذا جو کسی کی شین
ہوئی اسے سون کرنا سون ہو جائے۔ دوسرا وہ کہ اس کو تار اور مالک ہے جس کے ساتھ کلمہ صبر و صبران بھی سمجھا ہو کر جائی
ہے اس صاحب میں اس کی کسی نعمت کا انداز نہیں کرتا۔ جیسے اللہ تعالیٰ کہ جس کا اعتقاد یہ کہ لکھ ہے کہ وہ ایسا صبر و صبران ہے

خَدِيقَتِیْنِ لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ یُّدْهِیْهُمِنْ قُلُوبِیْ فَقَالَ تَوَارَتْ اِلَیْهِ عَذَابُ اَهْلِ سَمَوَاتِیْهِ وَ اَحْسَنَ
اَوْجُوهَ عَمَّا یَهْمُوْنَ وَ هَرَّ عَیْنُ ظَالِمٍ لِّیْهِ لَوْ کَانَ حَاضِرًا فَجَبَّحْتُ اَخْبَارَ الْاَلْهَمِ مِنْ اَعْمَالِیْهِ وَ اَوَّلَ اَنْفُسِیْ
مِثْلَ اُخْبَرِیْ ذَهَبًا فِی سَبِیْلِ اللّٰهِ مَا تَبَدَّلَ اللهُ مِنْکَ حَقِّیْ تَوْفِیْقِیْنَ بِالْقَدْرِ وَ هَمَّ اَنْ اَنْ مَنَّا
اَصَابَتِکَ لَقَدْ کُنْ یُضِیْطُّ اَنْکَ وَ اَنْ مَا اَخْطَا اَنْکَ لَوْ یُکْرَمُ لِیُصِیْبَکَ وَ کَوْنَتْ عَلٰی غَیْرِ هَذَا

مستحق میرے دل میں کچھ شبہات پڑ گئے ہیں لہذا آپ کچھ فرمائیے شاید اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ میرے قلب
سے ان کا دل فرمائیے۔ انہوں نے فرمایا و سواہ اگر اللہ تعالیٰ آسمان اور زمین کی تمام مخلوق کو عذاب میں لال
دست تو بھی اس کو ظالم نہیں کہا جاسکتا اور اگر سب پر رحم فرمادے تو اس میں کسی کا استغناء نہیں۔ اس کی حرکت
ان کے اعمال سے کہیں بڑھ کر ہوگی (مستحق جب تک تم تقدیر پر یقین نہ کرو اور اس کا یقین نہ رکھو کہ جو کچھ تم کو
پیش کیا تاکہ تم کو شک نہ پہنچا اور جو نہیں پہنچا یہ بھی غیر ممکن تھا کہ تم کی تسبیح جو ۱۰۰ اس وقت تک اگر تم اللہ تعالیٰ کے ارشاد
میں اُٹھ پڑاؤ گے برابر سون بھی خیرات کر ڈالو جب بھی وہ تم سے قبول نہ فرمائے گا اور اگر اس وقت تک تم کو کسی اور شے

جو تم کی تپا ہے وہ سون کے حق میں خیر ہی غیر ممکن ہے اس لیے اس کو شک سے رخ حرا دے میں بھی غمت ہی غمت کا کیف حاصل
ہونا چاہیے۔ تو تم کو جو جس کی نظر قریب صفات سے تم کی کرنا ہے قدسی صفات پر چاہیے جس سے وہ مجتہد کی کلمات ہدیٰ مستحق
عبادت پر خدا اس کے احسان و انعام سے قطع نظر وہ بھی کہے اس کو برکت اس کا حق حاصل ہو و ہر حالت میں اس کی
استغناء ہی ہے جو کچھ وہ مجتہد پر رحم ہے اور کچھ کہے اس میں ضرورت کی زندگی محنت پر مشورہ ہوتی ہے یہی ہے
اس کا مستحق ہے کہ اس سے محبت کی جائے جس کی عبادت کی جائے اور اس کی حمد و ثناء کی جائے اس شخص کی حمد و ثناء پر خدا
ارحمت کلمات باری تعالیٰ کی ہوتی ہے گو اس کو صفات کا علم ہو یا نہ ہو کہ وہ ان صفات کو بھی ذات باری تعالیٰ کا ایک
کمال ہی سمجھتا ہو اور اس کی حمد و ثناء ان صفات کے مستفاد کے ساتھ نہیں بلکہ بڑا راستہ ذات بیخ صفات کی کرنا ہے۔

پہلا طبقہ صاحبین کا ہے۔ دوسرا طبقہ صفات کا جو فرشتہ کا کہ جس پر اس کی صفات کا شکر ادا ہے اور جو صفات بندگان کو دیکھ کر
ان کو دعا و برکت میں مستحق کا لقب دیتے ہیں اور جن کے حق میں یہ ہمارے ہے کہ جن کی طرف سب سے سلی اللہ تعالیٰ ہی کو
ہی پہنچتی ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کے معرفت میں نے صرف خدا تعالیٰ کی رحمت و شفقت اور قدرت کو پہنچا ہے یا زیادہ
سے زیادہ اس شخص کے اندر و احسان کو بھی پہچان لیا جو خاص معرفت ہے۔ جب یہ اور جبر یہ تو صرف پہلی قسم کی معرفت دیکھتی ہے
قدر پر مستحق و سب سے قسم کی اہمیت اور معرفت و اولیٰ علم میں جو ذات باری کو صفات سے قطع نظر بھی ہر حالت میں واجب حمد و ثناء
کے ہیں ان کی نظر صرف حکم کا کر کے طرف دیتی ہے نہ کسی خلق کو۔ اعلاعت اور نہ کسی عاصی کی مصیبت کی طرف خدا اگر
وہ خلق کو درنا میں داخل فرمادے یا عاصی کو جنت میں۔ دونوں حالتوں میں وہ عادل و منصف اور حکم بھی پہنچے۔ لا
یظلم احد و ہم یہ بلوں و تقیر سورہ طہ میں مشتمل ہے اللہ تعالیٰ و تعالیٰ

عالم غیبی پر تو یہاں سے حاصل کے جواب اس صحابی کے جواب کی بددی نیکیک ٹیکک سمجھ سکتے ہیں۔ ہر وقت کے مشاغل میں
شکوک ہے اور سب سے وہ درحقیقت اس معرفت سے غمزدی کا قریبوں اگر انسان کو ذات باری کے کمال کا اندازہ ہو جائے تو جتنا
کی ساری دنیا جو بجز نیست و نہاد ہو جائے۔ جب تک اس کیلئے خدا تعالیٰ کا مستفاد حاصل نہ ہو تو کہیں نہیں ہو سکتے۔ یہ
مستفاد ہر ایک کے لیے شغل مراد ہے۔ اس لیے صاحب شریعت نے جلتے جواب و سوال کر کے کہ اس مسئلے میں شک کی
حاصلت فرمادی ہے آپ اس سامنے ہر ایک کو ایک اور جبر دے جاتے جو اس موضوع کے متعلق پہلے ان حالتوں میں خلعت
خداوند سے پہنچا ہے۔ آپ کو دیکھ کر کہیں سے پراپا پڑ جائے جس کی اس صحابی نے پہلی فقرہ فرمایا

قَالَ سَمِعْتُ قَالَ أَفَتَلْمِزُونِي عَلَى أَنْ يَأْتِيَنَّكَ اللَّهُ عَلَى أَنْ أَتَىكَ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَنِي بِأَدْبَعِيَّةٍ
سَمِعْتُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقَعَّبَ أَذْهُمُ مُؤْمِنِي . وَفِي لَفْظٍ : أَخْرَجْنَا وَنَفْسَكَ مِنْ
الْجَنَّةِ وَفِي لَفْظٍ خَيْرٌ . رواه مسلم .

فرمایا کہ تم اگر اس میں یہ لکھو ہو بھی لاف تھا و بعضی اذہم و دہ مغوی . انہوں نے جو حرف کی ہی اس . آدم علیہ السلام نے
فرمایا پھر بھلا ایسی بات پر مجھے کیا عاصت کرتے ہو جس کا کرنا اللہ تعالیٰ میری قسمت میں میری پہچان سے
میں چالیس سال پہلے کچھ چکا تھا . رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس بات پر آدم علیہ السلام صلی
علیہ السلام پر غالب آگئے . (مسلم شریف)

دوسرے اس کے کہ میں نہ آتا . چرچم ان سب باتوں کو فراموش کر کے کہیں کہیں لکھا بیٹھ .
اب نسل و نسلی کو خوب سن لینا چاہیے کہ اس کے جواب میں حضرت آدم علیہ السلام نے جو جواب دیا وہ صرف گریہ و زاری
تھا اس کے سوا ایک حرف تک متذکر نہیں تھا لہذا لوگ ت متفقہ و موافق اس حدیث کے کہ کلمات کی بیکر رود کا یہی الی قول
سے ان کا تقاریر کیا اس واقعہ میں بھی چاہیے تھا کہ جو خالق اللہ ایک ہوا اس سے سوال کرنے کا بھی کسی کو نہیں چاہیے
یعنی صرف وہی کا ذکر وہی مخلوق سے یا نہیں کہتے . یہاں تک تھا کہ کسی کہہ لیں یہ دوسرے جہان کو شاید حضرت
آدم علیہ السلام کے دل میں اس وقت جواب نہ آ سکا ہو گا اس لیے عالم غیب میں اس عقود کے حل کے لیے بھی ایک معنی
کا کہ مرتب فرمائی گئی کہ عالم غیب میں کشف اسوہ کے لیے یہ بھی ایک طریقہ ہے و جنتہ آید و حدیثہ و عیال کی صورت
سے مسئلہ کی حقیقت واضح کر دی گئی یہاں ابو البشر سے مسئلہ کے لیے مشیت الہیہ نے ان کی عطا میں سے اس قدر
کو غیب فرمایا جو ظاہر میں نہ آتا تھا و درود . تھے تاکہ ان سے گفتگو کی ابتدا کر سکیں اور ان کے سامنے سوال جواب کے
سے بھی موضوع نہ رکھ دیا اور اس میں اس نے عاجز کر دیا ابو البشر کے پاس جواب تو تھا اور کیا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام
جس کا نام غزیرہ ہے اس کے جواب سے عاجز کر دیا اگر یہاں معارف مخلوق کا حقوق کے سامنے خالقین جب میں حاضر نہ تھا
کے سامنے پیش کیا تھا تو آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لاجواب تھے کہ گریہ و زاری کے سوا ان کے پاس کوئی اور جواب
ہی نہ تھا .

یہ واضح رہنا چاہیے کہ جو سوال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جانب سے یہاں حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے پیش
کیا گیا وہ یہ نہیں کہ آپ نے کہیں لکھا کہ میں . اب . یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس واقعہ میں رہنے کی مصیبت میں کوئی
ذاتی و یا دیگر چمک یہاں آتا کہ میں لکھا ہے کہ میں نہیں . تھا اس لیے اس کا کوئی قصداً لکھا گیا ہو لکھا ہے کہ میں
مصیبت کے لیے تقدیر کا خدا کو نہیں کہہ سکتے ہیں یا تو نہیں کہہ جائیگا کہ میں نے اپنے روز تو یہ تمام یہاں طریقت ہی اور یہی
برجم ہوئی جاتی کہ اور دینا ہے تم مجھ سے یہی تقدیر کا خدا کو نہیں کہہ سکتے ہیں یا تو نہیں کہہ جائیگا کہ میں نے اپنے
سے تقدیر کا خدا کو نہیں کہہ سکتے ہیں کہ میں کیا بلکہ دینا ہے کہ میں نے یہی مصیبت ان کی اولاد کو پہنچی آگئی ہے اس کی تسلی
کافی ہے کہ میں تھا . مطلب یہ تھا کہ یہ مصیبت تو اس سے پہلے ہی سے مقدور ہو چکی تھی پھر بات پہنچنے سے مقدور ہو چکی تھی
اس کے لیے باعث توفیق ہی ہوا اس میں اس پر مجھے علامت کی حالت نہیں وہ تو شرعی امر تھا کہ کہہ سکتے ہیں
تقدیر کا ذکر نہ تھا خدا کی علامت یہ تقدیر کی آدینا انتہائی عمارت ہے کہ میں دینا اس قسم کے مشیت میں
تقدیر کا ذکر نہ کر سکتے ہیں . کی تسلی کا سامان کیا کرتی ہے . خدا اگر کوئی خلق بجا دے کہ ایک شیعہ جو کہ روز فصیح
افتخار کرے اور اس میں اس کو کافی نقصان ہو جائے تو لوگ اس تبدیلی پر اس کو طاقت کریں تو ان کو کیا
جسٹا نے وہ نہ نفس کو تسلیم دیتے ہیں بلکہ وہ تقدیر ہی کا پہلو اختیار کر کے کہ آدم میں کتنا کہ میرے تقدیر کی بات

مِنْهَا أَقْطَعُ قَالَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ فَقَبِلَ أَوْرَاحُكُمْ جِئْتُمْ شَاءَ وَرَفَعَا عَلَى كُرْسِيِّ شَاءَ بِأَيْلَانٍ قَبْلَئِذٍ
بِالْأَنْبِيَاءِ بِالْعُلُوِّ قَوْمًا كَالْكَافِرَاتِ الْفُتُورِ النَّفْسُ وَابْنُهَا شَاءَ قَامَ قَسْلَى - رواه البخاری فی مواہب
امرواۃ المسلمۃ .

لَا غَيْبُ عَنْ أَحَاطَةِ الْقَدَرِ شَيْءٌ

۹۱۶۔ عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كل شيء عيقد يوحى العجز
والكسب - رواه مسلم في الموطأ .

۹۱۷۔ عن جندب بن جندب قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إن الله خالق كل صانع

وإنني كنت لنبذت لحيه كمن ينسب إلى اسعد ودهن معادن كعبه آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جب چاہا اسداری ہا نزل
کو اپنے قبضہ میں لے لیا اور تم سر مچے اور ہر وقت چاہا ان کو چھوڑ دیا اور تم پیار ہو گئے۔ بلال! کو کھڑے ہو اور
اے ان خدا کو تو کہوں کہ نماز کی اطلاع کہ وہ پھر حضور فرمایا جب آفتاب اوجھا ہو گیا اور طلوع کی زد کی گئی
سغیر روشن ہو گیا۔ آپ کھڑے ہوئے اور صبح کی نماز تصافا فرمائی۔ (بخاری شریف)

قضاء وقدر کے احاطہ سے کوئی شے باہر نہیں ہے

۹۱۶۔ ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب کچھ تقدیر میں لکھا ہوا ہے
یہاں تک کہ انسان کی دانائی اور ہوشیاری بھی۔ (مسلم موطأ)

۹۱۷۔ جندب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ

الزام یا قہر میں خلق کے لیے تقدیر کیا تھا۔ وہ ان میں جو کچھ ہوا اور نہ ہوا۔ اپنی ہی کو مشن غم کہنے کے
بعد ہوا اور یہاں بھی وہ کچھ تفسیر چھائی وہ پوری بعد جو غم کہنے کے بعد ہوئی کہ جس کے بعد رسول حضرت آدم علیہ السلام
سے بھی ہوا اور یہاں چلا آئے ہیں کہ اگرچہ تجھ کے لحاظ سے کچھ تو خداوند تعالیٰ کی نوعیت کے اختلاف سے مختلف ہیں۔

۹۱۶۔ پیشادی اور جزا ان کی وہ حالتیں ہیں۔ حدیث کہتی ہے کہ ان کا نفس بھی تقدیر کے ساتھ ہے کہ جس قدر کہ موت
جنت و عذاب تک خود درگاہ غلط کردہ انسانی حیات کے ہر شعبہ کو مادی و فاعل وہ اس کے فطری اور حالت میں یکساں
اجال بجز اس عالم کے گناہ و دوسرے عالم اس کے اصل کے جو ملک ہیں وہ بھی اس کے وسیع احاطہ میں داخل ہیں اور
ہے کہ جب تک تقدیر کو ظم قیامت تک کے جزا و عذاب کی کتابت کر دیا تھا تو اس قدر کہ ان احوال کی کتابت سے پہلے
سکا تھا اس وقت کے یہاں سے قصہ خداوند کا حکمت کا نقش قائم کیا ہے۔

۹۱۷۔ حکم کو احوال میں جس وقت کہ جہنمی ہے کہ ہندو تو ضرور فطری ہے لیکن اسے مل کر جان کے مشاغل ہوتے ہیں کیا وہ بھی
اللہ تعالیٰ ہی کے خلق ہیں نہ کسی یا وہ بندوں کے اپنے اختیار کے اوقات ہیں۔ اس مسئلہ پر حدیث بہت صریح ہے اس میں
ہم نے اس کو بیان کیا ہے۔ مسئلہ پر تفصیل بحث چاہئے ہوگی کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ بندہ کی طرح اس کے مشاغل

اللَّهُ يَزِيدُ غَيْبِي وَحَسْبِيَ مَا كَانَ يُغَيِّبُهُ اللَّهُ عَنِ الْبَشَرِ . رواه الحاكم في المستدرک . قال قد اجمع بر الشیخان جملة
بقا الحدیث من آثارهم فخرجت من الی بركة والذی عنہی السلام یطأہ بکبره ولا یضعف لمن حکمہ حدیثہ فانه غریب
الحمد ینف جہاد اقراءہ البکر .

۹۲۔ عَنْ أَبِي مُؤَسَّي قَالَ تَمَنُّتُ رَسُوْلَی اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم یَعُوْثُ لَنَا اللّٰهُ حَتّٰی
اَذْمَیْنُ قُبُصَہٗ فَہَہٗ قَامِیْنُ یَخْرِجُ الْاَرْضَ مِنْ کِبْدَہٗا یُؤَادِمُ عَلٰی قَدْرِ الْاَرْضِ مِنْ جَبَلِہُمْ اِلَّا خَمْرًا
وَالْاَبْیَاحَ وَالْاَمْتَدَّ وَتَلَمَّحْنَ ذٰلِکَ وَالشَّہْدَ وَالْحَوْتَ وَالْحِیْثَ وَالطَّیْبَ . رواہ احمد الترمذی
والترمذی .

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ جو رنہ اُکر یا آجیہ تو قہر کے رافق اُکر جائیگا۔
لیکن اس سے قال بدلینا جو عرب کا طریق ہے یہ بات ہے اصل پر ادماپ کو ناپند تھا، ہاں نیک خال لینا
آپ پسند فرماتے تھے۔ دستہ رک۔

۹۳۔ ابو موسیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود منہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر قسم
کی زمین میں سے ایک ٹھلی بھری پھوس ٹھلی سے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو اس سے لے کر اولاد
بھی زمین کے ٹھوں کی طرح مختلف رنگوں کی پیدا ہوئی۔ کوئی سرخ کوئی گدھا کوئی کالا اور کوئی درمیانی
اسی طرح کوئی نرم خوش کوئی تند خور کوئی خبیث طبیعت کوئی شریف طبیعت۔

معاذ کی سب خواہی ہو جانے کی ایک ہشامت تصور فرماتے تھے۔ یہ اکل ایسا ہی تھا جیسا کہ زمین حیات کو کھدوا کر
سے اپنی شفا کے کلمات میں کر خوش ہو جاتا تو اس کو نیک قال تصور کرنا ہے حالانکہ ان کے کہہ دینے سے کہیں شفا
ملا ہے جو مقدس پرچہ کی ہوتا تو یہ ہے۔ گراں گراں سے زمین کھد کر خوش ہو جاتا ہے۔ اچھا ایم شکر کپ کی سوت
بھی اسی طرح کی ایک چیز تھی۔

۹۴۔ مطلب یہ ہے کہ انسانوں کے رنگوں کا عمومی سلاخنت بھی قدرت کا یہ امر ہے۔ زمین کے مختلف رنگ
بھی قدرت نے پائے پھر جن جنوں ان سے مرکب کی اس کے رنگ بھی مختلف ہوئے۔ اگر اس لیے نہیں کہہ دیں گے کہ
اختلافات جگہ بھی براہ راست قدرت ہی کا فیض ہے۔ فطرت پرست فرد و چیزوں کے بین صرف ظاہری شائبہ
کہ دوسرے کے ساتھ مرکب کر کے خاص ہو جائے کہ قدرت کا قائل صرف اس حد تک جو کہ ظہر نہیں جاتا وہ یہ بھی سمجھنا
کہ قدرت کے وسیع احاطہ میں اس سے مسخ و وسفید سے کالا بنا بھی دیکھیں وہ اس شائبہ کا قائل نہیں
کرلی۔ اس میں بیان قائم رکھنے کے لیے کہ اسے کھدوا کر ستا کر بھی مانی نہ ہو کہ اس میں جو خاص چیز
بھی قدرت نے پائی اور اس کے ترکیب جو قائلین سے خواہی ہو کہ اس لیے پیدا کرنا ہے اور اس کے بعد
ان کا کافر ہے۔ قدرت ہی کے تحت رہتا ہے اور کو اسی ایک جگہ کے ساتھ محسوس نہیں بلکہ دائرہ تصرفات میں یہ اللہ
خدا کی شہادت ہے کہ جو خاص اس نے مادہ میں رکھے ہیں وہ ان کے ترکیب ہیں ان پر کافر عرب فرمائی رہی ہے اور
اس صورت میں ایک طرف قدرت کا کمال دوسری طرف عالم کی مرئیت و نیازش دونوں کا فخر ہوتا ہے۔
[دیکھو حق اللہ ص ۱۵]

۹۲۱۔ عن اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَا تَزِنَنَّ لِي يَوْمَ تُبْعَثُ لِي فِي كُلِّ عَامٍ رَجْعٌ مِنْ النَّارِ وَلَكِنْ مَوَدَّةٌ
 رَاقِيَةٌ أَكَلْتُ قَالَ سَأَلْتَنِي بِشَيْءٍ مِنْهَا لَا وَهُوَ مَكْلُوبٌ عَلَى وَادِّمْ فِي عَيْنَيْهِ نَبِيْرٌ۔ رواه ابن ماجہ
 ۹۲۲۔ عن عليٍّ قَالَ سَأَلْتُ خَدِيْجَةَ النَّبِيِّ صَلَّيَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ وَكِدِّينَ مَاذَا لَهَا مِنَ الْحَبِيْرَةِ
 فَقَالَتْ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا فِي النَّارِ قَالَ فَلَمَّا رَأَى الْكُفْرَةَ فِيهَا قَالَتْ لَوْ
 رَأَيْتُ مَكَا حُمْدًا لَا أَنْفَعِيْهِ حَتَّى مَا قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَوْلِيْ عَنِ حَبْلِكَ قَالَ فِي الْحَبِيْرَةِ شَرٌّ قَالَ
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى الْمُكُوفِيْنَ وَأَوَّلَ دَخْلِهِ فِي الْحَبِيْرَةِ وَإِنَّ لَشَيْءٍ يَكُونُ أَوَّلَ دَخْلِهِ

۹۲۱۔ حضرت ام سلمہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے عمر بن الخطابؓ کی یاد میں رسول اللہؐ کے بوسے زہر کو دے
 تیری کا جو گوشت آپ کو کھلایا تھا وہیں دیکھتی ہوں کہ اس کی تخلیق ہر سال ہی آپ کو ہوتی ہے۔ آپ
 نے فرمایا: اس کی وجہ سے جو تخلیق بھی کچھ کوڑا ہو جاتی ہے وہ میرے مقدر میں اس وقت لکھی ہو چکی تھی
 جبکہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بے کی شکل میں کئے ہوئے ان کا پتھر بھی تیار نہ ہوا تھا۔

۹۲۲۔ حضرت علیؓ روایت فرماتے ہیں کہ اُمّ کلثومؓ حضرت فاطمہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا
 میرے دل پہ جو کھڑے دوسری پیدا ہوئے تھے وہ دوزخ میں ہیں یا جنت میں فرمایا دوزخ میں۔ میں نے پوچھا
 آپ نے ان کے چہرہ پر غم کے آثار دیکھے تو فرمایا اگر تم ان کا ٹھکانا دیکھ لو تو تھکے دلا بھی بھی ان سے لغت
 پیدا ہو جائے۔ اس کے بعد انہوں نے پوچھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد آپ سے برتر ان کا حال کیا ہے
 فرمایا وہ جنت میں ہے۔ اس کے بعد فرمایا موسیٰ بن جعفرؓ اور ان کی اولاد جنت میں جائیگی اور مشرکین احاد کی اولاد

۹۲۱۔ یہ حدیث معتمد شریف کو حدیثی بالکل کر مستحکم کرنے کی تعلیم دیتی ہے۔ ہر ہر شخص پر قدرہ کی راہ والی اس کے
 استحقاق کا موجب ہوتی ہے۔ اور اگر استحقاق سے انسان کو ایک ظہری سببیتیں میرا کہا جو عالم غیب پر غصہ کرنے
 کا مستحق نہیں ایک ہی ایک۔ وہ دونوں کی رسائی سے بہت جلد عالم ہے انبیاء و عیسایہ اسلام کا احسان کہ وہ اس سے
 غیور اور کہنے ہیں پھر اتنی ہی نہیں بلکہ ننگہ کے ہر ہر محبت کے غصہ میں قدم قدم پر اس کو دستمال کر کے کہنے
 بھی بنا دیتے ہیں۔ اب دیکھو حضرت ام سلمہؓ نے آپ کی تکلیف کا احساس کر کے محض ایک کلمہ نصرت کیا تھا جس کا حکم
 محمدؐ پر جنت بھی ملے گا۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ ان کو ایک ایسی حقیقت کی طرف متوجہ فرمایا جس کے بعد
 پھر فرمایا کہ جو گناہ اور آئین سے کہیں بڑھ کر دوسرا اثر پیدا ہو گیا اور وہ قصہ قصہ و قدرہ و قصہ و قدرہ۔ آپ کی یہ شان
 سلیم دیکھ کر کہے ساختہ زبان سے نکلتے ہے۔ جہاں تک کہ کہہ کر دوسری چیز جان جائے ہو کر دوسری۔

سب علم و ظرف و مشاہدہ کی کیفیت میں بدلنا شروع ہوا جس پر مشابہت ہوئی چاہے کہ اس کا احسان کا سیدنا شروع
 ہو گیا کہ یہ دنیا احسان پر جس کا سوال اور جواب حدیث میں ہے علیہ السلام میں آپ کا موقف فرمایا ہے۔ اس زمانہ میں احسان
 کا ذکر ہو کر صرف کن جہر میں رہ گیا جس کا ذکر تعلیم و تعلم میں صرف ایک کلمہ کی ہی طویر فرمایا ہے۔ اور اس لیے
 ہائے بیان کا حال بھی نکلتے ہو چکا ہو کہ اس میں وہ حوالہ پر نہ کسی حوت استعمال بھی ہوئے ہیں کہ سب میں شکر و حمد
 کا یہ عالم ہے کہ انہوں نے وہ حدیث کی روایت کی ہے کہ سب میں احسان پر نہ کسی حوت استعمال بھی ہوئے ہیں کہ سب میں شکر و حمد
 ۹۲۳۔ دوسرا وہ حدیث ہے جو قدرہ پر ہے۔ اس میں کہہ دی جاتی ہے علم ان میں وہ بھی کسی مشاہدہ کے تحت ہوتی ہے

اِنَّ خَلْقَ اَحَدٍ لَّكَ يَجْعَلُ فِيْ نَفْسٍ اَوْ يَزِيْزُ اَرْجُلَيْكَ يَوْمَ مَا تُلْقَىٰ تُنْقَضُ ثُمَّ يَكُوْنُ عَلَاقَةً وَثَلْ ذٰلِكَ ثُمَّ
 يَكُوْنُ مُصَفًّوً مِّثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ يَنْفُخُ اِلٰهِ الَّذِي يَحْكُمُ بِاَرْجُلَيْكَ اَبَ قِيْلَ ثَلَبَ ثَمَلَهُ وَ اَحْبَلَهُ وَ
 بَرَزَهُ وَ شَقِيْهُ اَوْ سَجِيْهُ ثُمَّ يُلْقَىٰ فِيْ الْبَحْرِ وَ يَمُوتُ وَ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَحَدٌ كَرَّ لِيْضَلَّ
 تھے دسے صادق حق کی جہاں تصدیق کرتا تھا کہ تم چالیس دن تک اپنے شکم میں اس بیکل لقمہ رہتے ہو پھر
 اتنی ہی مدت بعد خون بہت پھرتی ہی مدت بعد گوشت کا وہ ٹھوس اس کے بعد اللہ تعالیٰ اس کے پاس
 ایک فرشتہ چار باتوں کی تحریر کے لیے بھیجتا ہے وہ اس کے عیس کی گھراس کا رزق اور نیک و بد
 پر ناگہ و تلبہ اس کے بعد اس میں روح پھونکی جاتی ہے اس فداقی قسم پر جس کے سوا دوسروں کی نہیں
 ملے فرمایا حضرت حق جہاں وہ اس کے پیر کی سے شقی پیدا ہوتا ہے مادہ سمہ کی طاقت سے کہ جو دوسروں کو دیکھ کر
 نصیحت و عمل کرے اس پر کسی صحابی نے سوال کیا میں نے یہی فرشتہ ثابت نہیں اس پر اس شخص نے جواب دیا اس
 میں تعجب کیا ہے اس کے بعد حدیث مذکورہ بالا بیان کی جس سے ثابت ہوتا ہے کہ سورت و شقاوت و شکم و رزق میں
 نگاہ دی جاتی ہے اور اس حدیث کے آخر میں یہ الفاظ ہیں و توفی خروج الملائک یا تعجیض فی یدہ یعنی پھر فرشتہ اپنے ہاتھ
 میں جو مرقعہ وہ نکالتا ہے۔ حافظہ پر نظر انداز کرنا اس میں مسئلہ پر بحث کر کے بہت کچھ ہے جس پر حدیث سے ثابت ہوتا
 ہے کہ میں چار سو کی کتابت کا بیان ذکر ہے ان کی کتابت کسی متعلقہ و فرس پر مبنی ہے کہ وہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے
 کہ یہ مسودہ دوسرے نسخوں کے درمیان لکھے جاتے ہیں و اللہ تعالیٰ اعلم شاید یہ بھی کتابت کا عمل ہو اہل عدت کو دیکھا
 کہ وہ قرآن بھی پڑھتا ہے پھر اٹھ کر اسے مقدّم کر دیتا کرتے ہیں۔ ابن ابی حاتم نے اس حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعود
 کی جانب سے چار با قولہ کے علاوہ پانچویں چیز مقام موت کا ذکر بھی ہے۔ سند ہمارے ابن عمر پر موقوف روایت
 فرماتے ہیں ”ثم یکتب بہن عیوبہ و اھولہ“ یعنی اسی پر اس کی ”تکلیف“ یعنی پھر اس کی ”تکلیف“ کے درمیان جو جو دوسرے
 آدمی ہیں وہ سب لکھ دیے جاتے ہیں اسی کہ جو ذرا سی غرام بھی اس کو مٹتی ہے وہ بھی لکھ دی جاتی ہے ابن ابی حاتم نے حضرت
 ابو ذر سے بھی اس حکم کو نقل کیا ہے۔ ابن ابی حاتم نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کی ایک اور حدیث میں بھی نقل
 کیا ہے ”فیقال لھذا ابی ام المکن اب فانک تجد فیہ قصۃ ہذہ المظلمۃ رباع و النعم حق تعالیٰ کہ جانب سے
 اس فرشتہ کو چار اور پھر سورت حکم پر تہا ہے۔ چاروں اور میں جا کر دیکھ دیاں تھ کہ اس لقمہ کے متعلق پوری پوری تحقیق
 حق بابت ہے۔ ان مختلف آثار کے حق سے تصدیق ہے کہ ہر مقام پر سوالات تو بہت پیدا ہو جاتے ہیں جن کے جواب
 بعض مرتبہ کچھ کچھ مل جاتے ہیں۔ و لیکن مرتبہ نہیں ملتے یہ چیزیں ان ضروریات میں شامل نہیں ہیں جن کا مضمون
 ہر نامت کے لیے فرض و لازم ہے۔ اس لیے نہ بیان میں اس کی اہمیت درج ہے نہ آپ کو اس کی اہمیت
 چاہیے۔ جس بیان آگئی تھ کہ ہے و امی انا مکمل نہیں ہوتا کہ اب اس کا کوئی پہلی فرشتہ نہ دے۔ پھر اس میں بھی ذکر
 کے اختلاف سے بڑی حد تک اشتباہ ملک جاتے ہے اس کو براہ راست اسامی کے سر نہ لگانا چاہیے یہاں حادی کا قصہ
 اس لیے نہیں ہوتا کہ بعض اپنے اذکار و فکر کے مطابق اور اپنے ہی شرائط و خطا کے مطابق روایت کر لیتے ہیں کی دوسرے
 راوی کہ نہ ملو رہا ہوتا ہے وہ نہ وہ ان امور کی پابندی کر سکتا ہے کہ اس طرح ایک ایک حدیث میں میں مختلف
 روایات سے ملک کے مختلف گوشوں سے شے میں آتی ہے۔ ضروری طور پر یہاں ملنے اختلاف ہوا چاہیے جیت
 ہے کہ ایک طبقہ تو یہاں اسی اختلاف کو حدیث سے درست برداری کا ایک اچھا بہانہ جانتے ہے اور دوسرا کسی کو ملک

یقول اهل الجنة حتى ما يكون بينه وبينها اذ ذراع فيسقي عليه الكتاب فيعمل بعمل اهل
النار فيدخلها واما احذركم فاعلموا ان اهل النار حتى ما يكون بينه وبينها اذ ذراع
فيسقي عليه الكتاب فيعمل بعمل اهل الجنة فيدخلها. متفق عليه

۹۲۶ عن سفيان بن سعد قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان القبر يعمل عمل
اهل النار ولا يصح اهل الجنة ولا يعمل عمل اهل الجنة ولا يدخلون اهل النار ولا يدخلون
الجنة الا بغيرهم. متفق عليه. وفي لفظ عبد مسلم ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان الرجل
ليعمل عمل اهل الجنة فيدخلها للناس وهو من اهل النار وان الرجل ليعمل عمل اهل النار فيدخلها

کو دیکھیں کہ جس شخص کا ایک شخص دوسری طرح جتنی شخص کے سے عمل کر رہا ہے یا اس تک کہ اس کے بعد
جنت کے درمیان صرف ایک گز کا فاصلہ رہ جائے لیکن آخر خوشہ تقدیر غالب آجائے اور وہ دوزخی شخص
کے سے عمل کرنے لگتا ہے اور دوزخ میں داخل ہو جاتا ہے اور اسی طرح تم میں ایک شخص ساری عمر دوزخی
شخص کے سے عمل کرتا رہتا ہے یا اس تک کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان صرف ایک گز کا فاصلہ رہ جائے
آخر خوشہ تقدیر غالب آتا ہے اور وہ جنتی شخص کے سے عمل کرنے لگتا ہے اور جنت میں داخل ہو جاتا ہے بخلاف بعض علماء
۹۲۷ رسول بن سعد روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے دوزخی شخص کے سے عمل
کرتا رہتا ہے اور جو کہ دوزخی اور اسی طرح جتنی شخص کے سے عمل کرتا رہتا ہے اور جو تا بیکر وہ دوزخی۔ بات یہ ہے
کہ دوزخ دار صرف فاقہ پر ہے اس وقت جیسے عمل ہو رہا۔ متفق علیہ

حدیث کی دلیل یہ ہے کہ وہ دیکھتا ہے کہ جب ایک ہی بات ملک کے مختلف حصوں، ممالک کے مختلف اور اوروں کے مختلف
سے ملتی ہوئی ہو تو فکر اس کے انداز میں تھا کہ اس کے لئے جائے تو یہی۔ اس کا بیان میرے پاس ہے کہ اس واقعہ میں
اپنی مگر یہ کہ اور ضرور ہو ہے لہذا اللہ سے شکایت پر بات متفق ہو رہا ہے کہ اس کو مان لینا چاہیے کہ جس میں اختلاف
ہو تو اس کے لئے وہ ترجیحی اور فیصلہ دہکھلے ہوئے ہو کہ اس کے اختلافات کا یہ سمجھنا چاہیے کہ اس میں کیا اختلاف
ہو کہ اس کو شریعت کے سر کا جائے۔

۹۲۸ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اصل فیصلہ یہی رہتا ہے جو تھا: وہ قدر کر لیا کہ وہ اصل ظاہری قیور انسان کے لیے
اور اسے جو نے کی صورت ظاہری فطرت یا اس کے مناسب۔ ایک حدیث میں آپ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جس کو مسلم
ہو رہا ہے کہ اس شخص کی ماہ خدا میں یا نمازی کے کر لیا کوئی فیصلہ نہیں یا اس کا بیان ہے کہ اس سے من غرضی اسے اس کے
احمال سے مراد ہے کہ اللہ ضرور ہو جائے۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہو کہ اس میں فیصلہ شریعت کے لئے ہو گیا ہے
لہذا جس کو جنت عطا فرمائیے اس سے عمل ہو گیا، جنت کے کر لیا اور جس کو جنت عطا نہیں اس سے جہنم اعمال
ہو اس کے مناسب کر لیا جائے تاکہ اعمال اور جزا کے درمیان ظاہری مناسب ہو باقی رہے اگر وہ اس وقت
نہ ہو۔ من حق ہے کہ اس کے دوزخ میں اور جہنم میں والے کو جنت میں بھی داخل کیا سکتا ہے۔ مگر وہ خود
خود سے یہ کہہ کر دیا کر لیا نہیں۔ اس سے ضروری ہوا کہ وہ دوزخی ہو اس سے عمل ہو گیا اہل دوزخ کے لئے کر لیا
ہو اس تاکہ اس میں جہنم کا حکم ہو جائے۔ لیکن مسلم میں ان الرجل ليعمل عمل اهل الجنة فيدخلها

بہار النعمان وھومن اھل النجۃ .

۹۳۷۔ وعن ابي الذر ذوالھجن المني عن النبي صلى الله عليه وسلم قال جلس الله ادم حين خلقه فصرخ بكنته يا نعمين يا خيرين يا ربي بيضاء كاللحم والذرة وصرخ بكنته انيسري فاصرح ذريتك سوادا سما لحمه احمر فقل يا ربي عيني يا احمر ولا انا في وقال ليدي يا في كفي يا انيسري يا في انكاري وقل يا ربي رداء .

۹۳۸۔ وعن ابي بصير عن ابي رجم عن ابي بصير عن النبي صلى الله عليه وسلم ان الله خلق ادم من طين وخلق عليه سبعين الف سنة وهو سقيم فقالوا انك ما تبيدك الله فبقين ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى من شاربك لمر اقره خشي شفا في فان بلى ولكن سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ان الله عز وجل خلق ادم من طين وخلق عليه سبعين الف سنة وخلق عليه سبعين الف سنة وخلق عليه سبعين الف سنة .

۹۳۹۔ ابو ذر روى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم في رواية كرتي هي ابي بن ابي كرتي قال قال الله عز وجل ان الله عز وجل خلق ادم من طين وخلق عليه سبعين الف سنة وخلق عليه سبعين الف سنة وخلق عليه سبعين الف سنة .

۹۴۰۔ ابو بصير عن النبي صلى الله عليه وسلم في رواية كرتي هي ابي بن ابي كرتي قال قال الله عز وجل ان الله عز وجل خلق ادم من طين وخلق عليه سبعين الف سنة وخلق عليه سبعين الف سنة وخلق عليه سبعين الف سنة .

۹۴۱۔ ابو بصير عن النبي صلى الله عليه وسلم في رواية كرتي هي ابي بن ابي كرتي قال قال الله عز وجل ان الله عز وجل خلق ادم من طين وخلق عليه سبعين الف سنة وخلق عليه سبعين الف سنة وخلق عليه سبعين الف سنة .

۹۴۲۔ ابو بصير عن النبي صلى الله عليه وسلم في رواية كرتي هي ابي بن ابي كرتي قال قال الله عز وجل ان الله عز وجل خلق ادم من طين وخلق عليه سبعين الف سنة وخلق عليه سبعين الف سنة وخلق عليه سبعين الف سنة .

۹۴۳۔ ابو بصير عن النبي صلى الله عليه وسلم في رواية كرتي هي ابي بن ابي كرتي قال قال الله عز وجل ان الله عز وجل خلق ادم من طين وخلق عليه سبعين الف سنة وخلق عليه سبعين الف سنة وخلق عليه سبعين الف سنة .

مَنْ قَالَ إِنَّ اللَّهَ لَوْ يَجْعَلُ لِكُلِّ شَيْءٍ ثَلَاثًا وَفِي الْقُرْآنِ وَالْخَبَرِ لَا يُجِيبُ ذَلِكَ
رَبُّهُ سَلَامٌ

۹۳۸۔ عن ابی سعید قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا دخلتم على المؤمن فليسئلوكم
في آخِرِهِ فقولوا ذلك لا تبرؤوا شيئا ولا تطيبوا بطيب رداء النذرى رداء ما جاء من آل النذرى خريب

۹۳۹۔ عن أسماء بنت عتب بن مالك قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا جمع بين الرجلين أفاضل
أياهم من شدة قومهم، سمر كسرتين من ميراثان یہ ہے کہ سموروں کے متعلق ہی دیکھا یا اس پر آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ
نے کسی سے شدة قوم کی نسل جاری نہیں کی اور وہ وقت مقرر کے بعد ان میں سے کسی کو نہ لے رکھا ہے، بخبر ہندو اور
سوران سے پہلے بھی تو یہاں کہتے تھے۔ (مسلم شریف)

۹۳۸۔ ابو سعید روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کسی عبادت کو
کھایا کرو تو اس کی روزی ہرگز کلات کھاؤ کہ جو کہ تمہارے اس کسے سے کچھ تقدیر تو بدلتی نہیں البتہ عرض کامل
خوش ہوتا ہے۔ قرطی شریف، ابن ماجہ۔

۹۳۹۔ اسوار بنت عیسٰی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ میرے بچوں کو لٹری دینا
اب بھی آپ کہہ کر تقدیر جبرائیل کے اختیار پر کس طرح مستعد اور کتنی آسانی سے انسانی اختیار کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے
کہ ابھی ابھی حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی موت پر کہنے لگے تھے یا اے میرے رب میں نے تجھ کو اپنے لیے
مستعد بنا دیا ہے یا نہیں؟ تو ان کے متعلق تھا سوال وجواب کے انداز سے یہ حالت تمام بچوں کو جس حضرت نے سچے سے سنو
سچ سنو دیا ہے کی گئی مراد لی کہ وہ محض باطن اور غلط خیالی پر اس بنا پر کوئی سوال پیدا نہیں کرتا اور نہ آپ کا جواب غلطی پر
ہو گا اس بات پر کہ اس طرح کے شکوک یا کسی وقت سچ کی جاتی ہیں جب کہ غلو پہنچے سچ پر یا نہیں ہیں سچ کا قطعاً صحت ظاہر کرنا
اس کے ساتھ نہیں کھانا باطن پر بھی اس کا اثر نہ ہو گا اور نہ اس کا کوئی نام بدل بھرا اہل میں سے حضرت اشارہ دیکھنا جب
اپنے باطن بند ہو کر وہ کے خصائص اختیار کئے تو پھر اس کے لیے احسن تعظیم کی صورت لے لیا نہیں تھی اور نہ وہ بدلتی تھی کسی حالت
کے ظاہر پر بھی باطن کے ہر فعل کا اثر ہے اگر آئندہ انسان اس کے دوسرے ہر عمل حاصل کرے۔

۹۳۹۔ اسلام کو ہم موت و اطلاق اور ہمدردی کا بھی سبب و عارضہ ہے کہ ایک زمانہ تک ہم نے ایسی بات کہہ چکی
تھی کہ جاننا تھا و تیار ہونے کے سبب اگر کسی مرتضیٰ اعلازلت نہ کمالی قضا کا شریک ہاں تک کہ ہم نے اپنے باطن پر ہم سب
کا کمال پروردگار عام قضا پر بھی اس کا خیال رکھتے ہیں کہ کسی گوشے میں اسلام کے کمال پروردگار نے اپنے قضا پر نہیں دیکھا ہے کہ
میرا کس طرح عبادت کے بیان میں تقدیر کا سبب بنا دیا جا رہا ہے اور کس طرح تقدیر کی جارہی ہے کہ وہ عالم اہل میں سے
اور اس کے فیصلے سب ان پر بھی ہیں جب وہ اپنے علم میں نہیں تو پھر کس قدر غریبی طریقہ سے یہ عبادت کی کمال عرض ہے کہ
اس سے قبل کہ یہ کیا جائے کہ نہ پھر ہر مومن کو کہہ دیں کہ سب کچھ غلطی میں تھا جو کہہ دیں کہ سب کچھ درست ہے۔

حاجی جو کہ اطلاق اس کام میں نہیں کھنکھاسے گا کہ اس کا دل خوش کرنے کے لیے غلط حالت کھاتے گا کہ یہ باطنی ہے۔ یہ غلط ہے۔
خلاق یہ کہہ گا کہ اہل قاصد ہر دہان پر ہر شے خدائی سے ابھی ہی اسے کس حد تک اپنی زبان سے کھانی یا کھانہ ہے
عبدی ہے۔۔۔ تو ہم ہمیں صرف اس لیے ہیں کہ تقدیر پر وہ جس میں دیکھی گئی ہو اگر کسی غلطی کی حالت تو دنیا کی ساری جہل پہل
ایک آن میں ختم ہو جائے۔ اس پر بھی عبادت کا نہ ہونا تقدیر ہی کے شرعاً لگنے کی فکر میں ہے نہ پھر وہ نہیں کھاتا کہ اس کے
نہیں اس کا اللہ اس کے اظہار سے ہمیں سوا خدا ہے

وَرَجِعْ زُرَّكَ فَإِنَّ أَصْنَفَ لَا تُطْفِئُ وَلَا تَقْرَأُ حَبْطَ رَبِّكَ مَعْلُومٌ فَتَدْنُ مِنْهُ خَشْيَتُكَ وَبِهِ خَشْيَتُكَ
وَلَا تَجِدُ فِي الْقَوْلِ لَدُنِّي قَسْرَ حَبْطَ رَبِّكَ مَعْلُومٌ فَتَدْنُ مِنْهُ خَشْيَتُكَ وَبِهِ خَشْيَتُكَ
وَتَجِدُ فِي لَعْنَتِي يَوْمَ خَلَقْتُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ فَرَضْتُ عَلَيْكَ وَعَلَى أَهْلِكَ تَحْسِينَ صَلَوةً

علیہ السلام کے پاس واپس آیا اور مرگشت جہان کی۔ انہوں نے کہا میں کہتا ہوں کہ پھر جانیے بھی ناخفیت
کر ایسے آپ کی قسمت میں اس کی بھی طاقت نہیں کہ میں پھر گناہ اور بار بار گناہ سے درخواست کی اور بار بار دیکھ
آپ یہ واقعہ میں مگر ہاتھ پیرائی وہی آپس کی بچاؤ شمار ہوگی۔ ہاتھ یہاں جو بات ایک بار طے ہو جاتی ہے
پھر وہ بدلتا نہیں کرتی۔ میں پھر جو سنی علیہ السلام کے پاس آیا انہوں نے پھر آپس ہاگرمز خفیت کے لیے فرمایا میں

بھی ہوا یا تو پھر نہ ہو کہ درخواست میں کہنے کے لیے قدم ہی نہیں اٹھتے۔ میں نے ایک قول حدیث میں حضرت یوسف علیہ
السلام کے مسئلہ تفریق کو لے کر آپ سے فرمایا کہ جب ان کو جہان سے نکلنے کے لیے کہا گیا تو انہوں نے تو یہ فرمایا تھا
کہ پہلے جا کر ان عورتوں کے حال کی تحقیق کر جنہوں نے مجھے ختم کیا تھا لیکن اگر کسی واقعہ کی پیش کش ہو تو میں اس جہان
وہ مسئلہ کے ساتھ ساتھ پھر لے کر آئے گا کہ اس میں بھی آپ کی کمال حدیث کی طرف اشارہ ہے کہ جب تک مشیت انہیں
جہلی میں رکھتی جہلی میں رہا اور جب باہر عالمی تو باہر مل آتا نہ خود اس میں ہرانا تاخیر اس میں ہوتی۔

عام تقدیر میں ایک ترمیم و تبدیلی کی شکل تو وہ بھی قرآن سے ملتی ہے جہلی حدیث میں پیش کی گئی ساتھ ساتھ کی عمر میں
چالیس سال کا اور اصفانہ پھر دوسری شکل یہ کہ جب اس میں ترمیم کرنا باقی رہے تو اس کے بعد جو ایک لحاظ سے وہ
پچاس ہی رہیں۔ غرض کہ یہ سبیل مگر بھی علم نہیں کہ کوئی ترمیم نہیں اس کو معلوم تھا کہ حضرت، اور علیہ السلام کی عمر ہر سال
بہتر کر رہی اس خبر کو اس میں چالیس سال کے افراد کی حضرت آدم علیہ السلام درخواست فرماتے آدھ وہ ہم منظور کر لیں
یہاں یہ صورت ہوئی کہ چالیس کو باقی کر لیا گیا تو ایک دوسرے قضا بطور کے تحت پھر ان باقی کر چالیس بنا دیا گیا وہ
یہ کہ اس نعمت کی ایک سبکی کا ثواب دس لکھا تھا ہے، اس کا حصہ جو دنیا میں باقی ہو چکی وہ آخرت کے دوسرے پھر
میں اگر سبلی انہوں نے منہ بطور کے مطابق حساب کیا جاتا تو ایک سبکی ہر ایک ہی کا ثواب خدا اس لیے یا تو تصفیت ہی نہ ہوئی
نہ دنیا پھر چالیس کو باقی کر لیا جاتا، مگر دوسرے قضا شدہ قدری ترمیم منظور نہیں۔ اور فرمائی تھی کہ آپ کو دس لکھا تھا
نہیں دس بیس ہے یا ایک ایک دوسرے قضا بطور کے تحت یہ دونوں باتیں قائم رکھیں جو انہیں دس لکھا تھا
بھی کہ دس لکھا ہے کہ تقدیر کے فیصلے کو نہیں کرتے۔ یہ جو کچھ میں جواسے آپ کی قدر ہو رہی اور کہ میں جواسے
صورت پہلی بدر حاجت پڑی جیسے کہ خدا ان نہیں کیا گیا، آپ کی دس لکھا تھا اور دوسرے ہر اور میں اس کو منظور
کہ کوئی آپ کے کام میں اور وہ ظفر مارا جائے مگر ان میں ہر شے پڑھنا و قضا کا حکمت کا۔ خدا ان بھی کر دیا ہے۔

یہاں ایک اور واقعہ بھی صفات کریمہ میں مذکور ہے۔ حضرت اسد علیہ السلام حدیث میں ملاحظہ کیجئے اس میں
نعمان بن الحنفیہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک دعا کہ تیرا کہہ کر فرشتے میں کو آپ سے پروردگار دعا ہے یہی نعمت ہے جن میں ادا
فرمائی جاتی ہے وہ دعا میری نعمت پر ہے نہ عام قطعاً نازل فرماتا جو ان سب کی ہر کس کا باعث بن جائے۔ اور ایک یہ کہ
فرشتہ کو ان پر سجدہ نہ ہو ورنہ وہ ان کی جرح کال کر دیتے۔ جن تعالیٰ کی جانب سے ارشاد ہوا ہے کہ صلی اللہ
عہد و طہم نے آپ کی ہر دعویٰ دعا میں تو منظور کر لیں۔ فرماتا کہ انصافاً خداوند قادر مکرر دیکھیں جو فیصلہ میں ایک با
کہر نہیں پھر وہ بلا شکی کرتے۔

دوسری دعا قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ایک دعا بھی فرمائی تھی کہ ان کو باقی خداوند دیکھیں کہ کلمہ کے خطاب
میں بھی کرتے رہے کہ اگرنا خداوند مجھے اور خدا کی فیصلہ اپنی جگہ پر قرار دے۔ اور فیصلہ میں ایک چیز کہ پہلے ہم رکھا پھر رفتہ رفتہ

عَنِ النَّاسِ لَيْسَ مِنْ عَوَالِمِ الْقَدَرِ لَكُنْ

۹۳۴۔ عَنْ ابْنِ خَرَّازٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ رُفِيَتْ شَرَفِيَّةٌ وَأَعْدَتْ لَهَا مَقَرٌ وَهِيَ فِي بَيْتِهَا تَتَلَوْنَ الْقُرْآنَ وَتُحَدِّثُ بِمَا هَلَلَتْ تَرَدَّدَ مِنْ قَدَرٍ بِالْقَدَرِ قَالَ هِيَ مِنْ قَدَرٍ وَالْقَدَرُ مِنْ قَدَرٍ

۹۳۵۔ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَفْصَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ مَا يَخْلُقُ النَّاسُ الْيَوْمَ وَيَتَلَوْنَ حَتَّى يَمُوتُوا عَلَيْهِمْ وَتَعْلَمُ فِيهِمْ مِنْ قَدَرٍ وَتَسْتَعِينُ أَقْوَامًا يَسْتَعْبِدُونَ بِهٍ وَمَتَا أَتَاهُمْ بِرَبِّهِمْ وَتَبَيَّنَتْ الْحُجَّةُ عَلَيْهِمْ فَقَالَ لَا بَيْتَ شَيْءٍ لِقَوْمٍ عَلَيْهِمْ رَمَضُونَ فِيهِمْ وَتَعْلَمُ

دنیا میں لوگوں کی ہرچہ بھی جدوجہد نظر آ رہی ہے حقیقت یہ تقدیر ہی کی خیرہ کا رستہ سوائیاں ہیں

۹۳۴۔ ابو خرزہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ فرمائیے جو حشر ہم لوگ پڑھتے ہیں یا وہاد کا استعمال کرتے ہیں یا ہتھیار ہمد سے جنگ میں اپنا بکا کر کے ہیں یا کسی چیز پر تقدیر کو بدل دیتے ہیں۔ فرمایا نہیں، یہ چیزیں خود تقدیر کے اندر لکھی ہوئی موجود ہیں جس کا وہ یہ ظاہر ہی ہمد و جد ہی کی کار فرمائی ہوئی ہے۔ احمد۔ ترمذی۔ ابن ماجہ۔

۹۳۵۔ عمران بن حصین بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ مزینہ کے دو شخصوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کیا یا رسول اللہ فرمائیے آج دنیا لپٹا خاں حال میں جو کچھ بھی جدوجہد کر رہی ہے کیا یہ سب کچھ ان کی تقدیر میں پہلے سے لکھ شدہ تھا یا جب انہما و ہمد و جد و جدوجہد شروع ہو کر خدا کی رحمت ان پر پوری کر دیتے ہیں تو اس کے بعد لوگ اپنے اعمال کا سلسلہ کسی تقدیر کے بغیر خود شروع کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں نہیں ہے بلکہ ان کی تمام جدوجہد خود

۹۳۶۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ اگر خداوند کے اندر وہ اصل ہوتے ہیں جو تقدیر میں ہے، صحابہ کے سوال کا حاصل یہ تھا کہ جب اسباب تقدیر کو پہل میں آتے ہیں تو ان کا کیا حکم ہے؟ حاصل یہ کہ آپ کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ وہ اگر کتاب کی لکھی تقدیر یا حاصل ہیں، داخل ہیں لہذا اس کے بعد کتاب کو لے کر دیکھنے کا سوال ہے کہ اصل کتاب چاہے تو خود لکھ کر جو تقدیر لکھی ہوئی اسباب میں ہے وہ اسباب میں ہے اور اگر وہ اسباب میں ہیں تو اس میں اسباب کے کسی خیرہ تقدیر کی کار فرمایاں ہوئی ہیں خیرہ وہ وہاں جوئی ایک ہی جگہ ہے۔

۹۳۷۔ اس حدیث کے اصل الفاظ ان میں کوئی اضافہ نہیں ہے مگر اس میں واضح ہیں کہ یہاں ان کو بھی نقل کر دیا ہے اس لیے ان الفاظ کو بھی پہنچا دیا جائے تاکہ مطلب سمجھ میں آسکے۔ ہمارے آپ کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ اسباب عالم میں جو کچھ نظر آ رہا ہے سب عالم تقدیر کی کار فرمایاں ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ شریف نے اس کو یہ فائدہ دیا ہے کہ خدا میں انعام سے ملوے ہے کہ اللہ تعالیٰ نفس میں مغفرت و رحمت کی صورت میں فرمادیتا ہے جس کا آپ پہلے پہلے دیکھتے ہیں کہ شکم اور پیٹ میں سادہ و مشافہات لکھ دی جاتی ہے اس کا خلاصہ بھی یہی ہے، اہتمام، حسن میں اس صورت میں کہ کتنے ہی لکھا

فذلك في كتاب: شعور ووجل ونفس وما سواها قلها تجزها وتوهمها. رواه مسلم.

فلقد اخرج السيوطي في الدر المنثور في تفسير سورة الشمس وفيه في قدوسين مكان من قبل سبعين وما انا هدى بينهم مكان مسا الفهم والو والتخذت عليه ربنا الحجة مكان ثبتت عليهم الحجة وفيه رواية وحكي قال فهم يعلمون اذا قل من كانت الله خلقه لواءة للقرنين هباء لعلها او تصدق ذلك في سورة واخرج في سورة والليل عن جابر وفيه اسم الصاقل اية والفظان سرقة بن مالك قال يا رسول الله اني اشيء فعل اني شئ ثبتت خبي بالمقادير وجرت لي الاقلام ام في شئ نستقبل فيه العمل قال بل في شئ ثبتت فيه المقادير وجرت فيه الاقلام ^{۳۳} واخرج نحوه ابن ماجه عن معاذ بن جهم وهو مالك بن جهم قال قلت يا رسول الله اعلم في ما اجبت به القلم وجرت به المقادير ام في امر مستقبل قال فيما اجبت به القلم وجرت به المقادير وكل ميسر لما خلق له وفي الزوائد في السنن قال فان مجاهد السجدة من سرقة فترم الزنطاع وعطاء وتختلف فيه انتهى قال السندي والمحقق قد ذكره ابو داود ومن رواية ابن عمر وعنه مسلم عن جابر قال جاء سوا قد بن مالك بن جهم قال يا رسول الله بين لنا ديننا اراي ما نعتقد من جاني العلم انما كانا خلقنا الان اراي المخرج غير ما علمين تلك المسئلة فيها العمل اليوم ايما اجبت به الاقلام وجرت به المقادير ام في مستقبل الخ.

تقریر کے تحت جوئی ہے چنانچہ اس کی شہادت خود قرآن شریف میں بھی موجود ہے اور شاہد ہے نفس و ما سواها یعنی اوتھم ہے انسان کے نفس کی ادراک وقت کی جس سے اس کو درست کیا پھر اس کو کادری اور نیکو کادری دونوں کا اہتمام فرمایا یعنی دونوں کی صورت پیدا فرمادی۔

کی بنا پر کسی کو عالم کہا جائے اور اس کے جد ہر وہ صفت اچھا ہے جو آئندہ نمودار ہو سکے ہے سید و شہادہ الام کے ام جہر سوم ہر حال میں ہے اور اس کی بنا پر عالم کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ اس بزرگ امام کے ہی سنی مراد ہیں وجہ اشارہ ^{۳۳} شرع حقیقۃ الہام دیسی اس بزرگ ایک اور لطیف بات بھی یہ کہ وہ فرماتے ہیں کہ لفظ الہام واجب کا ترجمہ یہی ہے نفس کی ہام کیا اور نیکو کیا اندر کی طرف اشارہ ہے اور نیکو لہا و تقوتہ نفسی الحمد و تقویٰ کے نفس کی احوال سے اس کے اختیار کی طرف اشارہ ہے کیونکہ اس سے مسلم ہوتا ہے کہ یہاں ہر کامی کوئی فعل ضرور ہوتا ہے جس کی غائی اس کا قصہ پر ہر نتیجہ بن جاتا ہے اسی طرح آئندہ قیامت میں دیکھنا اور دیکھنا میں ترکیب اور تخیل کی انسان کی طرف نسبت ہو جائے گی مگر یہ کہ یہاں حیدر کا بھی کہی ضرور ہوتا ہے۔ گویا اللہ کے پروردگار کے قائل ہاں تقیہ رہنے میں کوئی ممانعت نہیں ہے۔ دیکھو ^{۳۴} اس کے اختیارات کے ساتھ ساتھ خدا پرکار ہر بھی مقرر ہے۔

۹۴۹۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ فِي جَابِرٍ رَجُلًا مَدِينَةً
وَأَنَا أَطُوفُ عَلَيْهَا وَأَكْرَهُ أَنْ تَحِلَّ فَقَالَ بَعْضُ عِبَادِي سَمِعْتُ قَائِدَهُ سَيِّئًا يَهْتَمُّ بِمَا قَدْ لَهَا
فَلَيْتَ الرَّجُلُ شَرَّ النَّاسِ فَقَالَ إِنَّ الْجَابِرِيَّةَ قَدْ حَدَّثَتْ فَقَالَ هَذَا أَخْبَرْتُكَ إِنَّهُ سَيِّئٌ يَهْتَمُّ
بِمَا قَدْ لَهَا - رواه مسلم

۹۵۰۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ سَعِيدٍ الْهَدْرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ قَالَ قَالَ
مَا مِنْ نَفْسٍ عَلَى الْمَاءِ يَكُونُ الْوَلَدُ مِلَّةً إِلَّا أَرَادَ اللَّهُ خَلْقَ شَيْءٍ لَوْ يَتَعَذَّرُ شَيْءٌ - رواه مسلم

۹۵۱۔ عَنْ زَيْنِ عَمْرٍاءَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ قَالَ إِنَّهُ لَمْ يَخْلُقْ شَيْئًا وَ

۹۴۹۔ جابر روایت فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض
کی کہ میری ایک باندی ہے جو میرے کام لگ رہی ہے اور میں اس سے صحبت بھی کرتا ہوں اس لیے مجھے
یہ پسند نہیں کہ وہ حاضر ہو جائے کہ اس میں عزل کر سکتا ہوں آپ نے فرمایا اگر تم پاہو تو عزل کر لو مگر اس کے مقدور
میں جو یہ لکھا جا چکے ہے وہ اسے ختم کر سکتی ہے جو وہ گناہ کا کہ وہی شخص پھر حاضر ہوا اور عرض کی کہ وہ تو سنا
ہو گئی آپ نے فرمایا میں نے تو پہلے ہی لکھا تھا کہ جو یہ اس کے مقدور میں لکھا جا چکا ہے وہ اس سے ضرور پیدا ہو گا
۹۵۰۔ ابوسعید ہمدانی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عزل کرنے کے متعلق دریافت کیا گیا آپ نے فرمایا
فرمایا مولیٰ ساری نبی سے تو یہ جتنا نہیں روز پھر عزل سے فائدہ اور اللہ تعالیٰ جب کسی عیب کے پیدا کرنے کا ارادہ
کرتے تو پھر کوئی شے اس سے پہلے مانع نہیں ہو سکتی۔ (مسلم شریف)

۹۵۱۔ ابن عمر روایت فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائیں کہ میں نے روکھے اور فربہ سے کہ
۹۴۹۔ عزل بنت جہم اس کہنے میں کہ جب موا ازال کے قریب پہنچے تو اپنے غصہ کو باہر نکال کر برا نال کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ
میں نے ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ کو بھی لکھا کہ اب غریب سے یہ برائی تو اس کی کھانت تھی کہ نبی
کا اظہار کر سکتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا رسول اگر منع فرماتے تو درست کا مرتبہ آسکتا ہے اگر رسول اجازت دے دے تو غلط
مقصود چتا جو سب سے پہلے عین غلطی نہ سمجھتے تھے مگر وہاں پہنچا تو کب لے آئے کہ نبی فرمادی کہ جہاں میری کی تو یہ بات کو پسند نہ
اس عمل کے بارے میں کسی طرف بھی اشارہ فرمایا۔ حدیث کی مراد یہ نہیں ہے کہ اگر تقدیر میں املا مقدر ہو تو کوئی غلطی کے بعد
بھی پھر کوئی دیگر مطلب نہ ہو کہ اگر وہ مقدور ہو تو عزل کے بعد بھی غیر ضروری حالت میں انعام دے دے کہ جس کے بارے میں جو یہ
پیشہ کے لیے کافی ہوگا اور اس طرح تقدیر کا نقشہ فرما کر بھیگا اور یہی آخر کار یہ ثابت ہوگا کہ چاہے جہاں یہ نبی امرا اور منافق
آپ سے چھوڑ کر اپنا قول دلا دیا۔

۹۵۰۔ اس حدیث میں بھی اگر یہ کہہ دے کہ تقدیر ہو رہی ہے کہ اگر یہ کہہ دے کہ تقدیر نہیں بلکہ اس عیب کے اسباب بھی پھر تو یہی
مستحق ہے کہ اس صورت میں عزل سے قبل غلطی کا کوئی ذکاوت نہ ہو کہ اس سے اصلاح پیدا ہو جائے۔ اور یہ کہ یہ حدیث
از پیشہ کا ہوا ہے تو ضروری ہے کہ جس میں عزل کرنے والے کو یہ وقت میرا جملہ اس کی اچھا لگا یا نہ ہو کہ وہ اس سے عزل
کرتے کہ ایک طرف تو یہ بھی اہم نہ سمجھتے تھے۔

۹۵۱۔ اس مسئلہ میں بھی اگر یہ کہہ دے کہ تقدیر نہیں بلکہ اس عیب کے اسباب بھی پھر تو یہی

إِنَّا قَدْ أَصَابَ مَرْفُوقُ قَالِهِ فَمَجَّعَ الرَّجُلُ يَتَهَرَّأُ إِلَيْهِ فَقَالَ قَدْ مَابَ إِيَّانَا مَا سَطَرُوا إِلَى أَمَانَةٍ الْخُدْيَاءِ
فَمَا خَدَّ شَتَّكَ وَلَكِنَّ لَنَا أَهْلًا وَمَنْ مِثْلَ بَيْتِنَا لَمْ يَكُنْ عَلَى قَدَرِهِ . رواه الترمذي وابن ماجه .

وہاں کو افغان سے قتل کر دیا تھا۔ جو شخص شخص سے، ہاں یہ روایت بیان کر رہے تھے وہ ان کو ازراہ تعجب دیکھنے لگا۔ اس پر ہاں نے فرمایا: دیکھئے کیا پرشوس لودہ ریت تو ٹھیک ایسی طرح ہے جس طرح کہ میں نے تم سے بیان کی ہے۔ لیکن آج مجھ کو یہ کلمات پڑھنے کی یاد ہے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ مجھ پر اپنی تعظیم و جلال فرمادے۔ (ترجمہ: ابن ماجہ)

۱۹۵۳ء: رنجانا کو درجہ برجرج دیے جانے لے جب اس سبب خاں برجنادھ کے سارا بڑے بچے ہوں تو یہ کون کر سکتا ہے کہ تقدیر پر جان رکھنے والے اس سبب کے بچے کا خدا کو کچھ ہو۔

[illegible]

یہاں یہ حقیقت کے ساتھ سمجھ لیتا ہے کہ اسلام سے دنیا میں اگر کوئی حقن کو خدا خود اور دگرگیزی استنباط ہوا تھا کہ
بہت تک آپ ہی سلسلے میں داخل نہ جائیں ان کے عقائد کی گہرائی کو یا نہیں سمجھ سکتے۔ اگر کسی میں سوال پہلے سے
ہو گیا تو ہم فری آسانی سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ عید اناست میں قدرت کے کچھ خصوصی تصور دیکھنا چاہیے ہیں وہ صرف اسی دور
کے ان سے مستعار ہو کر رہتے ہیں جیل دیکھ کر وہ ان میں سمجھ گئے ہیں کسی کا نور دس پائی کا تصور لگا لینے کا خاصہ
کمال ہے کہ یہ اس کا کئی ہر تفسیر بلکہ ایک جمعی شعور ہے اسی طرح کے وہ سب خواہاں تھے بھی وہ سب سے تم کے چھوٹے
موجودہ خواہاں جو عروج اور حوض تہاں ہی تھے جس جہات میں بھی یہ خواہاں نظر آتے ہیں مثلاً جس ایک خاص خاصہ کے
ساتھ وہ سب جیسے ہماری چیز کو تو حقیقت سننا کہ مرگ کا عید جمعی حقیقت چیز کو اسی جہاں میں نہیں مٹ سکتا مگر یہ جواب اور وہ ذاتی
میں اسی وقت تک باقی رہ سکتا کہ جب تک کہ وہ عالم حقیقت کا اعتقاد نہیں ہوتا۔ ہم کے سامنے عالم عجیب عالم حقیقت کی
ان کے نزدیک یہ سارا جہاں ایک ناکہ زبندہ ہے وہ حقیقت نہیں بلکہ اس لیے یہ سوال وہ جواب کے متعلق ہر ایک کے سامنے جو عالم
عجیب آج کی دس ہے وہی عقائد ان کی زبان سے کہنے کی جہاں کی ترجمانی کر رہے ہیں۔ ان کے عقائد پر بھی قبہ زافور کی جہاں
بہت فرق دیکھ سکتی ہیں جس میں نفسیات کے ماہرین علم حقیقت اور حق کے درمیان سب مجھوڑا مجھوڑا غلط فہم کو دیکھ سکتے ہیں اس
کی بدھ کے پہلو پہلے ایک کھتر سے کٹر طبعہ کے شخصوں کا بھی اپنی روحانی لیے فرما سکتا تھا کہ ان دور سے ملنے تو اسلام کا بھی یہ
نقطہ غور دیکھتا ہے جو میں جس کی ایک واقعہ کے جو ہیں جن سب کے جہات حقیقت پر تھیں یہاں اسلام کا بھی ایک کھتر
عجیب ہوتا ہے وہ دعویٰ اسباب کا انکار نہیں کرتا بشرطیکہ وہ حق و باطل میں سنوں، دیکھائی کے ساتھ وہ سب اسباب سے خبردار ہو کر
سے عام علم پہلے فرم سکتے، جس لیے یہاں اس میں اس کے وہی جواب دیتے جس وقت حیرت آمیز اور حق شناس فطرت
لے مذاکرات۔ حق شناس نئی دیر اور نظر خاصیت۔

وَوَيْلٌ لِلَّذِينَ هُمْ عَنْ آيَاتِ اللَّهِ مُتَوَلِّينَ

٩٧٣ عَنْ أَنَسَ بْنَ شَرِيكٍ قَالَ قَالَ الْإِسْرَافِيُّ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَا تَتَدَاوَى قَالَ لَقَدْ تَدَاوَى
يَا أَمَّةَ لَوْ تَصْنَعُونَ إِلَّا وَهَمَكُمْ لَكُمُ شِفَاءٌ أَذْكَأَلِ دَوَاءٍ وَلَا ذَاةٍ وَلَقَدْ أَتَانِي رَسُولُ اللَّهِ
وَمَا هُوَ قَالَ الْمَعْرُومُ . رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ قَالَ يَزِيدُ بْنُ حَسَنٍ

۹۶۵۔ عن انس بن مالك قال كان اخوان علي بن عبيد رسول الله صلى الله عليه وسلم فمكث احدهما ياتي النبي صلى الله عليه وسلم والآخر يفترون ففصل النبي اخاه الذي صلى الله عليه وسلم
 يا ايها الذي يفتري عليك ما انت في شقاق معي واني بك عدو لشرائك

۹۴۰۔ سارینا شریک وادیت کرتے ہیں کہ کچھ دیہاتی لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ
یہاں پر کوا علامہ کیا کرے۔ فرمایا ان دنوں دروازہ کھلا رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے میری باری کے لیے دعا کیا ہے
کہ جو کھرت ایک بیاری۔ انھوں نے پوچھا یا رسول اللہ وہ کونسی بیاری ہے۔ فرمایا جسے تمنا ہو اچھا ہو۔

محمد، ترمذی، ابو داؤد و

۹۶۵۔ اس بیان خلیفہ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دو بھائی تھے ان میں ایک کا نام حضرت علی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر راکھ اور دوسرا چاچا روت کرنا جو بھائی بچاوت کرتا تھا اس نے اپنے بھائی کے

[illegible]

۱۹۶۱ء۔ جاس دعا کرنے کا حضرت حکیم نور علی کی اس کے بعد یہ کہ دوسرا قانون چلیج ہے کہ قضاہ تقدیر و حساب سے متعلق کی تعلیم دینے کے لئے انھیں انسان کے قبضہ میں پر عمل کی ضرورت تھی انہوں نے قوشیہ و بڑی جرات سے خدمت کا انکار کر دیا عام بنیادوں کے احکامات پر بھی ماب تک اس نے جتنا قانونی کام کیا ہے وہی اس کے اعتقاد کو متزلزل نہ کر سکا اب اگر کسی جو مجھے جہان میں کافرانہائی کی جانی ہوئی دنیا میں ڈالے رہے تو خالق کا کوئی عقوبت نہ کرنا اس لیے ہر روزانہ فرحست اپنے کے لیے خدمت کوئی نہ کرنا مسئلہ ایسا لگتا ہے کہ یہ ہے جہاں انسان عقبر کفر و نظر آکر یہاں پہنچ کر نصیب والے کی قوت انھیں کھسکاتی ہے اور یہ نصیب آئندہ انکشاف کی سیدھی پھر بھی تقدیر الہیہ کا فائل ہو کر نہیں رہتا۔

۹۶۔ غنہ بکے علم والے نے بھی کسی کو ایک مرتبہ بھی نہیں پایا، کسب حقائق کی وجہ سے صرف نقد پر کے بعد وہ سب سے پہلے
 رکھ کر بیٹھ جاتے۔ اہل بیت کے ہیں جو دنیا کو کسب حقائق کا خداوند بنا چکے اور دوسروں کا زندگی میں اپنے فساد کو لیا کر لیا
 دنیا کی فتنہ پرانی ضرورت کی گھسی کر کے دیکھیں اس کے بعد جس کی تعداد بھی زندگی میں کی جاتے مطلقاً نہ رہے۔
 مان بھی آپ نے اس صورت کو اس کے خلاف سے نہیں دیکھا کہ جسے جب خود پر اعتماد ہے، فتنہ پرانی اور جہاں جہاں علم ہریت کی
 تحصیل میں مشغول تھا وہ اس وجہ سے کسی خوف کے کو نہ سے سزا دیتا تھا اس کی شکایت کی گئی تو اس وقت آپ نے خود پر
 کلام کتاب اس کے سامنے ایک دوسرے روح بھی گھول دیا مان ہے۔ خود پرانی جہاں اس کی چھانٹ کر اس دودھ پر بھی کے
 نقد پر آنا ہے ایسا ہی بھی کسی طرف کو نہ ملے تو بھی کسی کی فتنہ پرانی کے مقدار کا مطلق جاننا اس سے بڑھتا تو بھی کونڈی کے
 کسب کی ضرورت نہ کرے بھی نہیں کہ جس کے زندگی میں کسی کے کسب کو ناجی ضرورتی ہے بلکہ کسی کسب کی گناہ پر

فَعَلَّانَ لَعَلَّكَ تَوَدُّنِي بِهِ . رواه الترمذی وقال فی حدیث صحیح غریب .

الایمان بالقدر من اعظم منافع النجوة

۹۶۶۔ عَنْ اَبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُنْتُ حُلِفْتُ رَسُوْلٍ اَقْبَلَ مِنْ رِثْمَةَ اَقْبَالَ يَا غُلَامُ اَحْبِبْ لِلّٰهِ عَصِيَّتَكَ اَحْبِبْ لِلّٰهِ عَصِيَّتَكَ اَحْبِبْ لِلّٰهِ عَصِيَّتَكَ وَاقْبَلْ سَائِلَاتِ كَاسَانِ اللّٰهِ وَاقْبَلْ اَسْتَحْتِ مَا اسْتَحْتِ بِاللّٰهِ وَاعْلَمْ اَنْ اَلْاَمَّةَ لَوْ اُخْبِتَتْ عَلَى اَنْ يَنْفَعُوْكَ بِشَيْءٍ لَوْ يَنْفَعُوْكَ اِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ كَامٍ فِيْ شَرِكَةٍ ذَكَرْنِيْ كِيْ اَتَيْتُ مِنْ شَرِكَةٍ كِيْ . آپ نے قرآن شریف مجھے یہ فرق اس کے مقدور کرنا ہونے ہی

قوت ارادہ کے استحکام میں قضاء و قدر اعتقاد کا عجب اثر ہوتا ہے

۹۶۷۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چکر چار ائمہ آچھے ذہان ائمہ گویا درکھ کر وہ قدر انھماں رہے، اللہ تعالیٰ کو یاد رکھو تو اس کو اس طرح پانچ کے جیسے وہ تہائے ساسے ہو جو جو جب مانگنا تو خدا تعالیٰ سے ہی مانگنا اور جب مدد طلب کرنا تو اسی سے طلب کرنا اور اس کا نہیں رکھنا اگر اس سے روک مل کر بھی تم کو کچھ نفع پہنچانا چاہیں تو بس انہی پہنچا سکتے ہیں جتنا کہ وہ تہائی تقدیر

اس میں مدد کسی کا ہر لمحہ دولت اور کسب کے ایمان پر ہوتا ہے اس حدیث سے اس منظر پر کافی روشنی ملتی ہے یہاں ایک خیال تو یہ ہے کہ کسب کا دولت سے کوئی تعلق ہی نہیں لہذا چونکہ ناہی اس کا اپنی کافی ہرملی دولت میں کوئی حق نہیں چھوڑا۔ اور اس خیال اس کے بالقابل ہے وہ یہ کہ کسب کا دولت سے اتنا گہرا رشتہ ہے کہ اس کی کافی ہی دولت سزا سزا کے واسطے ہی کی ملکیت ہرملی کو اس ملکیت کہ اس میں کسی غیر کا کوئی حق نہیں ہوتا۔ اسلام کی ہائے یہاں اتنی متدلیا ہو کہ کسب کے کسب سے ملکیت تو ضابطہ بت چم جاتی ہے تو کافی ہرملی دولت اسی کی ملکیت کا فروعی کو فروعی کے حقوق چھوڑا اور فیروز واجب منصفیت۔ متشور اس میں ملے جس کو پھر یہ کتنا مشکل ہو جاتا ہے کہ یہ سارا کام لایا جائے ان خاص اس کی ملکیت سے اس لیے اسلام ذات پر ہر لمحہ کوئی نہ کھینچ کر لیا کہ اپنے ایک مشکل مقام رکھتا ہے اس میں ہر ایک حصہ ہر کسی اس کو اس عزت بخشی دیا جائے کسی اس طرف

اس حدیث سے ایک اور بلند منظر کا بھی پتہ چلتا ہے کہ جب کوئی شخص کسی کی دلگاہ سے اس کو چھوڑنا نہیں چکے اور اس کی حد کرنا ہو تو یہ کہ اس سے پہلے اس کے پاس اس کے حق کا کچھ نہ ہو اور اس سے اس کے کارکر ہر ایک کی حق کا بقدر دیکھنا سہا ہے۔

۹۶۸۔ پہلے حدیث میں آپؐ چھوٹے چھوٹے مسلمان کا جو نام کسی کو پھرتا ہے کہ جارا جارا ہوتا ہے جارا جارا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہم سے وہ نہیں وہ ہم سے تو قریب ہر ایک اگرچہ تو جہد میں اس کو رہنے سے ہے پانچ کے جو قبیلہ اصدادی ہے وہ ہمارے ہی طرف سے ہے تو اس کو قریب غفلت۔ لہذا پھر قریب در قریب رہو گے جب قریب ہر ایک کے ملک صاحب ہر ایک کے اپنے دانا کو چھوڑ کر کسی دیکھ کے سہلے چھوڑا۔ اور ملے تو نہ کہ چھوڑ کر دیکھی اور سے۔ مگر اگر انسان غفلت و غشا کہے کہ نہ کہ ملے کی ذات آئندہ نہیں اس کو بہت ہی نہیں بھڑا دیا۔ مگر غفلت کے سہلے ہر ایک پہلے سے پہلے ہر ایک اور خدا کی شکل

الانبیاء والارسل علیہم الصلوٰۃ والسلام

فصل الاحادیث والاشیاء

حضرات انبیاء علیہم السلام کی مقدس ہستیوں کا مختصر تذکرہ احادیث اور تالیفات کی روشنی میں

اس مقدس گروہ کے تذکرے سے قبل مناسب رسوم پڑاؤ کر چلے آپ کے سلسلے نبوت اور رسالت کے متعلق قدیم عقائد کے خیالات کا خلاصہ پیش کر دیا جائے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ اس مسئلہ میں جو قیاس و آراء ہیں کیا ہیں یہ نہاد قدیم کے وہی ترسورہ خیالات ہیں کوئی جدید تحقیق نہیں ہو۔

مناظرین علماء میں سے صاحبان نمین نے اس مسئلہ پر سبوتاہ نہیں کی ہیں ان کی دیگر تصانیف کے سوا، شروح حقیقۃ الامتیاز اور اجواب المسئلات میں بھی اس پر کافی بحث ہے اور کتاب النبوت تو اس موضوع پر ان کی ایک مستقل تصنیف ہے۔ دیکھتے ہیں کہ قدیم عقائد میں سے اس مسئلہ اور اس کے متعلق تو انبیاء علیہم السلام کی تالیفات سے کچھ کاشانی نہیں دیکھتے تھے اس لیے ان کے یہاں تو نبوت اور رسالت کا کوئی تذکرہ ہی نہیں ملتا۔ علامۃ دارالافتاء نے اس پر کچھ بحث کی ہے پھر ابن سینا نے اگر اس کی مزید تشریح و تفصیل کی ہے اس کے نزدیک بھی کتبائین غلطہ ہوتے ہیں۔

ابن عربی علیہ السلام کا مضمون | انہی وہ ہوتا ہے جس کی قوت عقلی اتنی کامل ہو کہ کسی سے نیچے نہیں اس کو خود بخود معلوم ہوتا ہے | حاصل ہو جائے، اس کا نام اس نے قوت قدسیہ رکھا ہے۔

وہ انہی اپنے علم کے مطابق خود اپنے نفس میں کچھ نورانی صورتیں دیکھتا ہے اور مختلف نوع کی آفات بھی مشاہدہ کر خدا کا نام اس کا کوئی وجود نہیں ہوتا۔ نیز اسی طرح جس طرح کلام انسان خواب کی حالت میں مختلف صورتیں مشاہدہ کرتے اور مختلف آوازیں سنتے ہیں مگر یہاں بھی خدا کا نام میں ان کا کوئی وجود نہیں ہوتا۔ گوئی کہ محسوس بھی ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ خارجی عالم میں ہو رہا ہے جیسا کہ خواب دیکھنے والا شخص بھی کہتا ہے۔ لیکن وہ محسوسات کے متعلق عقیدہ وہی رکھتا ہے کہ یہ سب کچھ وہ خارجی عالم میں دیکھ رہا ہے نہ کہ اپنے اندر کے محسوسات کی حیثیت وہ شمسی جو عالم دیوار کے بصیرات و محسوسات کی ہوتی ہے نہ وہ بالکل حقیقت ہے نہ یہ حقیقت ہے مگر خارجی عالم میں دونوں کا کوئی وجود نہیں ہوتا اور الیافا لہذا

(۳) نبی کو وہ ہم کے، ہم میں تصرف کرنے کی خطری نہ تھی حاصل ہوتی تھا اور اس فطری طاقت سے ہی وہ عجیب عجیب افعال کی قدرت رکھتا تھا اسی کا نام معجزہ ہے۔ فلاسفہ کے نزدیک اس مادی عالم میں جو کچھ بھی ہو رہا ہو یہ سب انسانی قوت نفسیہ یا قوت طبعیہ، عقلی افعال کا فیض ہے۔ شیاطین اور فرشتوں کی یہ طاقت افعال ہی نہ تھی کہ عالم کے تصرفات کو ان کی حرکت منسوب کر سکتی۔ چنانچہ ان ترک شیاطین و جنات کے قائل تھے، ان کے نزدیک یہ تصرفات جنات کے تصرفات تھے۔

فلاسفہ کے نزدیک جب ان کے نزدیک نبوت، کلام اللہ، معجزہ اور فرشتے کی حیثیت یہ تھی تو کلام ہے کہ یہ نبوت کیسے کیسے چرخی قائم ہو کر سب انسانی اور یہ طاقت سے بھی حاصل ہوا ممکن ہیں۔ اس لیے ان کے نزدیک نبوت و رسالت بھی بزرگ اعتقاد کی طرح کسی چیز چرخی، ضروری و عقلی اور ابن سبیین اسی حد و حدود میں تصور کرتے تھے کہ ان کو نبوت کا مقام حاصل ہو جائے۔ اسی لیے ان فلاسفہ کے نزدیک ایک فلسفی کو نبی پر فوقیت حاصل ہوتی ہے کیونکہ فلسفی کی نظر پر نسبت نبی کے پھر مزید حقیقت ہوتی ہے۔ دوسرا فلاسفہ

اسلامی الفاظ و اصطلاحات کا مروجہ استعمال کرنا ان میں سے ایک نبوت کے متعلق فلاسفہ کی اس تحقیق تو یہ تھی لیکن جب قرآن کی کئی حقیقت کا احاطہ ہی ہو چکا اس لیے بیان کی ہے اسلامی دور میں فلاسفہ کو انبیاء و پیغمبر اسلام کی تعلیمات

پہنچیں تو انہوں نے ان کے اور فلاسفہ قدیم کے علوم کے ماہریت پر غور کیا تاہم اور اسلامی اصطلاحات سے بھی نبوت (فرشتہ، قیامت، جنت اور دوزخ وغیرہ کو اپنے تراشیدہ معنوں میں استعمال کرنا شروع کر دیا جس کو اس حیثیت کا ثبوت دہرہ و دہرہ اس غلط فہمی کا شکار ہو گیا کہ شاید یہ جماعت بھی ان سب امور کی قائل تھی۔ جن کے انبیاء و پیغمبر اسلام قائل تھے۔ مثلاً جب انہوں نے ابن سینا کے کلام میں غیوت، معجزہ وغیرہ کے الفاظ دیکھے تو یہ خیال قائم کر لیا کہ شاید ابن سینا بھی ان سب امور کا قائل تھا لیکن جب دیکھا کہ انہوں نے ان الفاظ کی حقیقت، اس کے نزدیک وہ نہیں جو انبیاء و پیغمبر اسلام کے نزدیک تھی تو پھر عرض ان الفاظ کے استعمال کرنا ہے اس کو اسلامی تصنیف کا داخل کیسے قرار دیا جاسکتا ہے۔ جب تک کہ یہ بھی ثابت نہ کر دیا جاسکے کہ ان الفاظ کی حقیقتیں بھی اس کے نزدیک وہی نہیں جو انبیاء و پیغمبر اسلام کے نزدیک مسلم تھیں۔

ابن خلدون نے اور دیگر متقدمین اسلام کے الفاظ پر غور ہے۔ مثلاً سوسٹر تو ان کے ساتھ متعلق ہوتے چلے گئے ہیں لیکن جب ان کا یہی ایک مفہوم تھا اور نبوت حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس خدائے آسمان سے پہنچا وہی مفہوم حضرت کے ساتھ حضرت لائے وہ ایک ہی مفہوم تھا اس کا یہ مفہوم نہیں تھا کہ ان کا کوئی معنوی نظیر انسانی نہیں اس آسمانی سے پہلے ہوا۔ اسی طرح حضرت کا مفہوم بھی صرف یہی تھا کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کسی جدید نبوت کا کوئی اعلا نہیں ہو سکتا۔ وہ کسی قوم اور کسی سرزمین کی نبوت نہ تھی جو باہر کی اور صفات نہایت ہی عجیب و غریب کی حامل ہو۔ چنانچہ حضرت مسیح علیہ السلام کے دوسرے بڑے فرقہ جب بھی کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے تو آپ نے وہ آپ کے بعد جب تک کہ اس کو کاذبین اور وہاں میں کہ فرشتہ میں شریک ہو گیا کہ سیدہ کتاب اور اس میں دلائل بر صراط

اب آپ کی انصاف فطریہ کہہ جائے کہ جس کے عقلاہوت کے متعلق اس سے نیا جاوہر کا کتبہ یا بدلائل ہیں

اور اس کے ہونا ان کی کل کائنات تو یہی ہے اب آپ ذرا علوم نہوت سے روشن مافوق کی بات بھی نہیں

حضرت شاہ اولیٰ الشک لفظ نہوت کی حقیقت اور اس کے بیان کا اشارہ نہیں ہو سکتا اور سیاست اہم بحث اور شوق وایت کا لفظ اور اصول استدلال

حضرت شاہ اولیٰ الشک لفظ نہوت کی حقیقت اور اس کے بیان کا اشارہ نہیں ہو سکتا اور سیاست اہم بحث اور شوق وایت کا لفظ اور اصول استدلال

حضرت شاہ اولیٰ الشک لفظ نہوت کی حقیقت اور اس کے بیان کا اشارہ نہیں ہو سکتا اور سیاست اہم بحث اور شوق وایت کا لفظ اور اصول استدلال

حضرت شاہ اولیٰ الشک لفظ نہوت کی حقیقت اور اس کے بیان کا اشارہ نہیں ہو سکتا اور سیاست اہم بحث اور شوق وایت کا لفظ اور اصول استدلال

حضرت شاہ اولیٰ الشک لفظ نہوت کی حقیقت اور اس کے بیان کا اشارہ نہیں ہو سکتا اور سیاست اہم بحث اور شوق وایت کا لفظ اور اصول استدلال

حضرت شاہ اولیٰ الشک لفظ نہوت کی حقیقت اور اس کے بیان کا اشارہ نہیں ہو سکتا اور سیاست اہم بحث اور شوق وایت کا لفظ اور اصول استدلال

حضرت شاہ اولیٰ الشک لفظ نہوت کی حقیقت اور اس کے بیان کا اشارہ نہیں ہو سکتا اور سیاست اہم بحث اور شوق وایت کا لفظ اور اصول استدلال

حضرت شاہ اولیٰ الشک لفظ نہوت کی حقیقت اور اس کے بیان کا اشارہ نہیں ہو سکتا اور سیاست اہم بحث اور شوق وایت کا لفظ اور اصول استدلال

حضرت شاہ اولیٰ الشک لفظ نہوت کی حقیقت اور اس کے بیان کا اشارہ نہیں ہو سکتا اور سیاست اہم بحث اور شوق وایت کا لفظ اور اصول استدلال

حضرت شاہ اولیٰ الشک لفظ نہوت کی حقیقت اور اس کے بیان کا اشارہ نہیں ہو سکتا اور سیاست اہم بحث اور شوق وایت کا لفظ اور اصول استدلال

حضرت شاہ اولیٰ الشک لفظ نہوت کی حقیقت اور اس کے بیان کا اشارہ نہیں ہو سکتا اور سیاست اہم بحث اور شوق وایت کا لفظ اور اصول استدلال

طرح اُسی کی فطرت کو عالمِ جلد سے وہ مشابہت حاصل ہو کہ علومِ الہیہ و فنیہ و دینیہ و انسانی کی نعمت اس کے قلب و
عقل پر بربری ہو اور اس کے سب کمالات اس میں فطری ہوں گے کسی علم اور وہ اس کا مکمل زمین منت نہ ہوں گے
نہ ان علوم، اس کی حکمت، اس کے تزکیہ و اس کے اس فطرت کی لطافت کی طرف جس سے کہ وہ ان صفات کے
خزائن و ذخائر کی خلق میں پیدا ہے۔ جس کی آیت میں اشارہ فرمایا گیا ہو۔

هو الذي بحث في الامم رسولاً
 حاتم يتلون شعره ابيته ورجله
 ويصلحها لكتبه والحكمة وان كانوا
 من قبل الفضيضين (ابو)

یہ خطا ہی ہے جس نے ان پر رسولوں میں ایک رسول پیدا کیا
 جو انہی میں کا ہے جو خدا کو سنا جان کو اس کی باتیں
 اور ان کو سناتا اور لوگوں کو کتابت کا بار مقرر کیا کہ ان کے
 وہ جسے کہانی گراہی میں ہوتا ہے۔

اب آپ بیت بالاک رہی ہیں، حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم کی سہرت مقدسہ کا ایک ورق منظر فرمائیے تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ یہ اہم خدمت امیوں میں کس حکمت سے تشریف کی گئی اور کس نہایت پرست پائے بشکریہ کو پہنچی جس بعد میں آپ تشریف لائے اس وقت طغلات و غلظت کی حالت کی تھی، عبادت میں شرک کرنا ان کا دین میں چکا تھا، قیامت کا دن انکار کرتے تھے اور ملت جنہیں کا مصیبت انہوں نے باطل مع کر ڈالی تھی پھر آپ نے تشریف لاکر کیا کیا عبادت میں سے شرک کی رسم مٹادی، قیامت کا دور ثابت کیا اور ملت حنیفہ کو ترقی یافتہ سے پاک کیسے پھر سروس کو اصل بنیادوں پر راست فرادیا، اس پر جب عرب کے علوم و خاص نے آپ کی مخالفت کی تو آخر کار جہاد کی طاقت سے اس کو دبا دیا پھر فی الجہت بے سرو سامان جدوجہت کو نے کر جا کر شکر لیا تھا پھر کیا اگر تائید ربانی سے فتح کا طرل آپ کے حجت میں آئی اور شکست و ذہریت نہ تھا کہ مصرطہ و رمان جہاں ایسے علوم کے دنیا بہا دیے ہیں سے کہ وہ اس برفض قطعاً آفتاب تھیں علم قرآن، علم ایمان یعنی ایمان کا نیا جہاں اسلام و جہاد، علم سائنسی، احوال پرز و دستور و شریعت و دوزخ علم احسان جس کو ان کی اصطلاح میں صنعت اور معرفت کہا جاتا ہے۔ علم طرائق و تدبیر منزل و سیاست مدین و طریق سماض، علم اخلاق، علم طب، علم فنون یعنی شدہ و اوقات و حوادث کے متعلق خبریں، علم فضائل، اعمال، علم تقاب پھولن علوم کو اس خراب سے مشرب و بیان کیا کہ تھوڑی سی مدت میں قوم کی قوم کا دینی مذاق میں گئے اور خود کو کھان، ذکی و فنی میں کوئی ایسا نہ جس کے دل و صلیح میں دانش کا گھر دین گئے تھی کہ وہ آپ کی محبت سے قبل صوفیائین بدعت تھے وہ اب مقررین بن گئے اور نہایت اذیت نہ کے کھل کر نظر آنے لگے۔ نہایت جیسی حجت کی حقیقت اور اس کی بکارت کا اسی سے کچھ مانع کر لیا

ماہ ۱۰۰۰ درود پڑھیں، ص ۱۰۰۰

میں کہتا ہوں کہ اسلامی دھرم کے اس آئینہ فلسفے نے جو کچھ دنیا میں نمایاں اور اصطلاحی الفاظ میں بیان کیا

فرمایا ہے اگر اس کا لُٹ لہا بہ لُٹ اصلا مات کی قید و بند سے آزاد ہو کر انتہائی سادگی اور عفو و انعام میں آپ بیگناہ چاہتے ہیں تو وہ لغز و لطمہ میسر ہو حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شاہ حبشہ کے سامنے فرمایا تھی یا نبی! نے بڑی خوبی کے ساتھ نبوت کے ان تمام خواص کی طرف اشارہ فرمادیا ہے جس کی تفصیل حضرت شاہ ولی اللہ نے اپنے مذکورہ بالذمات میں فرمائی ہے۔

تہذیباتِ نبوت کے مستحق ایک | حقیقت یہ ہے کہ انبیاء و علیہم السلام اور ان کی تعلیمات کے متعلق کچھ فہموں کو ہمیشہ سے غلط فہمی یا غلط فہم کا ازالہ | یہ معاملہ رہا ہو کہ ان کا تعلق صرف ایک ایسی مخصوص حیات کے ساتھ و البتہ ہوتا ہے جس کے درجہ میں بھی اوی حقول بہت سے شکوک و شبہات رکھتی ہیں بلکہ ان کے نزدیک گویا وہ ہی تعلیمات کا تعلق اگر ہے تو صرف جبر و جبر و انوار و مابعد الموت زندگی کے مسائل کی حد تک ہے نہ کہ علمی و فنی کے تمام اس کا کوئی حکم رشتہ ثابت نہیں۔ اور عالم غیب اور اس کے علم سے چونکہ اوی حقول بالکل علیٰ غایت ہیں اس لیے وہ انبیاء و علیہم السلام اور ان کی تعلیمات کے لیے کرنی جہد مقام تجرید کرنے سے قاصر رہتی ہیں بلکہ سب کے طرف نہ سہجہ کا اشارہ اس پر ان کو محدود کرتا ہے کہ ان کی برتری کو چارہ دیا جائے یا تسلیم کیا جائے اس کا کشمکش کی وجہ سے ان کی میں تو مہیات کرنی پڑتی ہیں کہ انبیاء و علیہم السلام کی صداقت و ممانعت اور فہم و دانائی بھی اپنی جگہ مسلم رہے اور پھر اوی حقول کو ان کی کوئی خاص فوقیت بھی تسلیم کرنی پڑے۔

اس لیے اسلامی اہلِ اہل کے علاوہ ان کی قوت عقلیہ اور قوت علمیہ کی برتری کا اعتراف کر کے یہ سمجھ لیا کہ سب سے اہل بات سے انہوں نے مقامِ نبوت کا حق ادا کر دیا مگر اس کے ساتھ ان کے حصول کی حیثیت ایک غایبہ شخص کے مقامات کی ہمارے قرائن سے کران کو لیا ہے و قوت بنایا کہ حقیقت کی دنیا میں وہ انہوں نے تا آخر فراموشی میں کر رکھے ہیں۔ والہ اعلیٰ اعلم۔

غیب کہ انبیاء و علیہم السلام کی قوت عقلیہ اور علمیہ کی عام برتری تسلیم کرنے کے بعد نکات کی حقیقت اتنی ہے حقیقت بنادیا کہ کسی عقل اور دیکھنے کی بات ہے مگر آج میں حیثیت دارون پشاور اور مین کے علوم کی قرار دیدی جائے تو شاید اس شخص کو غیب و انوار سے سمجھا جائے۔ حالانکہ اگر ان کے فلسفہ و ہر طرح کی باتوں سے ہمیں ابتداء میں نامعقول بات ہی سمجھے جاتے تھے بشرطیکہ اس حوالہ کو شہسازیاں مین کی اشتراکیت اور مذہب کثرت اور دارون کا فلسفہ ارتقا و تہذیب اس شخص کے ذہن میں آنے والی باتیں ہیں لیکن ان کی کچھ عرصہ ہی پھر دی ایک دنیا کا دین و مذہب نہیں رہا ہے اس طرح انبیاء و علیہم السلام کی تعلیمات کو آج پھر اس سے نا آشنا مافول کو بعد از عقل نظر آرہی ہیں، مگر کیا حدیثی کے عقل کے لیے اس کی مغفرت کا اعتراف نہیں کیا اور کیا آج بھی مذہبی دنیا کا بڑا حصہ اس کا اعتراف نہیں کرتا مگر آپ

ان کے لئے بہت آئین پر کسی نظر و ایس تو آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ اس میں طو کیت سے لے کر نیا کے ذاتی
 کو ذاتی معاملات کے متعلق ہر چیز ہدایت موجود ہیں اس میں صرف عقائد و عبادات کا باب نہیں بلکہ بیچ و
 خرید و بار و بارہ زمین و شغل و طلاق و وصیت و وراثت و غیرہ کے معاملات و تعزیرات حتیٰ کہ صلح
 جنگ کے قوانین بھی پوری روشنی کے ساتھ موجود ہیں اس میں تہذیب اسرار و تہذیب الفاظ کے انہماک
 تک نہیں ہیں۔ غرض کہلے پہنچے، سہلے جلنے، اونٹنے پر لے جیسے معمولی اشیا کے متعلق بھی حکم اہم ہدایت ملتی
 ہیں ایک مرتبہ ان فقہوں نے طعن کے طریق پر کہا کہ تم دینی حکم کو سب ہی، زہر کھانا پر حتیٰ کہ چٹا پے پانچ
 کا طریقہ بھی، اس پر چھوٹے کیا اچھا جواب دیا ہے۔ جی ہاں، وہ ہیں ان جیسے معمولی باتوں کے متعلق بھی ہدایت
 پہنچے ہیں مگر سنو گے تو معلوم ہو جائیگا کہ وہ کتنی قیمتی اور ضروری ہوتی ہیں یہاں آپ کی ہدایت یہ ہے کہ اس حالت
 میں قدر کی طرف منہ کر کے نہ بیٹھو، اپنی خیر نگاہ کو نمایاں نہ دکھاؤ اور جہاں سے کم بیٹھنے کا متعال و کو خیر
 فکر ہم اس کی شرح کری تو آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ حیات انسانی کے ہر شعبہ کے متعلق اسلامی آئین میں کتنی
 مشکل اور کتنی ضروری ہدایت موجود ہیں۔ حدیث و تفسیر اور فقہ کا مطبوعہ ذخیرہ کتب خاوی کی شکل میں
 آپ کے سامنے ہے بلکہ اس کا کچھ حصہ دوسری زبانوں میں بھی مشعل ہو چکا ہے۔ اگر عملی لحاظ سے دیکھنا ہو تو قرآن
 شریف کا شمار کر لیں، آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ ایک دین کے ساتھ انبیاء علیہم السلام کی بحث و نظر اور جنگ و موافقہ
 کی سرگرمیوں کا نقش کیا تھا یہی کیا وہ صرف ایک مسلم کی حیثیت رکھتے تھے یا عمل کے ہر میدان میں سب سے پیش
 پیش نظر آتے تھے۔ صحیح حدیث میں تو کئی کئی کی اصطلاحات لفظیہ است بھی انہماک علیہم السلام کی شان میں موجود ہے
 کائنات بنو اسرائیل و صحابہ الانبیاء علیہم السلام کی اسرائیل کی سیاست و دین و علم و سیاست کے بعد میرے انبیاء علیہم
 السلام چلا کر رہے تھے۔ میں چونکہ قائم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نہیں، اس لیے میری امت کا علم و
 نفس خلفاء کے خلاف ہو گیا ہے۔ (دیکھو ترجمان مسند ج ۱ ص ۱)

ان واضح حقائق کے ہر سہ پہرے اس بے وجہ غلط فہمی کا کوئی حرقہ تو نہ تھا کہ نجات کا رشتہ دایا دنیا
 کے ساتھ کچھ نہیں جڑا، اور انبیاء علیہم السلام صرف ایک خیالی عالم کے مالک ہوتے ہیں۔ داعیا و داعیہ حضرت
 شاہ ولی اللہ کے مذکور بالا بیان میں بڑی غری کے ساتھ اس خیال کی تردید کر رہی گئی ہے۔ انہوں نے قرآن
 کی ہر آیت انبیاء علیہم السلام کی ان صفات پر روشنی ڈالی جو جن کے انبیاء علیہم السلام حامل ہوتے ہیں۔ اور تاریخ
 سے یہ ثابت کیا کہ جو حقیقت کی دنیا میں ان صفات کے اثرات کی شکل ملے جسے ہم پہنچتے ہیں کہ اس میں غریب کی
 اور اقدار کی کمی ہو، مگر پھر اسے خود پر اس غلط فہمی کا ازالہ ہم جانے اور انبیاء علیہم السلام کا صحیح تعارف
 ہو جائے۔

نہایت کے ساتھ انسانیت کی صفات اور انسانی نوعیت کی صفات ایک ایک شعبہ کی بات کرتے ہیں اور وہ بھی تمام ادیان و عظیم اسلام انسانی نوعیت کے ہر شعبہ سے متعلق بات فرماتے ہیں اور وہ بھی اتنا دور و درگزر کیا ہے کہ ان کو اپنے لیے جن مختلف قدیمیتوں کے مختلف الفاظ کی ضرورت ہوتی ہے کہ وہ تمام قدیمیتیں ایک وقت، اسی سے اعلیٰ طریق پر نہایت ایک ہی میں موجود ہوتی ہیں جیسا کہ اسے پہلے بادشاہی اور ملکیت کی صفت کو لے لیجئے اور اسی صفت میں شاہان و پادشاہ کے ساتھ اس مقدس مجدد کا مقابلہ کر لیجئے۔

پہلے یہ بات ذہن نشین کر لیجئے کہ جس طرح کہ ہر چیز کے لیے اس کی ایک صورت ہوتی ہے اور ایک حقیقت، مثلاً انسان، اس کی ایک خاص صورت ہو اور اسی طرح انسانیت کی چند خصوصیات صفت بھی ہیں جو اس کی حقیقت کھلاتی ہیں لیکن انسانیت وہ ہے جو ان دونوں کا جامع ہو صورت بھی انسانیت کی رہتا ہے اور خواص و صفات بھی اسی کی رہتا ہے۔ ہندو میں صرف انسان کی ہی صورت تو ہے مگر نہ انسانی صفات سے بالکل محرومی پر اس لیے کوئی اس کو انسان نہیں کہتا۔ اسی طرح اگر کسی انسان میں بالکل انسانی نوعیت مگر انسانیت کی صفات ناقص ہوں تو وہ انسان کی انسانیت پر انسان کا حکم لگ دیا جاتا ہے۔ ایک برقوق کو آپ کہہ جائے اور ایک شخص کو بھیڑیا کہہ دیجئے۔ یہی نہیں! صرف اس لیے کہ اس کی صورت انسان کی نظر آتی ہے مگر اس میں کسی ایک انسانی صفت کی کمی ہو جاتی ہے۔ اسی کے ساتھ جب آپ خود کر دیجئے تو آپ کو معلوم ہو گا کہ اصل باعتبار صورت کا نہیں بلکہ حقیقت کا ہے۔ اگر کسی کی حقیقت انسان کی ہے، پھر اس کی صورت میں عداوت کشا ہی نفس کیوں نظر آئے مگر اس کا شمار انسانوں ہی کے زمرہ میں رہتا ہے۔ لیکن اس کے برخلاف اگر کسی میں انسان کی حقیقت ہی نہ ہو تو صرف اس کی صورت کے انسانی صورت ہونے سے کوئی اس کو انسان نہیں کہتا۔ اس سے یہ ثابت ہو گا کہ اصل اعتبار حقیقت کا ہے۔ ان گن انسان وہی تھا حالانکہ جس میں صورت اور سیرت دونوں جمع ہوں۔ اس فرق کو جس شاعر نے کیا اچھے الفاظ میں ادا کیا ہے۔ وہ کہتا ہے :-

نہایت میں صورت نے گرفت حبیبیہ باشتد غنات دل یک جامع نہ دل نہ غنات

یعنی دنیا جس کو حبیب شوریہ کہتی ہے اس کی حقیقت کیا ہے! میرزا آقاخان قزوینی نے اس حقیقت کو شبلی کی صورت عطا کر دی ہے۔ اسی طرح جس کو دنیا اقل کہتی ہے اس کی حقیقت کیا ہے! میرزا آقاخان قزوینی نے اس حقیقت کو شبلی کی صورت عطا کر دی ہے۔

حقیقت کی صورت اور اس کی حقیقت اسی طرح آپ بادشاہی کو بھی سمجھ لیجئے اس کی بھی ایک صورت ہے اور ایک حقیقت

خس کی حیثیت پر خود فرمایا ہے تو یہ صفات ہیں۔۔

حاشی، حاشائی، تمدنی، انقلابات ملک کی اندرونی و بیرونی حفاظت، رعایا کی تعلیم و تربیت کے لیے علم و فن کی پوری استعداد و قابلیت، اولوالعزمی، ہادوی و فیاضی، عدل و انصاف، دوسری جہدوی، اور عام اخلاق کی برتری اور ان صفات کے ساتھ اس کے نمایاں اوصاف یہ بھی ہیں مثلاً طبعی نعمت و دیگر نعمتیں و مقررہ اور غیر مقررہ امور کی پوری صورت و یکجہ تو یہ ہے۔ جاہ و جلال، شان و شوکت، تخت و تاج، دولت و مغرور، فصیح و شگور، جمل و قلم، عادی و ریش، یعنی انعام میں تیز و اسراف اور انعام میں فہم و قہدی و ضبط

ہیں اگر ایک انسان تاج و تخت کا تو مالک ہو مگر ملکیت کے معنی اوصاف میں کوہ و نہو دنیا اس کا پاشا نہیں کسی وہ صورت صورت کا بادشاہ ہے حیثیت میں وہ ایک عراق، شیر اور فارس برطانیاں سمجھا جاتا ہے کسی طرح اگر کسی میں یہ اوصاف نہ ہو تو قہوں مگر وہ تخت و تاج کا مالک نہ ہو تو دنیا اس کو بھی بادشاہ نہیں کہیں گران و جلال میں جو سیرت ملکیت کا مالک ہوتا ہے وہ اپنی درخشش میں بھی بادشاہ کہلاتا ہے اس کی حکومت جموں سے تھانہ کے کے خطوط کی جانوں تک ہوتی ہے اس کے برلانات جو صورت ظاہری صورت ملکیت رکھتا ہے اس کی حکومت صورت جموں تک محدود رہتی ہے، لوگوں کے قلوب اس پر رغبت کرتے ہیں اور عزت کی بجائے اس کو ذلیل ترین انسان شاکر کرتے ہیں۔

ملکیت خبیث کی صورت و حیثیت اب اس سیاق سے آپ انبیاء و صلوات علیہم السلام کو دیکھیں اور صورت و صفات کی روشنی میں نہیں بلکہ تدریج نور و اخلاص کی روشنی میں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ وہ بہترین صفات ملکیت کے حامل ہوتے ہیں اور اسی طرح ان میں ملکیت کی صحیح صورت بھی موجود ہوتی ہے سو دیکھیے جب دنیا میں وہ آتے ہیں تو اس وقت دنیا کے عام افلاق، ان کا عام تمدن ان کی زندگی کا عام نظم و نسق، ان کی عام تعلیم و تربیت کا عالم کیا ہوتا ہے! یہ عالم قدس سے آن کا تعلق تو اس جگہ اس کا ذکر وہی نہیں کرتے۔ چلے یہاں اس پر نظر کیجئے کہ جب اس ماحول میں رسول آئیں تو غلاموں کو کن صفات کا ہونا چاہیے۔ پھر دیکھیے کہ وہ پہلے ہی کن صفات کے۔ اسی کے ساتھ اس پر بھی نظر کیجئے کہ صفات ان میں کبھی اور تعلیم کا فرق ہوتا ہے یا بعض اظہار و قدرتی، پھر وہ بھی کس اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہیں۔ ان کی اولوالعزمی، اولوالعزمی ان کا عدل و انصاف، لہذا ان کی عام ہودہ کی نوعیت کیا ہوتی ہے؟ وہ صفات و امانتیں کیا مقام رکھتے ہیں، ان کا کیریز کیا ہے یا اگر یہ تمام صفات ان میں بادشاہی بلکہ شہنشاہی بھی موجود نظر آتی ہیں تو اصل و اصلیت کی روشنی میں آپ کو یہ حکم لگا جائے گا کہ جتنے بادشاہ سیرت ہوتے ہیں، اب آپ اس کے ساتھ ان میں بادشاہی کی صورت بھی موجود ہے جو کہ ان کے اصل و بادشاہ ہوتے ہیں کسی کو شک نہ کہ ان میں نہیں ہو سکتی اس سیاق پر ہم سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنا چاہئے

ہیں تو ہم کو مسلم ہو سہ کہ نوبت ادب و ارشاد کے ہے۔ لہذا ان عہدہ جمل تصور کر سکتے ہیں کہ وہ سب آپ کی ذات ستور
 صفات میں باطنی مرتبہ کے مجموعے عرب کے گیشے ہوتے تھام میں آپ تشریف لائے جہاں تعلیم کا دور دورہ گنگ پڑ
 رہا تھا، قوم دینی و رشتہ اور چشم میں کی ابتدا نہیں۔ عادات و اطوار ملتے گیشے ہوتے کہ خدا کی جاء، اخلاق ملتے گیشے
 کہ اسفلتہ بشر فلک میں وہ بدامنی کہ انسانوں کا کہیں خصل، اتھلی نظم ہنس کی اتھی، بھری کوہ فرغ و غوغا رہا اور بادشاہ
 ہما کی یہ نوبت کہ پیشی شرب بخاری و حاکماری باعث تازہ تھا اور قتل و غارت ان کی شرافت کا معیار۔
 پیسے پست بھول میں آپ کا غور ہو تو آپ کن صفات کے مالک تھے۔ کس سے تعلیم حاصل کی تھی یا منتقل
 حجاز صفات سمجھتے تھے کس شاہی خاندان سے متعلق تھے یا صرف ایک شریف گھرانے کے لائسل تھان سب
 باتوں کا جواب اگر سنا ہو تو نقل و ادب سفیان کی زبانی سن لیتے ہیں، دو نور ہر سحر میں پھول کہ شہنشاہ عہد
 در سولہ اپنی قوم کا دارا سرور، تاریخ کی مٹی میں یہ بات ملے شہد کہ آپ قتل و ہنر و علم و دانائی و تہذیب و اخلاق
 مدلی و صفات، شہادت و سخاوت اور جملہ کمیت کے اعلیٰ سے اعلیٰ صفات کے مالک تھے جو ملک بھی آپ کی تاریخ تسلیم
 کیا اس کی کھلا پٹ گئی اور وہ انسانیت کے اعلیٰ سے اعلیٰ معیار پر جا پہنچا۔ عرب کی تاریخ آپ کی اہستہ ستائیل اور
 سہل کرد و کر دیکھ لیتے، تو آپ کو یوں معلوم ہو گا کہ وہ ایک ایسی قوم بن گئے تھے جو صفات عالم پر گوارا پہنچا بار
 خود اور جو یہی ہے ان کے اور صفات و اطوار سہل پکھیں وہ اب قتل و غارت کی زندگی کے جو اسے من کے شہنشاہ
 اور سلطنت جہاں کے لیے پیغام سلامتی بن چکے ہیں، حرام و حلال کی تیز کن سعادت و منکر کو چھوڑا، عہدہ پیمان
 کا پورا پورا بندہ بنا، سعادت میں وہ صفت و دشمن کو ایک لحوت و کھنڈ اور انسانوں کو چھوڑ کر خدا کی بنیادیں غفلت اپنی
 حیرانات کے ساتھ بھی بے رحمی سے اجتناب رکھا ان کی طبیعت نامیہ بن چکی، جو محنت و پاکبازی، جہاد و غیرت
 صلہ رحمی اور عام خلق انسان کے ہمدی ان کی فطرت کا جز و مفرک ہے۔ وہ جن ملک میں بھی گئے جس کا ملک کن کا گڈ
 بن گیا یا کنز و نوبت بھی آگئی ہے جبکہ دشمن اہل کتاب نے ان کو رکھا تو یہی خستہ ہل آٹھیں ہیں کیا است و کیا است
 جو اس کا ذکر ہم پہلے سے اپنی کتابوں میں پڑھتے چلتے ہیں اور کس جنگ کے بغیر کیا ان کے حال کو یہ ہے
 اتنے عظیم جبر اس مرحمت کے ساتھ اھلک اب اور وہ بھی اتنے پائدار اقتدار کی تاریخ دہا میں کہیں اور نظر نہیں آئی کیا
 آپ کی شان ان قابیہوں کے ہے اس سے بڑھ کر بھی کوئی اور رحمت و کلام ہو۔

اب اگر ملکیت کی ظاہری صورت پر نظر کیجئے تو یہاں گوارا، وجہاں، شان و شوکت میں کوئی کی نظر نہیں
 آتی بلکہ آپ کے دھب و ہیبت کا جو عالم یہاں نظر آتا ہے جس کی مثال کہیں نہیں ملتی۔ دشمنوں کے قلوب دور دور
 سے ہی تپ سے تپ رہتے تھے۔ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شمار ہے کہ حق تعالیٰ نے جن خصوصیت صفات سے ہم کو
 نوازا ہے ان میں سے ایک ہے کہ ہم کو بڑا اہل سروسامانی میں بھی ایک ہادی کی مسافت سے دشمن کے دل پر لگے ہے

اسمعیان جب زمانہ جاہلیت میں ہجرت کے دربار سے واپس آئے تھے تو باہر پارکوں کا جو احساس تھا وہ انہوں نے اپنے
 ان الفاظ میں بجا کیا کہ "انہی کا نہ ملک بنی الا منفر منی بلکہ یقیناً کہ وہ ضرور غالب ہو کر رہ گئے کیونکہ میں دیکھتا ہوں
 کہ ان سے تو شاہ رزم نگ غافل ہے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب اہل مکہ نے خود میں مسعود کو اپنا سفیر مقرر کیا
 تو انہوں نے خطبہ کی مجلس کو دیکھ کر اپنے آثارات کا جن الفاظ میں اظہار کیا تھا وہ یہ تھے۔

اللہ تعالیٰ میں نے شاہ حبش، شاہ قسطنطنیہ اور شاہ ایران کے دربار دیکھے لیکن کوئی بادشاہ میرے نظیر نہیں آیا
 جس کی عظمت اس کے دربارہ انوں کے دوسرے بادشاہوں پر جیسا کہ اصل اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے دوسرے
 صحابہ اور اصل اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بات کرتے ہیں تو ہر طرف سنا چھا جاتا ہے
 اصل اللہ علیہ وسلم، جو کہ جس زمانہ کا نائب دین زمین پر گرے سے پہلے لوگ اس کو انمول میں لے کر
 اپنے منہ پر مل لیتے ہیں جب وہ کسی بات کا حکم دیتے ہیں تو سب اس کی تعمیل کے لیے دوڑتے ہیں۔ ان کے
 ولی میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام ہے کہ وہ ان کے دربار میں بطور شاگرد کی طرح بیٹھتے۔

اس خطبہ کی طبع و منکر اور اس کا نظم و نسق تو وہ بھی تاریخوں میں موجود ہے۔ آگاہت جب کی فراہمی اور ان کی خطبات
 کے حالات تو جی و شری اور اس کے قصیر کے اختلافات بھی سب سیرت کی کتابوں میں دیے گئے ہیں۔ آپ کے دربار
 میں شانہ و داد و شرف، اعظام و اکرام کا حال بھی ایک ناقابل انکار حقیقت ہے لیکن جو مروجہ انبیاء عظیم السلام کی
 ملکیت کی صورتیں شانہ و دنیا کے بعض اجزاء وغیرہ تھے اسی حیران کن ملکیت کی صورت میں بھی اس کے کچھ
 نمایاں اجزاء جس تھے۔ ان کی شانہ و سیرت میں سخت و گہر کی بجائے خوش و اکسار تھیں۔ وہ فتنہ کی بجائے جفا کشی
 و تعجب اور تکلف و تنہم کی بجائے استہلاک و مساوی و مصلحتی پہلی تھے، اسی طرح اس کی صورت میں بھی سخت نارنج
 دولت و خزانہ اور شانہ و مال حاصل کرنے کا نام و نشان نہیں ملتا اور ان کی اس نوعی ملکیت کی وجہ سے یہ تاسخ نہ
 قرآن کو ملے کہ دنیا کی قسمت میں شاد کر سکتی ہے اور قرآن سے بڑے طور پر انکار ہے کہ قدرت کوئی بڑا انبیاء
 عظیم السلام کی اس بلند شخصیت کا اگر آپ کو انہی کے جوہر سے تو آپس میں حقیقت کو یاد کر لیں کہ وہ دنیا میں جو نظام
 حیات لے کر آئے ہیں اس سے بچھ کر کوئی دوسرا نظام ممکن ہی نہیں ہے۔ کاش ملکیت کا جو تصور اسلام نے دیا
 کے سامنے رکھا ہے اگر دنیا اس کو محفوظ رکھتی تو یقیناً کہیں کبھی اس پر لازم نہ ہو کہ وہ زمین کی یہ عالمگیر اور سب کا ملک
 دنیا کے کسی ملک میں آپ کو نظر آتی۔ مادہ اگر آج بھی اس پر نظر کر لیا جائے تو دنیا کو پھر اس جنگ و زحمت سے نجات
 مل سکتی ہے۔

ملکیت نبوت کا ہم کو یوں | انبیاء عظیم السلام کی ملکیت کی حقیقت اگر صرف اسی حد تک جائز فہم ہو جائے تو یقیناً ان کی
 عالم میں سے اس کا راز ہو | کے لیے ملکیت کے اس تصور سے بڑھ کر کوئی دوسرا تصور نہ رہتا، لیکن یہاں ملکیت کی

ضیعت میں ہیں اہم جزو کا وہ اگر ماضی رہتے ہیں پس وہی ان کے لیے نقد و خلوت ہیں جانہ ہے یعنی عالم غیب کے ساتھ
 ان کا رشتہ اور وہ بھی اس شہود کے ساتھ کہ سطحی نعروں کو متوجہ نہ کیا کرنا ہی نظام کے ساتھ ان کا رشتہ
 گویا کٹ چکا ہو۔ وہ اپنی کمی و کثرت میں بھی اس رشتہ سے علیحدہ نہیں ہو سکتے۔ وہ چلتے ہیں تو عالم غیب ان کے ساتھ
 ہوتا ہے۔ وہ نہڑتے ہیں تو عالم غیب ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ عیب سوجاتے ہیں تو بھی بیداری کی طرح عالم
 غیب ان کے ساتھ ہی رہتا ہے۔ وہی لیے ان کے خواب کو بھی بوجی کی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ وہ عالم غیب میں بھی
 خود جا کر اس کا مشاہدہ کرتے ہیں اور بھی خود عالم غیب ان کے ان قریب جا کر کہ اگر وہ ہیں تو اس کے باغات کے
 چمن تو فرار گوشت کے جادو کر دیں اور اس طرح عالم قہار میں عالم غیب کی گویا وہ ایک جسم ہیں جسے
 جس نے ان کو دیکھا گویا اس نے پورے عالم غیب کو دیکھ لیا یہی منہب ہے کہ جو ان کا منکر ہو گیا وہ عالم
 غیب کا بھی سر ہو گیا۔ اور جو ان کا معتقد ہو گیا وہ عالم غیب کا بھی معتقد ہو گیا۔ سمجھ لے ان کی ملکیت بھی
 نام تو عالم غیب سے چڑی ہوئی تھی۔ جو دشمنوں کی سازشوں کی اطلاعات غلطیں اچھا کر دیتے ہیں ان کو
 خدا جلالت کے خشتہ جگہ خود اس کی پیدائش کوئی مخلوق سے ہو جائے۔ آپ کی حیات میں جنہوں نے کشتی سوار کیا
 جبہ روخیز کسی گریب ہی دیکھ تو آپ کو پہلے سے ان کی اطلاع مل چکی تھی ایک بار میں نے آپ کو کھلے میں زہر
 دیا۔ آپ نے قرآن کو تلا کر پوچھا یا تو تم نے کھانے میں زہر دیا ہے۔ تمہوں نے اس کا اعتراف کیا مگر حیرت زدہ
 ہو کر پوچھا آپ کو یہ یار دنیا کیا کہنے ہے؟ آپ نے اسی کہنے میں سے کبریٰ کا دست اٹھ کر فرمایا۔ اس نے پس
 یہاں گھر باہر دست و دشمن کی بہت سی خبریں ظاہری انتقام سے پہلے ہی ان کو عالم غیب سے مل جاتی
 ہیں۔ قرآن کریم میں آپ کے ایک خانگی حسانہ کے سلسل میں مذکور ہے کہ ایک واقعہ کے شوق آپ کی بوجی صاحب
 نے اپنی ایک نازد اور غفلت پر آپ کو خبردار دیکھ کر تعجب سے پوچھا "من اہلک ہذا" یا رسول اللہ اللہ بھلا یہ تو جانتے
 کہ تو چہ شیوہ بات کی اطلاع آپ کو دی کہ کہنے۔ آپ نے فرمایا "سنائی سلیم اغیر اس نے جس سے چہ کہہ کر
 کہی جانے واللہ اور کوئی خبر نہ تھی۔ دن حضرت میری خیر اسلام کا تو قرآن کریم میں ایک سچائی یہ موجود ہے
 کہ تم لوگ جو اپنے گھروں میں کھتے تھے۔ اور جسے ترک کر کے رکھتے تھے سب میں جانتا ہوں۔ اس لیے یہ کیسے ممکن
 ہو کہ ان کی ملکیت کا رشتہ کسی جہ میں عام عیسے کٹ جاتے۔ ان کے نزدیک ان کی ملکیت کی حیثیت قوت
 تغیر سے ایک ذرہ کم نہیں ہوتی۔ اپنی ذاتی حکومت کا وہ کوئی تصویر نہیں رکھتے۔ اور جو ان سے کہہ کر
 آتے ہیں وہ کسی شان کا باعث مدح نہیں ہیں۔ وہ یہ غار کر کے کہتے ہیں کہ میں انہیں کی قوم کو دعوت دیتے
 ہیں۔ وہ انہیں خود خالق کائنات ہی کا جیہ ہوا ہے۔ ہم میں ایک شمشکات خدا کر سکتے ہیں۔ اور اس میں
 اور اس کی کر سکتے ہیں۔ مگر خدا ان کو اپنے آپ سے لگا کر انہیں اپنے حق سے لگا کر لایا ہے۔ انہیں کہیں

حیات تک کا اس مقصد ہی صرف رضا والہی پر جس اسی نقطہ پر پہنچ کر فکریت اور نبوت کی راہیں طبعاً وجود
پہنچ جاتی ہیں۔ حکومت کا نفاذ جو تہ ہے کہ تک اس کا ہر ملک اس کی جو آئین اس کا ہر دولت و خزانہ
اس کا ہر قوت اس کی جو اور اختیار و اقتدار تمام تر اس کا ہو۔ اس کے برعکس نبوت کا اعلان یہ ہے کہ تک
اس کا ہے نہ ملک اس کی نہ آئین اس کا ہے نہ حکومت و اقتدار اس کا۔ دولت و خزانہ و طاقت و اختیار کچھ
بھی ہے وہ سب مالک علی الاطلاق کی ہے۔ اسی لیے وہ اپنی بادشاہت کا نام حاکم اور تک کی بولے
فکریت نبوت کی (فیض کھتی ہے یعنی اس کی جانب سے ایک مفوض شدہ نائب اور ہیں۔ ان کے سامنے میں یہی
حقیقت ظاہر ہے) ایک پروگرام جو تہ ہے کہ وہ فلاحی آئین کو اس کی پیدا کردہ حقوق میں چوری چور و جہد کے ساتھ
نفاذ کر دے۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کے حیرل و عریض سلسلہ میں حضرت میلان علیہ السلام کی فکریت کی ظاہر
شان و شوکت کا تذکرہ خود قرآنی اوراق میں موجود ہے۔ مگر اس کی حقیقت میں قدم قدم پر فلاحیت سے نواہ کچھ
جانت نہیں جوتی۔ وہ اس اقتدار و حکومت کے بعد بھی ہر ہر وقت پر یہی اعلان کرتے رہے کہ میں ایک نائب کی
حیثیت سے آیا ہوں کچھ نہیں ہوں۔ لہذا اس میں بھی اس حیل اور کچھ نہیں جو دیگر انبیاء علیہم السلام کا تھا
یعنی احکام الہیہ کی تنفیذ۔

مادی عقول اس فنی رشتہ کا ادراک نہیں کرتیں۔ اس لیے وہ ہر وقت پر دوسلوں کا پرستہ سن کر دیکھتی
ہیں اور وہ فلاحیت کی بجائے انسان کو حقوق مالک و حاکم کی حیثیت سے دیکھتا عقول بات سمجھتی ہے کہ مالک
اگر انصاف کے ساتھ خود کیا جائے تو حکومت کی صحیح حقیقت اگر وہ سمجھتی ہے تو صرف یہی کہ جس کی جو کہ انبیاء علیہم
السلام کی ذات میں نظر آتی ہے اور صرف اسی کی نظام عالم کو ضرورت بھی کہ اس سے زیادہ حکومت کا جو تصور
مادی عقول نے تراش لیا ہے نہ تو اس کی کوئی حقیقت ہے اور نہ نظام عالم کو اس کی ضرورت ہو۔ ظاہر ہے کہ
انسان کو اپنی مستقل مالکیت و حاکمیت کا دعویٰ کرنا حقیقت کی نظر میں کننا خلاف واقع ہے پھر اس پر آئین
سازی باور اختیار مطلق کے جو شاخسارے اس نے اور لگائے ہیں وہ اور بھی زیادہ مشکوک چیز ہیں۔ اس دوران جب حقیقت
خیالات کی نظام عالم کو کوئی ضرورت بھی نہیں ہے بلکہ عالم میں فتنہ و فساد کی جڑ حکومت کا یہی مادی تحلیل ہے
وہ جو کہ دنیا کی بڑی سے بڑی مملکت بھی گویا ہر گز نہیں ہی اقتدار و حکومت کی مالک ہو گویا اس کی ضرورت چلیا
کے طلب پر بھی اس کا سکتہ نہیں جتنا اور سی ہے ہمیشہ دعویٰ بادشاہوں کو اپنے گرد و پیش سے غفلت تھے ہوتے
تھے حتیٰ کہ ایک ایک دن صفحہ ہستی سے ان کو ہر جو ہر پائے پر انبیاء علیہم السلام میں حکومت کے حامل ہوتے
ہیں اس میں جو کہ انسانی فلاح و سبوح کے سوا کوئی تحلیل ہے نہیں جتنا وہ اپنی مالکیت و حکومت کا کوئی دعویٰ
ہی نہیں رکھتے اس لیے غفلت ان کی کو ان سے مٹانے کا سونپ ہی نہیں جتنا اور اس لیے ان کی محنت و محنت

کے ساتھ عقیدت میں دلوں میں اتوتی چلی جاتی ہے حتیٰ کہ ان کی اصل کا نشہ وہ بن جاتا ہے جو اسی عہدہ میں مسعود کا تھا
اسے آپ شہن پکے ہیں اور اسی لیے ان کی عقیدت میں حیات اور بعد حیات کا کوئی فرق نہیں پڑتا۔ غلوب میں لوح ان
کی حیات میں ان کا انتہائی حد بدر اعزاز کو تھے جس ان کی وفات کے بعد بھی ان کے احترام کے لیے آٹے ہی مہسٹر
رہتے تھے۔ اس مقام سے یہ بات بھی محل پر گئی کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ان خصوصیت میں اللہ علیہ وسلم کی اہمیت
کے ساتھ تاحی والہ عزت اور وحدت کیے ہیں تھی۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ وہ محض یہ کہ جس کے سچے آپ پر خدا پر گئے تھے بلکہ
آپ کی ذات سہا مکہ میں جلالت کے برعکس فرق سامان متعدد و متساووں میں جمع ہو سکتے تھے وہ یہاں ایک وقت
نیا دے سے نیا دے دیکھتے تھے۔ ان تجربہ کر کے کہ دیکھ چکے تھے کہ رسول خدا کی ذات میں ان کی فیضیاتی خود ان کی اپنی
طاعت سے نیا دے موجود ہے۔ اس لیے وہ شاہد و ملاحظہ ہوں اور ان کے علاوہ حجت کے جتنے دئے تصوریں یا کئے ہیں وہ سب
کے ساتھ آپ میں جیسے ہو گئے تھے۔ سچ پر چھ تو ان کی محبت و ادب کا جو نقشہ عہد میں مسعود نے اپنے الفاظ میں لکھا
تھا وہ بھی نا تمام تھا۔

حکومت کے لحاظ سے میں غور کا انتخاب کرتی ہوں اور اسی طرح یہ بات بھی ثابت ہو گئی کہ یہ شاہانہ حکومت دنیا پر عظیم المسلم کے
تحتیں اہل بیت میں ہی ہو سکتی تھی۔ اس پر حال میں کی جاتی بلکہ اس طرح کی حکومت میں شاہی کی قابلیت پر
صوت ان میں پیدا کی جاتی ہے اس لیے خدا تعالیٰ کی تمام مخلوق میں صرف وہی اس کے اہل جتے ہیں کہ خدائی
حکومت کا نازک اور اہم منصب ان کے حوالہ کر دیا جائے۔ اسی لیے مقام نبوت کا انتخاب انسانوں کے میں ہو
گیا جاتا بلکہ جو خدائی کائنات پر وہی خود ان کا انتخاب فرمایا کر۔

لَقَدْ فَعَّلْنَا بَيْنَ يَدَيْكَ شَيْئًا ۖ لَوْلَا رَحْمَتُكَ لَفَعَلْنَا فَبِئْسَ مَا تَكْتُمُ
وَأَمَّا الْفُلَانِي (الحج)

لیسا ہے اور اسی طرح جس کو اس میں مکتوب۔

اگرچہ یہی روش میں انبیاء عظیم السلام کا یہ جزو مستعد دیکھنا ہو تو سب سے پہلے اس کا ہر پہلو سے کسی طرح نوعیت اور
فرعوں کی نوع کے معرکہ سے پہلے غلام کچھ کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو خیرہ بچہ پر کے جس طرح اپنی سلطنت کا
تعمیم و توسیع سب ان کے حوالہ کر دیا جس بیان تو ان کے حسن انتظام سے فرمائی تاکہ ان کی فعلی و کئی ہو گئی تھی۔

(پہلا شمارہ ۳۰۰)

کون نہ کر سکا کہ ان کا انبیاء میں جو جزو مستعد نہ ہوتا ہو چکا۔ نہ خیرہ غلام نظر آئے تھا وہ بہت تھوڑی ہی مدت
سیر مصر کے خارج رحمت کا ایک غلام مسکن تھا۔ ان خصوصیات کے ساتھ کہ وہ ایک غلام تھا اور اس کے مال کی نہانگی جدیدہ زندگی
تھی اور چنانچہ اس نے تمام حکومت منجھالی وہ انتہا درجہ پر تھوڑا ملک تھا۔ اسی خدائے افریں بچہ ایک صوفی تھیں ہی
کو یہ فرمایا اور فارسیہ دوم بھی ستمن حکومتیں سب اس کے زیر نگیں کر دیں کیا اب بھی کوئی یہ حیدر کہ سکا کہ انبیاء

علیہ السلام میں ملکیت کا جو پڑ نہیں تھا۔

آدم علیہ السلام کی سرگزشت میں دی حیثیت کو واضح کرنے کے لیے آدم علیہ السلام کی خلافت اور ملائکہ علیہ السلام کی سرگزشت میں حیثیت پر ایک باب تحریر کیا۔ تاکہ جتنے گروہ فریادیں پر غور و خبط مائع کیا گیا ہے کہ آدم علیہ السلام کو زمین کی خلافت صرف برحق پہنچانی ہو، بلکہ قدرت نے پہلے سے ان میں وہ اپنی جو برتری و دیانت فرمادی تھی جو خدا کی خلافت اور نیابت کے لیے چاہئیں۔ اور اسی لیے زیر حکومت آنے والی اشیاء کی تعلیم خاص طور پر ان ہی کو دی گئی تھی۔ تعجب کی بات ہے کہ ملائکہ اللہ عزوجل کی تسبیح و تقدیس کا بڑے بجزوہ و بے ساختہ اظہار کرتے رہے مگر قدرت آدم علیہ السلام کو ملائکہ شریں کا فیصلہ پھر ان کے خلاف ہی رہا۔ اس لیے کہ دنیا کو زمین سے کما اسلامی حکومت یا خلافت کا یہ کہ امتداد اس کا تیسرے پہلے خلافت و قابلیت کو جاننا چاہیے۔ صرف عقلی اور فطری قابلیت سے منکر حوالہ نہیں کرو دیا جائے۔ اس قابلیت کے فقدان کے وجہ سے خلافت خود رکنا اور اشیاء کے اسرار کی بھی ان کو تعلیم نہیں دی گئی۔ اسی طرح جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو منصب نبوت ملا اور ان کو معلوم ہوا کہ منصب پادشاهان کو جو حاکم کا مقابلہ کرنا ہے۔ ایسے بدعوار کو یہ بات سمجھانی کہ تو واقعی مالک ہو سکتا ہے، اور حقیقی ملک۔ کسی نصرت اسلامی کا محتاج نہ ہے، اور میری زبان میں گفتگو تو ان کی نظر کی اسی طرف ہو گئی اور اللہ نے اپنے یہاں راست پیش کی کہ اگر مجھے ایک فصیح البیان وزیر بھی مددگار کے طور پر فراہم ہو جائے تو میرے کام میں بہت سہولت پیدا ہو جائے پھر جب اس امت کا مدد آیا تو یہاں بھی خلافت کے وقت اور ذریعہ زائد کی طرف کسی کی نظر نہ پڑی بلکہ اس سے بڑھ کر حضرت موسیٰ کی قرابت کی طرف بھی اس وقت غفیر و گھٹیں معلوم ہوا کہ وہی خلافت ہے یا آخری ہرگز قابلیت و صلاحیت کی رعایت و انبیاء علیہم السلام نے بھی سب سے مقدم رکھی ہے۔ ان کے خلفاء نے بھی اور خورفاقی کائنات نے بھی۔ پھر خیال کس قدر مضبوط خیال ہے کہ اسلامی نقطہ نظر سے حکومت کے لیے صرف تسبیح و تہجد کی تلاش ہوتی ہو۔ مگر ایسا ہونا تو زمین کی خلافت حضرت آدم علیہ السلام کی بجائے سب سے پہلے فرشتوں کے سپرد کی جانی چاہیے۔ تاکہ خلافت کے لیے تسبیح و تقدیس سے زیادہ نظامی قابلیت کا ہونا ضروری ہے۔ جہاں حقوق اپنی زیر حکومت اشیاء کے ناموں کے لیے نا آشنا ہو وہ ان کی ضروریات کی برکت

کیا کر سکتی ہے، اور ان کا نظم نہیں کیا جاسکتا ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ جب کسی منصب کے لیے دنیا میں اس کی قابلیت کا ہونا ضروری ہو اور اس کے لیے مقابلہ کا استھان بھی لازم سمجھا جائے تو جس کے قبضہ میں قابلیتوں کی آفرینش ہو وہ قابلیت اور استھان مقابلہ کے بغیر صرف جو فنی اپنی نیابت کا اہم منصب آدم علیہ السلام کے سپرد کر دیتا۔ بیشک حکومت کے لیے جہاں صرف تسبیح و تہجد دیکھا نہیں جاسکتا، وہاں یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ جو نیابت کے فرائض ہی سے نا آشنا ہو اور حکومت الہیہ کی جہاں غور و نظر نہ فرمائیے تو زمین نافذ کرنے کا ارادہ رکھتا ہو خدا تعالیٰ

کی زمین اس کے مالک رکھ دی جائے۔ دنیا کی تاریخ میں جب کبھی ایسا ہوا ہے تو خدا تعالیٰ کی زمین پریشاں نہیں ہوئی اور دشمنوں سے بھر گئی ہے۔ لہذا اسلامی حکومت کے لیے وہی شان، جامعیت و کارہیجیں کا تذکرہ حضرت شاہ ولی اللہ کے کلام میں مذکور ہے۔

جائے ذکر، بالا بیان سے یہ منظر بھی دہرا جاتا ہے کہ انبیاء عظیم السلام کے اس فیہی دشت کا مطلب یہ ہے کہ آدمی نظام ان کی نظر میں بالکل مضطرب ہے۔ مل و اسباب ظاہری کا قدرتی نظام سب بیکار رہتا ہے اور اس حصول مقاصد کے لیے صرف دعاؤں اور خدا تعالیٰ کے مقدس فرشتوں کا انتظار کرنا چاہیے نہیں۔ آدمی نظام کی رعایت، نہ بوجہ قوت سے کم جہاں بھی نہیں ہوتی مگر یہاں اس کو صرف اسباب و مل ظاہری کی تنگدستی ہی سمجھانا، بے فواید و حقیقی نہیں سمجھنا۔ اس لیے لشکر کی معیت لانی بھی ہوگی جس سے دشمن کا خطرہ دور غارت پر بھی مضبوط رکھا جائیگا۔ جدید قوت میں استعمال کیے جانے کے، مختلف بھی کمزور یا نیکی، جنگی یا شہرانیوں کی تعمیر کا انتظام بھی چلا ہوگا یا نیکی کا فرض تمام نظام زندگی کے ہر پرکوشش میں ملای اسباب کی بھی ہمدستی ہوگی۔ یہ سب کچھ ہر گز کہ اس اختلاف کے ساتھ کہ اصل تا فی صرف و حد لا شریک لہ کے قبضہ میں ہے۔ اس لیے اگر ان کے لیے دشمن ہوا اور ملتے سمجھا وہ مدت کے اسباب ظاہری حسب منظر انہیں پھر بھی ان کو لازم ہوس نہیں ہوتا اور دشت طینان کے لیے میں وہ یہ کہ دینے ہیں، ان میں ملای سب ہوتی ہیں۔ جب میرے سب کی بھی ملای سیری پشت پر روم ہے تو کچھ غم کیا کر۔ سوال پانی کی گہ کو راستہ میں پرچہ ہم کا۔ الگ کے جھوٹے بہت شعلہ ان کی انکسور کے ساتھ ہوتے ہیں ملای اس میں جو تک نہینے پر دشمن کے نظر آتے ہیں مگر ان کے بے حسکت ہیں، ان کی بھی نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ وہ یہ جانتے ہیں کہ میں نے آگ میں جلنے کی فطری صفت ہے، کی برہ اس کو بدل بھی سکتا ہے۔ بس عالم فیس پر ان کے اس اعتماد کو کہہ کر ہی، واقعت غفلت کو یہ منظر لگ جاتا کہ کساد نظام مل کے بران مضطرب ہوتا ہے۔ حالانکہ ملای نظام کی بھی نظام کے ساتھ حقیقت میں اتنی ہوتی ہے کہ ملای نظام صحت یک بہت کی حیثیت رکھتا ہے اس کی روح وہی ملای نظام پر ہے۔ دوسری بات یہ کہ ضعیف نظریں اس فیہی نظام کا ادراک ہی نہ کر سکیں۔

اب آہ بخوبی حکومت اور اسلامی خلافت کا فرق سمجھ گئے ہوں گے۔ ہم انہیں پھر اس کو درخ کہ چاہا ہے۔ جیسا عظیم السلام صرف جبریل صفت نہیں ہوتے بلکہ وہ ملکیت، کرشمی ملکیت کے اعلیٰ سے اعلیٰ صلاح کے حامل بھی ہو سکتے ہیں، جس کے ان کے ہر سے کہہ دے، زمین کا رشتہ غلام وہ دخی ہی ہوا آخری ادایت دہانی سے کہ نہیں ملتا کہ وہ ہمارے نزدیک یہ ممکن ہے۔ جب دنیا میں ہرگز کی سیاست یہ کہ کہ اس کو ملای نظام کی بناء میں ہوا تو انبیاء عظیم السلام صحت ان کا امت کے لیے ممکن ہو کہ وہ اپنے وہ خلافت میں طرانی حکومت کی اصل طاقت ہی کو

فراموش کر نہیں۔ یہ قرآن کی ملکیت کی کچھ تفصیل بھی اب اسی پرانے علم و حکمت اور دھند و ہدایت کے معاملہ کو
 ثبوت کارکن بنائی گیا اس کے لیے انبیاء علیہم السلام و علوم کے کرکے ہیں اس کی تفصیل آپ حضرت شاہ ولی اللہ
 علیہ السلام و حکمت کے بیان میں ملاحظہ فرمائیے ہیں یہ وہ علوم ہیں جن سے کہ جس انسانیت کے شرف و کمال اور تمام
 انعام عالم کی اصلاح کا تعلق ہو تاکہ، اگر عالم ان علوم سے غافل رہے تو انسانیت کا کمال ہی علم سے محروم ہو جائے
 علوم نہایت کی ہیں خصوصیت حقوق انسانیت اب مثال کے طور پر آپ صریح معاملات کے ایک شعبہ ہی کو لے لیجیے جیسے
 لافظہ و مصالح عالم کی رعایت ہے۔ اس پر مشورہ اور غلطی اور غلطی تو سبب بنائی دس پر پیش سے فکری
 چلی آئی ہو وہ دیکھنے والے حوالہ کے مطابق ان کا ایک آئین بھی منظور کرتی رہی ہے کہ اس کی ابتدا صرف باطن و مشرک
 اور صورت زنا و زوج کی سبودی کی حد تک ہے یا اس سے اور آگے اپنے ملک کی حد تک سمجھ لیجیے لیکن جبر عالم
 پر اس کے اثرات کیا ہونگے اس بحث سے ان کو کوئی متنقی ہی نہیں ہوتا۔ انبیاء علیہم السلام کی نظروں سے صرف بھی
 رہی ہے کہ ان کے آئین میں ایک دفعہ بھی ایسی نہیں ہو سکتی جو عالم کے کسی خطہ کے حق میں بھی حضرت رسالہ پر
 اس لیے کہ وہ حقوق انسانیت کے سب سے بڑے لافظہ بنا کر سمجھے جاتے ہیں، اور دراصل خلافت الہیہ کا انعام
 لیکن یہی جو اور اسی لیے ان کی ملکیت کا بڑا مقصد بھی یہی ہونا چاہیے، اگر آپ انبیاء علیہم السلام کے آئین کی تلاش کریں تو
 تو اس میں جو احکامات ملک کے حقوق کے قطعاً کا بھی ایک متنقی باب دیکھیں گے۔ چنانچہ اس کے متنقی بھی عادیث میں لائی
 ذخیرہ موجود ہے۔ اس وقت اگر ہم اس پر تفصیل کلام کریں تو اصل موضوع سے بہت دور ہو جانے کا خطرہ ہے اس لیے
 ہم صرف معاملات پر ایک اجمالی نظر ڈالتے ہیں۔ ترجمہ کو معلوم ہو کہ یہ کہ جو یہی نظام میں لگائی جائے جو ہم کھالیا ہے تو وہ
 صرف ظہور کی رضا مند ہے۔ اگر ظہور کسی صاحب پر راضی ہو جائے تو اس معاملہ کا اثر خود نظام عالم پر کچھ بھی
 ہو نہ ہو حقوق انسانیت اس کی بدولت کتنے ہی پائاں ہونے نظر آئیں، اگر اسی قانون میں وہ ہمارے قصور کیا جاتا ہے اسی
 بنا پر سو کالین دین جائی نہیں بلکہ ایک بڑے طبقہ کی نظروں سے ترقی کی سب سے بڑی شاہراہ بھی آئی ہے اسی طرح

نہ کیونست بھی کوئی ایسی ہری کہ نہ نفرت ہے نہ رنج و مزین کا صورت لائی ہے۔ اور یہ صفت کے یہ ہے کہ وہ نظام ہوا نہ تھے ہیں
 جو ملک شخصی نام سے جائز سمجھ رہے ہیں۔ اس کے وہی تصور ہو کہ اس کا سا ہے ہر اعتبار پر جس سے کسی بھی انسان کے ملکیت
 کی حق میں۔ شاہد ہائے یہ کہ نظام عالم کو جس حد تک ملکیت کی ضرورت مل اس کی بھی کوئی گڑبائی ہے اور اس طرح اب اگر
 وہ ملکیت تو نہیں۔ لیکن اس کے علم سے ملک و ترکہ ہوا کہ ان کی ہے لیکن اس سے یہ فرقہ و صورت ہو گئی ہے کہ جس کے نظام
 سے دنیا کے انہی دو حالت کے خلاف انھوں نے راستے نفرت ہے ہیں۔ جو آج میں وکل ضرورت آپ کے شاہد ہیں۔ ان کی جتنی
 اس وقت آپ کو بھی کر لیتے کہ وہ مسئلہ لایا۔ اسی اسی سے تو یہی ملکیت صفت ہی حقیقت ملکیت کا لگائی

صحیح نہیں ہو سکتا ہے تو۔ صرف ملکیت کے خلاف ہوا کہ نہ ہے جس کی

قلمیہ تفصیل آپ ص ۱۲۹

میں ملاحظہ فرمائیے۔

نہاد اگر عین کی رضا مندی کے ساتھ ہو تو وہ کوئی جرم متصور نہیں ہوتا لیکن دنیا علیہم السلام کی شریعت میں عین کی رضا مندی بھی گواہ جہ سے گھر صرف فنی بات کی عقد کے لیے وجہ جار نہیں بن سکتی ہے اس پر بھی غصہ کتنے ہیں کہ اس معاملہ کا اتر بقیہ عالم اور حقوق انسانیت پر کیا پڑا ہے۔ اس لیے اسلام عین کی رضا مندی کے بارے میں دعوت کی دعوت نہیں دیتا بلکہ اگر ہم ایک طبقہ کے لیے غلبہ رکھنا چاہیں تو جو جائے گورہ سے طبقہ کے لیے بیٹھا نقصان کا موجب ہو جائے اور انبیاء علیہم السلام پر گورہ نہیں کر سکتے گمان کے آئین کی ایک دفعہ بھی ایسی چیز سے اصولی طور پر عالم انسانی کے کسی طبقہ کی برادری کا خطرہ نہیں ہو جاتا اس لیے ان کی نظروں میں یہاں عین کی رضا مندی کوئی چیز نہیں ہے۔

اسی طرح زمانہ کا مسئلہ یہاں بھی ان کے آئین میں رضا مندی کوئی حقیقت نہیں سمجھتی ان کے نزدیک یہ اتنا بڑا جرم ہے کہ ایسے انسان کو خدا تعالیٰ کی زمین پر بھیجے گا کوئی حق ہی نہیں رہتا۔ اسی لیے اگر شرعی قوت کے بغیر کسی انسان کے متعلق یہ قسمت لگائی جائے تو ہمیشہ کے لیے اس قسمت لگانے والے کی گناہ کا قابل قبول نہیں رہتی۔ کیونکہ یہ معاملہ صرف وہ انسانوں کا معاملہ نہیں ہوتا بلکہ تمام ماحول اور انسانہ مسل تک بھی اس کے بعد اثرات متعدد ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص اس فعل کا کسی حیران کسا تھا بھی مرکب ہو تو اس حیران کی نفس و حرکت سے چونکہ اس غریب اخلاق فعل کی بدولت تازہ ہوتی ہے اس لیے اس کے بھی سدوم کرنے کا حکم ہے۔ یہ شدت اسی لیے رکھی گئی ہے کہ اس یا سوز و حرکت سے حقوق انسانیت کو بھی وجہ لگنا ہے اور نظام عالم بھی درہم برہم ہوتا ہے۔

مادی دنیا کے نزدیک ذات جمع کرنے کا اصول دولت کی آمد و صرف کا صحیح علم حاصل کرنا اور انبیاء علیہم السلام کی ہدایت میں بھی اس نقطہ سے غفلت نہیں ہوتی ان کے یہاں بھی مالی مسئلہ صرف مان دو سوالوں ہی کے تحت داخل ہے۔ حدیث میں آئے ہے کہ قیامت میں سب سے پہلا سوال جو مالیات کے متعلق ہو گا وہ یہی ہو گا کہ میں نے اپنے اکتساب و اخراجات میں اس کے ذرائع آمدنی اور مواقع صرف ہاتھ لگادی دنیا میں اس سوال کی جواب دہی صرف انسانی جبر و عقل کے مسئلے ہوتی ہے اور انبیاء علیہم السلام کے آئین میں اس پر بھی نظر پڑتا ہے کہ وہ جواب دہی مطلق عقل کے سامنے بھی کافی برکتی ہے یا نہیں۔ اس لیے ان کے یہاں آمد و صرف کے ذرائع میں پہلی بحث یہ ہوتی ہے کہ یہ ذرائع سے حاصل کیا گیا ہے یا حرام ذرائع سے اور اسی طرح اس کا صرف و صرف جو مباح ختم بھی کس عقل پر ہوتا ہے۔ عقل و حرام کی تمیز سے آپ متوجس نہ ہوں اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے آمد و صرف میں نظام عالم کی مندرجہ ذیل برادری کا پرہیز رکھا گیا ہے یا نہیں یعنی کسی انسان کا علم نہیں کیا گیا کسی قوم کے لیے صرف تو نہیں ہوا اور جہیز وال کی تعریف میں نہیں آتی اس کو ان تو نہیں بنایا گیا۔ اسی قسم

کے دوسرے مدارج کی رعایت سے شریعت حلال و حرام ہونے کا حکم لگا دیتی ہے۔ چاہے وہ علوم و جہانسان کی فاعلی ضروریات سے متعلق ہیں جو انسان کا عقلی زندگی کا رفتار و وظائف کے ساتھ ساتھ ہولناکیاں اس لیے مقرر انسانی عقل کے حوالے کر دیے گئے ہیں تاکہ وہ حسب ضرورت جتنا چاہے ان کو چھین لے۔ یہاں صرف اتنی ہی عقلیت لگی ہوئی ہے کہ ان میں خیریت کے اہم امور میں بھی نظر پڑے چاہئیں ایسی نہ علوم و عقلیہ پر نہ حاصل کیے جائیں اور نہ حرام مقصد سے حاصل کئے جائیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

علم نبوت کی دو سری خصوصیت | انبیاء و پیغمبر اسلام کے علوم کی دوسری امتیازی صفت یہ ہے کہ وہ حقیقت کی طرف اپنی حقیقت کی محکم کر رہی ہے۔ کے لیے ہر دوسرے خاص ہوتے ہیں، اسی لیے کسی نبوت میں بھی ان کے اصول و عقائد میں ترمیم نہیں ہونے میں طرز ایک حقیقت پر مشتمل رہتی ہے، اسی طرح ان کے اصول بھی یکساں رہتے ہیں۔ وہ کئے فرد کی غیرت تو چھوڑ کر، انسانی غیرت کے تابع ہیں۔ اس لیے ان میں ترمیم اور کٹاؤ بھی ہونا ضروری ہے مگر یہ بھی ان ہی اصول کی رو سے ہی ہوتی ہے جو عقلی ذل ضروری ہے۔ دنیا کے جتنے بھی علوم ہیں، وہ کسی جگہ بھی اپنے متعلق صرف آخر ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتے، اسی لیے یہاں ہر شخص کو حق آنا ہی کا موقع ملتا ہے اور پورے دن ایک ہی حقیقت و ہلکے سارے آجاتی ہے اور وہ بھی خالص سادگی میں چند روز کی بات پر کھٹکھٹا رہتا ہے۔ اس کا کس زور و شدت سے لگاؤ پشاور کا تھا، یا قندھار کی مہنت کے بعد اس کو ایک علمی جرم سمجھا جانے لگا۔ مکہ میں ترمیم بھی اپنے شباب کو پہنچی۔ بسا کہ انفرادہ قریط کی کتنی صورتیں بدل چکا ہے اور ابھی اس کا انتظار کیجیے کہ وہ ہمارے کھڑا کساں ہو۔ یا پھر وہاں ہو کر ادھر ہی آتا ہے جو ہر اسلام نے رابہ لائی کی ہے۔

علم نبوت کی تیسری خصوصیت | انبیاء و پیغمبر اسلام کے علوم کی تیسری امتیازی صفت قطعیت ہے۔ وہ قطعیت و حزم و قطعیت ہے۔ یقین کے اس نقطہ پر پہنچے ہوئے ہوتے ہیں کہ ان میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔ اسی صفت کو قرآن کریم میں جا بجا لا ذیبت فیہ ذکر کر دیا گیا ہے۔ عجیب بات یہ کہ عالم طیب مادی حصول کے نزدیک جتنا علم یقین سے دوسرے، انبیاء و پیغمبر اسلام کے نزدیک وہ اس سے زیادہ عالم یقین میں ہوتا ہے۔ مثلاً قیامت کا عقیدہ، دیکھ لیجیے جہنم سے، اوی، عقول اس کو قابلِ محض کر بھی رہی ہیں اور اس کے لغت عقلی دلائل کا مذہبی صورت کرتی رہی ہیں۔ عقلا کر بھی اگر عرب کو دیکھیے وہ ہمہ سید سے جید بات کو ان لیے تھے مگر یہاں ان کو بھی صحت و انکار تھا، مگر تمام عالم کے اس انکار اور وظائف دلائل کی بھروسہ کے اظہار کیا کوئی نئی بھی ایسا کرنا ہے جس کو قیامت کے وجود میں ادنیٰ سا بھی شبہ نہ ہو جی کر آخر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دور رہا، ایک آقا تو یہاں پھر جتنے دور کے ساتھ اس کا انکار کیا گیا ہے، تسمیہ کے ساتھ اس کا اثبات کیا گیا، اور اس مسئلہ اور دلائل انکار سے ادنیٰ شبہ بھی پیدا نہ ہو سکا۔

فَلَنْ يَخْلُقَ كَوْنًا مِثْلَهُ راسخا، ستم پر کس نے اس کو اپنے پروردگار کی قسم کی قیامت تم پر من و اگر یہ سبکی۔

دنیا کے کسی علم میں اتنی قطعیت نہیں کہ اور نہ ہو سکتی ہے۔ یہ بات دوسری ہے کہ بعض قوم بات اور نظریات کے دیگر نظریات کو بھلے لیا جائے۔ یہ اپنے تصور علم و تصور حق کو لا جواب ہے۔ پھر ان کے یہ سب علوم وہ سمجھتے ہیں جن کے حصول کا انسانوں کے ہاتھ میں کوئی ذریعہ نہیں چلا۔ اسی لیے آپ قرآن کریم میں عاجزان کا یہ اعلان فرمادیا ہے: **لَا تِلْكَ أَعْلُمُ الصِّغَرِ أَفَلَا تَفْهَمُونَ** یعنی میرے جو علوم ہیں سب اللہ کی طرف سے ہیں تم ان کو نہیں جانتے۔ پھر چونکہ ان علوم کی نوعیت یہی کسی اور اصطلاحی علوم سے جدا گانہ ہوتی ہے اس لیے جو کسی اور دینی علوم کے غور و مدق میں وہ ان کے ان علوم کو بھی اسی معیار پر پرکھنا چاہتے ہیں جو جب وہ انسانی مدق کے خارجہ علوم سے مطابقت نہیں رکھتے تو فوراً اس پر طبع طرح کی کشتہ چھیاں کیوں لگتے ہیں۔ ان کو معقول و پابست ہمیشہ معقول ہی رہتی ہے اگر وہ علوم و حقیقت معقول ہیں تو اس بنا پر کہ وہ چونکہ سوجھ بوجھ میں نہیں مدد لیں نہیں ملتے۔ پس دوسرے ان کو تسلیم و ذکر کا کوئی معقول بات نہیں ہوں اگر آپ کے پاس حتم چاہو تو آپ ان کو خود اپنے صحیحہ نظر سے دیکھا جائے دال میں پڑھ بھی سکتے ہیں۔

انہی اہم علوم کے رشد و ہدایت اور ان کے رشد و ہدایت کا معاملہ اہم الفاظ میں کیا اور کیا جاسکتا ہے۔ میرا تاہم ان میں کمال کی طرف اشارہ ہے۔ **مِثْلَ مَا كُنَّا فِي يَوْمٍ ذُو النِّفَالِ** ان کی صحبت میں ایمان کے ساتھ ایک مرتبہ تہذیب و تمدن کا جامع ہے۔ **جَنَّةٍ وَنَهْلٍ** سے کہیں بڑھ کر بہن کرنا کھانا پینا وغیرہ سبکیاں دینا ہیں۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَذَكَّرُوا** تہذیب و تمدن کی غلامی ہے کہ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا** اسلام کے جملہ کلمات خدا وہ ان کی قوت علیہ کے ہیں یا قوت علیہ کے سب کی نوع جو نام مخلوقات کے کلمات سے مستند ہوں پر۔ ان کی صفات کا منبع براہ راست حق تعالیٰ کی صفات کا ترجمہ ہے۔ خدا تعالیٰ نے انسان و جنی میں ایک الذکر، ایک النکہ، یکم، رشید بھی ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کے مذکورہ بالا کلمات ان اسلام حتمی کے مظاہر ہیں۔ ان کی صفت مذکوریت وہ نہیں ہوتی جو غیر کسریٰ کی تار و خوار میں مدد ان کو جگہ خود دائم حتمی اور پاک علی الاطلاق کا نل ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ خود حکومت کا دعویٰ نہیں کرتے مگر ان کی شہادت کا حرم دینی اور سماجی سبب حتمی کرتی ہیں۔ سمندر و درخت سے کہ ان کی فوج کو راستہ دیتے ہیں اور آسمان کے فرشتے تار و خوار ہیں اور شجران میں حاضر ہو کر ان کے ساتھ شرکت کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ ان کی حکمت اور ان کا علم بھی وہ نہیں جانتے کہ ان پر ان کو باوجود ان اور شجران تار و خوار جگہ اس علم سیکھان اور حکمت سے کیا دیاں سے سیراب کیے جاتے ہیں جس کے معاملہ کے لیے اگر دنیا کے شجران و قلم میں ہوں اور سمندر یا یہ بھی دنیا کا کافی دیکھ لیں ان کی شہادت بہت بھی وہ ہوتی ہے کہ اگر کہیں اس کا دروازہ نہ کھولا جاتا تو ہم جہاں میں رشد و ہدایت کی ایک کرن بھی ملتی تھی نظر نہ آتی اس لیے حضرت شاہ ولی اللہ کی ان بیان کردہ صفات کا دروازہ صرف انسانی نہیں کرنا چاہیے۔

شرعی میں اہمیت ملے گی، ہوتی ہے اور علی بھی ایک یہاں تمام مخلوقات میں کسی کو ان کے ساتھ شرکت حاصل نہیں ہوتی اور جو شرکت ہمیں ہوتی ہے وہ صرف اسی شرکت ہوتی ہے ان کی حقیقت میں کوئی شرکت نہیں ہوتی۔ اگر کچھ عقائد شامی میں ہوا مکتا تو صرف انشاء میں طرح نبوت و رسالت کسب سے باہر تو کمال ہے اسی طرح انبیاء و پیغمبر و اسلام کے روشہ ہدایت کا ساطع بھی کسب سے باہر ہو گا۔ جو غلط ایجاد رسید و سرشت است تخصیص کھنی ہو تو کون سا عام و بانی کا کلام قرار دے۔

انہی کی عام صفات کی حقیقت بھی یہاں ایک بات تا حد کلیہ کے طور پر رد کھنی چاہئے کہ انہی علیہم السلام کی ذکر و صفات کا اثر صفات سے پہلے ہوتا ہے جو ان صفات کے سوا ان کی جنسی اور صفات میں ان کی حقیقت بھی عام مخلوق کی صفات سے بالکل جوازا نہ ہوتی ہے مثلاً صداقت، ایمان و امانت، اخلاق کی درست، خلق اللہ کے ساتھ ان کی عام بھداری و امان کا عدل و انصاف وغیرہ۔ جب بھی انہی علیہم السلام کے قیام کے ذیل میں آپ ان صفات کا ذکر پڑھتے ہیں تو آپ کا قلب اس کا ضرور اعتراف کر لیا ہے کہ اپنے اپنے دوسری جگہ و جگہ وہ قدر کر لیا کرتے تھے مگر اسی کے ساتھ آپ بے حد دوسرے ایسے اور انسان میں تو دیکھ لیتے ہیں جن میں یہ صفات موجود ہوتی ہیں مگر وہ نبوت و رسالت کا کوئی دعویٰ نہیں کر سکتے اس لیے آپ اپنے ذہن میں ان صفات کو نبوت و رسالت کے مابین کوئی ایسا ربط نہیں سمجھتے جس کی وجہ سے آپ کسی انسان کو ان صفات کا مالک دیکھ کر کوئی ایسا عقیدہ یا اعتقاد منسوب دینے میں عار و عالم میں ممکن الحاصل نہ ہو اس لیے آپ اس کو صرف غلط عقیدت اور دنیا کی تامل سے ناواقفیت کا ثمر تصور کر لیتے ہیں۔ حالانکہ اگر آپ خود کر سکتے تو آپ کو ثابت ہو جائیگا کہ دنیا میں جب بھی ایسی ہستیوں نے نبوت و رسالت کا دعویٰ کیا ہے تو ہمیشہ عقلا نے ان کے متعلق ان کے اخلاق، ان کی صفات، ان کی تعلیمات اور علی جماعت میں ان کی تقیص کی جو جیسا کہ قرآن کی حدیث میں مقرر ہے آپ صاف نظر فرمائیے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان صفات اور اس دعوے کے درمیان عقلی لحاظ سے کوئی تلامذہ نہ ہو مگر عاری تمام اس کے لحاظ سے کوئی ایسا بظاہر دوسرے جس کے سبب ایسا دعویٰ حق و باطل کا محتاج ہو جانا بلکہ اگر اس وقت ایسے دعوے کا مکان ہو تو اس کی تصدیق کے لیے شاعر عقل بھی مضطر ہو جاتی ہے۔

اس کا رد یہ ہے کہ یہ صفات مگر عام انسانوں میں بھی پائی جاسکتی ہیں مگر اس کی وہ خاص نوعیت نہیں ہوتی جو نوعیت کا انہی علیہم السلام کی صفات کی ہوتی ہے مثلاً صدق و امانت عام انسانوں میں بھی موجود ہوتی ہے مگر جب آپ انہی علیہم السلام کے بلکہ ہر صدق و صفا پر نظر فرمائیے تو آپ کو معلوم ہو گا کہ یہاں اگر کوئی والدہ اپنے بچہ کو کچھ دینے کے بعد سے ملے اور اس سے کہیں کوئی چیز نہ چاہے تو یہ بھی ایک جھوٹ شامہ جاتا ہے اسی طرح وہ شخص اگر باتیں کر رہا ہے اور باتیں کرتے کرتے ان سے بے وفائی و خدائے اپنے راہیں لے لے دیکھ رہا ہے

تھلے کے نزدیک یہ بات بھی امانت میں داخل ہوتی ہے اور اس کو امانت کے بغیر کسی دوسرے کے سامنے کتنا
 اور انہیں رہتا۔ جب عام امت کے لیے ان سمجھنی اور امانت میں ان کا معیار یہ ہے تو خود حضرت صلی اللہ علیہ
 وسلم کے حق میں اس کی نوعیت کیا ہوگی اس کا اندازہ آپ خود فرمیں، یہی وہ جتنی کہ صدق و امانت کی صفات اگرچہ
 آپ کے زمانہ میں بھی بہت سے مشرق میں موجود تھیں، خود یہ میدان کہتے ہیں کہ اگرچہ یہ اندیشہ جو تا آئندہ لوگ میری
 صحبت دروغ گوئی کا عیب نقل کرنے پہنچے تو ہر نقل کے سامنے میں آپ کے متعلق ضرور کوئی بات بھرتی لگا کر
 ارجحاً اس سے معلوم ہے، سو کہ اس زمانہ میں بھی کذب کی تمت ناقابلِ برداشت حسب کھانا تھا۔ اب
 سوچئے کہ ایسے احوال میں پھر وہ بات کہ جتنی جس کی بنا پر لوگوں نے صدق و امانت کا لقب صرف آپ ہی کی
 ذات گرامی کے لیے مخصوص کر دیا تھا، اسی طرح تاریخ میں ذیاب عبد اللہ بن سلام کی نہیں بہت سی شاہیں
 موجود ہیں کہ جو لوگ آپ کی صفات کا حال سن کر کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے، مگر حسب انہوں نے چشمِ خردان کا نکلنا وہ
 کر دیا تو پھر ان کا صرف میں ایک فیصلہ تھا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے پیچھے رسول ہیں۔ بات یہی تھی کہ کشیدہ کے ہر شاہ
 ویدہ آپ کی صفات کے صفحہ شہے اور پڑھنے والے ان کا کھانا ازہ نہیں لگا سکتے تھے اور شاہدہ کرنے والے
 یہ اندازہ لگا لیتے تھے کہ یہ صفات جو عام انسانوں ہی کی ہیں، مگر یہاں ان کی نوعیت کھلی طور پر نظر آتی ہے۔

ساتویں فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صدار کا حال حسب تکسٹ ہی بتا تھا، اس وقت تک وہ خدا
 مگر حسب تھے بلکہ خود اپنی زبان سے کہنے کے مقابلہ کرنے کے لیے آئے تھے مگر جب ان کے چشم نور اس کا مشاہدہ
 کر دیا تو پتہ نہ ملے کہ کیا حاشے اور حق کی اس قاہرہ طاقت کو دیکھ کر یہاں خدا ایمان لے آئے ہیں، انہیں عظیم مسلم
 کی ظاہری صفات پہلی تو یہ ہیں جو عام انسانوں میں ہوتی ہیں مگر ان کی حقیقت اور ان کے مراتب کا اندازہ کوئی
 نہیں لگا سکتا، نہ الفاظ میں وہ ادراک حاصل کرسکتی ہے۔

مگر مصور صومے آں دل را خواہد کشید ایک پیرائے کزانش را چہ سان خواہد کشید

اسی لیے جب ایک بار حضرت عائشہؓ سے آپ کے اخلاق کے متعلق سوال کیا گیا، وہ کیا تھے اور کیسے تھے؟ تو
 اس کے جواب میں وہ صرف ایک یہ جملہ کہ فرما عرض ہر گز نہیں، کان خلق القرآن۔ آپ کا خلق، لکھا چاہیہ
 تو میں یہ قرآن دیکھ لو۔ اگر وہ چاہتیں تو یہاں آپ کے اخلاق حسنہ کا ایک دفتر کھولیں، انہیں گمراہ کے سامنے
 اخلاقِ نیرت کی حقیقت بھی پڑ جائے، نامحسوس وہ دیکھیں کہ ان کی تفصیل کرنی حیطہ بیان سے باہر ہے، اگر وہ
 کہیں تو اس کے لیے الفاظ کھار سے لائیں، اور اگر نہیں دیکھیں تو جوب کیا دیں۔ سبحان اللہ آپ کی اس نرسا
 صحبت یافتہ نہ وہ مشرقی نے کیا نصاحت و بلاغت سے لہر زباب دیا جس کو سن کر ایک نیم انسان کے سامنے آپ
 کے عجز اخلاق اور ان کی ادراک کے لیے اندازہ کی کوتاہی کا یہ دایرہ فروغ کھینچ جائے، فرمائی ہیں کان خلق القرآن

یہ سارا کام سارا قرآن آپ کا اخلاق ہی تھوہ۔ اسی طرح آپ کی تہجد کی رکعات کے متعلق جب ان سے پوچھا گیا۔ فرمایا: وہ کس کیفیت اور کس انداز کی ہو کر کرتی تھیں تو یہاں بھی ان کا پورا نقشہ کھینچنے سے وہ اپنے علم و تصور کا اعتراف کر کے خاموش ہو گئیں۔ عیسیٰ اور عیسا فلا تفسل عن حسنہن و طولہن۔ آپ چار پارہائیں پڑھتے مگر وہ کسی لمبی لمبی پڑھتیں ہوا کرتی تھیں اور کبھی دھڑب دھڑب بھی تھیں۔ اس کا حال نہ پڑھیں یا شاید ان میں ان کو وہ پڑھنے والے تھے اور میں ان کا نظارہ کرنے والی وہ زبان میرے پاس نہیں کہ میں سے ان کا طول و حسن ادا کر سکوں۔

چمنش فلیتے اور نہ سعدی! آہن بایں بیدار شہ مستحق و ربہ بچناں دہی

والان نگر ننگہ محل حسن قریبہ ہر گھبیں بہار غرز دماں مگر دادر

حقیقت یہ ہے کہ انبیاء و عظیم و اہل اسلام کا سارا عالم ہی نرالا ہے۔ ان کی صورتوں کا بھی ان کی سیورتوں کا بھی۔ آپ چاہتے ہیں کہ یہاں بھی صرف تاریخ کے چند الفاظ پر ہی فیصلہ کر ڈالیں۔ اور ادا حضرت ابو جہش فرماتے کرتے تھے کہ ان کی حرکتوں سے کہ ان کی صفات اور ان کے اخلاق کو صرف الفاظ کا جامہ پہنا کر آپ کے سامنے لے آئے۔ یہ فرض آپ کا ہوتا چاہیے کہ خارجی حالات و واقعات سے ان کے مراتب اور ان کی نوعیت کا اندازہ لگائیں مگر ان سے بھی حقیقت کا انکشاف کیا ہو سکتا ہے کہ جب آپ کے سامنے آئیے تو وہ بھی الفاظ کا نفاذ والی کرنا چاہتے تھے۔ اس لیے حقیقت پر غصہ کی غصہ رہ جائیگی جس پر تو اسی بات بھی جس سے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ وسلم کا نظارہ کر کے یا زوال امت کے ایمان کا رتبہ بہت بلند ہو گیا تھا۔ جہاں رسالت کے شاہد کی دولت کو صاحب کے نصیب میں آگئی تھی مگر اس وجہ سے ان کو ایمان لانے میں بھی بڑی سہولت ہم تک پہنچی تھی اس لیے وہ اگر ایمان دلانے پر قابل تھیں ہوتا اور پھر امت کو اس نعمت سے محروم رہی تھیں ان کا ساعدہ حالات میں بھی چکر نہ ایا۔ ان کے آئی اس لیے ان کا ایمان لانا قابل تھیں بن گیا۔ (تفصیل کے لیے ترجمان السنۃ جلد دوم کا پہلا باب یا ملاحظہ فرمائیے) لیکن یہ کہ اور کچھ صورت ہے۔ بے موقہہ ہو گا اگر ہم یہاں اتنا اور عرض کر دیں کہ آئندہ امت کے سامنے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے۔ اس سے بھی مگر میں ان کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی خاص بیان بھی اپنی اصل صورت پر موجود ہے اور وہ بھی صرف تاریخ اور راویوں کے بیان پر مبنی ہے۔ آیا تو نہ معلوم ایمان لانے والوں کی راہ میں کتنے کاٹے اور پیدا ہو جاتے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قتل ہو کر لاہور دیکھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بڑھ کر شوقی قریب لاہور دیکھا۔ مگر یہ دونوں کے دونوں قادیان حضرت صرف انظرین کے سامنے ہی سامنے ظاہر ہوئے اور ختم ہو گئے۔ آئندہ امت کے سامنے صورت ان کی قتل و قتل باقی رہ گئی گمان کی صداقت کی ذمہ داری خود قرآن کریم نے افعال و اور اپنی واضح اور کلام آیت میں جایا اس کا ذکر بھی فرمایا مگر یہ کہ حضرت افسانوں نے پھر ان مقدس الفاظ

کی گردن منڈ کر نہیں دیکھ دی اور کیا آفتاب کی چٹائی ہوئی مٹوئی اور شب کے چمکتے ہوئے چاند کے یہ دونوں منورہ ہر
 شخص کے صحن منورہ گئے۔ اس منورہ جنت ہوتا ہے کہ رات کی اصل صورت دیکھتے اور صورت اس کے سن لینے پانچ
 لینے میں کتنا فرق ہوتا ہے پس انبیاء و عظیم السلام کی صفت ملکوت، علم و حکمت اور وعدہ و پائیت کا کھمکا ہوا کیا
 ہے یہاں ان کے روزِ مہر کے اطلاق و عوارض کی گہرائی کا بھی اندازہ لگانا مشکل ہے۔ غریب امین صبیحہ قرعہ کستا
 ہو کہ ان کی بیماری کے علوم کی مشیت، عنایت کی برابری جوتی ہے اور واقعہ یہ ہے کہ ان کے منامات کی حقیقت یہی
 کی وحی کے برابر ہوتی ہے۔ اُس کا خیال تو یہ ہے کہ انبیاء و عظیم السلام کے منامات کی فاعل میرا کوئی حقیقت ہی
 نہیں ہوتی، وہ صورت ان کے نفس کے اندر ہی خیالات ہوتے ہیں۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ فاعل میں درحقیقت کوئی حقیقت
 ہوتی ہے تو صرف ان کے علوم ہی کی ہوتی ہو۔ قرآن کریم کو دیکھو وہ تم کو بتائے گا کہ اذی عالم مدار کا مدار اور حسب
 سے زیادہ حقیقت نہیں دیکھتا۔ یہاں تو کچھ نظر آئے ہیں سب سے حقیقت ہے حقیقت کا عالم دور سے اور یہ عالم
 وہ ہے جس کا علم انبیاء و عظیم السلام کو محض ہوتا ہے کہ انبیاء و عظیم السلام کے علوم سے عالم فاعل
 کے گوشہ گوشہ میں جو عظیم افکار و اشتغالات شاہدہ میں آچکے ہیں ان کے بعد بھی عقلاً کہہ سکتے ہیں کہ جو جاتی
 ہے کہ ان کو فاعل عالم سے کوئی خلق نہیں ہوتا۔ اگر ان کے علوم کو فاعل دیکھتے تو ان کی عقلیں عقلیں
 و انسانی کی ہر بات قابلِ طور ہوتی ہے۔ مگر یہاں تو عقل گہرائی میں جاتے ہیں، ثابت ہوتا ہے کہ ہر انسان کی زندگی
 سے جتنا زیادہ لگا ہوا ہے وہ اتنا ہی انبیاء و عظیم السلام کے لیے زیادہ دلچسپی کا موجب ہوتے ہیں اور جتنا ان کا
 انسانی زندگی سے تعلق نہیں ہوتا۔ انسانی و ملان کے نزدیک دلچسپی کے قابل نہیں رہتے۔ اسی لیے اہلک و
 نعم کے سبب ان کے دائرہ علوم سے باہر خارج ہوتے ہیں، بلکہ جن علوم و فنون صورت و حالت کے ساتھ
 ہر فرد وہ کتنے بھی قابلِ متانشن و متانہ کے لائن شہر میں مگر وہ ان کے منصب سے گرسے ہونے لگے جاتے ہیں۔ قرآن
 میں شاعری کا جو وہ سب کو معلوم ہے کیا نہیں۔ تھا کہ قرآن کریم ایک دیوان کی شکل ہی میں نازل ہوا تھا۔
 مگر یہ تو کیا چنانچہ ان تو حضرت علیؓ علیہ السلام کی عظمت ہی کو شاعری سے انشاء ہیہ لکھا گیا تھا کہ اگر شاہِ زمانہ
 ہر کسی دوسرے شاعر کا شعر بھی آپ کی زبان مبارک پر آگیا ہے تو آپ نے تعذر اس کا وہ شعر کسی لکھ کر
 مقدم نہ کر کے ترویلے۔ جو یہ شعر کوئی تو درگشاہ شعر و دل بھی نبوت کے شاعر و شاعر نہیں ہوتی پھر دنیا جانی جو
 کہ عظمت بھی حیلہ انسانی کا ایک باب ہے جس میں ترک و مسلمین بھی شریک ہوتے ہیں مگر یہاں غلاف
 میں بھی کیا حال کہ ایک لکھ زبان سے ایسا نکل جلتے جو ہو حقیقت نہ ہو، اسی طرح عقل کی حالت میں ایک
 مضابط سے متاثر انسان کی زبان پر بھی ایسے کلمات آجاتے ہیں جو صورت و حالت غصہ کا مظہر ہونے کے سوا
 کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ مگر یہاں حالت غصہ کا عام بھی ہے کہ جو بات اس حالت میں آپ کی زبان سے

وایا عظیم السلام کے صحیح حالات نہیں پہنچے اور جن کو پہنچے انہوں نے غور کے ساتھ ان کا مطالعہ نہیں کیا اور صحیح
لازمی طور پر ان کو وہاں صرف انھیں کے تیری چلانے پڑے عیساکر اس میں ملنے صاف ہی کہنے پاسے کہ نبوت کی
یہ تحقیق ہم نے اس وقت لکھی جبکہ ہم کو ایک جماعت کے کچھ حالات پہنچے تو ہم نے چاہا کہ دوسری اتنا لکھی دوسرے
کے بھی کچھ اسباب لکھ دیے۔

اس جگہ آپ کے دماغ میں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ نبوت اور معجزات دونوں ہی بے سبب شواہد دین کے اہم مبادیہ
میں داخل ہیں۔ جب تک پہلے ہی مضمون و مضمون نہ ہو گئیں اس وقت تک دین کے آئندہ مباحث جسے
قابل تسلیم ہو سکتے ہیں اور جب ان مبادیہ کی تحقیقوں کے گھٹنے سے اسطرح قادر الی اور ہائے موجودہ دوسرے
عقائد بھی عاجز ہوں تو ایسے امور کو دین کے مبادیہ میں کیسے شمار کیا جا سکتا ہے؟

نبوت و رسالت کی حقیقت دریافت کرنی | اہم سوال درحقیقت ایک خدا سائنس کا تذکرہ کرنا ہے کہ اپنے سے پیدا ہونے والے
جو عقل پر غریبی کی معرفت پہنچے۔ | انہوں نے اس پر غور کر لیں کہ بہت سی اشیاء جیسی ہوتی ہیں لیکن جب بحث ان
کی حقیقت معلوم کرنے میں آتی ہے تو وہی پر نظری سے بڑھ کر نظری بن جاتی ہیں تو پھر یہ سوال پیدا ہی نہیں ہو گا کہ جب تک
نبوت، معجزہ اور وحی کی حقیقت معلوم کرنی صرف عقائد و فرائض کے لیے ہی دشوار نہیں خدا ہی اسلام کے لیے بھی
لا حول و لا قوت ہے، چنانچہ ہم کتب کلام و فہرہ میں اس کی حقیقت کی تاریخ میں مختلف اقوال و مروجہ نظریات ہیں لیکن
اس وقت کے باوجود پھر غریبی، وحی اور معجزہ کی معرفت اتنی بدیہی ہے کہ اس سے بڑھ کر شاید کئی بات بدیہی نہ ہو
انہی کتب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا اور آپ کو اس طرح پہچان لیا جیسے باپ اپنے بیٹے کو پہچان لیتا ہے
عرب کے اسی ایک دو نہیں ہزاروں ہزار تک تصدیق آپ کی خدمت میں گئے، بتور نے تو آپ کو دیکھتے ہی آپ کے
نمایا حق ہوئے کا چین کر لیا اور بتور نے کسی سچو کو دیکھا اور اس سچو کو بھی چاہتے سمجھا اور پھر کسی وقت کے بتور آپ
کی نبوت پر بھی چین کر لیا۔ اس کے بعد کسی کو آپ کے فیض محبت سے کوئی خاص حصہ نہ گیا وہ رضا و دل ہو یاں
تک آئے ہو تو اگر جب آپ پر وحی نازل ہوتی تو وہ توڑا پہچان لیتا کہ اب آپ ہم روی نازل ہو رہی ہے اور اس سے
نیا وہ اگر کسی گواہ و قریب یا قریب ہو گیا تو نازل وحی کے وقت اس کے قلوب پر دو دو گئی آواز نکلتی تھی کہ
اگر جس کے ظاہری شکل میں آئے سے تیری اس کا کوئی تھک و س کی زبان پر جاری ہو گیا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ
ایک شخص کو سر پر دیسی ڈلی لگے ہو اور وہ ایک یا دو بیات میں داخل ہیں جن کے گھٹے اندر دست کرنے میں کسی شرط
کی ضرورت نہیں ہے۔ اور اس پر بھی چاہا ہوتا ہے تو اپنی آواز پرانی اس سے مانگ لینا ہے اور اپنی فحش و دور کرت
لیکن اگر اس پانی کی حقیقت اس سے روانہ کی جائے تو وہی پر فہم حاصل کرنے کے بعد وہ کالج سے
اپنا رخ کرتا ہے۔ وہی اس کی پوری تاریخ سے تو مر نظر آتا ہے۔ یہی حال ہر کلمے وہ پانی سے کسی عین غریبی

نما طبیعت کو آنکھوں سے اس کا اوراد رکھی نہیں ہو سکتا، لیکن اس کا بھی ایک بچہ اوراد رکھتا ہے اور مری کے قریب
 بچہ اوراد میں سے کہ وہ حاصل کر لیتا ہے لیکن کیا وہ اس کی حیثیت بنا سکتا ہے

یہ اصل تو حق ہی ہو سکتا ہے آپ اگر اس سے مذاقہ لگے پھر اس کی حکایات میں قدم نہ لگے تو یہاں
 ان کی حیثیت کے اوراد میں آپ کو اوراد کی نسبت کی نظر آئے گی۔ اسی لیے عقلا و قدم نے عاجز ہو کر جن عقلا
 مسئلہ کو دیکھ کر ان انفرادیوں الحقیقی عیون و جلال میں کسی چیز کی حیثیت کا صحیح معنی نہ دیا یہ بہت شک ہے آپ
 اس فیصلہ کو تسلیم کریں یا ذکر کریں مگر یہ بال ہے یہ بھی ایک عقلا و کہ حاجت ہی کا فیصلہ ہی وہ بھی کہ کسی فیصلے
 میں حاکم کی ذکوہ حقیقت بیان کرنے کی طرف خود کوئی خاص توجہ کی اور اس کا پورا جاری حیثیت حوال
 پر لانا ہے۔ اہل حق میں ان پر ایمان لانے کی دعوت دی ہے اور صرف برائی عزائم دکھا کر اپنے ہی ہوسٹل بنکر
 شناخت کراؤں ہے۔ اس کے بعد وہی کے آپ عقل سے تشنگان راہ خدا کی پیاس بجھاؤں ہے پس بہت تاہم
 کی حیثیت کی یہاں خواہ کتنی ہی خوش ہو لیکن خود ہی اور مجزوں کی فراموشی میں کوئی دشواری نہیں ہے اور یہی تشنگان
 دین کی بنیاد ہے۔ حقیقت کے اوراد کی بحث کو ایمان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بہت تو دیکھنا سہیت و اہتمام
 اس کے تحت کی اشیاء ہیں ان کی حقیقتوں کا اوراد کی بنیاد نہیں ہے۔ جب تک کہ خود اس شخص کو مقام دیکھ کر حاصل
 ہو۔ اسی وجہ سے مشہور ہے کہ دلی راوی ہی فرما سہ۔ اگر اس خرب اشل مقولہ ہی آپ خدا مری نظر آئے
 تو یہی آپ کو کل قابل نظر آئے گا اور انہماک شہادت دینگے کہ یہ مقولہ ہی اطلاق کے ساتھ قابل تسلیم نہیں ہے
 یہاں اہل حق ایک دلی کو بھی دوسرے دلی کی دھاریت کا پورا اوراد نہیں پڑتا اور اسی وجہ سے کہ نفس ولایت
 کے ہوتے ہیں خود اوراد کو ہم میں بڑا اشتکال موجود ہے۔ پھر نہ تو اوراد کی کیا ہی شیخ اگر فرماتے ہیں:-

خلا بنیہ لمن يتكلم في مقام الرسول الا
 رسول ولا في مقام الانبياء الا انبي ولا
 ذوق لما في مقام الانبياء حتى يتكلم
 عليه۔ ایت مشہور

اس لیے رسول کے مقام میں رسول ہی ہو سکتا ہے
 مقام میں صرف نبی ہی ہو سکتا ہے نہ سب پر مباد
 صبر و صبر کے مقامات ہی سے جب ہم کتب میں

خاصہ یہ ہے کہ قدرت نے جس امر کا خلق کو سکھت بتایا ہے اس کو ہمیشہ آسان سے آسان تر کہا ہے
 اور جس حقیقت کا پورا اوراد نہیں ہو سکتا اس کام کو سکھ بھی نہیں بتایا یہ شیطان کا ایک گروہ ہے کہ جب
 کہ کسی گروہ حق سے روکن پڑتا ہے تو قصاصت سے ہٹا کر ہمیشہ ایک عیش و خلسہ میں الجھ پڑتا ہے اور ایسا اچھا ہے
 کہ انسان اسی میں پھنس کر رہ جائے اور غافل ہو جائے۔ اس کو رسائی کی فوجت ہی نہیں آتی۔ واللہ اعلم۔ اس لیے
 ہم یہاں ان بات میں پیش نظر رکھنا چاہیے کہ اسلام کے عقائد اور اس کے اسباب پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔

انبیاء علیہم السلام جب بھی دنیا میں تشریف لائے ہیں تو اپنے کامل تعارف کے ساتھ آئے ہیں

وہ راجہ رہے کہ انبیا علیہم السلام کی شخصیتیں جب بھی دنیا میں ظاہر ہوئیں تو اپنے پورے تعارف کے ساتھ ظاہر ہوئی ہیں۔ وہ چاہتے تھے کہ ان کے سامنے جو بھی تھیں انہیں بلکہ پہلے سے ان کی ذات کا تعارف ان کے مقام کا تعارف، دوران کی خدمات کا تعارف بھی کر دیا جائے تاکہ ان کی کن کی آمد سے قبل ایک عہدہ کو جو اس عہدہ سے اتفاق ہے ان کی نمائندگی اس طرح اظہار ہونے لگے کہ جیسا کسی مقام اور اس مقام کی کام کا اظہار ہونا چاہیے۔ مثلاً کے طور پر اس وقت ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کا ذکر کرتے ہیں تاکہ اس وقت اس حدیث اس کی شان میں اور کتب مبارکہ میں اس کی گواہیوں کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل آپ کے عہد کی خدمات آپ کا آئی دین اور آپ کی ہجرت کا مقام، مگر اس کا نقشہ آپ کا اہم سہلک اور مکمل طرز شریف حتیٰ کہ آپ کے خاص اصحاب اور ان کے ساتھ فائدہ امت کی صفات بھی اس تفصیل سے بیان ہیں کہ ان کی تیس کر آپ کے عہد کے قیام میں بھی آپ کا ذکر ہونے لگا تھا۔ مثلاً کے ساتھ میں آپ کے سہلک سے فتح و نصرت کی دعا میں آئی جاتی تھیں۔ فیس اور وہاں آپ کی تلاش میں چشم بڑھتے تو سلطان مظاہر بھی مشتاق گھبراہچہو دنگرات کی جستجو میں محو رجوع و خاک چھانٹتے پھرتے تھے جس طرح دن ٹھکے اور اس کے کھیلے سے قبل روشنی کے ہی رافق و نام پر چلنے لگتے ہیں۔ شب کی تاریکی آتی ہے اور اس کے چھانٹنے سے پہلے ان کی کامیابی اور ہم پر ناشرع ہو جاتا ہے۔ اس وقت کے مطابق اس وقت اب جدید کے عہد سے پہلے ہی آسان کے متعلق اور زمین کے اطراف میں طرح طرح کے عجائبات کا تصور ہوتا تھا۔ اس کا سبب ہے علم انسانوں میں بھی کچھ کچھ شعور پیدا ہونے لگا تھا اور وہ طبیعتیں بیدار ہونے لگی تھیں یعنی کر ذی شعور انسانوں اور نباتات سے گزر کر کے شعور مخلوق جو شعور بھی اس عظیم الشان انقلاب و گزیر ہستی کی آمد کے اثرات سے متاثر ہونے لگے تھے اور اس طرح ایک غیر سولی و قد کے منتظر ہیں عالم کی آنکھیں کھلی گئیں۔ دوسری طرف حاسدین کی جنت تھی اور جزیرہ فیس میں تو اس عہد کی شریک تھی مگر اس جہت کی آمد سے قبل ہی اس کا سینہ عدوت سے بھوک رہا تھا اس نے بھی اپنی نظریات سے چاروں طرف آدمی دوڑنے لگے تھے۔ نہ اپنی جگہ کو آپ کی آمد سے قبل آپ کا تعارف کس دور جبکہ نہ وقت جو گا کہ کھوج لگائے والوں نے ٹھیک اس راستہ اور مقام کا بھی کھوج لگایا تھا جس راستہ سے آپ سفر کر رہے تھے۔ اس سے بڑھ کر بعض روایات سے یہاں تک بھی ظاہر ہوتا ہے کہ بعض ملک و مملکتوں کے پاس تو آپ کی دور گیر نبی و پیغمبر اسلام کی شکل و مثال کی تعلیمات میں کرمی و محبوبہ ظاہر بھی تیار کر لی تھیں۔ یہاں گلاس بیان کی جزئیات سے کسی نہ کو اختلافات ہو تو ہم مگر اس حقیقت سے یک نغمہ

بھی قطع و نقصان میں اختیار نہیں کرتا اس لیے یہ ممکن ہے کہ جو امت اپنے زعم باطل میں برعکس رسولوں ہی کو پورا قرآن
 پڑھتی ہو، پھر جب کبھی قرآن کریم پر نظر کرتے تو اس کو فہم و شکر کے درمیان ایک تیسری نوع کا کلام دیکھتے تھے جس
 سے وہ اس بات آشنا تھے اس لیے کبھی تو سمجھتے ہو کر اس کو شوق قرار دیتے اور کبھی کانہوں کے کام سے تشبیہ
 دیتے تھے۔ قرآن کریم نے ان تمام جہتوں کو اسی کی دعوت دی ہے کہ وہ ان طبقات کی علیحدہ علیحدہ خصوصیات
 سے آپ کو جانچ لیں۔

سب سے پہلے خود ہی کی ذات پر نظر ڈالیں وہ سب میں مغرور گھبرانے سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کے اطلاق و
 اس کی سلاست و عظمت اور اس کی اولوالعزمی ضرب المثل ہوتی ہے۔ اس کی صداقت اس کی دیانت و امانت
 اور اس کی طاقتوں پر کسی کو حجت دیکھنے کی گنجائش نہیں ہوتی وہ عدل و انصاف اور غور و تدبیر و ہمدردی میں
 خدا کے بعد رہیں کوئی تعریف نہیں کرتا، کبھی غوث صبح و لیل کا کہیں دس کے گرد میں بھی گز نہیں جاتا اور اس قسم
 کے جملہ اوصاف اس کی حیات میں ملتے جلتے ہیں کہ وہ اپنے دو دوخلیت میں سے ان میں گویا ایک جیسے
 مٹا نا نشان نظر آئے۔ اس کی تہذیب میں سب سے نمایاں خصوصیات کی راست بازی اور دیانت ہوتی ہے۔ وہ راستہ کی
 بعد دیانت میں کا دشمن بھی اعتراف دیکھتے ہیں اور عین عداوت کی حالت میں بھی اس میں ادائب کشائی میں جہاں
 نہیں دیکھتے۔ ان کے دلوں میں جذبات و مشاعرے ہیں اگر کسی میل سے اگر وہ اس پر حسرت دیکھتے ہیں تو لگا دیں۔
 مگر پھر اس کی جرات و سر پہلے نہیں کر سکتے کہ اس کی دیانت و امانت کو ایک پرہیز مند دیکھتے ہیں جس کا ایک
 واہی بھی ہے کہ جوئی، مشر، چھوٹے۔ اس کا یہ دعویٰ ہوتا ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے نبی بنایا ہے اور اللہ تعالیٰ کی
 شان یہ ہے: **وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ لَعَنُوا حَتَّىٰ تَأْتِيَ**۔

اس لیے جس نبی کا دعویٰ یہ ہو کہ اس کو اللہ تعالیٰ غیب کی خبریں دے گا وہ اس میں بھی صدق و صدا کا انا ظہور
 نبوت کے صدق و صدا کا پہلو ہے کہ اس صفت میں بھی تمام کلاموں میں متاثر و متاثر ہے۔ یہاں اس کی کوئی تعریف نہیں
 کا ہند و مقام ہوتی کہ وہ خبریں کس نوعیت کی ہیں معمولی حالات کے متعلق ہیں یا خبریں صریح و خفیہ
 متعلق ہیں یا بعد زمانہ سے، و حقائق کے متعلق ہیں یا دشمنوں کے وہ اس عالم کے حوالہ سے تعلق لگتی ہیں یا
 عالم غیب کے عجائبات سے یہاں بلا تعریف و تائید ان سب میں کیاں نمایاں نظر آتی ہیں ایک تو صدق و صدا
 و عزم و جزم و عین واقعات اور اسباب کا مدح و خلوہ کسی جانب کیوں نظر نہ آئے مگر تو ان خبروں میں اس کو دلی
 سے کذب کا احتمال ہوتا ہے اور اس کے جزم و عقیدہ میں نہ راستہ بڑب پیدا ہوتا ہے۔ ایک جنگ کا واقعہ ہے
 کہ آپ کا ایک جاننا صحابی اس لیے بگڑی سے جنگ کرتا نظر آیا کہ دوسرے صحابہ کو اس پر غلبہ کرنے لگا مگر جب
 آپ کے سامنے اس کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا: وہ تو دودھی ہے دیکھو واقعت کیا ہیں اور یہ معمولی غلظت کی خبریں

کے تعلق کئی بظاہر ہو لیکن کچھ غور ہی کرنا تھا کہ ایک شخص اگر شہادت دینا ہو یا رسول اللہؐ جو خبر آپ نے دی تھی وہ مورچہ کی بجلی۔ اس شخص نے زخمی ہو کر خود کوئی کرنی دو کھو تر جان لیا اس

جنگ جہنم کے واقعہ پر نظر کیجئے جہاں دشمنوں کے شدید حملوں سے تھوڑی دیر کے لیے قصاب کی صفیں بھی پھٹ گئی تھیں اور میدان کا رعب کچھ دوسری طرف انحراف لگا تھا حتیٰ کہ اس وقت آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب صوبت چند افراد ہی باقی رہ گئے تھے۔ راوی کہتا ہے کہ جنگ جہنم میں خطرناک ہوئی جاتی تھی۔ خدا سون کے رسولؐ کا پائے شہادت اتنا ہی اوپر مضبوط ہوتا جاتا تھا۔ اور سفیانی کو شش کر رہے تھے کہ اس خطرناک حالت میں آپؐ کی سوا ہی کا ایک قدم دشمن کی جانب پڑھنے پائے مگر دیکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلمؐ کا فرخ و تاد و تاد و تاد ہی کی جانب کیے جا رہے ہیں جنی کہ جب ہزاروں کی آنکھوں کے سامنے بھی صوبت موت کا نقشہ تھا اور ہر کچھتے ہیں تو آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلمؐ اپنے غم سے نیچے اترے کھڑے ہیں اور بڑے جزم و یقین کے ساتھ یہ کلمات نیاں پڑھ رہے ہیں۔

اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبَ اَنَا اَبْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ

میں نبی ہوں جھوٹا نہیں اور میں امی عبدالمطلب کا بیٹا

دنیا عظیم السلام کی صداقت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اگر کیا ان تمام زندگی کی خبروں میں ایک بھی غلطی مل جائے تو سارا کارخانہ نبوت ہی درہم برہم ہو جائے کیونکہ ان کو خبر دینے والا اللہ تعالیٰ ہوتا ہے اور اس کی خبریں ضد و برہمی کذب کا احتمال نہیں ہو سکتا۔ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلمؐ کی سوانح حیات کی بھی دوست دشمن سب کے سامنے کھلی پڑی ہے کیا اس قسم کا کوئی نایک واقعہ بھی ثابت کیا جاسکتا ہے جہاں دشمنوں نے بھی آپؐ کے متعلق اولیٰ اسی کذب بیانی کا کوئی حرف نہ رکھا ہو یا اس فیصلہ اکثری حالات پر نہیں ہوتا بلکہ یہ ساری عمر کی صداقت ایک غلط بیانی سے ختم ہو جاتی ہے۔ پھر جب اس کی خبروں پر نظر ڈالی جاتی ہو تو ان کی قوت بھی عام خبروں سے بڑھ کر ہوتی ہے ان میں مختلف انواع و مختلف احوال اور مختلف طبقات و لہجہ کی پھرتی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی سب ہی قسم کی خبریں چلتی ہیں تو کیا محال کہ کسی میں ذرا سا بھی غلطی ثابت ہو جائے۔ اس کے صدق و صداقی یہ حالت اس کی نبوت کے بعد کے زمانہ سے مخصوص نہیں ہوتی بلکہ اس کی پہلی زندگی ہی اتنی ہی صاف ستھری چلتی ہے۔ اسی لیے ہر شاہ دوم نے اس مسئلہ میں آپؐ کی پہلی زندگی کا حال دریافت کیا اور جب اس کو انہیں بخش جواب مل گیا تو وہ یہ ستمی بات کہنے پر مجبور ہو گیا: یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ انسان جو دوسرے انسانوں کے معاملات میں کہیں جھوٹ نہ بولے وہ اتنا ان کی ذات پر جھوٹے جملے کے لیے تیار ہو جائے۔ یہاں ابوسفیان اپنے دور جاہلیت میں جھوٹے چاہا ہاں ہے کہ اس کا سر زلیخا اور خا

ولا اكل، ولا ملق، ولا استن، وملت ذلك جعل، یعنی جملہ ایسے عمل خالص کرنے کی دینت بھی نہیں لازم
ہو کر لی ہے جس نے اب تک نہ کھا یا پھر نہ پیا ہو نہ نہ کھائی ہو، وہ تو قابلِ سال ہے اور چاہا ہے جس نے
آپ نے فرمایا: انت من اخوان الکھان، تو تو کا ہنوں کی طرح غزوہ باغض مظلوم ہوتے ہے، اس صحیح کلام
کی مسابقت ہی سے قرآنِ کریم نے کہا ہے اور شاعر کو ایک سیاق میں جمع فرمادیا ہے۔

اِنَّهُ لَعَزَّزْتُ دُسُوْلِي كِرْمِيْعًا وَمَا لِعَزَّزْتُ
شَاعِرِيْكَ لَيْلِيْكَ لَمَّا تَوَضَّعْتَ وَكَرِهْتَ
كَاهِنِيْ عَيْنِيْكَ لَمَّا تَوَضَّعْتَ وَكَرِهْتَ
تَرِيْ رُوْبَ الْعَالَمِيْنَ (دفاعت)۔

قرآنِ کریم کا اعلان: اگرچہ جب آپ کی صفات، درویش کے کھم کی صفات و دنوں کا جنوں کی جماعت کے جدا جدا
کراپے شاعری ہیں، میں تو پھر آپ کے ہاں کا جذبہ کرنا کیسے درست ہے، تم کہتے ہو آپ شاعر ہیں، چاشاعر
کو بھی تم قرب جانتے بھاننے میں ان کی اہد آپ کی خصوصیات کا موزونہ کرلو تم کو خود معلوم ہوا چاہے یہ شاعری
نہیں ہیں۔ اور شاعر ہے۔

وَمَا عَطَانِي الْبَيْعُ وَمَا يَتَّقِيْ
وَالشُّعْرُ يَتَّبِعُهُ الْفُؤَادُ (الشعر)
اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّجْمَعُوْنَ
اَفَتَنْتَعِلُوْنَ مِمَّا يَتَّبِعُوْنَ (الشعر)۔

یعنی اس رسولِ اعلیٰ کو کچھ سمجھایا یا چھایا ہے، ہر ہی نے سمجھایا یا چھایا ہے، میں یہی بات تو یہ کہ اس کا معلم
ہے وہی خود اس کا اعلان کرتا ہے کہ ہم نے شرگوئی کی اس کو تعلیم نہیں دی تو پھر یہ شاعر ہو کیسے سیکھتے ہیں اور جو
بات انسان کو سکھائی میں جاتی اگر وہ اس کو نہیں جانتا تو یہ اس کا کوئی عیب بھی نہیں اور یہاں تو پھر عکس
اس علم کی قسم ہی ان کے حق میں عیب ہے، کیونکہ منصفِ بیوت شاعری سے کہیں بلند تر ہو لہذا۔ شاعروں کو
دیکھو تو ان کے پیچھے گئے والے وہ لوگ چلتے ہیں جن کو صحیح اور بڑا حقیقت باتوں سے کوئی لگا نہیں ہوتا۔
شاعر محض مبالغہ آمیزی، خیال بندی، ادب حقیقت باتوں کو حقانیت کے رنگ میں دکھانے کے واسطے کہتے ہیں
ان کے اندر دیکھو تو صرف سے لبریز، اعلیٰ کا بار، و تو نہ مشرب، ہر خیال میں اسلام کو دیکھو تو ان کے تو اعلیٰ
اعمال میں سرورِ حق میں ہوئی، وہ ج بات زبانی سے نکالتے ہیں، پہلے اس پر خود ہی کہتے ہیں، ان کے کلام
کو دیکھو تو اس کو بے غماور خیال بندی سے دور کا واسطہ بھی نہیں ہوتا، اگر کہیں جاہلی مبالغہ آمیزی کا ذوق رکھتے تو

جنت و دوزخ، ثواب و عذاب اور اس سے بڑھ کر ذات و صفات کا تذکرہ اور پھر حقیقت کا رخائے سب درجہ پر ہم پر ہم پر کر رہا ہوں، ان کی زبان سے جو نکلے ہے، حقیقت کے کھٹنے پر ٹکا ہوا نکلتا ہے یہاں رہنا اور غنیمت کی سیلہ و خنجر کی حالت میں بھی کوئی فرق نہیں پڑتا حتیٰ کہ ان کے کلام میں تطبیقات کا باب بھی اس سیلاب سے انہیں گزرتا۔ ان کی تشبیہات میں بھی ایک حقیقت اور اس حقیقت میں صداقت ہماری دیکھی وجہ ہے کہ ان کے کلام میں تشبیہ و استعارات عام حادثات کے مطابق کثرت سے نہیں ملتے۔ اس کے باوجود جب اس کو حقیقت کے سیلاب پر رکھا جاتا ہے تو وہ انکار کی سرحد سے لڑا ہوا نظر آتا ہے جو تاخیر دوسرے کلاموں میں سوجھ کی سبالت آمیز میں کے بعد بھی پیدائش ہماری وہ الہ کے مدغم کے کلام میں جلوہ ناہمی ہے۔ میرا ہی تاثیر کر دیکھ کر کافر بھی ہر جاتے تھے کہ اس کو جو کس دین یا شاخ قرار دیں، مگر قرآن کریم کا مقول فیصلہ یہاں بھی یہ ہے کہ آپ کی صفات کو کہیں کیا اس میں شاعر کی ایک صفت بھی ہے۔ پھر آپ کے کلام پر بھی غور کرو اس میں ظالم غریب اور ناخوش و غم السلام کے مدغم سرگودہ اور ان کے دوستوں اور دشمنوں کے عواقب کے سوا کہیں شاعر اور صفا میں کا ذکر ہے؟ اگر ان کی ذات و شاعری کی صفات سے منہ و میرا ہے اور اسی طرح ان کا کلام بھی شاعرانہ سخن کی خصوصیات سے باطل مستند ہے تو یہاں کو شاعر کو کتنا کتنا مقول کر۔

فقدانِ کرم کا اعلان کیا کہ اس شخص نے اچانک اپنے پتے پر سارا حرمِ حیات بھی تو لوٹ کر جا کر اس کی خصوصیات پر بھی آپ
 کی شہنائی افسانہ پر غور و خفاہت سے ہے۔
 کو باخبر کر۔ سارا حرمِ محلِ عزتِ انساؤں میں کہ تعزیت کرنے کا مشق کیا گیا
 خواہ وہ نظر بندی کی حد تک ہو یا اس سے زیادہ عزیز و محکم کہنے کی حد تک ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام
 کے زاریں جو سحرِ خالہ کے لیے کہے تھے ان کے قصے سے ظاہر ہوتا ہے کہ بارہ کا ترکہ ہے کہ جو اس انسانی پر غور
 کر لے۔ اور شاہ ہے :-

مَلِكًا اَفْعَرَا سَعْدُوْا اَحْمِيْنَ النَّاسِ وَ

جب انہوں نے ڈاکو قابضہ کو لوگوں کی آنکھیں اور

المستخرج من كتاب (الفتح المبین) لابن حجر (رحمہ اللہ) ۱/۲۸۱

پھر ساحر کی زندگی و کجی تو ہمیشہ ایک پست زندگی ہوتی ہے، اُس کا نصب العین معرفت چند درہم ہوتے ہیں آخرت کی کا ذوال حیات اُن کے دائرہ فکر میں بھی کہیں نہیں گزرتی، اُن کے خیالات گو دیکھتے تو ایسے عموماً ایسے ہوتے ہیں جو دنیا و دنیا طلبی سے استغناء طلب کیا کرتے ہیں، اور جو عارفانہ رکھتے ہیں، وہ اُس اعجاز کے مطابق ہی ہوتے ہیں، مثلاً اگر شاہین کا مقدر ہوا کرک ہے، چنانچہ قرآن کریم اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ ساحر و سحر کے معاملہ میں آخرت کا کوئی سود گرام نہیں ہوتا۔

وَلَقَدْ عَلِمُوا الْمَرْءَ لِمَسْتَرَاهٍ سَأَلَهُ فِي لَيْلٍ هُوَ مِنْهُمْ وَلَهُمْ أَعْيُنٌ عَلَىٰ كُلِّ صَبَاحٍ مُّثَبِّتَةٌ

کائنات کا جو بے پناہ بزرگوں پر مبنی اور بڑے معقولی و انداز سے دیا ہے۔ اسے انکار یا انکار سے انکار
 فرمایا ہے کہ اس سے جہاں ایک طرف ساتھ مطلقین کی راہیں بند ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح اس قسم کی آئینہ
 مرثیہ نہیں لکھی شافی خواب ہو جاتا ہے نیز اس تقریب سے بہت سے حقائق بلند اور حقائق اور بلند جان میں
 داخل ہوتے ہیں۔ شکیات و اداسی کو ملاحظہ فرمائیے۔ سیاق کلام تو ایک دیکھ لے سرور الازم کے جواب میں ہے جس کا
 یہاں کوئی اعتنا ہی نہ تھا۔ مگر کیا کیا جلتے کہ جب اس وقت قرآن کریم کے مطلقین قرآنی دعوت قبول ہو گئے
 کے لیے یہ بھی ایک باندہ رہتے تو خاصہ تفریح کے پیش نظر یہ بھی ضروری ہو کہ اس کا بھی مطلب لے دیا جاتے۔
 مگر قرآن کریم نے جب اصرار فرمایا تو اس انداز سے قرآنی کلمات کے ہر ایک ساتھ ساتھ مقام رسالت و نبوت کے
 بعض ایسے گوشے بھی سامنے آ گئے جن کی طرف کسی کا ذہن جا ہی نہیں سکتا تھا۔ اس نے تیسرے کی کہ نبی و پیغمبر اسلام
 کی مقدس جماعت بہت سی صفات میں ممتاز ہوتی ہے۔ ان کی پرورش ابتداء ہی سے نصرت کے گروہ میں ہوتی
 ہے جس کی سب سے اولیٰ اخصیت تخلیق ہوا کا مصداق وہ ہوتے ہیں۔ گو یہ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق یہاں ان کی تخلیق
 نظر آتی ہے۔ پھر جس ذات پر تذکرہ آج قرآن سے سامنے ہے وہ تو انصاف علیہم میں ہی وہ شان رکھتی ہے جس
 کو واقعہ تخلیق کے حقیقی میں بیان فرمایا گیا ہے یعنی منعم حقیقی نے اپنے انصاف کی دولت تو بہت ہی قریب کیا کہ
 گواہ کی ذات پر تو اپنی خاص نصرت کو یاد فرما دینا ہے۔ اب سوچو کہ خدا تعالیٰ کی مخلوق میں تمام پیغمبر کی صفات
 پر ہر حال میں ہی انصاف علیہم کا تاج اس کے سر پر نظر آ رہا ہو جس کو ہر گز انصاف میں اس کا نصب نہیں کیا ہو کیا اس
 کو مجنون کہا جاسکتا ہے جو کہ خدا تعالیٰ کی تمام نصرت میں سب شریک ہوتے ہیں یعنی عقل و ہر ایک میں ہر ایک نصرت
 ہوتا ہے۔ اس کے بعد ان پیغمبر اسلام کی دوسری اہم کاری شان ان کا استقبال ہے۔ وہ اتنا شاندار ہوتا ہے کہ یہ تو مخلوق
 کو مستقبل گریبان کے ساتھ رہت کر دیا جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی تمام مخلوق کو مراعات و تقسیم کی چارہیت فرماتے ہوئے وہی
 ہوتے ہیں اس لیے اہمیت میں جو فرد بھی کوئی امت کرتا ہے اس کا خواب ان کو بھی ملے کہ اس طرح اس نے اپنے
 اعمال کے ساتھ ساتھ ہم امت کے اعمال کا خواب بھی ان کے اعمال میں دیکھ دیا ہے۔ ہر جان کے مستقبل
 کا ہر چہ ایمان اور جن کا تذکرہ یہاں ہے جو گواہ کی امت کے بعد کوئی دوسری امت نہیں اس لیے جب ان کی امت
 و امت کے اعمال کا خواب و تفریح پر مبنی کے خواب کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے وہ بھی ہے اتنا۔ اور سب حساب ہو گیا
 ایسی ذات پر بھی مجنون کی نصرت لگائی جاسکتی ہے جس کے ایک عمل کا بھی کچھ خواب نہیں ہوتا۔ خیر یہ سب سے کفلی
 ہوتی بات ہے کہ ہر جی لپٹے لپٹے زمانہ میں اطلاق مجاہد کی تصور ہوتی ہے۔ خدا کی مخلوق میں جو بھی بھی اطلاق ہوتا
 ہو گا اسے لکھنا ہے۔ پھر جس کو کتا کر دیکھنا سامنے ہے ان کے اطلاق کے متعلق تو خود حقائق کا نشانہ ہیں جن میں
 فرمایا ہے۔ انفاق علی خلق عظیم اسی اسم اطلاق ذات پر مجنون کی نصرت لکھنا عظیم ہے۔ خوب مجنون کا ایک

محل بھی کسی ادنیٰ سے ادنیٰ دفعہ کے مسیار پر نہیں توڑا جاسکتا۔ آپ نے دیکھا کہ کیاں جو مخالفین نے کسادہ تو ان کے
عرفت کے مطابق تھا لیکن جو جواب ان کو قرائن نے دیا وہ اس کی شان و دفعہ کے مطابق تھا۔ اس لیے یہ دیکھنا غیر
چاہیے کہ الزامات ادا و اعتراضات کی حیثیت کتنی رکیک ہے۔ دیکھنا چاہیے کہ جواب کی جو نوعیت قرائن نے اختیار
فرمائی تھی بلند و خستہ کہ نہ صرف ان جاہل معاندان کا جواب ہو بلکہ ان کی کل عام طبقہ کے لیے ایک ایسے جدید مسلم
کا دروازہ کھل جاتا ہو جو ان سینہ سپرے عاقل پر نہ کھل سکا۔ قرائن کریم کے وہی فیصلہ کے باعث اب یہاں بھی بتا
جیسے عقل کریم کی طور پر لکھنا چاہیے کہ دنیا میں کیا صفروں کی مرصعوں کے اوصاف بھی ہیں، جو ہے ہیں۔ یہی کبھی تاریخ
نے ان کی صفات اور ان کے تصنیف کی صفات، ان کی مخالفت اور موافقت کے نتائج اسی طرح مدلل کیے ہیں
جس طرح کہ انبیاء و پیغمبر اسلام کے۔ کیا صفروں کی مرصعوں نے اسی مسلسل کے ساتھ اپنے جہ میں آنے والوں کی
بشارتیں اسی طرح سنائی ہیں۔ کیا نہ کہ یہ سنہ جہانوں نے ان کے جذبات کو اسی طرح اپنا نصب نہیں
تایا ہے۔ میں اسی ایک نقطہ پر نظر کرنے سے جاں عرب کے جاہلوں کا جواب ہو جائے کہ اسی طرح ان میں سے بھی
صلہ کا جواب بھی مل جاتا ہے۔

یہاں انہیں سینا اور اس کے ہم مشرکوں کو غور کرنا چاہیے کہ اگر کارخانہ نبوت عالم خیال سے متعلق ہوتا تو خیالات
سے تاثر کی زیادہ صلاحیت یا محدودیت میں ہوتی ہے یا پھر عین حاکمیت میں اپنے مصنیٰ شخص کی وجہ سے ان کا
زیادہ اثر یعنی یہ اوماسی طرح بھی خیالات کا اثر زیادہ قبول کرے۔ اسی لیے سرورِ مہم کے لیے جب کسی معمول
کی تلاش ہوتی ہے تو یہی تلاش کیا جاتا ہے لیکن جب کتبِ نبوت کی تاریخ اٹھا کر دیکھیں تو آپ کو مسلم جگہ
میں یہاں محدودیتوں میں کوئی نیا گنہ ہے اور نہ پچھلے میں نئی مہم ہوئی ہے۔ نبوت کے لیے خدمت نے ابتداء ہی
سے وہی صفت پسند فرمائی ہے جو آئندہ سے نسبتاً بالاتر تھی اور ان میں بھی جو نبوت سے سرشار کر لیا ہے ان کو یہاں
حقوق میں بھی دوسرے فرقہ پرستی کی ہے پھر نبوت کے لیے بالعموم وہی مقرر ہو گئی ہے جو نبوت سے نڈر
ہونے کے لیے چالیس سال۔ اس کے بعد قطعات ان کو نہ پڑے گی تو آپ جب ان پر نظر کیجئے تو وہی شامس
مضامین کی طرح صرف ایک خیالی کا محدود نہیں ہوں بلکہ انسانی زندگی کے ہر شعبہ کے ایک مکمل دستور ہیں جو
ان کی تعلیمات کا اگر ایک حصہ عالم غیب کی خدمت کے جزئیات پر مشتمل ہے تو دوسرا حصہ باہمی مصلحت و
سلامت کے متعلق بھی پڑتا ہے۔ اس میں جہاں بانی کے اصول بھی ہوئے ہیں جو ہمیشہ دنیا و آخرت پر رکھے جاتے رہے
ہیں ان پر عمل کر کے جو قوم برکریں پیدا کر رہی تھی وہ تحت و تاب کی مالک بن چکی ہے۔ یہ سب وہ نام پر کوئی جماعت نہیں
نہیں ملتی جس کے اصولوں کو نہ کچھ عقائد صحیح نہ ہو لیکن انبیاء و پیغمبر اسلام کی ایک لاکھ سے زیادہ کلیم
انسان جماعت میں ایک فرقہ یا یہ نہیں تھا جس کی اصولی تعلیمات میں ایک ذرہ کا بھی فرق ثابت کیا جا سکے

ان کی عظیم الشان جماعت ہم بھی کرنی نہی دوسرے کی کلاٹ پر نظر نہیں آتا، بیشک ایک دوسرے کا احترام کرتے ہیں اور اپنی اُمتوں کو بھی اسی کی ہدایت کرتے ہیں اور اگر میں کوئی ذرا سی بھی غلطی و ردی کرتے تو اس کو ایسا ہی مجرم قرار دیتا ہے جیسا اپنی اُمت کو نے دوسرے کو ان عمری اور کھلے ہتے امتیازات کے بعد بھی انبیاء علیہم السلام کی جماعت اور ان کے علوم کا زہیا بنایا ان کو شہدہ باذن اور فتنہ انسانوں سے تشبیہ دینا بدعت کا آثار ہے تو دور کر لے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کی تاریخ کو انصاف و حق کے ساتھ مطالعہ کرنے کی کبھی فرصت ہی تلاش نہیں کی گئی اور اگر کبھی اور حروف کی گئی ہے تو صورت اسی نظریہ کی گئی ہے کہ ان کے افکار کو کس طرح اوسط اور صریح کیا جائے اور اس طرح احقر کھلے ہوئے مسئلہ کو خود بخود بحول اجداد بنا دیا گیا ہے، ماسوائے ان امور جو آپ کی صفات عہدہ کے مشاہدہ کر کے باوجود یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ عام طور پر عرب انبیاء علیہم السلام کی مناسبتیں دیکھ کر کہیں آپ کو یہ نہ نہیں دے گا !

یہی سے آتا تھا۔ اس لیے ان کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ خودت یا مکمل ایک جہ یا انجینی آواز نہ تھی وہ آپ کے متعلق سیدت جبریات سورج نہ تھے مگر جو بات ان کے مخالفین میں نہیں آسکتی تھی وہ صرف آپ کی نبوت تھی۔ اسی لیے ان کے مقابل میں قرآن کریم نے آپ کو صوبہ یا بدل دیا ہے۔ اس لیے آپ کی سورتوں میں جس بات پر خاص طور پر زور دیا ہے وہ انبیاء علیہم السلام کی جنس کی آقا کا اثبات ہے، اس نے بتایا ہے کہ قرآن ان کے حالات پر جو پھر اہل کتاب سے بھی جو اس جنس کے قائل ہیں چاکر پوچھ لو، ان کے مخالفوں کا حشر دیکھو، اہم کے امیٹے ہوئے سبز زار، قوم لوط و عیسیٰ کے آٹے پھٹے دیا اور عاود و شور کی وجہ ان بیسیاں یہ سب تم کو شہادت دینگے کہ جن اقوام نے خدا تعالیٰ کے رسولوں کی مخالفت کی ہے وہ کس طرح برباد ہو کر رہ گئی ہیں، دریاے نیل اور کوہ حوری اس کے گواہ ہیں کہ خدا تعالیٰ کے رسولوں کی اُمت نہانے والوں کا نام و نشان ستھوڑا لم سے کس طرح مٹ گیا ہے اور جنوں کسان کی مخالفت کی ہو وہ کس طرح کامیاب اور خدا کی زمین کے وارث بن گئے ہیں۔ ان واقعات پر اگر انصاف سے غور کر دے تو تم کو اعتراف کرنا پڑے گا کہ جس کے نبیوں علیہم السلام انبیاء تعالیٰ کی بزرگوار اور اس کی وصل تھیں۔

یہ اگر ان صفات پر غور کرنے کے بعد تم اس نتیجہ پر پہنچتے ہو تو اب قلم لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت پر یقین لانا ایک بدیسی مسئلہ ہو گا، یہاں بھی آپ کے مخالفوں کا حشر و تشبیہ کی سرسبز مٹی کا مینہ لپیٹنے ملے گا، آپ کے کمالات اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کے کمالات کا موازنہ کرنا تو سہی صحافت سب ایک طرف اور دوسری طرف اکیلے قرآن کریم کو رکھ لو، تم کو درشن ہو جائیگا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے کچھ رسول اور قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی کلمی کتاب ہو یا نہیں۔ اسی کے ساتھ مگر آپ کے بتا دیے ہوئے کلام اور کلام حق پر حق آپ کی اُمت موجود ہے، اس کی جاں نثار ہے، اس کی پیشان قربانی، اس کی ہمدردی اور خدا تعالیٰ اس کا

قوسوں کی طرح سرگزشت ہے۔

قَارُونَ ثَقِفْنَا لَوْ كُنَّا نَعْلَمُ ۖ وَكُنَّا نَعْلَمُ ۖ وَكُنَّا نَعْلَمُ ۖ وَكُنَّا نَعْلَمُ ۖ
 قَوْمُ ثَمُودَ ۖ وَكُنَّا نَعْلَمُ ۖ وَكُنَّا نَعْلَمُ ۖ وَكُنَّا نَعْلَمُ ۖ
 وَكُنَّا نَعْلَمُ ۖ وَكُنَّا نَعْلَمُ ۖ وَكُنَّا نَعْلَمُ ۖ وَكُنَّا نَعْلَمُ ۖ
 وَكُنَّا نَعْلَمُ ۖ وَكُنَّا نَعْلَمُ ۖ وَكُنَّا نَعْلَمُ ۖ وَكُنَّا نَعْلَمُ ۖ
 وَكُنَّا نَعْلَمُ ۖ وَكُنَّا نَعْلَمُ ۖ وَكُنَّا نَعْلَمُ ۖ وَكُنَّا نَعْلَمُ ۖ
 وَكُنَّا نَعْلَمُ ۖ وَكُنَّا نَعْلَمُ ۖ وَكُنَّا نَعْلَمُ ۖ وَكُنَّا نَعْلَمُ ۖ

انکار کا شریک ہوا۔

تکلیف کا گناہ لکھتے ہو۔ (۱۵۳)

غرض ان حقائق کے انصاف یہ انصاف کرو کہ ہر مقدس گروہ خدا تعالیٰ کے لیے رسول مبعوث نہیں اس کے بعد یہ فیصلہ کر لو کہ تم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفوں کی صف میں شامل ہو کر دنیا میں صرف گمناں ہیں کہ دنیا پر بند کرتے ہو اس کے وارث اور خدا تعالیٰ کے حکم کے مالک ہیں گمراہی رہنا چاہتے ہیں جو قوم رسول کی حق بات سے واقف نہ تھی ان کے سامنے علامات نبوت اور سابق ہدایات بیان کرنا ہے سو ہے اب آپ سے بھی سمجھ گئے ہر گئے کہ عجب کیوں آپ کی نبوت کی طرف نہیں آتا تھا اور کیوں ساحر و جادوں کے بجا اعلانِ ظالمیہ مستحق گستاخا۔

ضرورت نبوت و رسالت

ذکورہ بالا عنوان ترخیب کے لحاظ سے توسہد سے پہلا عنوان جو گرم سے اپنے مخاطبوں کی رعایت سے اس کو دہلیز میں رکھا ہے۔ ہمارا خطاب یہاں ان اصحاب کے ساتھ ہے جو انبیاء و ائمہ السلام پر ایمان لائے تھے ہیں اور صرف اپنے اطمینان قلبی کی خاطر کسی قدر اس کی وضاحت کے متلاشی ہیں اس جماعت سے ہمارا خطاب بھی نہیں ہے جو انبیاء و ائمہ السلام کی اہل التواضع و ادب ان کے خاتمہ کے بغیر ایمان کے ہمہ گیر بھی کسی پر بحث کر چکے ہیں کہ عالم انسانی کو اپنی ہدایت کے لیے کسی سادہ وایت اور سادہ وادی کی ضرورت ہے بھی یا نہیں۔ ساری برصغیر زمین پر پھیلے ہوئے کے بعد یہ سوال کرنے والے کو زیادہ ضروری یا محض ہلکے فلفلیہ تاویل خطاب نہیں ہیں۔

اہم راز کی تعمیر کی جس تحریر فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی صفت حاکمیت اور حکومت کا جتنا امتیاز کر جس طرح شاہان و دنیا اپنی رعایا کے پاس اپنے ملک کا قانون خود بننے کے نہیں آ کر کرتے بلکہ اس کے لیے اپنے پیغمبر اور رسول مقرر کیا کرتے ہیں اور ان کے واسطے سے اپنا نئی قانون بھیجا کرتے ہیں۔ اسی طرح وہ بھی اپنی مخلوق کے پاس اپنے رسول بھیجے اور ان کی معرفت اپنا قانون ان کو بتائے پھر اس کی صفت حکمت یہ ہے کہ

ہے وہ اتنی ہی خدا تعالیٰ کی معرفت میں بھی پہنچے رہ گئی کہ آج تعداد میں جو عقائد زمانہ کہلاتے ہیں جب انہوں نے پہلے رسول کے صحیح مقام کو پہچانتے ہیں تو شکر کھاتی تو پھر دیکھ لیجئے کہ خدا تعالیٰ کی معرفت میں بھی ان کا حصہ کتنا ماحفی کہ وہ صفی التسلیم کا بیانیہ مسئلہ ہی ان کے نزدیک تقدیر کی طرح مذہب کا ایک راز بن کر رہ گیا۔ اس کے مقابل امت محمدیہ جل شانہ صمد و سلم کے کسب واپنے رسول کا صحیح مقام پہچانتے ہیں بیش کام رہی تو اس کو پہنچے تب کی معرفت کھایا بھی سب میں بھر پور نصیب ہوا اسی لیے پیامت تمام امتوں پر فروقت کے لگتی ہے۔

لَقَدْ خَلَقْنَاكَ خَيْرًا أَمْ يَكْفُرُونَ أَفَرَأَيْتُمْ إِنْ كُنْتُمْ نَارًا تَنْشُرُونَ فَمَا تَصْلَوْنَ فِيهَا مِنْ نَارٍ وَتُمْسِكُونَ بِالْأَصْبَاحِ وَأَصْبَاہُ
تَأْتِرُونَ بِهَا الْخَرَابَ وَتُتْرَكُونَ عَلَى الْخَبَابِ
وَتُؤْتُونَ بِهَا النَّارَ (آل عمران)

آیت بالا کی روشنی میں اب یہ فیصلہ آسانی سے کیا جاسکتا ہے کہ جو راز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صلا کا اعتراف نہیں کرتے اور صرف توجہ کے قائل ہیں کیا ان کو صحیح سنی میں توحید و اذان یا اللہ تعالیٰ نصیب ہوسکتا ہے۔ اسی لیے امام موصوف فرماتے ہیں:-

من انكر الشريعة والوسيلة لم يزل في الحقيقة من لم يثبت اور رسالت کا انکار کیا وجہیت وہ مشرک
ما عرف الله عز وجل (تفسیر منقذ) کلمات ایک کی معرفت ہی سے خدا نصیب رہا۔

پس رسالت اور نبوت کا رخت اتنا مستحکم ہے کہ اس میں تفریق کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے اسی لیے لوقہ کریم نے فرمایا ہے:-

وَرَبِّيَ بَرٌّ إِنَّكَ تَرْجُوهُ يَا بَنِي آدَمَ وَرَبِّيَ اللَّهُ وَرَبِّيَ اللَّهُ
يَوْمَ تَطْلُعُ الْأَشْهُارُ فَتَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ (۱۰۰) جس نے حکم نامہ رسول کا اس نے علم کیا اللہ تعالیٰ کا۔

اب افانہ فرمائیے کہ میں ہستیوں کی معرفت وہم معرفت حق تعالیٰ کی معرفت وہم معرفت کا معیار جو دنیا میں خدا تعالیٰ کے دوست، دشمن کی تفریق اور آخرت میں دوزخ و جنت کی تقسیم ان کے جدا جدا ہو گیا و بنا دوزخ کا کارخانہ جن کے دم کے ساتھ جہنم ہو وہ کسی جہنم ہستیاں ہو گئی۔ حقیقت قدمہ کی رفت و رجعت کا سب سے بڑا منظر یہی ہستیاں ہوتی ہیں ان ہی کی تشریف آوری سے یہ اندازہ ہر تہ سے کہ جن کو اپنی مخلوق پر کتنی رحمت پر کعبہ و سرکشی اور دھنیا کی حد تک پہنچی ہے اس کے دوستوں کی صف سے نکل کر دشمنوں کی صف میں جا کھڑی ہو گئی ہے اور ہدایت کی روشنی چھوڑ کر گمراہی کی تاریکی اختیار کر لی ہے۔ جہنم جنت کی لازوال منت سے محروم ہو کر پلاک کے گڑھے میں جا گرتی ہے خود ان کو شام سے کی بجائے چھلان کی جگہ کے سامان پیدا فرما دیتا ہے۔ دشمنوں کی صف سے نکال کر صوفیوں کی صف میں شامل فرماتا ہے تاکہ ان کی دنیا ہی میں پھنس جائے کہ بعد ہر ہدایت کی گنجائش ہو

مشتی میں لاکھ کر رہے اور نہایت کے گڑھے سے نکال کر حضرت لغزوہ میں کالک نہ دیتا ہو، مگر اس کی ساری
 اخلاص اور اس کی یہ ساری باتیں میرا ہی ہیں ان ہی نفوس قدسیہ کے بغیر جس جہان اندر رسول کی شخصیتیں
 بھی کئی جہاد پڑا رہا کرتی ہیں، جو ان سے بڑھتا ہے اس کا رشتہ عالم قدس سے جڑا ہے اور جو ان سے کٹ جاتا ہے
 اس کا رشتہ بھی عالم قدس سے کٹ جاتا ہے۔

وَلَا تُشْرِكْ عَلَى شَيْءٍ مِّنْهُ فَمَنْ يَشَاءُ
 اور تم دلائل کے گوشے کے کنارے پہنچے پھر تم کو اس
 فَاتَّخَذَ كُرْسِيًّا رَاقِيًا مِّنْهُ
 سے نہات رہی۔

عاقلاً اور غیر عاقل کیا خوب فرمایا ہے کہ انبیاء علیہم السلام ان لوگوں کا حال و احوال کی وہ صحیح سیران ہے جس کے چر
 اس پر پورا اثر کیا ہے یہ ساری پروردگار کیا اور جو یہاں سرور و جہاد میں کہ وہ ان تمام رسولوں کی باتیں رہ گیا۔
 وہ فرماتے ہیں کہ جتنی ضرورت مجھ کو بیان کی اور آنکھوں کو فہم کی ہے اس سے زیادہ ضرورت عالم کو دنیا و مافیہا
 اسلام کی ہے کہ یہ ہم کو جان لودا لکھ کر ان کی ضرورت صرف حیات دنیا تک محدود ہے اور حیات دنیا کو بھی ہم
 ہے لیکن ان نفوس قدسیہ کی ضرورت، ان لوگوں کے ساتھ رہنا ہے انسان اپنی عارضی اور دائمی دونوں دنیا
 میں ان کا یکساں تعلق ہے۔ اسی کے ساتھ عفتاً امام موصیٰ علیہ السلام کی شناخت پر بھی مختصر سا کلام
 کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ جس طرح خدا تعالیٰ کی صفت حرکت کا بقا خدا تعالیٰ کے واسطے ضروری ہے اسی طرح
 کو کچھ اسی طرح اس کی صفت قدرت کا یہ خدا تعالیٰ کے رسولوں کے ہاتھوں پر ایسے افعال کا تصور کرنا ہے جو عام
 انسانوں کی طاقت سے بالاتر ہیں تاکہ یہ اس کی علامت ہو کہ وہ حقیقت کسی ایسی ہی ذات کی طرف سے آئے
 ہیں جس کی قدرت کے سامنے سب عاجز ہیں اور اس طرح رسولوں کی شخصیت کا یہ خدا تعالیٰ سے جو ملے
 جو شخص معجزات کا منکر ہے وہ درحقیقت خدا تعالیٰ کی صفت قدرت ہی کا منکر ہے۔ سلام موصیٰ کا مطلب یہ ہے کہ
 معجزات خود انبیاء علیہم السلام کے افعال نہیں ہوتے اور اسی لیے دوسرے افعال کی طرح وہ ان کی قدرت اور
 اختیار سے سرزد نہیں ہوتے کہ جب چاہیں اپنے دوسرے افعال کی طرح معجزات دکھایا کریں جیسا کہ خدا تعالیٰ کی
 بحث میں ان شاء خدا تعالیٰ ہم اس کی تفصیل کر چکے ہیں یہاں معجزات کا تذکرہ دوسرے انسانی افعال سے الگ
 ہی غلطی ہے یہاں اگر ان کا موازنہ کیا جائے تو قدرت کے بلا واسطہ افعال کے ساتھ کرنا چاہیے نہیں و اسان میں جتنے
 ان کی طاقت اور عزائمات کی جتنی عجیب و غریب داستان گہری پڑی ہے کسی نئی یا کوئی معجزہ ان سے عجیب تر نہیں ہے
 قرآن کریم کے بیان کردہ معجزات اور عادیث کے وہ معجزات قدرت کے بلا واسطہ افعال کے مقابل میں گھٹا کر
 کر کے لیے تو آپ کو تعجب ہو جائیگا کہ اگر وہ بلا واسطہ افعال حصول میں تو پھر اس قدرت کے سامنے یہ معجزات
 بھی باعقول نہیں ہو سکتے لیکن جو شخص نبی کے واسطے سے قدرت کے عجائبات کا انکار کرتا ہے اس کے لیے

پھر قدرت کے دیگر براہ راست افعال کے فیوض کرنے کی بھی کوئی معقول وجہ نہیں ہے۔ اہم ہر صوفیہ کے اس
مختصر بیان سے رسالت و نبوت کی ضرورت اور ان کی شناخت کے دونوں مسئلے عقل و فہم پر دو طریقہ پر ثابت
ہو گئے۔ پس الحمد للہ نوراً فیما لہ من نور۔

حافظ ابن تیمیہ تحریر فرماتے ہیں کہ مخلوق کو اپنی دین داری میں جس چیز کی حاجت تھی شدید تھی حاجت کا
نے اتنی ہی زیادہ محنت اور مشقت کے ساتھ اس کو پیدا فرمایا ہے، جیسے سانس لینے کے لیے ہر اک ضرورت
سب کو سہ اور ہم ضرورت سے زیادہ، لہذا اس کو پیدا بھی اس افراد کے ساتھ فرمایا کہ کڑی جیوت والی
ہر کسی کو کہیں بھی ذرا تکلیف نہیں ہوتی اس سے دوم نہیں پائی کی حاجت ہے اس کے بعد ہر کھانے اور
پینے کی ہر اس لیے پانی کو بھی اسی فراوانی سے پیدا فرمایا ہے، لیکن اس فراوانی سے میں جس سے کہ ہر اک اسی طرح
اب دینی پسو کو لیکھ تو یہاں سب سے زیادہ بہت رویت کی ضرورت کی ہے۔ اس پر اپنی رویت کے دلائل میں ان کی
مشق جنت میں اس کثرت کے ساتھ پیش کیے کہ وہ انہوں نے اس کی رویت کا تہہ بنا رکھا ہے۔

فقی حائل شیء ندایۃ تدلی علی راسہ واحد

اس سے دوم خبر کی حاجت نبوت کی ہے، اگر نہ میں جانتا کہ ایک انسان جب اپنے پیچھے دوسرے انسان کی
خوشی اور ناخوشی کے ذریعہ و اسباب اس کے ہنسنے پر نہیں جان سکتا وہ فانی کی خوشی و ناراضائی کے لمبا سانس
کے فرائض میں کھانکوں جان سکتا ہے اس لیے اس نے انہیں دین و اسلام بھیجے تاکہ ان کے ذریعہ وہ اس کے تمام
اسباب نقص میں بیان فرما دے اور ان کی شناخت کے دلائل بھی، اتنی کثرت سے ظاہر فرمائے کہ ہر ایک ان
پارہ سے ان پرچہ انسان کے لیے بھی بنی کی شناخت میں کوئی دشواری نہ ہے، اگر عقلی مشاققت کا میدان چھوڑ
کر آپ خود ان کی مشق کا مطالعہ کر لیتے تو آپ کو معلوم ہو گا کہ ان کی معرفت کے سامان قدرت سے ہر وہ چیز میں کثرت
نے ساتھ صبح کر دینے کے کلان پڑھ جائوں گے یہ بھی انہیں اظہار اس پر کی شناخت میں بھی کوئی دشواری نہیں ہو گی
مگر کہ دشمنوں کے لیے ان سے انکار کرنا ایک بڑا عظیم مسئلہ میں نبی کریم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون
جیسے دینی الوہیت کے مقابلہ کا واقعہ مذکور ہے، دیکھیے کس طرح ساجدین حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے
سے شکر کرنے سے ان کی نبوت تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے اور وہ بھی کس عقیدے کے ساتھ کہ ہر فرعون نے ہزار
دیکھیاں بھی میں گھبراہٹ و شمس سے مس ہوئے؟ بلکہ رسالت پر اعلان کر دیا۔

لا تظن ان لا یؤمن بالآیۃ الخضرۃ و الخضرۃ
ان لا یؤمن بالآیۃ الخضرۃ و الخضرۃ
خضرۃ من الخضرۃ (الحمد)

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ وسلم کی اہلیت کے جذبہ کے گرد پیش میں جو دلائل کی باوٹل بری اس کی کیفیت توجہ و خیال
 زندہ کا سرخ سے ظاہر ہے کہ اس کا ساعدہ حالت میں تشریف لے کر اس قبول اور عافیت کے ساتھ جان کو چند
 سالوں میں شمع کٹا جائے گا، بادشاہ بھی تھے اور فقیر بھی کا ہوں اور سادہ بھی کہنے اور سخن شناس شاعر بھی۔ پھر جن جن
 اور بہت دھڑلے سے آپ کو نہیں مانا تو اس انکار کے لیے اُن کو کتنی سازشیں کئے ظلم و ستم اور حب و استعالیٰ
 کو کتنے پڑے اور اس پر بھی کوئی جہالت ان کے ساتھ نہ ہو سکی آخر کار شقاوت کا داغ اپنی ہی پیشانی پر لگا کر ہر دم
 اور نام کا مہیا سے گزر گئے وہیں کہ آئندہ و راق میں اس کا مختصر سا تذکرہ آپ کے ملاحظہ سے گزریگا۔ شاہد
 تعالیٰ۔ حبیبی محدث، مجدد، قوامیون۔ دجلال و بیج مس ۱۳۵۷

امام بابی حضرت عبداللہ ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اپنے کنوئات تشریف میں متعدد مقامات پر منوبت نبوت
 پر طویل بحث فرمائی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ رب کریم کی مَن عام بختا افسوں میں سے جو کسی ملک، کسی محلہ اور کسی
 خاص جہالت کے ساتھ مختصر میں نہیں رہیں سب سے بڑی بختا نشی یہ ہے کہ اس نے اپنے اپنے ہندوں کو مہیا
 پہنکائی کی راہ کھول دی۔

و ان من است الا خلیفۃ جلالہ یومئذ میں ہر جہالت میں ایک ایک ذلیلے والا چلا ہے جس نے اگر وہ یادگار
 گون ایمن سے لیکر انسان بھی رشک ملک میں ملتا تھا سب اوزان کر رہے ہیں۔

و محمد کی نعمت و برباد کی نعمت شمس و قمر کی نعمت اور ان سب سے ہر طرف و نسالی کی نعمت گو یہ سب ہی ظلم
 نعمتوں میں داخل ہیں جو درست و دشمن اور شاہ و گدا سب ہی میں عام ہو گئی ہیں، لیکن ان سب میں بیش بہا
 نعمت نبوت کی نعمت ہے کہ اگر یہ نعمت نہ جوتی تو مادی نہیں پہنچ جاتیں۔ اسی نعمت کے ذریعہ ہر گدا و عالم نے
 اپنی ذات و صفات کا اشرف علم نبی شاہ مشر و شرف جنت و دولت و اعلیٰ انسان کی دائمی و بدلی نعمت کی اطلاع دی اور
 عالم حبیب کے بیش بہا حقائق سے حجاب ہٹا دیا۔ ان ہی نفوس قدسیہ کے ذریعہ اپنی و صامندی کے راستے ہٹا دیے
 عقل انسانی کو غلام کئی ہی دور میں کیوں نہ ہو مگر اس کی جلا نکاح و صورت عالم انسان تک پہنچا اور وہ دنیا و دہلیز ہی
 دائرہ محسوسات و مشاہدات میں محدود ہے حق تعالیٰ کی ذات پاک تک اگر گروہوں مختلفا میں سے کسی کی رسائی چلتی
 بھی تو وہ بہت نامتوم اور ناقص و ناقص حق، اگر یہاں دلائل کے جملہ پر چلنے بھی گئے تو زیادہ سے زیادہ یہی نتیجہ
 ہو سکتا کہ اس عالم کے لیے کوئی نامل مختار نہ ضروری ہے جس کی سنائی کی شہادت ذرہ اور میں جہاں پر دیکھیں
 اس کی توحید اور اس توحید کی نزاکتیں، اس کی صفات اور ان صفات کی وقفیں تو یہاں اگر عقل بیدار ہو چھوڑے
 دوسرے سمجھ رہی۔ اس وادی میں جب عقل قدم قدم رکھا اور عقل خالق تک رسائی کی سعی تا فرجام کی تو خود
 یہ خاکراشد ترقی کی ماحصل اور غفلت و غماز بالا کیا جیسا کہ حق تعالیٰ کے ذات اقدس اور عالم کے درمیان

بہت سے اوتھنا بگڑے اور عالم اشرف کا جو جس کے حوالہ کیا اس کا نام عقل عاش رکھا۔ کچھت کا تعلق من
 انما اھمدران یقوتون الا کئی ما۔ انظارک میں کے وجود کا بھی کیا کوئی ثبوت نہیں ملتا ندیم ہلے گئے بلکہ محرک
 بالاداد کے گئے۔ اسی پر میں نہیں بلکہ ان میں فرق و انقسام یعنی ٹوٹ بھوٹ کا تیر بھی حال سمجھا گیا اور آخر کار یہ ایک
 ناخوش کا ٹیوٹ ہوا کہ برادراست عالم کا صدر ہی جس حق تعالیٰ کی ذات سے حال قرار دے دیا وہ انہیں صفت ہی تعالیٰ
 تو ان سے بھی ان کو کوئی سرو نصیب دیا اور ان کا تعلق دور دور سے خوب کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ آپ نے دیکھا کہ جب انسان
 باوجود امور ساری و مشاوریات میں اندم رکھتا ہے تو اس کا حشر کیا ہوتا ہے پھر جب ہائے عقل کا دور آتا تو ان جتنی عقل
 کی نظر اتنی دیکھ رہی کہ انہوں نے تو سب سے حائق کا انکار کر دیا اور عالم کا وجود خود عالم ہی کے سپرنگ کے یعنی عقل کا
 سبب زور خواص اور بات کی تلاش پر بہت کر لیا۔ پھر اس شخص میں بھی جو سوال سبب انہوں کے سامنے آ رہا وہ
 ایسا سوال تھا جس کو الہی شرافت بیشہ خست کی نظر سے دیکھی رہی ہے یعنی عدالت و ان کی تسمیہ اور بہت کا سنگ
 کاش بہ عقلہ اگر تواس پر جو کر کے کھرتے رہتے ہیں اس طرح ان کو مختلف ذرائع علم حاصل فرماتے ہیں اسی طرح ان
 کے طواریات کی انواع بھی مختلف ہوتی ہیں۔ اس قسم کو دیکھتے ہر جہانہ دوسرے حاشہ کے خصوصیات سے مختلف ہے مگر
 شگہ ماہ سے عالم سیرت سے اسی طرح نا آشنا ہے جس طرح کہ عالم بصر عالم سموات سے ایک حدیچ بصر سے حدیچ
 البصر ان میں جہاں انہیں پیدا ہوا اور ان کا راز ان کو اپنی آنکھوں سے ملنا چاہے تو اس کو سن سکتا ہو اور دیکھ سکتا
 ہے۔ اسی طرح اگر سیرت کو عالم سمع کے قریب سے قریب تو نے آؤ تو اس کو بھی اس کے رنگ و ہیات کا ادنیٰ
 سا ہوا دک بھی نہیں ہو سکتا۔ پس اگر یہاں فیصلہ صرف ایک ہی حاشہ کے انداک پر ہو کر دیا جائے تو تیر اس کے سوا
 اور کیا ہوگا کہ خصوصیات کے ایک بڑے حصہ کا انکار کر دینا پڑے گا مگر یہاں ہر شخص اس کے انکار کے ہائے ہے اس کا
 اور داک ہی کا شعور بہت ہے اگر کسی قدرت اس کے اور داک کے لیے اس کو دوسرا حاشہ عطا فرمادیتی تو وہاں انسان
 آپ کو یہاں صاف دکھا کر پھر انظار کیا پھر ان حواس خمسہ سے باہر انسان کو ایک آندہ داک اور صحت ہوا ہو
 جس کا نام عقل ہے۔ ان حواس خمسہ کی حقیقت عقل کے ملنے سے ٹھیک دیکھتے ہیں جو ایک حاشہ کے دوسرے حاشہ
 کے ہائے یعنی یہاں حواس خمسہ کا مجموعہ مل کر بھی عقل کے ایک پھرنے سے پھرنے کاوش کے اور داک ہی کا جو
 عقل ہے اس کی حقیقت کی نیاحی اس کے علوم کے اور داک کے لیے اس کو دوسرا آندہ داک عطا فرمادیتی تو یہ ممکن
 صورت ہے اس حواس خمسہ کے مجموعہ عقل کے جملہ اور داک کا شکر ہی نظر آتا۔ اس میں شیعہ نہیں کہ قوت اور داک میں
 یہ صفت سے اس مسئلہ کا حل اس جہاں خدا سے شریک ہوا ہے۔ عالم میں اور جانتے گزرتا اور آپ کے سامنے ہے۔ اب
 منقریب اس مسئلہ کا حل اگرچہ ہے جو نے حالات اور اس کے استعمل کے بعد اس سے کہہ سکتا ہے کہ مسئلہ اور دولت کی تسمیہ کا
 قضیہ اور اس کا فقہ جو ہے بلکہ اس کو جو روح کی حاجت ہی نہ رہی ہو اس وقت انہی اہم السلام کے علوم و دہان
 کے حکمت اور فلسفہ کے علوم اور ان کے شائع کا سوا نہ کرنا بھی آسان ہو جائیگا۔

عقل کا فیہ سب سے خالی تہیہ اور وہی معلوم ہوتا ہے کہ کسی لعل کے اندر اک سے بھی وہ عاجز نہیں ہو سکتا اگر
 فیہ صرف کسی ایک ہی خاص کے لئے رکھا جائے تو یہ واسطہ ماحول میں اتنی ہی وسعت اور صحت رکھتا ہے
 کہ جب دوسرے نکات اور آگ کی طرف بھی نظر کیا جاتی ہے تو حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ اس کی یہ سادگی اور
 سہلے ہی دائرہ اس میں محدود ہے، اسی طرح عقل کا ماحول بھی سمجھنا چاہیے۔ عالم فیہ جو اس نور شہادہ اور اسی
 طرح عقل کی دسترس سے باہر ہے اس کے اندر اک سے عقل بھی قبیح اسی طرح در اندر ہے جیسا کہ جو اس غسہ
 عقل کے علوم کے اندر اک سے۔ پھر جس طرح وہاں راہ صواب بھی ہے کہ جو اس غسہ ہی کا تصور تسلیم کر لیا جائے
 اور عقل کی معلومات کا انکار نہ کیا جائے۔ اسی طرح یہاں بھی ایک بات درست ہے کہ اور نکات نہایت
 اور وہی کا احراز کر لیا جائے اور اپنی عقل کو تہ کی نارسائی کی وجہ سے اس کا انکار نہ کیا جائے۔ غرض اگر کچھ ہے
 تو صرف یہ کہ وہاں اگر اندھا کہ عقل سب کو ملتی ہے اور یہاں وہی نہایت صرف چند مخصوص باہر حیدہ افراد
 کو پھر جس طرح حکمات ہیں ہر انسان دوسرے کی عقل پر اعتماد کرتا ہے۔ اسی طرح یہاں بھی انبیاء و صلحہ
 اسلام کی عقل اور دیگر حکماء کے ان کی تصدیق کرنے پر اعتماد کر لیا جائے۔ تھا ان کے علوم فیہ کو بے حد
 پر تسلیم کر لیا جائے تھا ان کی یہاں ہی مطالبہ کر کہ ہے کہ جب تک براہ راست وہ خود بھی ان علوم کا
 ذکر نہ کرے جیسا کہ اسلام کے اعتماد پلان کو تسلیم نہیں کر سکتا۔ عقل بالانسان ما انکثر۔ دیکھو حکماء نام
 سوانی۔ جلد اول ص ۷۷

رسول عظیم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت کا ایک فرق

حق پسند انسانوں کے غور و فکر کے لیے

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس علمی و حرمین بحث کے بعد آپ کے سامنے منکھوت منیٰ محمد علیہ وسلم کی حیثیت
خبر کا ایک ورق پیش کر دیا جائے جس کو نہ کو روزانہ مضمون کی روشنی میں آپ ملنا غور فرمائیں۔

قرآن شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ نبوت و رسالت آخر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت میں ہی
آمد ہوئی تھی چنانچہ بعد میں جو نبی آیا ان ہی کی ذریت میں آیا آپ کے دو فرزند تھے احنیٰ اور اسمعیل علیہ السلام
دونوں کا تذکرہ قرآن میں موجود ہے حسب بیان قرآن حضرت اسمعیل علیہ السلام کی نسل میں حضرت ایک کجا
نبی کی بشارت تھی حضرت یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جب بنا رسیت سے فارغ ہو چکے تو انہوں نے حضرت اسمعیل علیہ
السلام کو بنا رسیت میں ان کے شریک تھے ان کی ذریت کے حق میں ایک رسول مبعوث ہونے کی دعا فرمائی تھی
جو اسی جلیلہ و کبریٰ پیہم ہوں جہاں انہوں نے خدا تعالیٰ کا بیت تعمیر فرمایا تھا چنانچہ دعا ابراہیم کی کے مطابق
آپ تشریف لائے۔ نسب میں سب سے عالی حسب میں سب سے برتر انہی محدث طوالت ہی سے پیش کرتا ہوں
مقتدر صورت، عادات و شاعری قوم سے مجید، عبادات و رسوم میں ان سے الگ، السو و لعب سے مجتنب،
شرک و کفر سے خفا و صدق و صفاء احسان و صلوات سے عزیز، ظلم و عدوان اور جوارق و خش سے کوسوں دور،
جنگ و جدال سے خور مال و وجہ کی محبت سے بالاتر، عدل و انصاف کے شامزادے۔ غرض جہاں لائق
فاصلہ سے ملتی اور جہاں لائق رزق سے معری، جوانی میں عصمت و عفت کے فرشتے، پیری میں مقام و منصب کا
بیکر، باقی ان سے حسن چٹکا، کھوکھلے سے پھول بھرتے، روئیں، روئیں سے نعم و فراست بھرتی، فقر و محبت و جلال
بزل میں کیساں حق گو، عفو و درگزر کرنے والے، حقوق خدا کے سب سے جلد ہمد، عہد و بیان کے سب سے بکے
سے زیادہ راست گر، سب سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کے اطاعت پر کھڑا حق اور قوم میں سب سے اعلیٰ قیادت و انجیل کو نہ
آپ جانتے نہ آپ کی قوم جانتی نہ کسی سے کوئی حق پرست، ذلیل علیہ کے پاس نشست و برخاست کوئی نہیں
سہاں آپ کے موعود نبی پہلے پر سب مشفق اور دشمنوں کو سب آپ کی امانت کے معزیت، اسی حالت پر
پایس سرگرداں سے انہی حیرت کا ایک گونہ زبان سے نہ نکلا۔ جب عمر مبارک چالیس سال کو پہنچی تو ایک
ذیہ عجیب و غریب طوی کیا جس سے نہ لگ آئے نہ باپ و اسے آشنا اور ایک ایسا لگام و گرگ کے سامنے

یوں کیا جو ایک ملک نہ کسی نے تسلیم نہ آئندہ اس کی نظیر مگر بصحت مادیہ سب اس کے ملتے سرگرمیہ نہ لیاات م
 علیات میں کوئی اس کے ہم لہ نہ سیاسیات و معاشیات میں کوئی اس کا جیسرہ اسراک عجزان، علوم کا سمندر تصیر
 و امثال، انصاف و عدل کا دیباچیات کے حلال کرنے والے اور خباثت کے حرام کرنے والے، بھلائی کا حکم دینے والا
 اور زبردستی سے روکنے والے، کوئی عقلی چیز کسی نہ جتنی جس کو عقل سلیم پہنچیں مگر اس کا حکم نہ دینے پر اس کوئی
 جبری ایسی نہ تھی جس کو عقل سلیم نہ چاہیں مگر اس سے روک نہ دیا پر ایسا کبھی نہیں ہوا کہ جس کا آپ حکم دینا
 سلیم کی خواہش یہ ہو کہ آپ اس کا حکم نہ دیتے اور نہ کسی ایسی بات سے روکا جس کے تعلق مباح مسلک کی آئینہ
 یہ ہو کہ آپ نہ روکتے، اس پر ریاست و سرکاری سے بیزار و دشمنوں اور مخالفوں سے لاپرواہ و احباب و انصاف سے
 بے نیاز نہ تھا نہ خود میں کوئی دولت، مذہبیت نہ تھی نہ طاقت نہ قبضہ میں کوئی ملک، زمین، فرد کی کوئی دولت نہیں جو
 تمدنوں پر ظلم نہ ہوئی نہ ہو وہ آپ نے اس کو ٹھکانا نہ دیا پر جس قید و ملاطفتی حتیٰ کہ قتل کی کوئی تدبیر انصاف
 نہیں رکھی تھی کہ کوہ را نہ کر دیا گیا ہو مگر آپ دشمنوں کے بھروسہ میں اسی طرح خلیفہ کے دین کے بے طاقت و ہر اس شان
 کو چھوڑ کر آزادوں میں ایام راج میں کوئی جگہ چھوڑی جہاں پہنچ کر انکلاہ حق نہ کر دیا جس تہائی میں بھی اور دشمنوں
 میں بھی، غلام میں بھی اور غرض میں بھی کسی ایسا نہیں ہوا کہ اپنے دین قبول کرنے کے لیے کسی کو قتل کی دیکھی دے
 ہو کسی قسم کی طبع و لاف و زبانی ہو تو سوال اسی طرح گرا دینے نہ سنا نہ سلطان اور نہ کوئی یار و مددگار مگر نہ وہ کسی
 کا خوف نہ چھوڑا نہ کسی سے جب اقتدار و طاقت دشمنوں سے دنگ نہ اور یا زور و سلفوں کے لیے غلو کا اعلان کسی پر نہ غلام
 اتنی ہر کی مجال، تمام مگر کشتے پڑتی ہوئی، امن پر یا خوف، فراغت ہو یا تنگی، شکست ہو یا فتح، اپنے قبضہ کی طاقت
 ہو یا کثرت ہر حال میں وہ استقامت کر ایک ایچ قدم اور اور ہر جہت سے کیا ممکن۔

فلا صبر کر جب دنیا میں تشریف لے کر خلیفہ عالم تارک نہ دنیا سے باخبر نہ چاہتے سے آتش بہت چستی
 سے خدائی زمین نہ لپاگ، خوف و بڑی اور قتل و غارت سے نالاں، مذہب کی خبر نہ تھا واکا علم اور جب آپ تشریف
 لے گئے تو ہی سب سے بڑھ کر عالم سب سے زیادہ مذہب، سب میں ممتاز و دیندار انسان، امن کے عالم کو
 والے اور دنیا کا غور و نظر، ابو سرور نہ گراں ہر شاہوں کی نظر تھی تو وہ مرعوب ہوتے اور اوّل کتاب ان کو
 دیکھتے تو میا خستہ رہ گئے پوچھ رہ جاتے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے عمار ہی بھی بھلا ان سے کیا افضل ہو گے۔
 اس اقتدار و قبول کے ساتھ سب آپ نے دنیا کو چھوڑا تو کہیں اور ہم دیندار کوئی ملک و خزانہ صوفیوں
 ذرہ سا رکھ کہ وہ بھی ایک بیوہ دی کے آٹھ نہیں صانع جو کے عوالم میں مریوں۔

جب آپ کے خلفاء پر نظر کیجئے تو ان میں اول خلیفہ وہ جو سب میں شہید و قتل، اخلاق میں برتر و حق میں مجرب
 ہستی کے بزرگ، حمد و ن سے آپ کا واسن پکڑا ہر مروت و دم تک کسی خطرناک سے خطرناک جگہ ساتھ نہ چھوڑا ہر خوف و

اپنی جان قرآن کی اپنا سالانہ مال آپ کی حمایت میں لٹا دیا اور جب آپ کے ہمدردیہ ہوتے تو شریع میں بھیجی پھر کرنا اور گھروالوں کا پیٹ پالتے، آخر میں حبیب مجبوری و فیض قبول کیا تو وہ بھی معرفت اٹھا کر جنگل گزبان کے لیے نکلا تو ہر اور جب ان کے رخصت ہونے تو بیت المال کے بعد وہ مصافحت بھی بیباقی کر گئے، وہ کوئی نفع الیاری نہ پہنچا اور حضرت کو کتنا ہی کی۔ وہم و تقاری کی مصلحتیں فراموش، دھرمیت المال سے انھیں لے کر کھایا، آخر جب دنیا سے رخصت ہونے لگے تو بیت المال کا جذبہ دہا کر گئے اور اس کے لیے ایک گھر چاہی حکایت تھا اس کی فرست کی کی وصیت کر گئے۔

عنانِ حق کی بات ہی کیا غرضی کران کا سب، ان جیسے مسلمانوں کے لیے ہے صاحبِ شہداء و شہداء کا کار کے ساتھ مسلمانوں کے خون کا ایک قطرہ بن کر اواز نہ فرمایا آخر اپنی جان قربان کر دی۔

حضرت علیؓ اور صاحبِ جزاکان، اللہ کا کیا پوچھنا کس مظلومیت میں ہیں، پر جانیں دیں اور صرف حق کی خاطر بھی قربانی کی جو مثالیں قائم ہیں، وہ تاریخ میں ہمیشہ کے لیے اپنی یادگار رہ گئیں۔

امت پر نظر کیجیے تو وہ امت جس کی، یا اندازی سے کوئی اور جہتوں میں بھی ہوں، ایک طرف اللہ کی پوزیشن کے بڑے بڑے نیکان، اللہ اپنی ساری کتاب کے بلکہ اپنے رسول کے حرفِ حق کے بھی ایسے جاننا جس پر جان ششہ دار تان سے قبل اس کی کوئی مثال مل سکتی ہو نہ ان کے بعد ممکن ہو سکتی ہیں، اتنے متاد کہ صدیوں تک اطرافِ عالم میں ان کے علم میں، پچانہ و بیگانہ سب کیسے مخلص اور اپنی اپنی میں بھی اتنے بھاری کر مالم ان سے فائز، تو سوں نے جتنا ان کو شایانے ہی وہ ابھرتے، ان فرض اس، وہ سچ ہیں، ان کی وہ دعا کہ عالم کو اگر کچھ خطرہ ہو تو مشرت ایک ان سے :

گو یہ کوئی طریقہ عدل و انصاف کا نہیں، کہ جب کسی قوم پر نظر ڈالی جائے تو معرفت اس کے مصلحتی کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے، دیکھنا یہ چاہیے کہ اس کے دورِ حرم کی تاریخ و دیگر اقوام کے بالعابل کیا تھی؟ اب آپ اس رسولِ مظلوم کے پر جانی صفات اور ان کی آمد سے عظیم انقلابات سلسلے رکھ کر خود ہی فیصلہ فرمایا جیسے کہ نبوت کیا ہے اور انبیاءِ عظیم السلام کیا ہوتے ہیں اور ان سب میں افضل لڑ لڑ اور خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقام رفیع کیا ہے :

سچ تو یہ کہ ہماری آنکھیں بھی ہیں، اور قلمِ شرمندہ کہ بحث و نظر کا جو طریقہ بھی اہل کتاب اور مکتب کے سلسلے اختیار کیا گیا تھا آج بعد افسوس وہی طریقہ مسلمانوں کو ان کے عقائد کی تسمیہ کے لیے اختیار کرنا چاہا، جو بہر حال اب تک بہترین آپ نے تاریخِ غرض کی روشنی میں پڑھا اب ایک بار پھر اس کو صدیوں کی روشنی میں لے کر دیکھنا چاہیے۔ و ما علینا الا البلاغ۔

الَّذِينَ كَانُوا لَهُمْ عِلْمٌ بَيْتِ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَفَعَّرَ عَمِيرًا لَهُمْ
كَأَنَّهُمْ يَفْقَهُونَ كُتُوبَهُمْ بَيْتَهُمْ وَأَفْبَدُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ مِنْ غَيْرِ تَأْمَلٍ

۹۵۔ عن ابن عباس أن أناساً سفیان بن حرب أحضره أن جرد مثل امرئ مثل ذلك
في ركب من قريش كانوا على أن يأتوا الشام في المدة التي كانت رسول الله صلى الله
عليه وسلم مائة فيها أناس سفیان وكنعان فزمن قاتلوه وهُم يأتون مكة فمروا
بجند عظماء الروم ثم رآهم قد غابوا للرجل فقتلوا أيكم أقرب نسباً
بجند الرجل الذي يروى عنه أنه نبي قال أبو سفیان فقلت أنا أفرجهم فقال
أدلوهم ميتي وقميتي أفتأبوا؟ فاجعلوا لهم عند ظهرهم ثم قالوا لرجلهم فقتل
لهم إني سأبذل هذا اعتر هذا الرجل فإني كنت سبياً فكنت بؤه قوا الله لن لا
الغنية أن يذروا على كذا يا كذا بنت عنه

جن کو انبیاء علیہم السلام کی تاریخ اور ان کی خصوصیات کا ذرا بھی علم تھا وہ ان کو دیکھ کر یا
ان کے مختصر حالات زندگی سن کر فوراً ان کو پہچان لیتے تھے

۹۶۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ ابو سفیان بن حرب نے وہ لوگوں کے سامنے پیش کیا جو ان سے بڑے
میرا کہ ہر قریش و شاہ و مہم نے ان کے ہاتھ کے ایک آدمی بھیجا جبکہ وہ قریش کے ایک ایسے قافلہ میں شامل تھے
جن کی تجارت ملک شام سے ہوتی تھی۔ یہاں زمانہ کی بات کہ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو سفیان و دیگر
کو قریش کے ساتھ ایک عین مدت کے طرح کر رکھی تھی۔ انفقہ ابو سفیان نے اپنے قافلہ کے بڑوں کے وراہ میں
حاضر ہو گئے اس وقت ہر لوگ اتفاق سے مقام ایجا میں تھے۔ ہر قافلہ نے ان کو اپنے سامنے طلب کیا اس
وقت اس کی مجلس میں روم کے اور شہر شہرے لوگ بھی موجود تھے، پھر ان کو قذاف اور قریب بلایا اور ایک تہجد ان
طلب کیا اور قریش و روم نے کہا کہ تمہارا نسب تم میں داخل کر کے جو ان کا نسب یا اور قریش و روم
ہو جس کا دعویٰ ہے کہ وہ انسانی ہے ان کے ہی ہیں۔ ابو سفیان کہتے ہیں میں نے کہا ان کا نسب زیادہ قریش و روم
میں ہوا۔ یہ سن کر قریش نے کہا: پھر ابو سفیان کو میرے اور قریش کے اور اس کے رفقاء کو اس کی پشت کی جانب
اپنا منہ دھارو اس کے پہلوئے ترخان سے کہا اس کے رفقاء سے کہہ دو کہ اس کے متعلق اس شخص سے چند
سوالات کرتا ہوں۔ اگر یہ ذرا بھی غلط پائی سے کہہ دے تو تم لوگ فوراً اس کی نکتہ چیب کر دو جاتا۔ ابو سفیان کہتے ہیں

لَمْ يَخُفْ أَذَلَّ مَا سَأَلْنِي عَنْهُ أَنْ قَالَ كَيْفَ سَبَّهِ فَبَكَرْتُ فَقُلْتُ هُوَ مِنَّا ذُو سَبَبٍ قَالَ قَهْلًا
 قَالَ هَذَا الْقَوْلُ مِنْكُمْ أَحَدٌ قَطُّ فَكُنْتُ قُلْتُ لَا قَالَ هَهُنَا كَانَتْ مِنْ لُبِّهِ مِنْ ذَلِكَ قُلْتُ لَا
 قَالَ فَاسْأَلْتُ النَّاسَ أَجَبُوهُ أَمْ سَبَّحُوا وَهَمَزُوا فَقُلْتُ سَبَّحُوا فَقَالَ مَا يَزِيدُ رُبَّ أَمٍّ يَسْتَسْرِ
 قُلْتُ بَلْ يَزِيدُ قَالَ قَالَ قَهْلًا يَزِيدُ أَحَدٌ مِنْهُمْ سَبَّحَكَ لَوْ لَمْ يَزِيدُ بَعْدَ أَنْ يَزِيدُ فِيهِ قُلْتُ لَا
 قَالَ هَهُنَا تَسْمَعُونَ مَا يَكْذِبُ قَهْلًا أَنْ يَقُولَ مَا قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ قَهْلًا يَقُولُ قُلْتُ لَا وَهَنْ
 وَسُؤْفٍ عَدُوٌّ لَا تَذَرِي مَا هُوَ فَارْعَى وَيَقُولُ لَمْ يَكُنْ فِي قَوْلِهِ أَوْ جَلَّ فِيهَا شَيْئًا عَنِ هَذِهِ الْأَكْثَرِ
 قَالَ قَهْلًا فَأَقْلَمُوا قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَكَيْفَ كَانَ وَقَالَ كُنْتُ رَأَاهُ قُلْتُ أَخْرَجَ تَيْنَا وَتَيْنَا بَيْنَنَا
 بَيْنَنَا وَمِنَّا وَمِنْهُ قَالَ فَتَادَ أَيُّكُمْ قُلْتُ أَعْبَدُ اللَّهَ وَخَدَعَهُ وَلَا تَشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَأَتُوكُوا
 مَا كَانَ يُعْبَدُ أَتَاهُ وَكُنْتُ يَا أَهْلَ الْغُلُوِّ وَالْعِصْيَانِ وَالْفُجُورِ فَتَالِ اللَّهُ تَعَالَى لَأَذْرَجَنَّ خَلْقَ

خدا کی قسم اگر کدو اس بات کی غیرت نہ ہوئی کہ میری نسبت لوگ ہمیشہ دشمنی کا یہب کرتے ہوئے تو مجھ پر
 آپ کے متعلق جھوٹی باتیں بیان کر کے رہتے اس کے بعد سب پہلا سوال جو پرقل نے مجھ سے کیا یہ تھا جو
 شخص پھیری کا دعویٰ کر رہا ہے اس کا خاندان کیسا ہے؟ میں نے کہا بڑے شریف گھرانہ پر میرا اس نے پوچھا اُس کے
 خاندان میں سے کسی دہلے گئی پختہ پھیری کا دعویٰ کیا ہے؟ میں نے کہا ابی نہیں اس نے پوچھا کیا اس کے
 تہا اور جادو میں کوئی بادشاہ بھی ہو ہے؟ میں نے کہا ابی نہیں۔ پھر پرقل نے پوچھا اچھا جو لوگ اس پر ایمان لائے
 ہیں وہ کون سے لوگ ہیں یا غریب؟ میں نے عرض کی جی کرو اور غریب لوگ۔ پھر پرقل نے پوچھا ان کی مردم
 شناری بھروسہ یا گھٹ رہی ہے؟ میں نے عرض کی بڑھ رہا ہے۔ پھر اس نے پوچھا کوئی شخص اس کے دین کے
 بیزار ہو کر پھر بھی جائے؟ میں نے عرض کی وہی نہیں۔ اس کے بعد پرقل نے سوال کیا پھیری کے دھوسے بھی
 پہلے تم کو گویا نے کہیں اس پر صحت کی کشت لگائی ہے؟ میں نے عرض کی جی نہیں۔ پھر اس نے پوچھا کہیں
 بھی محمد پر ایمان کو تو ابھی دیتے ہیں اس نے جواب دیا نہیں لیکن ان کے ساتھ اس سال جو بارے معاذ اللہ
 جو دیکھ لے کہ اس کو وہ ہزار کرتے ہیں یا نہیں۔ ابوسفیان کا بیان ہے کہ اس ایک بات کے سوا آپ کے حالات
 میں کشتہ جینی کا ایک حوت بھی میں داخل نہ کر سکا۔ پھر اس نے سوال کیا اچھا ان کے ساتھ کہیں تمہاری جنگ
 بھی ہوئی ہے؟ میں نے جواب دیا جی ہاں۔ اس نے پوچھا تو اس کا تیو کیا ہے؟ میں نے عرض کی اس کے اور
 چاہے درمیان جنگ ڈول کی طرح سے رہتی ہے کہیں وہ جیت جاتے ہیں وہ بارہو کہیں ہم راعد پھر اس نے پوچھا
 وہ تم کو کس بات کی تعلیم دیتے ہیں؟ میں نے عرض کی کہ صرت ایک خدا کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ
 ٹھہرو۔ آباد و آباد کی بہت پرستی چھوڑ دو۔ نماز پھر وضع ہوو پاکیزہ رشتہ کا حق پہنچاؤ نہ تمام حالات سن کر پرقل

لَدَاكَ سَأَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ قَدْ كُتِبَ أَنَّ فِيكَ كَذِبٌ وَكَذَلِكَ الرَّسُولُ يُخَفِّضُ شَيْءًا
 خَوِيهَا وَسَأَلْتُكَ هَلْ قَالَ أَحَدٌ مِنْكُمْ هَذَا الْقَوْلَ قَبْلَهُ قَدْ كُتِبَ أَنَّ لَا قَوْلَ لَوْ كَانَ
 أَحَدٌ قَالَ هَذَا الْقَوْلَ قَبْلَهُ لَقُلْتُ رَحِمَ اللَّهُ نَبِيَّ يَقُولُ قَبْلَهُ وَسَأَلْتُكَ هَلْ كَانَ
 فِي آيَاتِهِ مِنْ تَهْلِيلٍ قَدْ كُتِبَ أَنَّ لَا قَوْلَ لَوْ كَانَ مِنْ آيَاتِهِ مِنْ تَهْلِيلٍ قُلْتُ رَحِمَ اللَّهُ
 يُطَلِّبُ ذَلِكَ آيَاتِهِ وَسَأَلْتُكَ هَلْ كُنْتُمْ تُنَجِّمُونَ بِالْكَذِبِ قِيلَ لَا يَفْعَلُ مَا كَانَ

لے اپنے ترجمان سے کہا اور سفیان سے کہہ دو میں نے اُن کے خاندان کے متعلق مجھ سے تحقیق کی تو کہنے لگا جواب یہ
 وہ بڑے شریف و انصاف ہیں اور اسی طرح نبی جیسے شریف و محترم کے ہوتے چنے آتے ہیں پھر میں نے تجھ سے پوچھا
 اس کے دعویٰ نہت سے قبل تم میں سے کسی اور نے تو کبھی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔ تو کہنے لگا جواب یہ نہیں۔
 اس پر میں غور کیا اگر کوئی شخص اُن سے پہلے بھی یہ دعویٰ کر چکا ہوتا تو میں کہہ سکتا تھا کہ یہ اس دعوے کی
 دلیلیں کہتے ہیں۔ پھر میں نے پوچھا تھا کہ ان کے باپ و مادر میں کوئی بادشاہ تو نہیں مگر۔ تو کہنے لگا جواب یہ نہیں۔
 اس پر میں نے خیال کیا کہ اگر ایسا ہوتا تو میں سمجھ لیتا کہ وہ اس ہاں سے اپنے باپ و مادر کی سلطنت حاصل کر چکا
 ہیں۔ پھر میں نے تم سے اس کی تحقیق کی کہ اس دعوئی سے پہلے کسی نے اس پر جھوٹ کی جست لگائی ہے۔

۹۰۔ ابھی وہ شخص کا نام کہہ رہا تھا کہ ایک روز جو مسلمان بنے بغیر شہر اور مدینہ و مکه و مدینہ و مکه و مدینہ و مکه
 ہر کوئی بات بھی کہہ کر قبول تو محمد صلا اللہ علیہ وسلم کے بعد ہی جنت تک پہنچا اور جو سفیان کہنے کے ہمراہ وہاں تک کے بعد ہی جنت تک
 کے کچھ سے قاصر رہا وہ صرف ایک بات ہی تھی کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ مگر کچھ کا تو آپ کو معلوم ہو چکا تھا کہ فرق
 صرف یہ تھا کہ ہر قول جو کہ اہل کتاب میں سے تھا اس لیے اس کو انبیاء و پیغمبر اسلام کے بعد انہیں اختیار نہ تھا اور ان کی کھجائی
 کا پرہیز حاصل تھا اور وہ سفیان ان امور سے قطعاً باخبر تھے وہ تو خود اہل کتاب میں سے تھے انہوں نے استفادہ کیا اس
 کو تو قبول نہ کیا تھا۔ اس کے باوجود میں سادہ شاعر اور لکھنؤ کے سوا انبیاء و پیغمبر اسلام کا کوئی بندہ نہ تھا اس لیے
 نبوت کے مسئلہ کو سمجھتا اس کے لیے ایک لائق مسئلہ بنا کر اٹھارے عرب کے اُمیوں کے لیے ایمان لانے کا راستہ دوسرا
 تھا جو آئندہ خدا کن کے بیانات سے واضح ہو گا۔

پھر میں نے ہمارے فلسفے و سوالات بھی کیے ہیں جن سے قدم قدم پر آپ کو یہ ظاہر ہو چکا تھا جو آپ کا اصل مقصد
 صرف یہ تھا کہ وہ انبیاء و پیغمبر اسلام کی سیرت کے ہمراہ ساقی آپ کی سیرت میں بھی مطالعہ کر لے اور صرف اسی ایک
 بات سے آپ کے صدق و کذب کا فیصلہ کر لے۔ چنانچہ اس نے آپ کے خاندان کی تحقیق سے پہلے ہی کہ اس کا جواب
 حق کر چکا تھا کہ وہ بھی جی کر گزشتہ رسول بھی ہمیشہ خالی خاندان کی ہوا کرتے تھے اس کے بعد جب کہنے کے جیسے کہ
 متعلق ہے جواب میں کہ اس میں جڑی خدا و عوام اور کفر و طہارت کی ہے تو اس کے بعد جو لفظ اُس نے کہے وہ بھی جی تو
 قریبی جاہت پر جو پہلے بھی ہمیشہ رسولوں کی تسبیح ہو کر تھی اسی طرح جب اس کو معلوم ہوا کہ آپ کی جاہت جاہر
 تھی یہ ہے اور ان میں پہلے دین سے ارا میں ہو کر اس کو ترک کرنے والا ایک شخص بھی نہیں ہے تو یہاں بھی اس نے
 انبیاء و پیغمبر پر ایمان لانے والوں کو اہل ایمان بیان کیا ہے۔ پھر جب اُس نے آپ کے صدق و کذب کا حال دریافت
 کیا تو جس نے اس کے لیے سب سے پہلی شرط بتائی کہ توحید و کلمات اور سفیان کی زبان سے نکلے وہی سب سے نیا ۱۰۰

فَذَكَرْتُ أَنْ لَا أَهْدَىٰ أَفْرَاقَ أَتَدْرِكُنِي لَيْدَةً لَكِنَّ بَعْدَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونُ بَعْضُ الْمَشُورَةِ وَسَأَلْتُكَ
أَعْرَافَ النَّاسِ بِخَيْرِهِ أَمْ شَعَرًا هَذَا قَدْ كُوتَ أَنَّ شُعْرًا خَيْرًا لِّخَيْرِهِ وَهَذَا أَمْرُ الرَّسُولِ وَ
سَأَلْتُكَ أَتَرِيدُونَ أَمْ يَنْقُصُونَ قَدْ كُوتَ أَمْرُهُمْ يَرِيدُونَ وَكَذَلِكَ أَمْرُ الْإِيمَانِ حَتَّى تَعْلَمَ
بِحُوسَا لَتُكَ أَتَرِيدُ أَحَدًا سَطَطَةً لِي بَيْنَ بَعْدَ أَنْ يَدْخُلَ فِيهِ قَدْ كُوتَ أَنْ لَا يَرُدَّ لَكَ الْإِيمَانُ
لِيُؤْتِيَ تَحَايِكَ بِشَأْنِهِ الْفُلُوبُ وَسَأَلْتُكَ هَلْ يَغْنِي وَفَدَّ كُوتَ أَنْ لَا يَرُدَّ لَكَ الرَّسُولُ
بَعْدَ تَعْلِيدِ وَسَأَلْتُكَ بِمَا يَأْتِي مَرُكَتُكَ كُوتَ أَتَدْرِكُنِي لَيْدَةً لَكِنَّ بَعْدَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونُ بَعْضُ الْمَشُورَةِ وَسَأَلْتُكَ

تو تو نے بیان کیا نہیں۔ اس پر میں نے سوچا یہ نہیں ہو سکتا کہ میں شخص کے کبھی لوگوں پر جھوٹ نہیں بولتا ہے وہ
بعد پر جھوٹ باندھے۔ اس کے بعد میں نے سوال کیا کہ اس کو راستہ والا جعفر بن ابی ہاشم کا بیٹا زید کا تو تو نے بتایا
غریب مسکینوں کا اور ہمیشہ یہی لوگ جوتے ہیں جو رسولوں کو مارتے رہتے ہیں۔ پھر میں نے دریافت کیا انکی مراد منکر
پرستی ہے یا کلمی پر تو تو نے بتایا ہمیشہ یہی اور حقیقت ایمان کا یہی انکسہم تلم ہے کہ وہ آہستہ آہستہ ترقی کرتے کرتے
آخر کمال تک پہنچ جاتا ہے۔ پھر میں نے پوچھا کوئی شخص ان کا دین قبول کرے کہ جس سے کلمی جزا ہو
کہ میری حالت ہے؟ تو نے جواب دیا نہیں، اور لذت ایمان کی تاثیر و حقیقت یہی ہوتی ہے کہ جب وہ دلائل میں گھر
کر جاتی ہے تو پھر غلام نہیں کرتی۔ پھر میں نے پوچھا وہ کلمی تو نہیں کرتے۔ تو نے جواب دیا نہیں، اور تمام
نبیوں کی شان میں ہوتی ہے کہ وہ کبھی کلمی نہیں کرتے۔ پھر میں نے پوچھا تم کو قیلم کیا دیتے ہیں تو نے

کہتے... کہ کہہ کر آپ کے صدق و صفحا کا پرچہ لایا کیا ہے؟ بیان و دست کو دست دین بھی آپ کو صدق و صفحا کا پرچہ
تے پتا کرتے ہیں۔ اس سے بھی زیادہ نازک سلسلہ جنگ کا ہے، یہ سلسلہ قوی ہوتا ہے اور یہاں ایک واسطہ ہے واسطہ باز
انسان کی فطرت کو شکست دینا، اگرچہ ہر قول کو معلوم ہو کہ آپ کے پاس استقلال کو یہاں بھی ادنیٰ سی فطرت خیرہ ہوتی اور
یہاں بھی آپ بظاہر ہمہ در صف و نقصان سے بالاتر تھ کر اس کی پوری پوری پابندی کرتے ہیں تو یہ کہنے پر مجبور ہو گیا کہ یہ
و مستقامت تو صرف انہما و عظیم السلام ہی کا حصہ ہوتی ہے۔ صحیح بخاری کی دوسری روایت میں ہے کہ جنگ کے کلمی کا
صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ شکست و فتح میں انہما و عظیم السلام ہی کی تاریخ ہی بتاتی ہے کہ وہ ان دونوں کا حوالہ سے کرتے
تھے۔ پھر آؤ گا کیا سیال ان ہی کو نصیب ہوتی تھی۔ اس سلسلہ پر روضہ طریقت سے غور فرمائیے تو شاید آپ یہ حکم مانگیں کہ صداقت
کی علامت دانگی کلمی ہوتی ہے۔ اگرچہ یہاں پرزل اس کے برعکس ہے، گواہ شکست کلمی صداقت کی علامت ہے کہ یہ
یہ کہہ کر انہما و عظیم السلام کی تاریخ پر غور کیا تھا اور جانتا تھا کہ وہ جتنے شہر پہنچے ہیں ادا سے ہے ان کی جیسا بھی بتاتی
ہدایت کے صفا نصیب و فراز نظر کرتے ہیں۔ آخر میں اُس نے آپ کی تعلیمات کے شوقی اہم سوال کیا ہے کہ اللہ جل
دیکھ لیا کہ آپ کی تاریخ نبوت کی تاریخ سے کس میں سرور خلافت نہیں جاتی تو آپ کے رسول برحق پہنچنے کے انتظار پر
مجبور ہو گیا یہ دوسری بات ہے کہ دنیا کی عالمی بادشاہت کی طبع نے آخرت کی ماز و آل بادشاہت سے اس کو جو ہم نہا
مداخ و مہا چلیے کہ انہما و عظیم السلام جب کبھی مصلحت عالم پر غور فرماتے ہیں تو ان کے سلسلے مختلف طبقہ کے
لوگ آتے ہیں ایک طبقہ قرآن لوگوں کا تھا جو رسولوں کی جیس ہی سے انکار کرتے تھے جیسے قیوم نوح علیہ السلام اور

شَيْئًا وَبَيْنَهُمَا كَرْعُ غَدَاةٍ الْأَوَّلَيْنِ وَبَيْنَهُمَا كَرْعُ غَدَاةٍ وَالْقَائِلَيْنِ وَالْعَاقِلَيْنِ فَإِنْ كَانَ مَنَّا
 تَقُولُ حَقًّا فَمِمَّا لَكَ مَوْجِبٌ وَفَقِي هَاتَيْنِ وَكُنْتَ أَعْلَمَ أَنَّهُ خَادِرٌ لَوْ أَكُنْ أَهْلًا أَشْبَحْتُكُمْ
 فَكَلَّوْا أَفْطَلُوا فِي الْأَخْلَافِ (الْبَيْهَقِيُّ) لَقَاءَهُ وَلَمْ تَكُنْ عِنْدَهُ لَعَلْتُ عَنْ قَدَمِهِ تَقَدَّمَا
 يَكُنَّابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي بَنَتْ بِهِ وَخِيَّةٌ إِلَى تَحْقِيقِ بَعْضِي وَتَقَدُّمًا
 إِلَى مَرِّ قُلُوبِ لَعَنَ أَهْلَهُ فَإِذَا هُوَ بِشِيرِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مِنْ حَسْبِكَ عَجَبٌ اللَّهُ وَرَسُولُهُ

جان کیا کہ صرف ایک خدا کی پشلی کرو، دوسری کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ، ورنہ تو اس کی پوجا ستم کو مشابہت ہے اور
 یہ کہتے ہیں کہ ناز چھوڑ دو، پالہ بازو، اگر تم نے یہ سب جوابات صحیح دیے ہیں تو ایک دن وہ میرے ان غلط
 کی جگہ پر شام و سیت مقدس کے، ایک ہو کر بیٹھے مجھے اس کا تو پہلے سے علم تھا کہ ایک ہی رکے نہ ہیں مگر
 یہ گمان نہ تھا کہ وہ تم میں سے ہونگے، اگر میں ان کی خدمت میں حاضر ہو سکتا تو آپ کی غافلات کے لیے پوری سعی
 لے گا کہ ان کو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور آپ کے قدم مبارک و حور کے ساتھ اس کے برابر ہوں گے آپ کا حضور
 مبارک جو وہ پیشے والی بھری کی معرفت بھی تھا طلب کیا، انہوں نے ہر حال کی خدمت میں پہنچ کر کیا، اس کو پہنچا
 تو اس کا مضمون یہ تھا:-

بسم اللہ الرحمن الرحیم، یہ خط ہے محمد مصطفیٰ علیہ وسلم کی جانب سے جو اللہ تعالیٰ کا چند لوگوں کو ارسال ہے

تو یہ خط جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے ان کا حال بیان کیا ہے، ذکر فرمایا کہ: کذب تقوم لوجه المرسلین،
 کذب تقوم لوجه المرسلین، کذب تقوم لوجه المرسلین، درواقعہ وہ تمام لوگوں کی خدمت میں اس کی طرف
 جو مسلم تھے، گراں کو یہ کذب رہی تھی کہ رسول، وہی حضور رسول ہی یا نہیں، یہاں پہلی جگہ وہی کتاب میں تھا اس کے ساتھ حضور
 نبوت و رسالت کا مسئلہ تھا اس لیے اس کے سوا کہ ابھی اس نوعیت کے نہ تھے کہ رسالت کی ضرورت پر روشنی
 ڈالتے ہیں کہ صرف یہ تحقیق کرنی تھی کہ میں رسول کی بشارت دے گا، کتاب سابقہ میں پڑھتا تھا یا ایسے جس کا علم جس کی
 صفات، اور میں کی زندگی کا مفصل تاریخ اس نے سنا تھا کہ یہ کیا یہ وہی رسولی نظر میں! اسی لیے حقیقت نگاہ سے ملتی
 ہیں اس کو صرف ایک ہی قدم کی دیر میں اس کی شان باطل ابھی ہے جیسے کسی بادشاہ کی آمد کی تاریخ معلوم ہو چکے
 تو اس ضرورت اور تاریخ پر مبنی حقائق کی آمد اور قبول کی کہ ان لوگوں کے سامنے کے سامنے ہی تھا یہ تحقیق حاصل ہو چکی
 اور ان کے لیے آگاہی ہے یہاں کسی بھی مزاحمت کو بھی یہ خطہ میں گزرتا کہ بادشاہ کی آمد کے سوا یہاں کوئی دوسرا
 داخل ہی ہوگا۔ چنانچہ ہر حال نے آفریں خود ہی اس کی قدرت پر گری کہ مجھے ان کی آمد کا تو یقین تھا کہ حق میں طلب ہے
 صرف یہ تھی کہ وہ رسولی نظر میں ہوتی ہے جس سے جس سے یہ تھا کہ اس رسولی حکم کی آگے کے لیے ضروری ہے
 آفریں کا آفتاب کر کے ہے۔ ترجمان اللہ ہے، میں آپ یہ ملاحظہ فرمائیے کہ میں نے اس خط میں جو اہل کتاب
 میں ہر حال کے مرتکب اور عالم سمجھا جاتا تھا جب آپ کی تعلیمات میں آپ کے توحید و رسولی میں ہر حال کے ساتھ
 غلطی پیدا ہوا تھا کیا۔

اس بیان سے بھی ظاہر ہو گیا کہ رسول صرف مال نسب یا مادی عقل ہونے سے رسول نہیں ہیں بلکہ وہ
 جتنے کے لیے سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو رسول بنا دے۔ البتہ جس کو وہ رسول بنا دے، اس کے

الیٰ ہر اہل عظیم الشان سے سلام علی منہ اشجہ المہدی آمنا بعد ولایہ اذ عنہ لک بعد علیہ فی سائر
 اشیاء تشریف یافت اللہ اجرک من ربہ فان تولیت فان علیک اشر النبیین ویا اہل
 الکتاب تمنا لوالی کلمہ ستواء بیننا و بینکم فان لا تحبوا الا اللہ ولا مشرک بہ خیرا ولا یحبوا
 کتبنا بعتنا اورنا یا من ذوی اللہ فان تولوا اظہروا اللہ فی خباہی اشیائکم فان قلنا انہ
 شیعتان قلنا فان ما قال وقرع من قرأہ و الکتاب اکثر علینا العقب و لا تقعدوا الاصول

بروز کے نام جو دم کا جو سفر شخص ہے۔ دلوں کا سلامت رہیں جو سبھی راہ ملیں جس نام کو اسلام کی دھڑکیاں
 اسلام قبول کر نورہ نور جہان کی آفتاب سے صفا نور ہو گئے اور ہم کو اللہ تعالیٰ اس کا دینا ثواب و جہان دار گم نے
 دیکھ کر کیا تو ایسے کے سبب جس کا گم نہ تھا اسے سرور کا سلسلہ اہل کتاب ایک ایسی بات کی طرف آہا جس میں
 تہلے دربان کوئی تا خلوت نہیں ہے یعنی یہ کہ ایک اشر قادی کے سار کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی کو اس کا
 شریک نہ ٹھہریں اور آپس میں کوئی کسی کے لیے خدائی کا درجہ جو نیزہ نہ کرے۔ اگر اہل کتاب اتنی بات بھی نہیں
 تو تم ان سے صاف کہہ دو کہ تم تو اللہ کے فرمانبردار ہو چکے۔ ابن عباس بیان فرماتے ہیں کہ ہر سفیان بن عیینہ
 جب قرآن کو جو کتا تھا اس کے کہ لیا اور آپ کا نام مبارک پڑھ کر وہ غار فر ہو گیا تو اس کی مجلس میں ایک شخص
 دیکھا اور فرمایا تم گریا۔

لے کمرہ خصوصی ہے کہ ان تمام صفات کا ایک جو حدیث قرآن میں آپ نے فرمائی ہیں نیز میں خصوصی ہیں ہے
 کہ جہاں جہاں سے کہو صحت میں حاصل ہو گیا ہوں میں جو حق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا عالم ہے جس کے لیے یہی علیہ وسلم
 اس لیے کہ جس کے بعض امور کو کہنے کی ضرورت کی دلیل بنادیا جائے۔

پیارا ایک نیا لیا صحت علیہ السلام جس کے ساتھ ان سائلوں سے آپ کوئی مسئلہ ہی باقی نہیں رہی۔ نہ موت کی
 ضرورت کچھ جس طرح مشقی ہے ہی طرح کسی وجہ ہی کی تاکہ کے نظارہ اس کی تہیہ کی بحث سے کیا گیا ہے
 بلکہ ہے جسکی برہنہ ہوگی کہ جو است ایک لاکھ سے زیادہ انہما علیہ وسلم کی دجالی یا اور قصیل یا باغی چھوٹے چھوٹے
 اور باوجود تہی ضرورت پر بحث کہنے والوں کی صف میں نظر لیں یا پھر کسی حدیث رسول کی کتاب میں سرگرداں ہو گیا
 ہوا۔ عادت اور کئی چاہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے اپنا یہ انوار تہی کچھ میں مان کی شدت
 بیان ہو جاتی ہے۔ ان کی عادت بلکہ حضرت زکریا کی رحمت کے ساتھ ذکر میں آجائے۔ اس لیے جب وہ ان تمام
 خصوصیات و اشیائات کے ساتھ ظہور کرتے ہیں جس طرح کی ہیبت کی جلی تہی ہیں۔ تو یہاں ان کے اہل میں ہر مان
 کو جس قدر کچھ والی عربت وہی یک جا صحت ہوتی ہے ان سبب سے پہلی جوتی ہو گیا ہمنہ واد واد واد کے جس
 ہی بہ نام اور اس سے تاریخ حیات کہنے کو گرا کہ تہی؛ لیکن تاہر اسان جب اللہ تعالیٰ کی تہی سے شہادت کا کلمہ کہ
 پر آدہ ہوا ہے تو اس سے زیادہ حیرت و کثرت سے ہی نہیں لایا۔ مثل الاضداد واکثر۔

اس مسئلہ کے ضبط میں ہیں شاہین نے تصنیف اہل القرآن کی ہے لیکن تاویع کی روشنی
 میں حیات و تاریخ قرار پائی ہو یہ کہ عبد الرحمن ابن ابی اسحاق نے جو یہودی تھیں اس نے

حَرَّةٌ فَكَرُّنَا لَهَا الْاَلَا تُحْمِلُنَّ فِي رَأْيِي مَاذَا يَذْكُرُ الرَّسُولُ يَذْكُرُ لَنَا فِي أَنْ تُعْبَدَ لِلَّهِ وَحْدًا لَا شَرِيكَ لَهُ
 لَمْ تَحْمِلْهُ مَا كَانَ يُعْبَدُ أَبَاؤُنَا وَنَا وَبَنَاتُنَا فِي الْعَصَاةِ وَالزُّلْمَةِ فَإِنَّ وَمَا الْعَصَاةُ وَالزُّلْمَةُ إِلَّا مَا
 رَفَعْتَ يَعْرِفُ وَعَدُّهُ تَقْتَضِيهِ النَّبِيُّ فَأَمَّا الْمُصَلُّونَ فِي السُّبُوحِ وَاللَّيْلِ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فَكُلُّهَا
 بِسَوَابِقَتٍ وَعَلَيْهِ سِتْمَةٌ لَمْ يَزِدْ دُونَ مِنْ كُلِّ مَا بَلَغَ عِشْرِينَ بِسُغَاةٍ تَصْغِفُ وَبُسْغَاةٍ وَكُتْبَةٍ
 بِسُغَاةٍ إِلَّا مَرَّالٍ فَكُلُّهَا قَالُوا أَوَّلُ آيَةٍ إِذَا أَخَذَ مَا آتَيْنَ يَصْنَعُهَا؟ قَالُوا يَرْدُّهَا عَلَى فَعْلَانِ
 وَيَأْمُرُ بِصَلَاةِ الرَّجِيمَةِ وَدَفْعِ الْعَهْدِ وَتَحْرِيمِ الزَّيَّاعِ وَالْحَمِيَّةِ وَلَا يَأْكُلُ مِنْهَا ذَرْبًا لِقَابِ اللَّهِ
 فَقَالَ الْمُعَاوِضُ هَذَا يَوْمُ رَسُولِ النَّاسِ وَكُلُّ أَصَابِ الْعَيْطِ وَالشَّرُّومِ أَشْبَعُهُ فَقَدْ أَمَرَهُمْ
 بِذَلِكَ عَسَى مِنْ حَرَمَتِهِ هَذَا الَّذِي تَصِفُونَ مِنْهُ بُعِثَ بِهِ الْأَنْبِيَاءُ مِنْ قَبْلِهِ وَمَعَكُمْ لَمْ
 الْعَاجِبَةُ حَتَّى لَا يَبْقَى أَحَدٌ وَتُظْهِرُ إِلَى مَسْتَقْبَلِ الْحَقِّ وَالْحَقَائِدِ وَتُفْطِنُ الْعُجُورَ وَتُؤَيِّدُ الْخُرُودَ
 أَنْ يَكُنْ يَفْعَلُهُ بِالزَّجْرِ فَكُلُّهَا قَالُوا فَهَذَا حَقٌّ أَلَمْ يَكُنْ كَلِمَةً مَعَهُ مَا ذُكِّرْنَا قَالَ الْمُعَاوِضُ فَانْقَضَ لِلْمُكَلِّفِ

وہ جس نے باغی حرب انہوں نے ان کے ساتھ جنگ کی، جنہیں کسی دن کرکشت ہوں گی کسی آپ کو بھروسے
 نے پہنچا اچھا تو بتاؤ کہ آفر و کن باتوں کی دعوت دینا ہے۔ ہم نے کہا اس کی کہ ہم صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت
 کریں گی کافر کوئی شریک نہیں، اور جو باتوں کی ہمارے بزرگ عبادت کرتے آئے ہیں ان کو بکشت چھوڑ دیں، اور
 نماز اور زکوٰۃ کی دعوت دیتے ہیں۔ اس سے کہا نماز اور زکوٰۃ کو کیا چیز ہے؟ یہ اس کا کوئی وقت بھی مقبول ہے جس
 لوگ جانتے ہوں اور کوئی مقرب ہو بھی ہے؟ انہوں نے کہا شب و روز میں وہ پانچ نمازیں پڑھتے ہیں پانچوں
 کی پانچوں میں اپنے وقتوں میں پھر اس سے اس کا بعد بھی بیان کیا نیز وہ لوگ ہر حال میں جس کی قیمت میں؟
 شتان ہوئی ہے نصف شتان یا ادا کرتے ہیں، اس کے بعد اس کے جلا تمام ہیں جو مرد و عورت جب ہوتا تھا یہ سب
 تنصیف بیان کیا۔ اس نے پوچھا پتاؤ تم سے وصول کر کے پھر صدقہ کہاں خرچ کرتے ہیں انہوں نے
 جواب دیا جن کے مالداروں سے وصول کرتے ہیں ان ہی کے تقویوں پر تقسیم کو پتہ نہیں اور عزیزوں کے ساتھ
 سلوک اور عفو کرنے کا حکم بھی دیتے ہیں، انہاں اور شراب کو حرام قرار دیتے ہیں اور بھراشتہ کے نام کے کسی اور کے
 نام کا نیک نہیں بکھاتے۔ یہ سن کر شاہ مقوقس نے کہا، غصہ کن تو کہہ اس کے حق ہی میں کو اللہ نے سب کو ان
 کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔ اگر وہ مصر اور وہ کہ اس بھی پہنچنے تو وہ لوگ بھی ان کی اتباع کر چکے ہوں گے
 عیسیٰ میں پریم علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ان کی اتباع کا حکم دے گئے ہیں، اور جو بائیس تم لوگ بیان کر رہے ہو ان
 ہی حسب باتوں کو لے کر اپنے تمام دنیاویہ علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی مہرٹ ہوتے ہیں جنہیں دیکھ کر تیرا جی کے سونے
 شکل کر رہا، میں کہہ کہ ایک شخص کو بھی یہ طاقت نہ ہوگی کہ ان کے ساتھ تو خدا بڑھ کر سکے، جسکی دوزی کے آخری مقرب

أَوَّلَهُ قَالَ أَنْتُمْ فِي الشَّيْبِ ثُمَّ قَالَ كَيْفَ تَبَيَّنَ فِي قَوْمِهِ بَعَثُوا وَسَطَهُمْ سَبَّأَ قَالَ كَذَلِكَ وَالْمَسِيحُ
 وَرَبِّيَّةَ نَحْنُ فِي سَبِّ قَوْمِهِمَا ثُمَّ قَالَ كَيْفَ مَزِدَ حَبْرِيَّةَ قَالَ قُلْنَا مَا بَسْمِي يَا كَلَامَ بَنِي
 صِدْقٍ قَالَ أَنْظِرُوا لِي أَمْرَكُمْ أَرَدْتُمْ أَنْ يَصْرُفَ فِيكُمْ تَبَيَّنَ وَبَيَّنَ وَبَيَّنَ عَلَى اللَّهِ فَلَا حَسَنَ بَعْدَهُ
 قُلْنَا الْأَحْمَادُ قَالَ عَمْرُوهُ لِمَسِيحٍ سَبَّأَ الْأَنْبِيَاءَ هَكَذَا قَالَ عَمْرُوهُ أَفَلَا تَعْلَمُونَ أَنَّ يَتَرَبَّعُ قَوْمُ بَنِي
 الشَّوَرَةِ قُلْنَا لِمَا نَعْمُوهُ فَإِنَّ قَوْمَهُمْ قَتَلُوا سَبَّأَهُمْ وَبَيَّنَ قَوْمَهُمْ فَإِنَّ قَوْمَهُمْ قَتَلُوا
 حَسْرَةً حَسْرَةً وَأَمَّا قَوْمُهُمْ فَيَقُولُونَ مِنْ أَمْرِهِمْ مِثْلَ مَا نَعْمُوهُ فَإِنَّ الْمَجِيئَةَ قَتَلُوا مِنْ
 بَيْتِهِمْ وَكَانَ بَيْنَهُمْ كَلَامًا وَكَانَ قَوْمُهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ بِأَنْ يَكُونَ قَوْمُهُمْ وَكَانَ قَوْمُهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ

تھیں کہ انہوں نے جو ان کا عقرب اس کی قوم کے ساتھ دوست دوست جنگ کر کے گریہ سن کر ان کے
 گناہ گرام توگ ہی اس کے ساتھ ہی ہر گز نہیں بھر ہی ہں کا ساتھ نہیں دیتے بغیر کہتے ہیں یہ سن کر شاہ مقوقس
 نے ان کو اس سے اپنا سر لایا دیکھا تم بڑی حققت میں پڑے ہوئے ہو اس کے بعد پھر اپنی قوم میں اس کا خانہ
 کیا ہے؟ ہم نے جواب دیا سب سے بستر اس نے کہا اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور پھر انبیاء
 میسج السلام بھی اپنی قوم میں بسترین خانہ ان میں سے ہوئے ہیں پھر اس نے پوچھا چھ اس کی راست گوی
 کی کیا گیت ہے؟ ہم نے جواب دیا اس کی راست گوی کی وجہ سے ہی اپنی قوم میں اس کا لقب اس مشہور
 ہے اس نے کہا اب تم حوی وغزو کرو کیا تمہاریاں کر سکتے ہو غرض ہم اپنے معاملات میں راست باز ہو
 اللہ تعالیٰ کی ذات پر محبت ہوں سکتا ہے پھر اس نے پوچھا تو ان لوگوں نے اس کی انہج کی جو ہم نے
 کہا جو انہوں نے اس نے کہا ہی رگ میں جو عیسیٰ علیہ السلام اور اس سے پہلے انبیاء کے خیموں میں جو اس
 نے کہا کہ شرب دینہ کے ہو رہے تھے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے کیونکہ وہ لوگ تو قورین کے لئے
 ہو رہے تھے میں ہم نے کہا انہوں نے تو اس کی حققت کی کہ اس وجہ سے اس نے ان کو سزا دی ہو
 ایسی بعض کو قتل کیا ہے اور بعض کو قید کیا ہے جبکہ اور اور اطراف میں اکثر قریب ہو گئے ہیں شاہ مقوقس نے
 کہا یہ لوگ تو ہمیشہ سے بٹے حاسد ہیں انہوں نے ان پر بھی حسد کیا جو روز یہ لوگ آپ کی صراحت ہو گئی
 حصر پہناتے ہیں بغیر کہتے ہیں کہ ہم ہر قسم کے دربار سے ایسی گفتگوں کر سکتے ہیں کہ ہم نہ ہوں
 محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہست ہو گئے اور ہم نے اپنے دل میں کہا کیا غضب ہے کہ انہوں نے ہم کو اس
 کے ساتھ سب و دشمنی کا روی کا قتل بھی نہ کیے ہوئے اس کی تعدیل کریں اور اس سے خوف لکھیں اور

اللہ بظاہر صامت ہے کہ لکھ لکھ المسیح والانبیاء بیعت فی صلب قورہ

عہ بظاہر صامت یہ کہی جاوے وہ نہ انیاع المسیح والانبیاء من قیدہ

وَحَقَّ قَوْلُهُ فِي تَعْدِ أَرْعَاجِهِمْ مَعَهُ لَمْ يَأْتِ أَقْرَبًا وَأَوْجَبًا وَأَمَّا فِي حُلِّ مَعَهُ وَفَدَّ جَلَّةً تَأْدِيبًا
إِلَى مَكَارِنَ لَنَا قَالِ الْغَيْبَةُ مَرَّحَتْ إِلَى مَعْلُومَاتِنَا فَأَقْبَسَتْ بِالْإِسْكَندَرِيَّةِ لَدَا عَمَّ كَيْسِيَّةً إِلَّا
وَكَلَّتْهَا وَ سَأَلَتْ أَسَافَةً نَهَا مِنْ بَيْطِهَا وَذَوِيهَا أَعْتَابَ بِحَدِّ مَنْ مِنْ وَجْهِهِ مَسْلَى اللَّهُ عَلَيْهِ
سَلَمٌ وَكَانَ أَسْفَقَتْ مِنْ الْبَيْطِ هُوَ زَا مَن كَيْسِيَّةً يَوْحَسُّ كَا تَوَاتُرًا تَوَكَّدَ بِمَرُومَاتِ مُنْقَبِدٍ مَعُو
لَهُمْ لَوْ أَرَقَطُ أَشَدَّ لَحْمًا فَادْلُوْنَهُ قَائِدِيْنَهُ فَقُلْتُ هَلْ نَجَى أَحَدًا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ قَالَ كَعْمَرُ
هُوَ أَخِيرُ الْأَنْبِيَاءِ لَيْسَ بَعْدَهُ وَتَوَكَّنَ عِلْمِي بِنَ تَرْبِعَ لِحْدٍ وَهُوَ لِي مَرْسَلٌ وَأَمْرُهُ عَيْتِي
يَا كَيْسِيَّةً وَهُوَ الْقَبِيحُ الْفَرَحِيُّ رَاسُهَا أَشَدُّ كَيْسِيَّةً بِالْعَرَبِيَّةِ وَلَا يَالِقُ عَيْتِي فِي مَعْنَى عَيْتِي
وَكَيْسِيَّةً بِالْأَيْتِي وَلَا يَأْتِي فِي عَيْتِي شَعْرَةً وَنَيْلُش مَا عَاظَكُ مِنَ الْبَيْتَابِ وَبِخَيْرِي بِهَا نَيْفٌ
مِنَ الْبَيْتَابِ مَسْبُوحٌ عَلَى عَائِيْنَهُ لَا يَأْتِي فِي عَيْتِي مَيْتَابُ الْبَيْتَابِ كَالْبَيْتَابِ وَفَعْلُهُ أَفْعَالُهُ بِهَيْئَةٍ تَدَّ

ہم اس کے نزدیک قریب سے پہنچاؤں جو کہی میں کا دیر پہلے ذکر کر رہے تھے جس کے بعد خدا تعالیٰ کا دانی بن کر پاس سے
گھول میں فرومایا ہے بغیر کہتے ہیں اس واقعہ کے بعد میں پہنچ کر پاس آیا اور مقام اسکندریہ میں جا کر ٹھہر گیا
میں سے کسی گرم کو نہیں بھیڑا میں نے دیکھا ہر اہل اہل اس کے ہر ہاں سے خواہ وہ مصری تھا یا مدنی ان کو آ
لی تھیں کی ہوئے تو گھر میں اشرافیہ علم کے متعلق کتب ساتھ میں دیکھتے چلے گئے تھے اس حالت ایک مصری
پامی تھا جو کتب سے پیش میں سب کا سواڑا تھا جانا تھا میں سے چھو کر ماہر و زائد کوئی شخص میں سے نہیں دیکھا
تھا اس کا یہ حال تھا کہ لوگ اپنے مریدوں کو لے کر اس کی خدمت میں حاضر ہو کر کرتے تھے وہ ان کی صحبت
کے لیے دعا کرتا تھا میں اس کی خدمت میں پہنچا تو میں نے اس سے پوچھا کیا انبیاء علیہم السلام میں کوئی
نیا یا سنا گیا ہے جس کی آواز میں آتی ہو وہ بولا ہاں ایک نئی بات ہے وہ بھی آواز لا گیا ہے۔ ان کے بعد حضرت
عینی علیہ السلام کے درمیان کوئی بلورنی نہیں ہے۔ اور حضرت عینی علیہ السلام نے ان کی بات کو کہنے کا کام کو
مکمل ہوا ہے وہ ایسا ہی ہے جس نے کسی حق کا میں تعلیم حاصل نہیں کی عرب کا ہے والا ہے احم ہاں گلاں
کا احصاء۔ نہ تھے زیادہ دلائل ثابت اس کے امتداد سے زیادہ کہنا کہ قدوس کی آنکھوں میں شروع شروع دوسرے
تہ چلے میرا سمجھنا کہ نہ بالکل گندم گوں۔ رزق میں کہنے والا میرا سمجھنا سا وہ لباس پہننے والا۔ بچا کھا کھا لیتے
الالا۔ ہمارے لیے تھا۔ اس کی تلافی اس کے کان سے پر۔ اپنے مقابل دشمن کی ہمدان کرنے والا۔ اور جنگ
میں خود شریک ہونے والا۔ اس کے ساتھ میں وہ جان سے اس پر قربان اپنی اولاد و والدین سے زیادہ قربان

۹۷۱۔ روایت دوم میں خطا کثیرہ جو بہت بہت کہنے کے قابل ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتب ساتھ میں بعض فرق
مسئل اشرافیہ و علم کی جو علامات ذکر کی گئی تھیں ان میں ایک علامت یہ بھی تھی کہ آپ کے اور حضرت عینی علیہ السلام کے درمیان

لَا تَقْبَلُ لَهُمْ حُرْمَةً أُولَئِكَ هُمُ الْبَاطِلُونَ يُخْرِجُ مِنْ أَرْضِهِمْ وَيَأْتِي إِلَى عَمْرٍاءِ جَرَلَانِ
 أَرْضِهِمْ سَبَاحًا وَغَيْرَ ذَلِكَ بِأَمْرٍ مِنْهُمْ غَلَبَ الْإِسْلَامُ قُلُوبَ الْغُفَرَاءِ فَعَلَّتْ أَعْدَاؤُهُمْ
 قَالُوا يَا قُتَيْبَةُ عَلَيَّ وَنَصِيرَتِي وَتَحِيَّتِي أَهْلُ قَوْمِي وَمَا لَكَ تَحْصِي بِأَرْضِ قَوْمٍ قَبْلَ أَنْ تَقْلُدَ لَكَ الشَّيْءَ
 إِلَى قَوْمِهِ وَيُثَبِّتُ هُوَ لِي الْإِسْلَامَ كَمَا نَدَى وَجَعَلْتُ لَكُمْ أَرْضَهُمْ مُسْتَعِدَّةً أَوْ ظَهَرُوا أَيْتَانِ أَدْرَكَتُهُ
 الصَّلَاةُ يَتَعَمَّرُ صَلَاتِي وَمَنْ كَانَ قَبْلَ ذَلِكَ مُسْتَدًّا عَلَيْهِمْ لَا يَصْلُونَ إِلَّا فِي الْكُنَاسِ وَالْأَنْبِيَاءِ
 خَالٍ لِلْخَيْرِ فَإِنَّ شُعْبَةَ قَوْمِي ذِيكَ مُحَمَّدٌ مِنْ قَوْمِي وَقَوْمِي غَيْرُهُ وَمَا تَبِعْتُ مِنْ ذَلِكَ تَذَكُّرُ
 لِقَائِهِ فِي حَيَاتِهِ عِنْدَ بِلَالٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَإِسْلَامِهِ وَمَا أَخْبَرَنِي بِهِ مِنْ صِفَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
 وَكَانَ ذَلِكَ وَمَا أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَحِيَّتِي أَنْ يَتَعَمَّدَ أَضْعَافَهُ قَالُوا الْخَيْرُ
 تَكُنْتُ أَحَدَ أَهْلِ قَوْمِي ذَلِكَ وَهَذَا أَمْرٌ مَعْرُوفٌ عِنْدَ أَهْلِ الْكُنَاسِ أَيْتَانِ عَطْلُ الْخَيْرِ رَوَاهُ مَرْيَمُ
 الْوَلَدِيُّ - قَالَ ابْنُ أَبِي الْعَصَمِ -

شعبن ملک قوم سے تعلق کر دوسرے ایسے ہی مردم قوم کی طرف رجوع کرنا اور احمد بن زین کا ایک قصہ
 دوسرے حصہ میں کچھ کا بارغ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے رہنے پر اس کا دین مقبول کئے ہیں اس پر
 سے کہا ان کی طاعت کے متعلق کچھ اور ارشاد فرمائیے اس نے کہا میں نے یہاں تک کہ خدا نے مال دیا ہے
 ہر روز چہرے کو دھونے والا اور اس کے علاوہ ایک ایسی شخصیت کا ایک جاس سے قبل انبیاء علیہم السلام سے
 بھی یعنی برہنہ صوفائی ہی قوم کے یہ حضرت ہرگز بالان نہ تمام لوگوں کی طرف رجوع ہو گا تمام زمین اس کے لیے
 ہو جائے گی حاصل کرنے کا ذریعہ بنائی جائے گی جس پر بھی غارت گاہ دست ہو جائے گا اس جگہ کو ہم کہتے ہیں کہ ان کے
 سے قبل انبیاء پر اس یا سے پہلے ہی وہ گروہوں اور مندرجہ ذیل کے لوگ کسی اور جگہ نہ رہیں کہتے تھے بیخوش
 کہتے ہیں یہ تمام باتیں ہیں بلے اس کی زبانی اور اس کے سوا دوسروں کی زبانی بھی نہیں ہیں اس کے بعد وہی
 سننے سے مضبوطی واپس ان کے اسلام اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی منادات کو انہوں نے بیان کیا تفصیل
 کیا کہ سرکارِ کائنات علی رضی اللہ عنہ کو نبی کی یہ حدیث بہت پسند آئی تھی اور آپ چاہتے تھے کہ آپ کے اور صحابہ بھی
 اس کو سنیں بیخوش کہتے ہیں اس لیے میں اس حدیث کو صحابہ کرام کے سامنے بیان کیا کہ تم بتاؤ یہ تمام واقعہ
 بل کہ اب اور ان کے بڑے بڑے پادریوں کے درمیان معروف و مشہور واقعہ ہے۔ ابواب صحیح

کئی اور بھی دیکھا اس کے بعد میں نے خود بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک سے بیان کیا کہ اس کے بعد
 ہونے کے درمیان کوئی چیز نہیں ہے۔ اس کی نسبت واضح ہو جاتی ہے۔ اور وہ دوسروں کے درمیان کسی بھی کا بھلا نہ ہو
 کہ جس میں خاص بات نہیں تھی جس کے بیان کی کوئی خاص اہمیت نہ ہو۔ اب میں حدیث سے واضح ہو گیا کہ جو کچھ یہی
 آپ کی ایک حدیث تھی اس لیے میں بھی آپ کے اپنی دوسری منادات کا دعوت فرماؤں جس طرح اس کا بھی اعلان نہ ہو۔

۹۷۲۔ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْوَدَاعِ أَنَّهُ قَالَ خَرَجَ جَيْشٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ أَنَا وَأَبُو مُرَّةٍ حَتَّى تَرَلْنَا
 الْوَسْطَانَةَ رُبَيْدَةَ فَقَالَ عَظِيمٌ مِّنْ عَطَا أَهْمُوا أَخْرِجُوا إِلَى رَجُلٍ يَكْفِيهِمْ وَأَكْبَرُهُ فَقُلْتُ لَا تَخْرُجُ
 إِلَيْهِ غَيْرِي فَقَالَ خَرَجْتُ إِلَيْهِ وَبَعِي تَرْفَعَانِي وَمَعَهُ تَرْجُمَانُهُ فَقَالَ مَا أَنْتُمْ؟ فَقُلْتُ هُنَّ
 الْعَرَبُ وَهُنَّ أَهْلُ الْيَمَنِ وَأَهْلُ بَيْتِ الْحَزَلِ لَنَا أَطِيقُ النَّاسِ أَذْشَاءُ أَتُحَدِّثُ
 حَقِيقَتَنَا أَكُلَ الْمَيْتَةِ وَالذَّمَّ وَنَحْنُ نَقُصُّ عَلَى بَعْضِ حَقِّ خَرَجٍ مِمَّا رَجُلٌ كَيْفَ بَاغِيْنَا
 يَوْمَئِذٍ وَلَا يَأْكُلُونَا مَا لَا فَكَّانَ أَنَا رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ فَأَمَرْنَا بِمَا لَا نَعْرِفُ وَتَحَا نَعْمَا
 كُنَّا عَلَيْهِ وَكَانَ عَلَيْهِ إِبَاءٌ فَكَلَّمَ بَنَاهُ وَرَدَّ فَاغْتَلَبَ مَعَالَهُ حَتَّى خَرَجَ إِلَيْهِ قَوْمٌ غَيْرُنَا
 فَحَقَلْنَا أَوْ ظَهَرُوا عَلَيْنَا وَغَلَبْنَا وَتَنَادَلْ مِنْ بَيْنِهِ مِنَ الْعَرَبِ فَتَأَمَّلْتُهُمْ حَتَّى ظَهَرَ عَلَيْهِمْ وَكَوْ
 نَعْلَهُمْ مِنْ وَرَائِي مِنَ الْعَرَبِ مَا أَنْتُمْ فِيهِ مِنَ الْعَيْشِ لَوْ بَقِيَ أَحَدٌ إِلَّا جَاءَ تَوْفِيْقُكُمْ كُنْ
 وَتَمَّا أَنْتُمْ فِيهِ مِنَ الْعَيْشِ فَصَوِّفْ كُنْ قَالَ إِيَّا رَسُولُكُمْ كُنْ صَدَقَ قَدْ جَاءَ مَنَّا مَنَّا

۹۷۳۔ عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ سنانوں کا ایک لشکر باہر نکلا جس کا میں امیر تھا یہاں تک کہ
 ہم مقام اسکندریہ میں جا کر کھڑے وہاں کے بڑے پادریوں میں سے ایک بڑے پادری نے کہا کہ میری پاس
 کسی دینے شخص کو بھیجیں جس سے میں کچھ گفتگو کر دے اور وہ مجھے جواب دے سکے میں نے سوچا کہ میرے سولے
 اُس کے پاس بھلا اور کون جائیگا۔ یہ کہتے ہیں کہ میں اس کے پاس گیا میرے ساتھ میرا بھائی جہان اور اُس کے ساتھ
 اُس کا بھائی تھا۔ اُس نے پوچھا تم کون لوگ ہو۔ میں نے کہا عرب ہم شریک کیا کرتے تھے مدعا ایک عہدیت
 اور اہم کے باشندے تھے۔ چلے پاس رہنے کے لیے زمین بہت تنگ تھی، چار اگر گران بہت عسرت کی حالت
 میں تھا۔ وہ اور وہاں کھایا کرتے تھے یہاں ایک قبیلہ دوسرے پر لوٹ مارا چلا یا اگر تھا ہم اسی عسرت اور
 جمل کے عالم میں تھے کہ ہم میں ایک شخص پیدا ہوا جو اس وقت ہم میں نہ سب سے خواہاں جانا تھا۔ سب سے
 زیادہ مالدار تھا اس نے سنا اعلان کیا کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس رسول ہو کر آیا ہوں، اس نے
 ہم کو ایسی باتوں کا حکم دیا جس سے ہم آشنا نہ تھے اور ان تمام باتوں سے روکا جن کے ہم اور پہلے باپ دادا
 ہمیشہ سے فرماتے۔ اس نے ہم نے اس کی تندیب کی اور اس کی بات ٹکرا دی۔ تاکہ چلتے چلا وہ کچھ اور لوگ
 اس کے ساتھ جو کہ ہم سے جنگ کے لیے نکلے اور ہم کو قتل کیا اور ہم پر غالب آ گئے۔ اس کے بعد انہوں نے عرب
 کے گرد و نواح کا قصد کیا اور ان پر بھی غالب آ گئے۔ اور ہندک من و العرب اس پریش زندگی کو جان میں جو
 اس وقت آپ کی ہے تو ان میں ایک تنفس بھی ایسا نہ رہے جو آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے پیش
 و عسرت میں حصہ دار نہ رہنا چاہتے۔ یہ سن کر وہ جلس پر سے اور بولے کہ تمہارا رسول سچا ہی ہے اس نے اللہ تعالیٰ

یَسْئَلُ الَّذِي جَاءَهُمْ رَسُولُكُمْ قَوْلَ لَنْفَعَكُمْ اللَّهُ أَحَدًا وَلَا ضَعُفَكُمْ وَ
لَنْ يَنفَعَكُمُ اللَّهُ أَحَدًا وَلَا يَضَعُكُمْ فَلَمْ تُقْبَلْ مِنْهُمْ فَقَالَ اللَّهُ الَّذِي
لَمْ يَفْعَلْ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ وَلَا تَسْتَفْهِمُوا عَلَيْهِ أَنْ يَتَعَفَى عَنْكُمْ فَمَنْ
عَفَا عَنْكُمْ فَإِنَّ إِلَهَكُمْ بَصِيرٌ

۹۷۳۔ عَنِ أُمِّ سَلَمَةَ فِي قِسْطِ الْخُرُوجِ وَسَوَالِ النَّجَاشِيِّ عَنْ سَبَبِ مُقَاتَلَةِ قَوْمٍ مِنْ بَنِي
قَالَتْ فَكَانَ الَّذِي كَلَّمَهُ جَعْفَرُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فَقَالَ أَيُّهَا الْمَلِكُ كُنَّا قَوْمًا أَهْلَ جَاهِلِيَّةٍ
تَقْبَلُ الْأَرْضَ تَاهِدًا أَهْلُ الْمَلِكِيَّةِ وَنَا فِي الْأَعْرَاضِ وَنُظَمُ الْأَوْعَامِ وَشَيْءُ الْخَوَارِجِ عَلَى
الْفُتُوحِ وَمَا الْعَصِيَّةُ فُلْنَا عَلَى ذَلِكَ حَتَّى بَعَثَ اللَّهُ إِلَيْنَا رَسُولًا مِمَّا نَعْبُدُ نَسْتَعِذُّ مِنْكَ
وَأَمَّا أَنْتَ وَوَعْدُكَ فَدَعَا نَا إِلَى اللَّهِ لِنُتَجِدَهُ وَنَعْلَمَهُ وَنَعْلَمَهُ فَكُنَّا نَعْبُدُ عَنْ وَابِلَاءِ نَا بَيْنَ

کے رسول اسی قسم کی باتیں کرتے تھے جیسی کہ رسول خدا کے پاس سے کر کے تھے۔ اب اگر تم اپنے نبی
کے حکم پر کاربند رہو گے تو قوم بھی تم سے جنگ کرے گی اس پر تم غالب ہی رہو گے اور جو بھی تم سے برسرِ کار ہوگا
وہ مغلوب ہو کر رہے گا اور اگر تم سے کسی حرکت کی جو تم سے نہ کی جانی اور اپنے نبی کا حکم دینا اور ان کو حکم نہ دینا
مردم شادی میں ہم سے زیادہ اور نہ فوت و طاقت میں بڑھ کر۔ (صحیح ابوعبید)

۹۷۴۔ حضرت اُمّ سلمہ جنتہ کی طرف اپنی ہجرت اور نجاشی کے صحابہ سے اس سوال کے جواب میں کہ
انہوں نے اپنا عقیدہ دین کیوں چھوڑا بیان فرمائی ہیں کہ ہماری طرف سے جنوں نے گفتگو کی وہ جعفر بن
ابی طالب تھے۔ انہوں نے ارشاد فرمایا اے بادشاہ ہم لوگ جاہلیت کی ایک قوم تھے۔ جنوں کی پوجا کرتے
مردم کھاتے، پیمانیوں میں مبتلا ہوتے۔ آپس کے دشمنی کھاتے۔ اپنے پڑوسی سے بڑا سوک کر لے لیتے تھے
مضطرب اور با اختیار رہتا کہ مرد کو کھایا کرتا تھا۔ ہم اسی تاریکی میں بسر کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے
اندھ سے چلنے سے پاس ایک رسول بھیجا کہ جس کا نسب جس کی راست گوئی جس کی لامتناہی بادشاہی کی پاک
دعائی ہم اسی طرح جانتے پہچانتے تھے اس نے ہم کو ایک اللہ تعالیٰ کی طرف ہدایت کی کہ ایک جانیں
اور اسی کی عبادت کریں اور ہم اہل ہمارے باپ دادا نے جن چیزوں اور جن کی عبادت کیا کرتے تھے

۹۷۵۔ جہاں صحیحہ اس پر ذکر کیا ہے کہ حضرت جعفر نے اپنے اسلام لے کر جو با سب ذکر فرمایا وہ ایک
عرب کا محل میں ایک دربار میں تھا جہاں سے ایک تخت ان کی کا پلٹ گئی تھی اور وہ ایک ایسی جگہ تھی جہاں
وہاں سے بادشاہ کی رعیت میں رعیت میں شامل تھے۔ جن کے تعلق قرآن کریم نے الذین جہشون علی اللہ
ہوئی صلت وان فرائی ہے۔ اس کے بعد لکھا ہے کہ سب سے پہلے ایک قوم ہمارے اور ہمارے دربار میں
گئی ہے۔ کہ اب اس مقدس دین کی جنت ان پر بھی غالب ہو گئی تھی کہ اس کے عقائد میں مال و متاع اور راجہ جو
ہو کر وہاں سب سے پہلے کہ وہاں میں کرنا۔ مگر جو یہی کہیں کہ یہ اگر کسی قسم کا عقیدہ نہ ہو تو
ہلے تو اس قسم کی جہاں قوم کی بھی غیر انہیں انہیں کیا بادشاہوں کے لیے کہ وہ خود انہیں ہی سب سے پہلے

مَدِينَةٍ مِنَ الْيَاسْمِينِ وَالْأَزْهَانِ وَأَمْرًا بِصَلَاتِي الْغَدِيَّةِ وَكَوَلُوا الْأَمَانَةَ وَصَلَاتِي الرَّجِيَّةِ وَشَرِيحَتِي
وَالْكَفَيَّةِ مِنَ الْخَارِجِ وَالْيَتَامَى وَتَهَانِ الْفَرَجِ وَقَوْلِي الرَّؤُوفِ وَالْمَالِ الْفَيْتِيْمِ وَقَدْ جَاءَتْ
لِلْمُحْسِنِينَ وَأَمْرًا أَنْ تَقْبِلُوا اللَّهَ لَا تُفْشِرُكَ بِرِسْمِيَّةٍ وَأَمْرًا بِالْأَسْلُوفِ وَالرَّكَاةِ وَالْقِيَامِ وَالْإِذَا
قَعَدَ عَلَيْهِ أُمُورُ الْإِسْلَامِ. قَالَ فَصَدَّقْنَا وَأَمْرًا بِمَوَاسِعِنَا عَلَى مَلَكَةٍ بِرِسْمِيَّةٍ نَا اللَّهَ
مَلَكُوتِي بِرِسْمِيَّةٍ وَخَرْمَنَا مَا سَرَّمْ عَلَيْنَا وَأَخْلَلْنَا مَا أَحَلَّ لَنَا فَجَعَلَنِي عَبْدًا قَوْمًا فَخَلَقُوا
وَقَسَقُوا عَنْ دِينِي الْبَرِّ وَمَا إِلَى عِبَادَةِ الْأَوْتَارِ عَنْ عِبَادَةِ اللَّهِ وَأَنْ تُفْعِلَ مَا كُنَّا تُفْعِلُ
مِنْ الْكِبَرِ لَيْسَ فَلَمَّا فَهَرْنَا وَكَلَمْنَا وَتَقَوْنَا عَلَى مَا كُنَّا نَقْتَدِرُ وَنَدِينَا عَرَجًا إِلَى

اُن کو کچھ دوس اور اس کا علم دیکھ کر دوس، امانت کو ادا کریں اور رشتہ داری کا لحاظ رکھیں۔ پندہی کے
ساتھ چھ سلوک کریں اور حرام اور حوں پر نری سے اجتناب کریں اور ہم کو یہ بھی کہیں سے اور صحت بات سے
کھانے، جیم کا مال کھانے اور پلاس عورت پر نیت لگنے کی سخت ممانعت فرمائی اور اس کا حکم دیا کہ صرف
اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھراؤ۔ اور ہم کو نماز، زکوٰۃ، اور دوسے کا بھی حکم دیا حضرت
ام سلمہ فرماتی ہیں کہ جعفر نے اسلام کے اور فقہاء حکام بھی گولے، اس پر مجھے تب کہ خدا تعالیٰ کا پیغمبر ملا اور
آپ پر ایمان لے آئے اور جو دین آپ نے لیا اسے تم سے اس کی پیروی کی چنانچہ اب ہم صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت
کرتے ہیں اور دوزخ بڑھ چکی کسی کو اس کا شریک نہیں کرتے جو چیزیں اس نے ہمارے لیے حرام کر دی ہیں اس
کو حرام سمجھتے ہیں اور حلال فرمادیں ان کو حلال سمجھتے ہیں۔ پس اسی بات پر ہماری قوم ہم سے بگڑ گئی ہم
اور ہم کو دین سے ہٹانے کے لیے طرح طرح کی تکلیفیں دی ہیں تاکہ ہم خدا تعالیٰ کی عبادت کی بجائے پھر تلوں
کی پر یا کر سکیں اور جو غیبت چیزیں ہم نے پہلے حلال بنا رکھی تھیں ان کو پھر حلال سمجھنے لگیں جب انہوں
نے ہم پر جہت زور ڈالا اور ہم پر ظلم کیا اور ہماری مخالفت پر کھڑے ہو گئے اور ہم کو اپنے دین پر عمل کرنے سے

غور کرنا ہے، اور پھر یہ کہہ کر کہ اس کا ہم کچھ حق نہ کر سکتے تھے کہ وہ ان پر نازل ہوا ہے۔ اور جب اس کا زور
ساحق تھا کہ قوتاً شام سے جب کہ وہ اس کے ہم راہ تھے سب اس کو ہاتھ پیرہ کر دیتے تھے۔ جو کہہ کر کہ ہم
بر کھار دین پر حکم کرتے کہ ان کی ذات کن مانی ملت کی ایک ہوتی۔ پھر حاکم اس کی زبان سے یہاں تھے جس حد اس
کی شانہ فہم اور عافیت دست نظر دیکھتے تھے۔ معز اب کریم کی چٹوالت ہی سن کر اس طرح بدوقت کر دیتے تھے سرفروں کریم اور
فردت وہ فوج ایک ہی سرخسہ سے ملتی ہوتی تھیں جس اور وہ ان میں ایک دوسرے کے ساتھ جس کی سیانت کو بھی پریشان
جس کے ہوس کریم نگاہی آسان ہوا کہ یہ بھلی کتابیں ایک ہی صحت مضامین اگر نہ جنت کریم اور
لن نہ نازل شدہ محمول کو ہر ہر مدق نہ نہ تا وہ خدا ہی غرض سے چند پادشہوں کو کہہ کر دیتا اور انہی جہد حکم کا کتا
کہ ان کریم جو روزانہ میں نہ نہ وہ محمول جو روزانی یا سرکاری زبان چاہی ان کی حکم ایک ہی ذات معلوم ہوتی کہ
محمول و ظان کریم کی اس نہ نہ یعنی ایک دہی سمجھنے کے لیے نہ اس پر حکم کیے کہ ہر زلی کال اپنی خصوصیات میں اس طرح

لَقَدْ حَبِطَتْ عَلَىٰ عَيْنِي قُضَايَاكَ فَهَلْ أَبْقَيْتَ لِلدَّاعِي حَيْثُ خَلِّتَ ۖ فَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ۚ مَا يُخْرِجُكَ اللَّهُ إِلَّا لَكَ تَقْبِيلُ الرَّحْمَةِ وَتَحْنُوتِ
الْقُلُوبُ وَتَكْثُفُ الْمَعَادِمُ وَتَقْرُبُ الشَّيْءُ وَتَقْبِرُ نَفْسُ مُرَايِبٍ مُحَنٍّ فَانْطَلَقَتْ بِهِ خَيْرُ نَجْدٍ حَرَشٍ
أَنْتَسِبَ وَوَقَّتَ لِي كَوْنُ لِي مِنْ أَسْمَاءِ بَنِي عَمْرِو بْنِ خَيْلَةَ وَكَانَ مَوْتًا لِي أَنْتَسِبَ لِي
أَنْتَسِبَ لِي وَكَانَ يَكْتُبُ الْكِتَابَ الْإِبْرَاقِي يَكْتُبُ مِنْ أَلْفِ عِشْرِينَ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَكْتُبَ وَكَانَ يَكْتُبُ
أَكْبَرًا فَعَدَّ عَيْنَ لَقَاكَ خَيْرُ نَجْدٍ بِأَنْتَسِبَ لِي وَكَانَ يَكْتُبُ مِنْ أَلْفِ عِشْرِينَ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَكْتُبَ وَكَانَ يَكْتُبُ
فَأَخْبَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ مَا زَاغَ عَيْنُ فَقَالَ لَقَدْ وَفَّقَهُ هَذَا الشَّاهِدُ مِنَ الْوَدَّعِ

سے سارا واقعہ بیان فرمایا اور فرمایا کہ اس قسم مجھے تو اپنی جان کا خطرہ ہو گیا تھا حضرت عمرؓ نے بلیس ہرگز نہیں بخدا
کی قسم اللہ تعالیٰ آپ کو کسی شرمندہ نہیں کرے گا آپ تو صلہ رحمی فرماتے ہیں سب سے دیر غصہ کا دھجھا اٹھاتے ہیں اور
محتاج کو مال کا کر دیتے ہیں۔ مہمان کی مہمان کو ادائیگوں کے ہیں اور مہمان کے ہاں قافلہ میں لوگوں کی ادا کرتے
ہیں اور چارپاں کا مہیے وہ سب کے ہیں پھر حضرت عمرؓ آپ کو اپنے چار زاد بھائیوں کے پاس ملے اگر ان میں یہ
زادہ باہلیت میں نصرانی ہو گئے تھے اور عربی لکھا کرتے تھے اس لیے انہیں میں اللہ کو منحوسم فی عربی
میں لکھا کرتے تھے اور اس وقت بڑھا ہے کہ وجہ ناہین ہو چکے تھے۔ حضرت خدیجہؓ نے فرمایا اے ابن عم
فرمانے پیچھے سے اُن کا ہاں تو بیٹھے۔ وہ تو نے آپ سے کہا پیچھے سے کیا واقعہ دیکھا۔ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے جو کچھ دیکھا تھا اس سے بیان کر دیا۔ یحییٰ بن کثیرؒ نے کہا یہ تو وہی فرشتہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ

داعی ہی کی قسم دے گا۔ اظہارِ نہر حضرت عمرؓ کے سوا یہ کلمات سب باطل تو ہیں قیاس سے بخلاف ان میں ہمارا
آپ کی صداقت کی سب سے زیادہ دلیل ہے۔ جبکہ وہ دونوں فرض زما سارا واقعہ میں کرکس طرح یہ سمجھتے کہ یہ ارشادِ جو آپ
پر وہی لے کر آپ سے وہی فرشتہ ہے جو آپ سے قبل حضرت موسیٰؑ کے ساتھ تھا اس سے جان آپ کی
سب سے بڑھتے صداقت کا ثبوت جس کے ساتھ وہی اور نبوت کی حقیقت پر بھی کچھ روشنی پڑتی ہے مگر کیا اس کی ضرورت
کے علم کے بغیر بعض عقلی امور پر ترجیح دے کر یا اس کے لیے جو یہ ہیں۔ چند نہیں سے دیکھتے۔ خدا کو یہ مدد بھی کس جرم و عسرین
کے ساتھ۔

یہ بات بھی بدلی یادداشت ہے کہ جب نوحی وہی شروع ہوا ہے تو ایسے حال میں شروع ہوا ہے جو کسی جگہ آپ سے
تقدیراً لائے۔ جو جب آپ وہی سے آشنا ہو چکے تھے تو ایک مدت کے بعد نازل ہو گیا یہاں پر وہی کس کا اس کا اس کا
اس کا یہ آپ کے قلب سواک میں یہ خیال تو نہیں ہے کہ اس سے بااثر ہو کر آپ کو گواہی کہ وہی کا ایک جہت بھی ازلی
نہیں ہے۔ وہی کی اس بات اور اس واقعہ سے یہ اتحاد کہ جاسکتا ہے کہ عالم نبوت پر وہی خیال سے کتنا ملتا تر
سالم ہے۔ کیونکہ کئی اسامات تمام تر انسان کے خیال کو لے کر لے کر ہر وقت بد کرتے ہیں۔ اور یہاں نصرت کی
آیت یہ بتاتی ہے کہ جب اس کا خیال بھی نہ تھا تو وہی نازل ہوئی اور جب انسانی شوق و ودی ہو جاتا تھا قسمت
تک وہی کا ایک جہت بھی نہ تھی نہیں آیا۔

پھر حضرت خدیجہؓ جو نوحہ بڑی مہارت تھیں اور وہ تہذیب و ادب کے حالات کا بخیر و خوبی واقف تھیں
وہ اس واقعہ کو بھی کہ ایک لمحہ کے لیے بھی نہیں سمجھیں۔ نہ تو یہ یاد رکھا کہ وہی جرم و عسرین کے ساتھ نہیں

عَنْ تَرَاهُ قَالَ نَعَمْ فَقُلْتُ عَمَّا جَلَسَ عَلَى الْبَيْتِ لَمْ يَسْمَعْ لَمْ يَسْمَعْ فَقُلْتُ هَلْ تَرَاهُ قَالَ نَعَمْ
قَالَتْ خَيْرٌ نَحْوَهُ لَمْ يَسْمَعْ تَنْتَظِرُ خَيْرٌ لَمْ يَسْمَعْ هَلْ تَرَاهُ قَالَ لَا فَقُلْتُ هَذَا أَشَدُّ مِنْكَ
كُتُوبًا وَأَنْتَ مَا خَدَّ الشَّيْطَانُ شَرُّكَ كُنْتُ لَوَدِدْتُ أَنَّ نَبِيَّهَا أَصْلَى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رِوَايَةِ أَنَّهُ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ جَالِسًا مَعَ خَدِيجَةَ بِنْتِ الْوَدَّاءِ رَأَى خَدِيجَةَ
بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَمْ يَزَلْ يَقُولُ فَقَالَتْ خَدِيجَةُ أَذُنٌ مِنِّي فَقَالَتْ فَقَالَتْ أَشْرَاهُ
فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ فَقَالَتْ خَدِيجَةُ أَدْنَى رَأَيْتُكَ فَنَحْتِ وَرَبِّكَ فَخَفَعْنَ

میں نے پوچھا اب بھی آپ ان کو دیکھ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ پھر میں نے کہا اچھا اب آپ پر کون
ایسے بات برآ جائے آپ ادھر لڑکے بیٹھ گئے ہیں۔ پوچھا اب بھی آپ ان کو دیکھ رہے ہیں۔ فرمایا ہاں۔
حضرت خدیجہ فرماتی ہیں پھر میں نے اپنی اودھنی اتار کر (سرسنگ لگا کر کے) پوچھا اچھا اب بھی آپ ان کو
دیکھ رہے ہیں۔ فرمایا نہیں۔ میں نے کہا خدا کی قسم یہ تو خدا تعالیٰ کا بزرگ رفیق ہی ہے، خدا کی قسم یہ شیطان
نہیں جو سکتا ہے کہ ہر آپ کا سارا واقعہ نوحل سے بیان کیا (جو پہلے مذکور ہو چکا ہے)۔

دوسری روایت میں یہ واقعہ اس طرح مذکور ہے کہ حضرت خدیجہ بیان فرماتی ہیں ایک دن آپ
میرے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے دیکھا کہ ایک شخص زمین و آسمان کے درمیان نظر لڑا ہے جو نہ چڑھ
جاتا نہ نیچے ترکتا ہے (میں نے آپ کے فرمانے پر کہا) آپ ذرا میرے قریب آجائیں، آپ قریب آ گئے۔
انہوں نے پوچھا کیا اب بھی آپ ان کو دیکھ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ اس کے بعد حضرت خدیجہ
نے فرمایا اچھا اب آپ میرے گریبان میں سر ڈالیں یہ مجھے بتائیے کہ میں نے منہ ڈال لیا۔ پھر پوچھا کیسے کیا

کی تھی جیسا آپ بدت سے سرفراز ہو چکے تھے لیکن آپ کے حالات تو کچھ اتنا ہی ہے اس قسم کے تھے کہ جب عید سعید
شعبہ صمد کے واقعہ سے خائف ہو کر آپ کو آپ کی والدہ کی خدمت میں پہنچانے کے لیے انہیں تو انہوں نے تھیر
یہ کہ پھر یہ قسم تو امور پر امور کہ ان کو کچھ سے بچے گھر لے گئی تھیں کہ ان سے آج آج کیوں انہوں کو لے کر آ رہی ہو
عید پر کرنا واقعہ بیان فرمایا اس پر آپ کی والدہ کے جو کلمات ابن عباس سے اپنی سیرت میں نقل کیے ہیں وہ ہیں
قَالَتْ الْخَفَرَاتُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
قَالَتْ قُلْتُ نَعَمْ قَالَتْ كَلَّا وَاللَّهِ
مَا لَشَيْطَانٍ عَلَيْهِ مِنْ سَبِيلٍ وَ
أَنْ يَبْنِي لَهَا رَفْدًا كُنْتُ مَأْرُوفًا
حَلَّةً مِنْهُ لَا تَدْرِي كَوْنَهُ تَعَالَى
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مطابقت بڑی فرماتے۔

حقیقت یہ ہے کہ آپ کی ذات شریفیت ہی ایت سقاہت و عادت کی حامل تھی کہ وہ عظیمی نے بھی آپ کو رسول

ذٰلِكَ فَقَالَتْ حَتَّىٰ يَجِدَ لَكَ أَكْرَامًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا فَرَّغْتُ مِنْ بَيْتِي فَقَالَتْ
 حَتَّىٰ يَجِدَ أَكْرَامًا فَقَالَتْ فَلَا تَكْرِهِي لَوْ كَانَ شَيْطَانٌ مَا اسْتَعْنَيْتِي. شَدْ كَرَمَاتِ اسْلَامِهَا - رواه البخاري
 في دلائل النبوة والطبرانی فی المعادین الحافظ ابی نعیم - و ذکرہ ابن ہشام فی سیرتہ -

۹۴۷۔ بخاری میں منشی اللہ شہری خالی خرخرہ ابو طالب اے ابی الشام و خرخرہ معنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا
 تو مسلم بن اشیاخ میں قریشی ملکات آشر فدا علی التواہب ہذا نقلوا رجا لہم فخریہ الیہم
 التواہب و کانوا قبل ذلک یخربون بہ فلا یخربونہ الیہم ولا یکتفون قال فہم یخربون و یخلفون
 اب بھی آپ ان کو دیکھ رہے ہیں آپ نے فرمایا نہیں اب انہوں نے بدعت سے اپنا منہ پھیر لیا ہے حضرت
 عمرؓ نے فرمایا آپ کو ہدایت ہو یہ خدا تعالیٰ کا بزرگ فرشتہ ہے اگر شیطان ہوتا تو جلا یہ فرم کر کہا کرتا

و دلائل النبوة

۹۴۸۔ ابو موسیٰ اشجری بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ابو طالب ملک شام کے ارادہ سے نکلے رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس سفر میں ان کے ہمراہ تھے اور قریش کے کچھ لوگ بڑے لوگ بھی تھے جب یہ قافلہ
 ہجرہ کے پاس پہنچا چاروں وقت نصرا میں کا بڑا درویش تھا تو یہاں آگرا انہوں نے اپنے کھانے کھلی
 دیے اور اس سے قبل جب کہیں ان کا اس طرف سے گزر جاتا تو یہ درویش کہیں ان کے پاس نہ آتا اور
 نہ ان کی طرف کوئی توجہ کرتا اس مرتبہ خلافت معمول وہ عمل کروان کے پاس آیا لوگ ابھی اپنے کھانے

نہاں دیکھ کر نہت کے سامنے کھڑے ہو کر قریشیوں کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ اگر ضروری صلاحت لہذا دیکھ
 کر قبول فرمائیے تو کسی نبی کی خدمت میں بھی ہمارا دشمنی ہو چکی اس کے چوکس خداوند جل نے ان کی آنکھوں پر پٹی
 باندھ لی ہے اس کی ہر حق صداقت سے کیا فائدہ آئے گا۔

آپ نے دیکھا کہ تاریخ نہت کے جاننے والے یا آپ کی شخصیت کے مشاہدہ کرنے والوں میں سے کسی کے دل میں
 بھی یہ حسرت نہیں گزرتی کہ جو آپ دیکھتے یا سنتے ہیں یہ صورت آپ کے نفس ہی کے خیالات ہیں ان کا کوئی خارجی
 جو دانیس ہے۔

۹۴۹۔ تاریخ سے انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کل زعفرانیہ معلوم ہوتے ہیں جن میں اہل کتاب کے حکام کے ساتھ
 آپ کا جنگ ہوا ہے ایک جمیعہ ابابعدہ دوسرے سلیمان پہلا طرف کا اہل مغرب میں ہوا ہے۔ ہبتہ دوسرا
 طرف آپ کے عہد طلب کا ہے ان میں دوسرے میں کسی ثابت نہیں جو تاکہ آپ نے ان راہبوں سے کہیں
 تعالیٰ میں طاعت کی ہوجا جائیگا ان سے کوئی تعلیم حاصل کی کہ اس کے علاوہ آپ کا فضل و اہماد میں آج بھی
 کے ساتھ عروج ہے جس میں بہت سے عقائد پر دھاری گدین سے ملوثہ عقائد موجود ہے جس سے عبادت و خیر
 حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کا جو کون کر کے اس کا جا بجا نہ کیا ہے اور ان کے معاملہ میں اہل کتاب
 میں جو جملہ باتیں یقین تھیں ان میں شکیں ان کی تردید کی ہے پھر کہے ہیں کہ کیا ہاں کہنے کے کون اس عقائد کا
 تہہ ہے۔ وافرار اور اہل احکام کا ساتھ تو پہلے تو انہیں میں یہ قدرتی بہت کم ہے اور انصافی کے لئے خیال کے

فَقَالَ يَتْلُو هَٰذَا كِرَامًا مِّنْ خَشْيَتِكَ وَقَدْ اخَذَ بِرَبِّهِ رَسُولِي اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَنَعَمْ فَقَالَ هَٰذَا اسْتَيْدَ
 الْغَنَاءَ لِيَمِينَ هَٰذَا رَسُولُ رَبِّ الْعَالَمِينَ يَتْلُوهُ اللَّهُ رَحْمَةً بَلَدًا لِّدِينِ فَقَالَ لَنَا شَيْءٌ مِّنْ خَشْيَتِكَ
 مَا عَلِمْنَاكَ هَٰذَا قَالَ الْكُتُبُ مِمَّنْ أَشْرَفْتُمْ مِنَ الْعَقِيدَةِ تَقْرَأُونَ مَعَهُ وَلَا تَعْبُرُونَ إِلَّا خَرَسًا لِّجَدِّهِ وَلَا
 تَتَجَدَّدُونَ إِلَّا لِيَتَّبِعَ وَرَأَيْتُمْ أَفْرَافًا مِّنْ الْقَبْرِ وَأَسْفَلَ مِنْ شَيْءٍ مِّنْ كِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى

کہنے کی میں بخوشی نے یہ کافر کے درمیان گھس کر کچھ ٹوٹے لکھا یہاں تک کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہنے لگا کہ تجھے جس چراغہ جانوں کے موزاں میں آ رہا ہے جو سائے جانوں کے پروردگار
 کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو تمام جانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے اس پر فریش کے مشارک نے پوچھا
 تم کو یہ کیسے معلوم ہوا۔ اس نے کہا جب تم لوگ اس گھاٹی کے قریب پہنچے تو کوئی درخت ایسا نہ ہوا اور نہ
 کوئی چتر درختوں نہ ہو گیا اور جان و نباتات نبی کے علاوہ کسی اور کے لیے اس طرح سرنگوں نہیں ہوا کرتے
 اور ان کو تو جس ایک اور خاص علامت سے بھی پہچانتا ہوں مینی میری رحمت جو آپ کے شانہ کی باریک بینی

مطالعین توان کے یہاں مکان و حرم کا کوئی منظم باب ہی نہیں اس کے بدعات و جاری شریعت میں تفصیل کے
 ساتھ یہ اہل باب موجود ہیں وہ کسی شخص پر پوشیدہ نہیں ہیں۔ پھر فرماتے کہ یہ کتاب قرآن ہے جس کا حکم میں صمد
 نصاریٰ کے ساتھ علی احکام میں اختلاف ایک بنیادی مسئلہ ہے کیا خدا تعالیٰ تعزوت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ حکم
 کا سوا سزاوار استحقاق قرآن مجید ہے کہ استحقاق فرمایا کہ ان لوگوں کے ساتھ جو عمرانی اخلاق تھا اگر آپ شروع
 سے ہی بہت حد میں اس استحقاق نہ فرماتے تو بھی ایک بات تھی لیکن اس کی طرف استحقاق کو کہ پھر تشریف نہ گئے
 مگر اونا گوار ہیں کا موجب بنا اس کا ذکر خود قرآن خریف میں موجود ہے پھر شریعت اسلام کہ ہر دو چار حکمت
 کی شریعت نہیں۔ وہ کیسے قرآنی شخص تھے کہ فواد کا مجھو نہیں۔ اس تفصیل اور اس حق اور اس شریعت و بط
 کے ساتھ واقعات کا بیان فرمایا بلکہ وہ طاعت کا بھی بیان کر دیا جن کے مخلوق کو ذات عا عرش نظر آتی ہو کیا چن
 حکمت کی محبت کے تقرب حاصل ہو سکتا ہے پھر غریب تر حکمت ایسی ہے کہ قرآن کریم کو ذات کی طرح لکھا
 لکھا جائے اور آپ کی انشیں ساری دنیا کی ہر ضرورت کے مناسب آقا رہے۔ مگر توبہ کی تشریف اور کتب
 کی تشریف پھر وہ ذات ہی ہے آپ کی جویت کے موجب توحید کو اپنی اپنی صورت میں مجھو مجھو رکھا جاتا تھا ایک
 زاد میں ہی گئی صورتیں جدا جدا ہو گئی تھیں پھر مجھو مجھو ہی ان کی تشریف دیکھا ہی گیا کوئی شخص میں
 سوال کہ مناسب جواب اور بصورت پر مناسب مناسب احکام کا نزول ہو گیا کہ ہر حالت کا حکم کر سکتا ہو کہ ہر
 تقریباً چالیس سال قبل کسی کی تعلیم سے مرتب ہوئی تھی اور سب سے بڑھ کر رحمت یہ کہ میں کو اس داد کا اہل کہتا
 چلے آئے ہیں اس کی کوئی شہادت میں ہے یہاں اس کو تھو پر رحمت اس کے لوگوں کی غلطی اور غرضتوں قیاس
 از انہوں پر نہ ہو کر یہاں کوئی عقل کو نہ ہو کہ وہ مکتا ہے۔ وہی نسبت اور کوہ چست ہی کہتے ہیں اس ہاتھ میں
 کر کے کہنا ہے وہ رحمت سے آپ کی بیکار راہب سے ذات ثابت ہوئی ہے وہ اسی سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ہر راہ کے
 زاد تک میرا ہے جسے کہ ہر گزشتہ کو ہوں میں کی گئی تھی وہ آپ ہی کی ذات ہے چھ اگر وہ ان راہوں سے
 اس امر کی کوئی شہادت نہیں جی کہ انہوں نے ان کے حوت کا کوئی ٹکڑا نہ ہو گیا جو پھر دوسرے خبر کے شہادت

أَنَا قُلْتُ بَرَأَنِي شَيْئًا شَدِيدًا حَتَّى رَدَّهَ أَبُو طَالِبٍ وَرَدَّهَ! تَرَاهُمْ مِنَ الْكُفَّاءِ وَالزَّيْبِ وَبَعَثَ
مَعَهُ أَبُو بَكْرٍ بِلَالًا. قَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِضُهُ إِلَّا مِنْ هَذَا الرَّجُلِ
وَرِوَاةُ أَبِي هُرَيْرَةَ فِي كِتَابِ دَرَامَةِ الْغُبَةِ مِنْ حَدِيثِ الْعَبَّاسِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ خُوْدِهِ. وَقَالَ
الْعَبَّاسُ لَمْ يَحْدِثْ بِهِ عَنِّي بِهَذَا الْأَسْنَادِ غَيْرُ قُرَّةٍ وَمَعَهُ هَمِيْنٌ وَاحِدٌ مِنْ قُرَّةٍ عَنِ الْبَيْهَقِيِّ إِبْرَاهِيمَ
لَمْ يَحْدِثْ بِهَذَا الْأَسْنَادِ سِوَى هَؤُلَاءِ فَأَمَّا الْقِصَّةُ فَهِيَ عِنْدَ أَهْلِ الْمَغَارِ شَهْرَةٌ وَخَرَجَ
ابْنُ سَعْدٍ فِي الطَّبَقَاتِ أَيْضًا وَابْنُ شُعْرَبٍ كَمَا ذَكَرَهُ الْحَافِظُ ابْنُ تَيْمِيَّةٍ فِي الْمَجَالِبِ الْعَبِيَّةِ مَشْرُوحًا

میں۔ اس پر وہ آپ کی داپھی پر برا بھلا کرتے رہے یہاں تک کہ ابوطالب نے آپ کو کہہ کر وہاں سے
کر دیا اور رخصت کے وقت وہ پیش صاحب کے آپ کے ساتھ لڑا۔ اس کے لیے کچھ رزق کا تیل مانگا چاہا
تیسرے تیس لہجہ پر گونے بلال کو آپ کے ساتھ بھیج دیا۔ ترمذی وغیرہ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی
سند بھی ہے اگر ہم اس کا راوی تسلیم کریں۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے سب راوی ثقہ ہیں اور
اس میں کوئی جملہ کے سوا کوئی بات مستحسن نہیں ہے۔ بقا ہر ابو بکر کا بلال کو آپ کے ہمراہ بھیجا کسی اور طرح کا
واقعہ تھا کسی راوی کو وہم ہو گیا ہے اور اس نے اس کو اس قصہ کے ساتھ لگا دیا ہے۔

انہ یسکون ان یخولوا انہ یخولوا انہ یخولوا من بعد قسیم فانہ یخولوا دنیا غیر ممکن تھا۔

(الحباب المہم ہوتا)

یہ بحث ابھی نہیں کہ قرآنی نظم اور اس کا اسلوب بیان آپ کی چالیس سالہ عمر و آپ کی بے لوث صداقت کی
زندگی میں کیا اس لیے کہ کوئی کوئی شخص اس کی کوئی بات نہیں کہہ سکتا بلکہ اس کے ہر کلمہ کو یہ بھی کہنا
پڑتا ہے کہ وہی اور فرمایا :-

لَقَدْ فُتِنْتُ لَمَّا كَرِهَ اللَّهُ لِعِزَّتِي مَنَاسِكِي وَتَوَلَّى عَنِّي بَنِي
مُكَلَّمِي

ہر حال اگر صحیح فرض کریں ایک نہیں ایک ہزار اور ان کی طاقات بھی آپ کے ساتھ نہایت ہی قوی ہونے والی تھیں
یہ دنیا پر انہوں کی خاطر ہو کہ اس سے دشمن نہیں کر سکتے اور ہم کو کہہ چاہیے بلکہ اس کے ہر کلمہ کو یہ بھی کہنا
چاہیے کہ اس کی وجہ سے آپ کی طاقات ثابت ہو گئیں اور اس نے علم یا انصاف کی راہ سے آپ کے دشمن کیا
کیا راستہ ظاہر ہے کہ یہ کہ تواریخ و کتب میں اس کی حالت تھی اور اگر آپ کے ارے میں ان کی وجہ سے ہم کو کہنا
سید شہادت علی کی قرآن میں شہادت ہو گئی اور اگر وہ آپ کے خلاف شہادت دیتے ہیں تو اس سے مرعوب ہونے
کی کوئی وجہ نہیں۔ کیونکہ ان کے خلاف وہ جسے پس خود اس کی شہادت ہو جیسا کہ جس پر وہ ایمان رکھتے تھے وہی
کوئی نہیں۔ قرآن کریم نے ان کی آیتوں میں اس کے مستحقین کے سامنے اپنی کتاب کی شہادت رکھی ہے

أَوْ تَرَىٰ كَيْفَ أَتَىٰ لُغْمَةَ الْعُقَدَاءِ كَيْفَ أُنْزِلَتْ فِيهِمْ كَيْفَ كُنْزِي أَسْرَابِلَ كَيْفَ

اس کی خبر رکھتے ہیں۔

تَفَنُّنَ اسْمِ بَشِيرٍ وَالْمَعْرُومِ

قُلْ كَلِمًا بِأَمَلٍ لِّشَيْءٍ أَتَىٰ فِيهِمْ كَيْفَ كُنْزِي أَسْرَابِلَ كَيْفَ كُنْزِي أَسْرَابِلَ كَيْفَ كُنْزِي

انهم من سادات العصاة فان ابا موسى الاشعري انما قدم في سنة خيرة سنة سبع من الهجرة
... . وفعله تلقاه من النبي صلى الله عليه وسلم فيكون بالعلم ومن بعض كبار الصحابة وكان
هذا مشهورا وقد كثر الخدم من حريق الاستغاضة. الثاني ان الغمامة لم تكن كوفي حديث صحيح
من خلقها وانكثرت قوله وبعت معاوية بكر بلا لآ. ثم ذكر مسيب بن الوداعي وابن سعد وقال عند
ذكر قصة مجير الراعي وقد ورد له الموافق ابن عساكر شواهد وساقطات في ترجمة مجير او
لم يورد واياه الترمذي وهذا العجب قال الحافظ ابن حجر في الإصابة الحديث وجاءت لفظة و
نيس فيه مكرسوى هذا المفظ وبعت معاوية بكر بلا لا مفصل على انها مدرجة فيه مقطوعة من

اس حدیث کا ایک نسخہ تو یہ تھا۔ کہنے اب ہم آپ کو اس روایت کا ترجمہ شروع بھی دکھائیں اور وہ اس کا خلاصہ
ترجمہ ہے۔ اس روایت میں دو حصے الی دی کی زبان سے کتب کی بیعت کی شہادت پر جبکہ ابھی آپ کی عمر دس بارہ
سال کی ہی تھی کہ اور ابھی بعض کتب و تفہیم سے نہیں گذرے ان علامات کی بنا پر یہ کہ جو اب کتاب کے نزدیک انبیاء علیہم
السلام کے سوا کسی دوسرے شخص میں پائی نہیں جاتیں۔ انہی کے ساتھ اس میں وہ خاص عبارت بھی ہے جو کتب سابقہ
میں خاص میدانِ اعلیٰ اور رحمتِ اعلیٰ کے لیے بیان کی گئی تھی مبینہ طور پر اس سے بعد اس واقعہ میں چند
اُمّیں وقتی علامات اور خصوصیات خاصہ بھی مرقوم کی تھیں تذکرہ ہے جو آسانی شخصیت بارزہ کے ساتھ وحی نظر آنے لگی تھی
یعنی درختوں اور پتھروں کا سمجھ کرنا۔ ظاہر ہے کہ جس نبی کے مبعوث میں علامات کا سمجھنا پتھروں کا سمجھنا کلامِ کزادہ اس
کے دست مبارک میں انگلیوں کا تسبیح چرخنا اور اس کے حکم سے گھومنے کے خوشہ کا اُتارنا اور جس کے حکم سے دو
درختوں کا اگر باہم لگانا اور پھر اس کے حکم سے جدا کرنا اپنی جگہ جا کر کھڑے ہو جانا مستندہ طور پر اس سے ثابت ہے کہ
انسانی بات پر یہی تعجب کیا جاسکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ درخت کی شاخوں کا جھک جانا یا بادل کا امرازی دی کے تحت
صورت ایک واقعہ جس آپ کے ساتھ حرکت کرنا ان امور میں سے نہیں جو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ہوتے ہیں
موجب حیرت ہیں۔ آخر اسی نبی اور اولوالعزم و علیہ السلام علیہ وسلم کے بعد نہیں اور غالب ہے کہ شاہی تو کبیلہ
تاکتہ اندھ سے بے پھر کیا ہی رسول کی دعا پر بار بار بادل سے پانی بارش کے بدلے نہیں کھول دینے کا یہی پھر
اسی رسول کی اگلی کے اشارہ پر بارش سے حد پر ظہیر کی گئی کو صبر و کوششوں اور سادوں کا کڑخ نہیں کر لیا ہی ہے
جس کے اشارہ پر پانچہ دو گھوڑے جو سنا ہے اس کے اشارہ پر بادلوں کی اتنی حرکت کیا پیدا ہوئی چاہتے۔ چھوڑ دینے
تین سو نامی اور سارے پر بادلوں کا سایہ گھٹا رہا قرآن کریم میں جو صبر و کوشش کے ایک نمونہ ہے کہ آپ پر
سایہ کرنا کو نبی بیرون ارضی اس بات میں چاہتے مگر ظہیر میں اس سرود میں وہ کچھ ایسی ایک واقعہ میں نہیں صورت
مطابق کا ساداب ہی مان کی ادوی عقل کے لیے ایک پھانچا ہے اسے ومن لم یصل الذین یؤمنون الذین یؤمنون
اب۔ اس حدیث کا اسنادی فرقہ اس پر بھی پہنچا کے عارضہ میں فقر شاہ کا دم کی چٹکی ہیں۔ پہلے تو یکا نام فرقہ
یعنی ایک خاص حدیث میں جو کبھی مشفق علیہ نہیں نے جب اس حدیث کو مستند ان لیا ہے اور حافظ ابن کثیر نے
شخص نے نصاریٰ کے عقائد پر اس کو بطور غارت پر کھیلے تو اب اس میں جس کی کوئی غلط فہمی نہ ہو
جو صرف کتب و رجال سے آؤ اٹھا کر خاص میں کے اقوال بعض کتب اور ذیل بعض کا ذکر نہ کرنا انصاف نہیں ہے
کہن میں جانتا کہ وہ اسے سمجھیں کہ حدیث میں نالی نہیں ہیں۔ ان کے رجال پر کچھ کس کس کو مر گیا ہے اور کس

حدیث آخر وہاں سے لحد روانہ کیا، انی المصفا نص بدلت ع ۱۱، و ذکرہ ابن الاثیر فی تہجد التہجدیۃ
وقال راوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل البعث وامن بسنة كره ابن منداه وابو نعیم
فی الصحیحة، وھذا فی تاریخ الخلفاء ایضاً ع ۱۱، وحق ابن حجر فی المصابرة تحت تذكرة
ورقة صاحبنا، نہ مضی ان يكون حال ورقة و جبراء سواء، واما الغرض فقد ضعف الحدیث
لكن قال المحقق الحلبي فی سيرته و لاجل هذا الوهم راوی لما خیر من ذکر ابی بکر و ملائ
قال الذہبی فی الحدیث اظہر موضوعاً ثم نقل عن المناقب الذہبی اظہر و جبر و جبر و جبر و جبر
منہا و هذا قصۃ اخرى فی سفر الی الشام ثانیاً مع سيرة و فیها ملاحاة سم ضطها الراسب
بمثل جبراء و قد اضطها صاحب السيرة الحلبيہ بإلھاماً و ما علیہا، و اعلم ان جبراء و جبراء
مضطر كما اضطها صاحب القاموس و غیرہ

۹۶۵۔ غزوہ تبوک میں غازی خان سے لڑنے کے لئے آئے تھے، اس کے بعد اس نے اپنے حشاش

۹۶۵۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ خود سلطان قاضی کی زبان سے سننے سے وہ بیان کرے
میں نے کہا، اصحاب کے ایک گروہ میں ایک پانی ضرب کا آدمی تھا اور میرے والدین کے گاؤں کے سوار
تھے، میں ان کو بہت پیارا تھا، اس لیے انہوں نے لڑائیوں کی طرح گھر کے اندر نہ کر کے میری پرورش کی تھی
میں جو سیت کی عبادت میں ہر وقت لگا رہا کرتا، یہاں تک کہ آگ کے اس نگران کی طرح بن گیا، صاحب
ہر وقت اس کو دشمن رکھتا ہے اور ایک لمحہ کے لیے بھی گل ہونے نہیں دیتا، میرے والد کی مرضی میں
ایسا ہوا کہ وہ ایک دن کسی تعمیری کام میں لگے گئے اور مجھ سے فرمایا غزوہ غزوہ میں اس کام میں لگ
گیا ہوں اس لیے آج زمین پر نہیں جا سکتا تم ڈرنا جا کر اس کو کہہ دو کہ میرے والد ان کا بیٹا تھا مجھ کو
بتا دو اور تاکہ سے کہ دیا کہ میرے پاس کہے میں دیر نہ لگاؤ، اگر تم نے دیر کی تو یہاں تک کہ زمین سے زیادہ
تمہاری فکر ہو جائیگی اور میں یہاں کسی کام کا بھی نہ رہتا ہوں۔ یہ کہتے ہیں گھر سے نکلے وقت تو میرا والد اسی
زمین پر جاتے کا تھا جس کے لیے انہوں نے مجھ کو بھیجا تھا لیکن درمیان میں نصاریٰ کے گروہوں میں تو ایک
گروہ سے میرا گھر میں سے اداں ان کی کچھ آوازیں سنیں وہ منافقین اور کدوے تھے۔ چکر کر والد نے مجھے

۹۶۸۔ کہہ دیا کہ تمہاری کسی خاص واقعہ کی بنا پر اس وقت مجھے نہیں ملے، اس کو تو حال تک کا عقد کر دیا، مگر جو لوگ اس
میں کا کچھ بھی جانتے تھے، ان کے نزدیک اس کا بھی ایک سبب ہے۔ کہ میرا والد کا حکم تھا کہ ہم کہتے ہیں، کہ
ان شخصیت کے روپے ہر بائیس چاند اور مذکورہ بالا کہار محمد بن علی بن ابی طالب، اس حدیث کو روایں سے
کریں، کرنی معاذ نہیں سمجھتے۔

۹۶۸۔ سلطان غازی کی شخصیت ایک عظیم تاریخی شخصیت پر نہ صرف حق کی تلاش کی جو شہید اللہ تعالیٰ نے اس کے

[illegible]

اَنَّهُمْ هَذَا قَالُوا وَتَكُنْتُمْ خَشْيَةَ كَمَا مَثَلِي بِمَعْقُولَةٍ وَتَكُنْتُمْ كَذَلِكَ تَوَكَّلُوا بِأَفْزَاكَ فَلَقْنَا خَضِرَ مَثَلِي قَدْ يَتَا
 اس کے بھی کر لیا تھا اور سیکسوں کو کچھ نہ دیتا تھا۔ انوں نے کہا کہ کو یہ کیسے منور ہوا۔ میں نے کہا میں تم کو اس کے
 التزام کا پتہ نہ دیتا ہوں۔ انوں نے کہا اچھا جانا چن چن وہ جگہیں سے ان کو کوکائی۔ انوں نے سوئے، اور پانی
 اسے چھڑے کے ساتھ لٹکے اور ست پرانے کے۔ جب انوں نے یہ اجزا دیکھا تو کہا ہم ایسے شخص کو ہرگز نہیں
 انہیں کر سکتے۔ اس کو مونی پر شکایا اور تحریک سے شکسا رکھا۔ دوسرا آدمی جاکر اس کی جگہ تبدیل دیا۔ اسحاق
 اکتے ہیں میں نے اس آدمی سے بڑھ کر کوئی شخص جو نوحہ ملا نہ کیا پانچ دینے سے ہے۔ غیبت اور آخرت کا طالب
 دور روز و شب عبادت میں مستغول ہو رہا تھا۔ لہذا مجھے اس سے اتنی محبت ہو گئی کہ اس سے پہلے دنیا کی
 کسی چیز سے نہ تھی۔ میں اس کے پاس ایک مدت تک ٹھہرا۔ پھر جب اس کی وفات کا وقت قریب آیا تو میں نے
 اس سے عرض کیا میں اتنی مدت آپ کی خدمت میں رہا اور آپ سے اتنی محبت رکھتا ہوں کہ اس سے قبل
 دنیا کی کسی چیز سے کچھ کو اتنی محبت نہیں ہوئی۔ اب آپ دیکھتے ہیں کہ آپ کے پاس پیغام اجل آپ پہنچا ہر تو آپ
 مجھے کسی سے سپرد کر کے جاتے ہیں اور میرے لیے آئندہ اب کیا حکم ہے۔ انوں نے فرمایا فرزند عزیز خدا کی قسم
 میرے علم میں اب کوئی شخص نہیں ہے جو صحیح طور پر اس دین پر قائم رہا جو میں پرکھ رہا تھا۔ لوگ تباہ و برباد ہو چکے
 ہیں اور میں دین پر پہلے تھے۔ اس کو اکثر مدد مل کر چکے ہیں اس مصل میں ایک شخص ہے جس کا نام غلام
 ہے۔ وہ شخص اسی دین پر ہے جس میں میں ہوں۔ اس کے پاس پہلے جانا۔ یہ کہتے ہیں جب ان کی وفات ہو گئی
 اور دفن ہو چکے تو میں ان مصل وصل دے پاؤں کے پاس چلا گیا۔ میں نے ان سے کہلائے غلام مجھ کو غلام پاؤں
 سے نہرتے وقت یہ وصیت کی تھی کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں اور یہ بتایا تھا کہ آپ ان ہی کے دین
 پر پورے پورے قائم نہیں۔ انوں نے فرمایا اچھا تو میرے پاس فیہم کو دے میں نے ان کے پاس قیام کیا۔ اور میں نے
 ان کو بھی بہت نیک شخص پایا۔ میں دین پر ان کے پہنے فریق تھے یہ بھی اسی پر تھے۔ ابھی کچھ مدت نہ ہوئی تھی ان
 کی بھی وفات کا وقت گیا تو میں نے ان سے عرض کیا۔ سہ غلام مجھ کو غلام پاؤں کے پاس کے لیے وصیت کی تھی
 اور یہ حکم دیا تھا کہ آپ کے پاس حاضر ہو جاؤں اب میرا آپ دیکھ رہے ہیں آپ کے پاس بھی حکم رہی آپ کے گھر
 آپ مجھ کی وصیت فرماتے ہیں اور میرے لیے کیا حکم دیتے ہیں۔ انوں نے فرمایا خدا اس دین پر جس پر
 کہ خود قائم ہوں آج ایک شخص کے سو کہیں اور کہیں جانا وہ شخص نصیب میں جس ان کا نام غلام ہے کہ تم ان کے
 پاس پہنچے جانا۔ جب ان کا انتقال ہو گیا اور دفن ہو چکے تو میں ان نصیب دے شخص کے پاس چلا گیا اور اپنا
 قصہ عرض کیا اور دوسرے بزرگ جو پہلے تھے چکے تھے وہ سب سزاں کیا۔ انوں نے کہا اچھا میرے پاس حضور
 سے آپ پانچ روزہ فرمیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہتے کہ اس میں کتاب علم کے درمیان کس درجہ شہرت اور

[illegible]

[illegible]

فَاَتَتْهُ فِي الْغُلِيِّ الرَّجُلُ بِقَلْبَيْنِ وَدِيَّةٍ وَالرَّجُلُ بِمِثْلِهِمْ وَدِيَّةٍ وَالرَّجُلُ بِمِثْلِهِمْ وَدِيَّةٍ
وَالرَّجُلُ بِمِثْلِهِمْ وَدِيَّةٍ وَالرَّجُلُ بِمِثْلِهِمْ وَدِيَّةٍ وَالرَّجُلُ بِمِثْلِهِمْ وَدِيَّةٍ وَالرَّجُلُ بِمِثْلِهِمْ وَدِيَّةٍ
اِنَّهُ مَوْلَى اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا هَبَّ يَاسْكُلَانِ فَقَعَزَ لَهُ اَوْ اِذَا اَمْرُ عَتِ قَاتِلِيْنِ كُنْتُ اَنَا اَمْرُهُمَا يَبْرِي
قَالَ لَقَعَزْتُ وَاعْتَانِي اَخِي اَبْنُ عَتِي اَوْ اَخْرَاجْتُ جَلْدَهُ اَوْ اَخْبَرْتُهُ فَعَزَّ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مَبْعِيْنِ اَيْضًا فَهَلَكْتُ مَعَهُ رُبَّ اَلْبَيْتِ الرَّوْعِيِّ وَفِي مَقْعَدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدِي وَخَشِي
اِذَا خَرَجْتُ اَخْرَاجُهُ اَلَّذِي فِي مَقْعَدِ سُلَيْمَانَ يَدِي وَنَاثَا نَتَّ سَهْقًا وَدِيَّةً وَاجِدَ عَادَ بَيْتُ الْعَقْلِ وَبَنِي شَلَقَ
اَلْمَالُ اَلَّذِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْلِكُ بِصَفِيَّةٍ اَلَّذِي تَاجِدُ مِنْ ذَهَبٍ مِنْ بَحْرِ التَّكْوِيْنِ
اَلَّذِي تَافَعَزَ اَلْعَادِيْنِ اَلْمَلِكُ رُبَّ قَاتِلٍ قَدْ عِيْثُ لَكَ قَالَ خُذْ هَذَا وَاقُوْا وَشَا اَعْلَيْكَ يَاسْكُلَانِ
قَالَ قُلْتُ وَاقُوْا فَعَزَّ هَذَا مَعًا اَعُوْا يَاسْكُلَانِ اَللَّهُ تَعَالَى خُذْ مَا قَاتَلَهُ تَوَكُّوْا بِمَا اَعْلَيْكَ وَكَانَ

خیر و سلم نے اپنے صحابہ کو ترغیب دی کہ تم لوگ اپنے بھائی سلطان کی امداد کرو۔ چنانچہ انھوں نے میری مدد کی کسی شخص
تیس چار دس کھجوروں کے دیئے اور کسی نے جس کسی نے چندہ اور کسی نے دس غرض ہر شخص نے اپنی اپنی
وسعت کے مطابق میری امداد کی یہاں تک کہ میرے پاس تین سو پودے جمع ہو گئے۔ اس کے بعد آپ نے
مجھ سے فرمایا جاؤ سلطان اب جا کر ان گڑھوں کا انتظام کرو اور جب اُس سے فارغ ہو جاؤ تو میرے پاس
آنا تاکہ میں خود اپنے ہاتھ سے پودے نصب کروں۔ چنانچہ میں گیا اور گڑھ سے خود بھی کھودے اور میرے صاحب
نے بھی ان میں میری امداد کی یہاں تک کہ جب میں کھود کر فارغ ہو گیا تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا
اور آپ کو اطلاع دی کہ آپ میرے ساتھ وہاں تشریف لے گئے۔ ہم آپ کے سامنے ایک ایک پودہ پیش
کرتے جاتے اور آپ اس کو اپنے دست مبارک سے نصب کرتے جاتے یہاں تک کہ ہم سب کو نصب کر کے
فارغ ہو گئے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں ہلمان کی جان ہے کہ ان پودوں میں ایک پودا بھی ایسا
نہ تھا جو مرا ہو یا اس کے بعد وہ بارگھئی سال پہل سے تیار اور میں نے اس کو اپنے انک کے حوالہ کر پا۔
اب میرے ذمہ صرف فقہ کی قسطا تھی رہ گئی۔ اتفاقاً ایسا ہو اگر کسی کان میں سے آپ کے پاس مرغی کے آنگے
کے برابر کچھ سونا آیا تو آپ نے فرمایا وہ فارسی ملکاتہ کو دھریا۔ اس پر میں بے گناہ گیا۔ آپ نے فرمایا سلطان! لو
اس کو لے لو اور جو قرض خیر ہے اس کو ادا کرو۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ میرے قرض کے مقابلہ میں
اتنا سامان پہل کیا گا تھی کہ اگر آپ نے ارشاد فرمایا۔ اس کے لئے عوا و اللہ تعالیٰ اسی سے تدارک سب قرض لو

اگر دیکھئے۔

حضرت علیؓ نے حضرت علیؓ کی خدمت میں ایک کتاب اور پودے لائے اس کے پاس تو ان حضرات
کے مطابق آپ کی ضرورت پر کچھ بھی موجود نہیں تھا کہ امام بخاری نے اپنی تاریخ میں حضرت جبریلؑ سے نقل کیا ہے کہ اس کو کچھ

فَأَخَذَ نَحْنُ قُوْنَتُ لَحْمٍ مِنْهَا، الَّذِي نَحْنُ سُلْطَانُ بَيْتِي وَأَرْضِيْعِي أَفْزِيْعِي وَأَوْبِيْعِي، ثُمَّ حَقَّقَهُ عَنِّي
سُلْطَانُ شَيْخِي هَدِيَتْ سَبْعَ رَمُوزٍ بِاللُّغَةِ عَلَى عِلِّيَّهِ وَسَلَّمَ الْخَلْدُوقُ خَيْرًا أَمَّا لَمْ يَخْلُقْ مَعَهُ مَشْفِقًا
رِوَاةُ مُحَمَّدِ بْنِ مُحَمَّدٍ وَنَحْوُ كَرُوْمٍ وَبِالْبَدِيْعِي فِي كِتَابِهِ دَلَائِلُ النُّبُوَّةِ قَالَ الْخَوَافِزْمِيُّ بَيْنَ كَثِيرٍ مِنْ طُرُقِ مُحَمَّدِ
بْنِ الْحَوَافِزِ أَقْرَى اسْتِدْلَالًا وَحَسَنَ اخْتِصَاصًا إِلَى وَأَمْرِهِاءُ الْبَهْدَاذِي فِي صَحِيحِهِ عَنْ سُلْطَانِ أَمْرِهِاءُ
بِسَبْعَةِ عَشَرَ مِنْ رُبِّ دَلِيلٍ وَبِأَيِّ مَعْلُومٍ وَمَرَّتْ إِلَى مَثَلِهِ وَأَلْفَهُ تَعَالَى أَعْلَى قَائِلُ السُّبْحِ رَوَاهُ
ثَلَاثُونَ سَبِيحًا مِنْ سَبِيحِ إِلَى سَبِيحٍ وَأَلْفَهُ أَهْلُهُمْ وَكَذَلِكَ اسْتَفْهَى قِصَّةَ إِسْلَامِهِ الْخَوَافِزْمِيُّ بِعِيَمٍ
فِي الدَّلَائِلِ وَأَوْرَدَ لَهَا مَسَائِدِي وَالْفَوَاقِدُ كَثِيرَةٌ وَفَرَحَ حَزَنًا مِنْ الْقِصَّةِ رَوَاهُ الْإِخْتِصَاصُ وَفَتْحُهُ
٤٤٩ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَقَّقْتُ عِيَاذَةً مِنَ الْفُتُوْرِيَّةِ مَا إِلَى الْبَيْتِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ أَلْفَا
بِأَرْمُوزٍ مِنَ اللَّهِ حَقَّقَ نَحْنُ عَنْ جِلَالِ لِسَانِكَ عَمَّا لَا يَنْفَعُهَا إِلَّا نَحْنُ فَقَالَ سُلْطَانُ عِيَاذَتُنَا وَكَذَلِكَ

کراؤ گا میں نے اُس کو لے لیا اور روزانہ کر کے چائیس اوقیہ اور کر دیے۔ اس قذات کی قسم جس کے قبضہ میں مسلمان کی جان ہے، میں نے کسی صوفی سے اُس کا سبب پوچھا اور کیا اور یہ سلطان آغا اور چوکیا، اور میں اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ خندق میں شریک ہوا اور پھر کوئی طرزہ ایسا نہ تھا جس میں میں شریک نہ رہا ہوں۔ (دلائل النبوة از سیوطی، حاکم وغیرہ)

۹۷۹- ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن یہود کی ایک جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور مولیٰ رسول اللہؐ ہم کو چند باتوں کا جواب دیجیے جو ہم آپ سے ابگلوں پوچھنے دے لیں، ان کو نبی کے سوا اور کوئی شخص نہیں جانتا۔ آپ نے فرمایا: جو دل چاہے شوق سے پوچھ۔

[illegible][illegible]

يَتَجَلَّوْا لِي وَشَهِدَ اللَّهُ وَمَا أَخَذَ يَفْقَهُونَ عَلَى نَبِيِّهِ إِنَّ الْأَحَدَ لَشَكُّهُ لِي لِي وَتَعْلَمُونَ مَدَقَّ حَالَتِي عَلَى
عَلَى الْإِسْلَامِ. مَا أَوَدَّكَ ذَلِكَ قَالَ فَسَلَوْنِي وَمَا شِئْتُمْ فَأَنَا الْخَيْرُ نَاعَنْ كَوْنِي خَلَالِ لَعْنَةِ النَّاسِ
مَا عَلَّامَ نَدِي حَرَّمَ وَنَزَّاهِينَ عَلَى تَعْلِيمٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ تُنْزَلَ الشُّوْبَا وَأَعْرِضُوا عَنْ مَا كَرِهَ الرَّجُلُ كَيْفَ
يَكُونُ أَلَا كَرِهْتُمْ مَعْتَقِي يَكُونُونَ ذِكْرًا وَكَلَفَ يَكُونُ أَهْلًا حَتَّى يَكُونُوا نَفْسِي وَمَخْذُوكَ لَعْنَتِ هَذَا الشَّيْءِ
الَّذِي فِي الشُّوْبَا وَمَنْ وَنَبِيٍّ مِنَ الْمَلَائِكَةِ قَالَ فَهَلْ كَرِهْتُمْ عَمْدَ اللَّهِ وَوَفَاكَ لِي أَنْ أَخَذَ شَكُّكَ
لَتَشْتَبَهُونِي مَا عَظُمَ مَا شَاءَ مِنْ عَمْدٍ وَمِثْلَ مَا كَانَ أَشَدُّ لِي طَوِيلَ الدَّيْنِ أَنْزَلَ الشُّوْبَا عَلَى مَعْنَى
هَلْ تَعْلَمُونَ أَنَّ الشُّوْبَا مِنْ مَرْمِزٍ أَشَدُّ يَدَا طَائِلٍ سَلَمَةٍ فِيهِ فَتَدْرِي لَكَ الْوَلَدُ قَبْلَهُ
إِنَّهُ مِنْ سَلَمَةٍ فَتَعْرِضُ مِنْ أَحَبِّ الشُّرَاطِ يَنْبَغِي وَتَحْتَاطُّهُ يَنْبَغِي وَكَانَ أَحَبُّ الشُّرَاطِ إِلَيَّ الْبَنَاتِ
الْوَلَدِ وَأَحَبُّ الشُّرَاطِ إِلَيَّ الْبَنَاتِ الْوَلَدِ. مَا كَرِهْتُمْ لَعْنَةُ النَّاسِ لَعْنَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

لیکن اگر میں ایسا جواب دے تو جس کی صداقت کا تم بھی اعتراف کرو تو مجھے اس بات کا عہد کر دو کہ اسلام قبول کرو گے اور اس بات کا بھی عہد کر دو کہ عہد یعقوب علیہ السلام سے اپنی اولاد سے یہاں میں خاندانی الی عبادت میں کسی کو شریک نہ رکھو گے۔ انہوں نے کہ منظور ہے اس کے بعد آپ نے فرمایا اب جو تمہاری امرونی ہے مجھے ہے وہ مجھ کو ہے ہم کو آپ چار باتیں بتا دیجیے۔ پہلی یہ کہ قورات کے نزول سے قبل وہ کھانا کیا تھا جو امر اہل علیہ السلام سے اپنے دیر حرام کر لیا تھا۔ دوم یہ بتائے کہ مہلک کبھی سے جب لڑکا جلتے تو کیسے جلتا ہے اور عورت کی کبھی سے جب بڑی بنت بنت تو کیسے بنتی ہے۔ تیسرے یہ بات بتائیے کہ قورات میں اس نبی کی کیا علامت بیان کی گئی ہے، چوتھی یہ کہ فرشتوں میں سے کون فرشتہ ان کا رفیق کار مقرر کیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا مجھ سے اللہ تعالیٰ کے نام پر یہ عہد کر دو کہ اگر میں ان کا جواب دے دوں تو تم لوگ اسلام قبول کرے ہو میرا کہا ان لوگوں۔ اس پر انہوں نے خوب اپنے چہرے کے عہد کیے اس کے بعد آپ نے فرمایا اچھا میں اس خدا تعالیٰ کی تم کو قسم دیتا ہوں جس نے موسیٰ علیہ السلام پر قورات نازل فرمائی تھیں اچھا کیا تم نہیں جانتے کہ اسرائیل جب سخت پر زہر سے اور ان کی غلامت بہت طویل ہو گئی تو انہوں نے یہ سنت مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے مجھے بیماری سے صحت بخشی تو مجھے کھانے پینے کی چیزیں ہیں سب سے زیادہ پسند ہوگی میں اس کو کچھ ڈرو نہ کھا اور واقعہ یہ تھا کہ مجھے کبھی کبھی اس کا دودھ اور کھانے کی چیزیں ہیں اوشت کا گوشت ان کو بہت پسند تھا لہذا صحت کے بعد انہوں نے اپنی سنت کے مطابق ان کا استعمال ترک فرما دیا تھا انہوں نے دیر جواب میں کہ کہا ہے اللہ شیک میں بات ہے آپ نے

۹۷۹۔ یہاں یہ بحث کرتی کہ ان امور کا علم خدا میں نہ تھے ہر گز کہ یہ یا سبب یا نکل فرشتوں میں تھا یا عہد

اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ عَلَيَّ مُحَمَّدًا مَا تَشَدُّدُ كُفْرًا بِاللهِ الَّذِي كَلَّمَكَ الْاَكْثَرُ الَّذِي عَنِ النَّاسِ اَلْمُتَوَرَاتِ عَلَى مُؤْمِنِي
 مِنْ تَعْلَمُونَ اَنَّا مَاءُ الرَّجُلِ غَيْظُ آبِجٍ وَاَنَّا مَاءُ الْمَرْءِ وَطَبِخُ اَصْفَرٍ وَاَنَّا مَاءُ عَلَاكَانِ الرَّكْبِ
 وَنَاشِئَةُ لَمْدٍ بِاَذْنِ اللهِ وَاَنَّا اَللّٰهُمَّ تَعَمَّرَ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ قَالَ اَتَشَدُّ كُفْرًا بِاللهِ الَّذِي كَلَّمَكَ
 وَتَعَمَّرَ اَلْقَوْلُ الْمُتَوَرَاتِ عَلَى مُؤْمِنِي مِنْ تَعْلَمُونَ اَنَّا هَذَا الشَّيْءُ مَا اَمَّ عِشَاءَ وَرَدَ يَتَامَ مَقْلَبُهُ
 قَالَ اَللّٰهُمَّ تَعَمَّرَ قَالَ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ اَتَشَدُّ الْاَنَ حَدِّثْنَا عَنْ وَبَيَّكَ مِنَ الْمَلَكِ فَكَيْتَ نَعْمًا
 اَلْحَبْلُ اَوْ نَعَارِ عَنكَ قَالَ وَنَحْنُ جَبْرِتَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَكَرْتَبْتِ اللهُ شَيْئًا قَطْرًا اَلَا وَهُوَ رَيْسُ
 اَلْاَكْمَرِ اَقْبَلْتُمْ حَافَا اَقْبَلْتُمْ وَكَوْكَانَ غَيْرُهُ اَوْ تَبَعَاكَ وَصَلَّ اَمَّا كَ قَالَ فَمَا يَسْتَعْمَلُونَ اَنَّا تَعَمَّرَ قَوْلًا
 قَالَ اَللّٰهُمَّ تَعَمَّرَ نَحْنُ مِنَ الْمَلَكِ فَكَيْتَ مَا تَشَدُّدُ كُفْرًا بِاللهِ تَعَمَّرَ وَجَلَّ مَقْلَبُ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِيُغَيِّرَ لَكَ مَنَاقِدَهُ
 مُرَكَّبَةٌ عَنْ قَلْبِي يَا ذَا الْعَرْشِ

فرمایا الہی تو ہی اس پر گواہ رہ۔ پھر آپ نے فرمایا میں تم کو اس خدا کی ذات کی قسم دیتا ہوں جس کے سوا کوئی
 معبود نہیں۔ جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل فرمائی کیا تم یہ نہیں جانتے کہ میں کسی نبی سفید رنگ
 اور گامی ہوں ہے اور عورت کی درد کو رہی اور ان میں جو غالب رہتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے پڑوسی
 کے مشابہ پیدا ہوتا ہے۔ وہ بولے اے اللہ بیشک یہی بات ہے۔ آپ نے فرمایا اے اللہ بھی اس پر گواہ رہ
 پھر آپ نے فرمایا تم کو اس خدا تعالیٰ کی ذات کی قسم میں کے سوا معبود کوئی نہیں اور جس نے موسیٰ علیہ السلام پر
 تورات نازل فرمائی کیا تم نہیں جانتے کہ اس نبی کی ایک علامت یہ کہ عین صرمت اس کی آنکھوں پر
 طاری ہوگی اس کے دلی پر نہیں وہ اس حالت میں بھی بیدار رہیگا وہ بولے اے اللہ بیشک یہی بات ہے
 آپ نے فرمایا الہی تو ہی گواہ رہ اس کے برادرانوں نے کہا آپ ایک آخری بات اور بتا دیجیے جس اس کے
 بعد یا تو ہم آپ کے ساتھ ہو جائیں گے یا آپ سے علیحدہ ہو جائیں گے اور وہ یہ کہ فرشتوں میں کون فرشتہ آپ کا رفیق
 کا ہے۔ آپ نے فرمایا میرے دلی اور رفیق کا جبریل ہیں اور جبریل پہلے جو نبی بھی ہوں ہے اس کے رفیق
 کا رہے جس۔ یہ سن کر وہ بولے میں اسی بات پر مجاہد سے علیحدہ ہونے میں اکران کے سوا آپ کا رفیق کا رہ
 کوئی اور فرشتہ میں تو ہم آپ کی ابتداء کر لیتے اور آپ کی تصدیق کرتے آپ نے فرمایا ان کی تصدیق کر لے سو
 تمہیں کیا بات مانع ہے کہ ان کے ہم فرشتوں میں یہ ہمارا دشمن ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اَللّٰهُ
 جَرَّ جبریل کا دشمن جو زہ ہر کسی شک کے خیر انہوں نے ہی اللہ تعالیٰ کے حکم سے قرآن پاک آپ کے قلب پر

پیدا صرمت اللہ کے کہیں مرکز میں کتاب نبوت کی نقل لکھتے تھے وہاں اشاروں کے جات کے مطابق علوم نصرت
 میں ظاہر ہیں وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ذات سرورہ صفات میں سب سوجھتیں آپ کے جامہ سے یہ بھی ظاہر ہوتا
 ہے کہ آپ نے پوری ریاضت الہی کے ساتھ ہر طرح صاف صاف احادیث کو سامنے امدان کے بیان کی خاطر اپنے بیانی کے

کوسلے ووصفوا لہم امرہ وبعثوا قلوبہ و قالوا انکم اهل التورۃ و قد جئناکم بالنبی و ما عن
صلاحتہا هذا قال قتات لہم اخبائے بخود سئلوا عن ثلاث و امرکم بہن فان اخبیرکم
بہن فہو بنی مرسل و ذن لہم یعلل قال رجل منقرون قمرہا فیدر انیکہ سئلوا عن فہو
بہن فی الذہب الاقلی ما کانت من امرہ فہو قد کان لہم حدیث عجیب و سئلوا عن
رجل خوار یبغض سناریق لکرم من و ساریقہا ما کانت لہا و سئلوا عن الرمز ما عرفت ان
صغیر کے لئے ان سے کچھ آپ کے حالات بھی بیان کیے، و کلام ہر ایک کچھ صریح بنایا اور کئے لکے کتاب ملک
حقبات کے عالم میں ہم اس سے آپ کے پاس حاضر ہوئے ہیں کہ ہائے اس ہر من کے متعلق آپ ہم کو کتنے صحیح
بات بتا دیں، وہ بے اس شخص سے جا کر تین باض پر پھرا اگر وہ تم کو بتا دیں تو یقینی خدا کی طرف سے ہی ہوا
رسول ہیں اور اگر نہ بتائیں تو سمجھا کہ ان پر پھرا آدمی ہے اور پھر جو سلوک ساریق میں ملے وہ نہ کماہل بتا
تو یہ پوچھنا کہ گزشتہ زمانہ میں تو وہ انوں کہ جو جاہلست اپنے شہر سے باہر چلی گئی تھی ان کا قصد کیا ہو کہ یہاں ان کا
تقدیر ایک عجیب قصہ ہو۔ دوسری بات یہ دریافت کرنا کہ میں شخص نے مشرق و مغرب کی سیاحت کی تھی جس
کا قصد کیا ہے اور اس کے شہن بھی دریافت کرنا اس کی حقیقت کیا ہے اگر وہ

الہامی کہ آپ کو کسی شخص نے اس کی اطلاع نہیں دی رہے کسی ایسی کا برا و دست آپ کو اطلاع دیتا تو اس
کا یہاں کوئی امکان ہی نہ تھا۔ لہذا ایک صورت اب بھی باقی رہ گئی تھی کہ وہی شخص آپ کو اس کی اطلاع دی ہو مگر
انہوں نے اس کو آپ کی ہمت کا سہارا دیا ہے و باقہ
مذاہب سبیل اصحاب کعبہ پر کام کرتے ہوئے تھے ہیں کہ انھیں اصل اللہ میں وہ علم کہ ان واقعات کو اس فیصل کے
ساتھ بیان کو بتایا گیا ہے سب آپ کے پیغمبر کے حالات سے جی کہ ان کے لئے کی نسبت کی صورت بھی ان خصوص ہر ایک اصل
ایسا ہر ایک بہادر انسان ہیں اس کو کہہ کے ساتھ کچھ نہ سنا ہر اس کی صورت قبول ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے برحق رسول ہیں
(اور عرض الاغت ص ۱۹۹ و ۲۰۰)

اس تاریخی مادہ ہم واقعہ کے متعلق بعض آزاد خیال مصنفین اللہ را خدان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ روایت صحیح کی نسبتاً
صدیقہ پر ہی رہا ہے نہایت کی دنیا و دنیا کی اور کچھ لوگ عبادت کے شوق میں پھاڑوں میں چھپ چھپ کر اپنی عمریں بے
عمری کھم کھم کے جلائی ہو چکے تھے جو کہ ان کے بعد مختلف فنون سے جو عبادتیں کرتے تھے وہی حالت میں ان کا انتقال
ہو جانا اور ان کو سو گھ کر ان کے وطن پر اس میں پھر رہ جاتے۔ یہ کہہ کر انوں نے اس واقعہ کو سبکی میں اپنی تراس
آواز سے دھج جی رہا نہایت سے حال یا یہ ہے کہ پھر اس کی طرف سے صورت پر آتی بات کو دھانے کی کو مشفق کی ہو
عائد کہ یہ واقعہ انشا ہی تھا کہ اس کو اپنے سے طور پر تاریخی روشنی میں پیش کرنے کی ضرورت نہ رہا۔ یہاں صاحب کہ بیان
تو یہ کہ یہ واقعہ حضرت علی علیہ السلام کے عہد سے بھی چار سو سال قبل کا واقعہ ہے۔ حالانکہ ان کی پھر کا سیدنا ہی ہی طرف کہ
وہ ان کے ہیں کہ جب اس شخص کا چچا پیدا کے درمیان بھی تھا تو یہ اس بات کی کھلی شہادت ہے کہ یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ
السلام کے عہد سے پہلے ہی قبل کا ہے۔ لہذا بعض مصنفین کا اس کو بعض حیران اسلام کے عہد کا واقعہ کہنا درست نہیں ہے
نست۔ و لہذا یہ تو انہا سے ۱۸۵۳ء و ۱۸۵۴ء کے واقعہ انوں کے واقعہ میں مسامتہ ہے ایک روایت میں کی ہے کہ

قَدْ رَأَيْتَا النُّجُورَ وَتَعْتَلَمُزْ وَتَعْتَلَمُزْ قُلْتُمْ كَا مِنْ لَأَوَالِدِهِ مَا هُوَ بِكَاهِنٍ قَدْ رَأَيْتَا
 الْكُهْنَةَ وَنَحْنُ نَسْتَعْتَلِمُزْ قُلْتُمْ شَا بَعْرُ لَأَوَالِدِهِ مَا هُوَ بِشَا بَعْرٍ لَقَدْ رَأَيْتَا الشُّعْرَ وَتَعْتَلَمُزْ
 أَنْتَا لَمْ تَكُنْ لَمْ تَكُنْ عَزْرَجَةً وَنَحْنُ نَسْتَعْتَلِمُزْ قُلْتُمْ وَتَعْتَلَمُزْ لَأَوَالِدِهِ مَا هُوَ بِعَزْرَجَةٍ لَقَدْ رَأَيْتَا
 الْبَعْرَ لَقَدْ رَأَيْتَا هُوَ بِعَزْرَجَةٍ لَقَدْ رَأَيْتَا هُوَ بِعَزْرَجَةٍ لَقَدْ رَأَيْتَا هُوَ بِعَزْرَجَةٍ لَقَدْ رَأَيْتَا
 خَزَلٌ بِكَرَامَةٍ عَلَيْهِمْ وَكَانَ النَّصْرُ مِنَ الْخَارِبِ مِنْ شَيْبَا طِبْنٍ قَرْنِشٍ وَتَعْتَلَمُزْ يُؤْذِي
 رَسُوْلَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَنْصِبُ لَهُ الْعَدَاوَةَ . رواه ابن اسحاق كمال المحبوب المصحح

۹۸۹۔ عن ابن عباس عن ابي ابي بن الحنفية عن ابي جعفر عن ابي جعفر عن ابي جعفر عن ابي جعفر عن ابي جعفر
 وقد حضر للوسيم فقال ان وقد وعد العرب ستقدم عليكم فاني وقد سيقوا بها امرنا عليكم
 هذا كما سمعوا فحينئذ انما وجدوا ولا تخلفوا اليك لرب بعضكم بعضنا ويزيد بعضكم قول بعض

وكل واحد منكم باس من فكره لانه لو ان كوما وكر كوما . هذا في قسمه عاهد قریش سے کہنے . ہم
 نے ہمدردی کو دیکھا ہے نہ تو ان کی طرف سے نہ حشر پر پتہ کر رہے تھے ہیں اور نہ ان کی طرح کششے بنا رہے ہیں
 کہ کسی قسم نے ان کو کہا کہ ہمارا خدا کی قسم کہ ان بھی نہیں . ہم نے کہا کہ میں بھی بہت . دیکھیں ہیں اور ان کی تک
 بنیاد بھی تھی ہیں اور کسی قسم نے ان کو شاعر کا خدا کی قسم وہ شاعر بھی نہیں بہت سے شعر و مدایات
 گوئی اور ہم نے ان کی سب اقسام سنی ہیں ان کا کلام نہ تو کاہنوں کے صحیح بنیاد سے نہ پڑنے شاعروں
 کے شعروں سے . قسم کسی نے ان کو جھوٹا بھی قرار دیا . خدا کی قسم وہ جھوٹا بھی نہیں ہم نے دیکھا ہے بہت بھی
 ہیں . وہ ان کی ایک علامت بھی ان میں نہیں . نہ ان کی کسی ہوشی ان پر طاری ہوئی کہ زبان کی
 کسی ایک کی باتیں کرتے ہیں . اسے قریش کی رعایت ہے معاملہ میں ذرا پور سے خود سے کام لیا بعد اتم قریش
 قریش میں پہلے جو روای بیان کر کے یہ فقرہ قریشیوں نے کہا کہ ہم نے دیکھا ہے شیطان غرض تھا اور
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو طرح طرح کی تکالیف دیتا اور آپ کی دشمنی کے سامان تیار کیا کہ ان تھا وہاں میں
 ۹۸۹۔ ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ ولید بن الغیرہ اور قریش کے چند افراد ایک جگہ جمع ہوئے حج کا موسم

سر پہنچا تھا چونکہ ولید بن میسر عمر بن ان سب سے جدا تھا اس لیے ہونا بھی اب عرب کے لوگ تمہارے
 پاس مان یا ہم میں تمہارے دور بیتا ان کو تمہارے اس ہموطن شخص کی خبریں پہنچ گئیں کہ تو اس سب مل کر ایک
 بات نے کر لیا یہاں نہ کہ ان کے جواب میں کہیں . ہم اختلاف چھٹا واد خود ایک دوسرے کی تکذیب کرنے لگے

۹۸۹۔ ہذا . واجب ادائیگی کتاب میں وہی چند گرا آپ نے طے نظر کریں . سب یہ عرب کے چند چھوٹے کے ساتھ
 اور ان سے کہہ . انہا نے قریش کے ان کو انھیں صلی اللہ علیہ وسلم کی شناخت میں کر دی . خود ہی قریش کی کسی ایک شاعر
 نہیں تو آپ کے حکم کے نہیں نہیں . اگر واقعات سے یہی ایک بات ثابت ہو کہ نبیہا علیہم السلام کی صداقت اس قدر

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 ۹۹۲۔ یعنی آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی جہالت اور غلط فہمی سے
 اقرار کیا تھا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی جہالت اور غلط فہمی سے
 اقرار کیا تھا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی جہالت اور غلط فہمی سے
 اقرار کیا تھا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی جہالت اور غلط فہمی سے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایک صورت یہ دیکھ کر کوئی شے قاری صاحب کے سر پر توڑ دیا ہے اس لئے سے دعا کی کہ یہ کروشن کر لوگی
 میرے لیے ایک فیض خرید لیجئے اس وقت اس فیض سے اتنی خوشی حاصل ہوئی کہ کسی چیز سے نہ چھٹی تھی۔

(بخاری شریف)

۹۹۳۔ انہی بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ سب بکریاں مانگیں جو
 اس وقت دو پہاڑوں کے درمیان چر رہی تھیں آپ نے اس کو وہ سب کی سب دیدیں دے دیکھ کر
 وہ اپنی قوم کے پاس آیا اور کہنے لگا اے میری قوم میں اسلام قبول کر لو خدا کی قسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 میرے سنی اور وہابی بہت شخص ہیں کہ یہ درختی مال لٹاتے ہیں اور فقر کا زناظرہ نہیں دیکھتے۔ (مسلم شریف)
 یہ قصہ کسی کے قریب قریب الفاظ کے ساتھ ترجمان السنہ میں ۱۶۷۷ء پر درج ہے۔

۹۹۴۔ اس نام کے اس باقی پادری نے جو ہم کے تعلق سے اس کے ساتھ اس کے نزدیک عداوت رکھتی تھی ایک بات بھی
 ۹۹۵۔ اس شخص کے کہیں چند شایستہ لکچر ہوئے۔ یہ وہی کسی کے علیحدہ علیحدہ تھے اور کسی کے ساتھ چلے جتے۔
 ۹۹۶۔ اس شخص کے کہیں چند شایستہ لکچر ہوئے۔ یہ وہی کسی کے علیحدہ علیحدہ تھے اور کسی کے ساتھ چلے جتے۔
 ۹۹۷۔ اس شخص کے کہیں چند شایستہ لکچر ہوئے۔ یہ وہی کسی کے علیحدہ علیحدہ تھے اور کسی کے ساتھ چلے جتے۔
 ۹۹۸۔ اس شخص کے کہیں چند شایستہ لکچر ہوئے۔ یہ وہی کسی کے علیحدہ علیحدہ تھے اور کسی کے ساتھ چلے جتے۔
 ۹۹۹۔ اس شخص کے کہیں چند شایستہ لکچر ہوئے۔ یہ وہی کسی کے علیحدہ علیحدہ تھے اور کسی کے ساتھ چلے جتے۔
 ۱۰۰۰۔ اس شخص کے کہیں چند شایستہ لکچر ہوئے۔ یہ وہی کسی کے علیحدہ علیحدہ تھے اور کسی کے ساتھ چلے جتے۔
 ۱۰۰۱۔ اس شخص کے کہیں چند شایستہ لکچر ہوئے۔ یہ وہی کسی کے علیحدہ علیحدہ تھے اور کسی کے ساتھ چلے جتے۔
 ۱۰۰۲۔ اس شخص کے کہیں چند شایستہ لکچر ہوئے۔ یہ وہی کسی کے علیحدہ علیحدہ تھے اور کسی کے ساتھ چلے جتے۔
 ۱۰۰۳۔ اس شخص کے کہیں چند شایستہ لکچر ہوئے۔ یہ وہی کسی کے علیحدہ علیحدہ تھے اور کسی کے ساتھ چلے جتے۔
 ۱۰۰۴۔ اس شخص کے کہیں چند شایستہ لکچر ہوئے۔ یہ وہی کسی کے علیحدہ علیحدہ تھے اور کسی کے ساتھ چلے جتے۔
 ۱۰۰۵۔ اس شخص کے کہیں چند شایستہ لکچر ہوئے۔ یہ وہی کسی کے علیحدہ علیحدہ تھے اور کسی کے ساتھ چلے جتے۔
 ۱۰۰۶۔ اس شخص کے کہیں چند شایستہ لکچر ہوئے۔ یہ وہی کسی کے علیحدہ علیحدہ تھے اور کسی کے ساتھ چلے جتے۔
 ۱۰۰۷۔ اس شخص کے کہیں چند شایستہ لکچر ہوئے۔ یہ وہی کسی کے علیحدہ علیحدہ تھے اور کسی کے ساتھ چلے جتے۔
 ۱۰۰۸۔ اس شخص کے کہیں چند شایستہ لکچر ہوئے۔ یہ وہی کسی کے علیحدہ علیحدہ تھے اور کسی کے ساتھ چلے جتے۔
 ۱۰۰۹۔ اس شخص کے کہیں چند شایستہ لکچر ہوئے۔ یہ وہی کسی کے علیحدہ علیحدہ تھے اور کسی کے ساتھ چلے جتے۔
 ۱۰۱۰۔ اس شخص کے کہیں چند شایستہ لکچر ہوئے۔ یہ وہی کسی کے علیحدہ علیحدہ تھے اور کسی کے ساتھ چلے جتے۔
 ۱۰۱۱۔ اس شخص کے کہیں چند شایستہ لکچر ہوئے۔ یہ وہی کسی کے علیحدہ علیحدہ تھے اور کسی کے ساتھ چلے جتے۔
 ۱۰۱۲۔ اس شخص کے کہیں چند شایستہ لکچر ہوئے۔ یہ وہی کسی کے علیحدہ علیحدہ تھے اور کسی کے ساتھ چلے جتے۔
 ۱۰۱۳۔ اس شخص کے کہیں چند شایستہ لکچر ہوئے۔ یہ وہی کسی کے علیحدہ علیحدہ تھے اور کسی کے ساتھ چلے جتے۔
 ۱۰۱۴۔ اس شخص کے کہیں چند شایستہ لکچر ہوئے۔ یہ وہی کسی کے علیحدہ علیحدہ تھے اور کسی کے ساتھ چلے جتے۔
 ۱۰۱۵۔ اس شخص کے کہیں چند شایستہ لکچر ہوئے۔ یہ وہی کسی کے علیحدہ علیحدہ تھے اور کسی کے ساتھ چلے جتے۔
 ۱۰۱۶۔ اس شخص کے کہیں چند شایستہ لکچر ہوئے۔ یہ وہی کسی کے علیحدہ علیحدہ تھے اور کسی کے ساتھ چلے جتے۔
 ۱۰۱۷۔ اس شخص کے کہیں چند شایستہ لکچر ہوئے۔ یہ وہی کسی کے علیحدہ علیحدہ تھے اور کسی کے ساتھ چلے جتے۔
 ۱۰۱۸۔ اس شخص کے کہیں چند شایستہ لکچر ہوئے۔ یہ وہی کسی کے علیحدہ علیحدہ تھے اور کسی کے ساتھ چلے جتے۔
 ۱۰۱۹۔ اس شخص کے کہیں چند شایستہ لکچر ہوئے۔ یہ وہی کسی کے علیحدہ علیحدہ تھے اور کسی کے ساتھ چلے جتے۔
 ۱۰۲۰۔ اس شخص کے کہیں چند شایستہ لکچر ہوئے۔ یہ وہی کسی کے علیحدہ علیحدہ تھے اور کسی کے ساتھ چلے جتے۔

۹۹۳۔ عن ابن جبرین جابر بن سلیم قال: کُنْتُ لِلرَّيْثَةِ فَرَأَيْتُ رَجُلًا يَصُدُّهُ النَّاسُ عَنْ صَلَاتِهِ
(۱) يَقُولُ: سَيِّئًا إِلَّا صَدَّقُوا عَنْهُ قُلْتُ: هُنَّ هَذِهِ أَوَّلُ رُسُلِ اللَّهِ قَالَ: قُلْتُ عَلَيْكَ السَّلَامُ يَا
رَسُولَ اللَّهِ مَرَّتَيْنِ قَالَ: لَا تَقُلْ عَلَيْكَ السَّلَامُ عَلَيْكَ السَّلَامُ تَحِيَّةُ النَّبِيِّ قُلْ يَا سَلَامُ
عَلَيْكَ قُلْتُ: أَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ فَقَالَ: أَفَأَرْسُولُ اللَّهِ إِلَيَّ إِنَّ أَصَابِكَ عَذْرَاءٌ فَدَعَوْتَهُ فَكَشَفَ

۹۹۳۔ جابر بن سلیم بیان کرتے ہیں کہیں حدیثاً تو یہاں ہیں نے ایک شخص دیکھ میں کی ہر بات لوگ
خوڑتے تھے اور جوابات بھی وہ فرمادیتے بس لوگ اسی کو قبول کر لیتے تھے میں نے یہ چاہا یہ کون صاحب
ہیں لوگوں نے کہا یہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں میں نے یہ سن کر آپ کو دوبارہ سلام کیا اور یوں کہیں
علیک السلام یا رسول اللہ آپ نے فرمایا: علیک السلام علیک السلام ست کہا کر دینے طریقہ (۱) رسول کے
سلام کرنے کا نہیں بلکہ مژدوں کو سلام کرنے کا ہے۔ لہذا السلام علیک کہا کر میں نے عرض کی آپ اللہ تعالیٰ
کے رسول ہیں آپ نے فرمایا میں اسی خدا کا رسول ہوں جو اللہ تعالیٰ کو کوئی تکلیف پہنچا اور تم اس سے دعا مانگو
بقیہ صفحہ ۹۹۳ جس کے لیے بہت سب سے کر لی ہے اس کے لیے یہ سب کچھ ماکرینا جانا چاہا وہاں کی ہر بات کو اس سے
خدا کو دے کہ ان کو آخر میں اسلام میں نہ رہتی بھیج دیا جاتا ہے

۹۹۴۔ آپ کی اس ایک ہی گفتگو میں اہل بیت، عاشقات اور بیعت کے ہر شخص نے سب کے شوق ایک ایک فقرہ
فرست دیا میں نے لکھی ہے کہ اگر آپ کی یہی ایک گفتگو سنا لے کہ کراس پر غور کیا جائے تو ایک نئی زبان سے نکلے
چشمہ پیش قیمت ملے گا آپ کی ہر بات کی تصدیق کے لیے کافی ہے آپ حدیث کے لفظ اور ایک بار غور کیجئے
تھوڑا سی لکھ لکھ کر دیکھیں وہاں سے ان کے ہر فقرہ میں کس طرح خدا تعالیٰ کی آن صفات کا
تذکرہ فرمایا ہے جو عرب کی فطرت پر خدا تعالیٰ کی ذات کے عبادت کے لیے سب سے زیادہ اثر انداز ہو سکتی تھیں اس
کے بعد آپ سلام، انا آپ گفتگو، اور آپ لباس اور عطر و عطران کے کتنے اہم اسباق کی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔
جابر بن سلیم کی فطرت کو جس طرح سے یہاں سمجھتے ہیں یہ لکھا تھا کہ وہ آپ کی گفتگو کا نقشہ تھا اور یہ حقیقت رسول
کی صرافت کی ایک دلیل ہے یہی چوتھی ہے کہ ان کی کھلی اور بیت کے ساز و سامان سے یکسر غالی ہونے کے باوجود اتنی
جانی بہت و کمیت سے سید الغرض اس کی ایک فکر کیجئے یہ ایمان لانے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ غرض کہ عالم میں اس قدر
نے اللہ تعالیٰ کے خلقت طہات یہ فرماتے ہیں کہ میں بادشاہ بھی ہیں اور گدا بھی، عالم فقیہ و دانشور بھی ہیں اور
ان بڑے نادان بھی سلیم حضرت بھی ہیں اور بدست فطرت بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر طریقہ خواہ وہ گدا اور عالم
دونوں سب ہی کے لیے رسول بنا کر بھیجا تھا اس کی ذات میں ہر شے کی تصدیق کے لیے قابل ایمان اور شفیق
بخش و لاف سب ہی کے لیے بھی کر دیے تھے۔ آپ نے ان اوراق میں ہر طریقہ کا بیان فرماتے ہوئے سب بادشاہوں نے اپنے
شاہانہ طریقہ کے موافق آپ کو کھانے، کھانے، اور اہل تاب نے اپنی کتابوں کے بیان کردہ فتنوں سے بچا کر آپ کو کھانا
راہوں نے اپنی فطری رہبانیت سے آپ کی طرف تفریق قیادہ شناسی سے اپنے وقت و مکان کے باہر ہونے سے اپنے غم
کے سبب نہ ہر جگہ فرات اور حسن شناسوں نے آپ کے فرائض کو اپنے ذوق پر غصہ کیا کہ ہر طریقہ کے ضعف و مزاج میں توجہ
پرستی و معرفت ایک ہی بات تھی کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

یہاں تمام شخص جہاں دعا داری و امرو ہر گاہ صاحب صحت و امرو بادشاہی و

عَلَيْكَ قَرَأَ اَصْحَابُكَ عَامَ سَنَةِ مَدْعُوْرَةٍ اَنْتَ بَايَاتٌ لَمْ تَكُنْ جَادِيْنَ قَفِيْرًا وَلَا وَفِيْلًا فَصَلِّ رَجُلًا
مَدْعُوْرًا وَدَعَا عَمَلِكَ قُلْتُ رَغِبْتُ اِيْكَ قَالَ رَغِبْتُ اِيْكَ اَقَالَ فَمَا سَبَبُكَ تَعَمُّدًا
لَا عَمَلًا وَلَا تَعَمُّدًا وَلَا رَغْبَةً قَالَ وَلَا تَغِيْرُ شَيْئًا مِّنَ الْمَغْرِبِ اِنْ تَغِيْرُ اِلَّا اَنْتَ وَكَانَتْ سَبِيْطُ
اَلْبَيْتِ وَتَحْتَ اِيْذِ ذٰلِكَ مِّنَ الْمَغْرِبِ وَارْتَفَعَ اِذَا دُنِيَ اِلَى يَضَعُ الشَّيْءَ اِنْ اِيْتِيَ اِلَّا لَلْكَفِيْرِ

خود اس کو دور فرادے اور اگر تم خط سالی میں جلد ہوا داس سے دعا مانگو تو وہ تمہارے واسطے اس کو
سبز و زار کرے اور اگر تم کسی بیابان جنگل میں ہوا و تباری سوار کی ہر جگہ پھر تم اس سے دعا مانگو تو وہ
تباری سوار کی تم کو عطا فرادے جس نے عرض کی دعا مانگو کوئی نصیحت فرمائیے آپ نے فرمایا کہ اگر
کسی کو بڑا بھلا نہ کہنا یہ کہتے ہیں آپ کے اس فرمان کے بعد میں نے نہ کو کسی آزاد انسان کو بڑا کہا اور نہ
غلام کو بلکہ کسی بری مرد و انت کو بھی بڑا لفظ نہیں کہا۔ آپ نے فرمایا اور دیکھا کہ کسی بھی بات کو بڑا کہتے ہیں
اور اپنے سلطان بھائی سے کہتا ہوں وہ دینی سے گفتگو کرنا کہ یہ بھی ایک نیک کام ہے۔ اور دیکھا کہ غلاموں
سے کو بڑا کہنے سے بہت احتراز کرنا کہ یہ کہتے ہیں حضرت تکبر کی یہ دعا اللہ تعالیٰ کو تکبر بہت ناپسند ہے اور اگر

حیرت ہے کہ ان میں سے کسی ایک جگہ کا ہم کو بیان نہیں ملا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کی کو بڑا کہتے ہیں سلطان
پایا تھا۔ پھر علوم نہیں کہ مگر مگر میں نے اسلام میں جہاد کے مسئلہ کو ایک نما کہتے ہیں جہاد کا جہاد ہے جہاد خود جہاد ہے
یہ الفاظ ہیں اس کا معنی اشاعت اسلام بھائی کی جگہ ہے فرض کر لیجئے کہ اگر اسلام میں جہاد جہاد بھی ہوا
ہے تو کیا بھی ثابت کیا جا سکتا ہے کہ اس کا مقصد زبردستی سلطان بنانا تھا اگر کسی مقصد ہوتا تو تو ان اسلام میں
کی ایک تنقل و فکروں دینی جاتی بہر حال ان کا مقصد اسلام کی کسی فکروں جن لوگوں کے سروں پر اسلام کی گھار
ہوئی اور ان کے غلاموں کے گھون بھائی میں مشرقت اسلام جسے دلت بھی ہیں اور اپنے کو قائم ہے دلت بھی تو کوئی
ریاں نہیں کہ اسلام نے یہ جہاد کو بڑا کہتے ہیں سلطان بنانے کے لیے کیا تھا۔ یہ موضوع اس وقت ہمارے نہیں ہے میں تو
ہمارے حضرت یہ بتا کہ یہ گھون جہاد کا کیا ہے کیا اسی وقت تک ثابت ہوتا ہے جب تک کہ انہوں نے اس کو خط
آخرت نہیں دیکھا لیکن میں ملاحظہ بھی تھا کہ یہ ملاحظہ کو دے دیا تو پھر وہ دلت کتاب تھے یا مشرقت کو کسی کتاب
کی جگہ میں نہ نہیں ہوا کہ یہ ہو سکتا تھا بیکہ یہاں خدا تعالیٰ کے دو چار رسول کو نہیں آئے تھے بلکہ انہی نبی رسول
آپ کی بھی کہ ان کے حالات زندگی جہاد کرنے والوں کے ان کیسے ان کو سہانا ہے واضح مطلب میں کیا خدا شرم علیہ
کو رسولوں سے کشا تھے مگر عربی بن کا بھی یہی تھا کہ ہم ملت حنیفہ تھے جس اور اپنی جبلت جہاد پر تھے متعلق ہیں
وہ بھی تھے کہ اس زمانے میں اہل کتاب کی دلت اپنی دلت و ملت تھے اور یہ اسی دلیل پر کہ ان کے نزدیک متعلق ہیں
کے جہاد میں نہیں کو سہانا ہے ان کا بھی حق تھا کہ وہ رسول ان کو بھی نہیں آتا کہ جہاد کی حیثیت مطہر کے جس یا خدا
کہ ان میں سے جہاد ان کا کدواں میں پیدا ہوئی تھی کہ انہوں نے ان کے جہاد کو ان موقع میں نہیں بلکہ انہوں نے
حق متعلق جہاد اس جہاد کو سامنے رکھا اور صرف حق کی روشنی میں اس کو عمل کرنے کی کوشش کی حالانکہ وہ جہاد
وحیات اور شہادت بلکہ جہاد و حیات کا تعلق تھا کہ ان کو حق میں کے ساتھ ہے ادا دلائل کے ساتھ نہیں آفریہ
میں اسلام اپنی جہادیت کے زمانہ میں آپ کے جہاد کو نظر کرنے کی یہاں سے بولے تھے کہ ہذا اللہ میں ہذا
کتاب و تلک تو جان اسندہ میں ہذا تو جہاد کا جہاد ہے۔

يعني ابن قريظ في الأولى والخيرة الأنبياء إخوة من غلاب وأمهاتهم ستمي وأ

حضرت یحییٰ علیہ السلام کے ساتھ سب سے قریب تر میں ہوں۔ میں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی سب سے قریب ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص میری امت میں سے ہو وہ میرے ساتھ ہے۔

کی گواہی نہیں ہو سکتی اس میں محبت و افسوس کے وہ جذبات نظر آتے ہیں کہ اگر بڑے اور چھوٹے کا خواتم سلیم نے بہتو جیسوں کی یہ شکل دیکھ کر ان میں اپنے ایک وہ صوبے کی کسی کو گرفتاری ہی سے مانگیں۔ ہر ایک کے جذبات دیکھ کر

مستغنیہ و تکریم کے لیے وقف ہونے میں عجز نہ رہا۔ وہ روحانی دنیا سب موجود ہوتا ہے کہ ہر ہی کو اپنے انبیاء و معلمین السلام کے ساتھ ہمیں "وقت و محبت جہنمی ہے تو کیا کہ وہ اب اس کی کھینچوں کے ساتھ زندہ و سرور میں ہیں ایک

سعدی لاکھوں کو دفعہ کے بعد اپنے دوستی یا اس طرح ناز و نسیم رکھ سکا جس طرح نایک ہی دوستوں سے

بہت ہیں۔ سب سے کم کوئی بھی دوسرے کی کے احترام کے خلاف ایک طرف بھی بڑھ سکتا نہیں۔ ترکستان میں ترکستان کے لوگوں کی تربیت کی ایک دھڑی یہ بتاتی ہے کہ کسی ایک نئی کا مسکو پر وہ خود اس کا بھی متکبر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب وہ دنیا

اس کا نام خوت یا لہ ہے۔ اس خوت کے مقابل میں عام انسانوں کی خام قسم کی دغوتیں ہیج ہوجاتی ہیں جن کی کہ

ہر شے میں وہ سب خست ایاہی ہیں یہاں ہیں اس سے آئندہ ایسا خوفات کہ وہ خود بخود بخود کھٹا

دوہم ایک دوسرے کے خوں کے پیاسے تھے انہوں نے آکر قہار مہمے درمیان وہ الفت پیدا کر دی کہ تم سب بھائی بھائی بن گئے اور اب ایک دوسرے کی خفا طرمان شکاری کے لیے تیار ہو گئے۔ آیت ملا عمر، اس وقت حضرت بنی امیہ کی طرف سے لکھی گئی تھی۔

شاہد کیا گیا ہے۔ ایک حدیث میں سب مسلمانوں کو ایک عورت سے تشبیہ دے کر یہ بھی آیا ہے کہ جس طرح ایک کلان کی اینٹ دوسری اینٹ کے لیے باعث انتظام ہو کر ہی ہے ایک سلطان دوسرے سلطان کے لیے بڑا ناگاہ

بہ مثال کے طور پر آپ یہاں حضرت یونس علیہ السلام کا وہ دلائلِ غریبہ لے آئے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کا کام نہ کو آپ کو
 یہاں فرمایا تھا اور اسی پر کما حقہ اُولُو الْعِلْمِ مِنْ الرُّسُلِ وَلَا لٰكُنْ كَصَاحِبِ الْخَوَاتِمِ یعنی صبا اولاد

اعظم رسول جیسا میرے نزدیک ہے، اسی طرح میرے کام و درمناں جیسا کہ جنتی پوتیس علیہ السلام کی طرح نہ ہو، اس طرح خطاب سے شاید خطابت و تالی سے کسی دانشا شخص کو ایک ایسی کے حرج جس کی کوئی تباہی کا حرج

حضرت علیؑ کے لئے اس نے حضرت علیؑ کے لئے یہ دعا فرمائی کہ اگر کوئی اس پر

عمر بن الخطابؓ نے فرمایا کہ میں نے اپنے آپ کو رسول اللہؐ کے لیے جیسا کہ تم نے کہا ہے، دیکھا ہے۔

یہی خاص طور پر ان کی کام کے کرپ سے کہا گیا تھا کہ ان کی طرح بے خبری کا کوئی قدم نہ اٹھایا جاسکے۔

مست کے جذبات میں شہم کے حوالے پر چوہ سے قہار کو روایا کرتے ہیں اس لیے بہت اسی قسم کے ساتھ ان کو

دینہ شہرہ احد و الکبیر بختناہی متفق علیہ

اسی طرح ان سب کا دین یعنی اصولی عقائد ایک برتنے ہیں اور بیشتر میں مختلف مختلف اور میرے اور میری
علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درمیان کوئی کمی نہیں ہے۔ متفق علیہ

ہدایت فرمادی کہ اس حدیثی فرقہ خطیب سے آئندہ کوئی فراموشی نہ کرے جس میں بدلی اس کا سرشاری کا گھر بنے نہ
مختلف ہونے پر غمان کا ہے۔ رسول سے خطیب ہے یہاں کسی امتی کو براعت کا سطرانک ہے بصورت حصہ اور حضرت
عالمی میں جس ایک دو قدر پر فرقہ اور سب سے جو تیسری وکات سے حد ہوتی جس کی جمل سے کن کو قاضی آگاہ کر
یادداشت اور مشین کی شان عالی میں اصف گھر کی زبان پر لاکھ ہیں جب جنہوں کے درمیان مزاحمت اور حقوق کے
لحاظ سے فرق پر ہے تو مخالف اور ملحق کے درمیان ہوتا فرق جو ناہی ہے اس کو قاضی کر لیجیے۔ مخصوص جبکہ غالب
رسول کی ذات پر جو اس بدلی سے حدیثی فرقہ سے سخت تاہم جس کو قاضی کر۔ اس کے بعد قلب ملحق ہو گیا اور ہونوم
ہو کہ اس حدیث کو سب آیت، ایک دفعہ میں دیکھ جاوے تو یہاں کسی سوال اور جواب کی ضرورت ہی نہیں رہتی ہے۔ ہر
کتاب نہ تھا بلکہ انور نبوت کا گھر تھا جس کی مدد و اولاد ترحم اللہ من ۱۴۰۰ء میں گزر چکا ہے۔ وہاں بھی بڑی اگلا
کے تار میں پنے نوئے تمام لوگ جو حضرت کوئی علیہ السلام پر نصیحت سے دست دہ حضرت جی علیہ السلام جب دیکھتے
جو کوسر کے لیے نصیحت ہو رہے تھے تو اس وقت اپنی امت کے سامنے تسلی کے جو کلمات انہوں نے فرمائے تھے
جب سب بیان اذکر ان حضرت علی علیہ السلام کی عظمت شان ظاہر کرتے ہیں اس کے اندازہ ان کے مطالعہ کے
جی ہی ہو سکتا ہے۔ ماضی اور آئندہ فیصلہ رسول کا اس دور حرام انیا عظیم اسلام کے علاوہ کہیں نہیں ملایا ہو گا
لو کہے زیادہ کی بڑی جماعت سب ہی نصیحت نظر آتی ہے۔ ہر غریب بات یہ کہ کس طرح عفو کے درمیان کوئی
اختلاف نہیں ہوتا۔ اسی طرح اس کے امور معلوم ہیں جو کوئی اختلاف نہیں ہوتا فرقہ اور جزئیات میں گو یہاں
بھی اختلاف ہو تو کہے کہ ایک شریعت نے دوسری شریعت کی کسی تندیہ و تقلید نہیں کی بلکہ ہمیشہ پہلی شریعت
کا پر راہ اور حرام اور حلال ہے۔ اور شافعیوں کو کہ دیکھتے ہیں کہ بعض احکام وقتی ہوتے ہیں اور وہ کسی خاص دور کے
ساتھ قصور میں بھی ہو سکتے ہیں اس لیے شافعیوں کو ان احکام کو گزشتہ دور کے متناسب سمجھنا اب جدید امتی کا حکم
لیجئے چلتے ہیں اور قائل قائل ان حکم کا جدید امتیاد کیا جاوے گا۔ اس فیرو تہدیل کو تقلید نہیں کیا جا سکتی اس کا نام
فتح ہے۔ رسول کا یہ فعل ہی نہیں ہوتا یعنی قتالی کا فعل ہوتا ہے۔ وہ جو احکام چاہتے ہیں شیخ فرماتا ہے جو چاہتے
ہو جدید احکامات انہا فرماتے ہیں۔ اس کا نو سے یہ کہنا بھی بالکل درست ہو کہ رسول کے غور میں متفقہ کوئی اختلاف
نہیں ہوتا نہ اصولی اور نہ فروعی ہیں۔ اسی کے ساتھ انہاں میں بھی خود کیا جانتے ہیں کہ انہاں عظیم اسلام کے علوم میں
انہاں کے بعد عالم غیب کا ایک بڑا باب ایسا بھی ہوتا ہے جس میں عقل انسانی قطعاً سامعہ اور عاجز ہے۔ اس کے بعد
حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد سورت تک اس میں کہیں ایک نقطہ کا اختلاف
نہیں تھا۔ اس سے یہاں بھی خود ہر مذہب کے تمام انہاں عظیم اسلام کے علوم کا سرچشمہ یقیناً ایک ہی تھا اور
یقیناً یہاں جو حضرت آدم علیہ السلام کا علم تھا وہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بھی علم تھا۔ اور کئی کئی کے
زائے۔ ان کی زبانیں اور ان کے حجت کے مقامات کو کہتے ہیں کہ کثرت تھے کہ علم میں ایک شرف تھیں اختلاف نہ
تھا۔ ان عقیدت مسائل پر اگر مروت ہندو عقل خود کیا جانتے تو کیا مئے کثیر الشا انسانوں میں جو عالم کے لئے مختلف مخلوق
میں ہوتے تھے مختلف زمانوں میں ظاہر ہوتے ہیں انہاں جو عقل ممکن ہو پھر خود ان کے وہ ہیں ان ہی حجت انہاں کے
دوسرے کی عظمت اور ایک دور جو کہ ساتھ اور ان کو نظر آسکتا ہے جس کی مثال دو عقیدت جہڑوں میں بھی نہ ملے

۹۹۵۔ عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ان یحضر من اربعین تغلبت علی الناس حجة او حجة غیرہا یقطع علی الصلوة فامکن فی اللہ حنة و اردت ان اریہا

۹۹۵۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اربعین کی شب ایک سرکش بن میری ایذا اور مالی نقصان پہنچا تھا کہ کسی حرج میری نماز قطع کرے مگر اللہ تعالیٰ نے اس پر رحم کر دیا۔ غایت فرادی ہمارے نے یہ راویہ کر لی تھا کہ اس کو مسجد کے ستونوں میں سے

روایت منقول ہے۔ یہاں حدیث کے الفاظ "ان الذی یبوء الصلوة" عام طور پر قابل لحاظ ہیں شاید یہ اسی طرف اشارہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شہریت اور یہی پریشیت آپ کے اسی ہونے کے ابھی ذاتی ہے اور آپ کی طبیعت انہی طور پر اجازت میں بھی ظاہر ہوئی ورنہ آپ کی نسبت سب انبیاء علیہم السلام کے ساتھ برابر ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اور حق کی نسبت کی۔ اس کے ساتھ کوئی وجہ حدیث کی روایت میں ثابت نہیں ہوئی۔ اس روایت میں ایک فقرہ اور بہت زیادہ قابل توجہ ہے اور وہ یہ ہے "لیس یبقنا انہی" یعنی جیسے وہی ہوئی اور یہی نسبت۔ مدت دراز تک اس کی صحیح مراد علی نہ ہوئی اور یہ سنگت نہ ہو سکا اس امر کے بیان فرماتے کی اہمیت نہیں ہے۔ اس کے بعد صریح ہے کہ اگر کتب سابقہ میں آپ کی علامات میں یہ بھی نہ کر گیا تھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور اس رسول کے درمیان کوئی اور بھی نہ ہوگا، اس کے بعد پھر اس حدیث کی قدر و قیمت کا کچھ اندازہ ہر نے لگا۔ دیکھو حدیث شریفہ میں اس حدیث کے دباؤ میں جیسے کا واقعہ مذکور ہے۔

۹۹۵۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے جس طرح وہ صحت نبی کی ثبوت کا مصدق فرمایا ہے۔ اسی طرح وہ اس کے معجزات کا بھی مصدق ہے۔ اعلان کا بھی ہوا پر از اعجاز کرنا ہے۔ یہی ثابت نہیں ہوا کہ کسی نبی نے دیکھا کہ نبی کے تحت ظہر کوئی معجزہ دکھایا ہو۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جو کچھ ایک نبی کا ہوا وہ دوسرے کا نہیں ہو سکتا بلکہ ایک نبی عیسیٰ کا معجزہ معجزہ نبیوں کا بھی ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ احادیث و اقوال مشہورہ سے یہ بھی عجز صریح حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تھا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے یہ کہہ کر ہی معجزہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بھی ظاہر فرمایا ہے۔ دیکھو کتاب التوحید ص ۲۰۰ لیکن پہلی سطر لکھی ہے جو اس کی ثبوت کی دلیل بنی ہو اسی طرح گزشتہ نبی کی صداقت کی بھی دلیل ہوتا ہے۔ اس کے رد و خلاف کا نہیں اور اس حدیث کی جامعیت یہاں ہمیشہ ایک ساق و دوسرے ساق کی کٹ پر نظر آتا ہے اور اس فکر میں لگا رہتا ہے کہ دوسرے کا بھی جہن کرنا صحیحان اللہ اب آپ حدیث مذکور میں ذرا غور و فکر کی اس پاسداری کو بھی ملاحظہ کیجیے کہ جس خاص تفسیر کے متعلق ایک تفسیر کی زبان سے یہ دعویٰ نکل چکی ہے "ہندو کا گھروں سے باہر نہ نکلتا ہے جو پہلے بعد کسی دوسرے کو نہ لے دوسرے پتھر میں لکھتا اور خود رکھتا ہے کہ دیکھو اپنا واقعہ میں اقتدار حاصل ہو جانے کے بعد جو اس کو صرف اس لیے نافذ نہیں کرنا کہ کہیں اس میں دوسرے پتھر کی دعا کے خلاف کا کوئی صاحب پتھر پیدا نہ ہو جائے۔ دوسری سے انما آخر اور اخوات نبوت کا اس درجہ احترام نہیں کہ آپ اچھی نہ سمجھا چکے۔ کیا آپ کی جامعیت میں بلاشبہ اس احترام کی مثال دنیا کی کسی دوسری جامعیت میں مل سکتی ہے

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے جس حق تعالیٰ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تفسیر ہاتھ سے پڑھ کر لیا اور نمٹ عطا فرمائی تھی اور وہ جنات کے لیے آپ کی جنت تھی۔ اس لیے آپ کو عام پتھر کے سلوک ان کے ساتھ بھی وہی تھا جو روع انسانی کے ساتھ تھا۔ دوسرے مخلوق کو آپ نے حق تعالیٰ کی اطاعت کی دعوت دی تھی اور اللہ تعالیٰ سے ہر جگہ احترام فرمایا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان کا نہ تفسیر ہے۔ لیکن آپ کی نفسی جگہ پر

إِن شَاءَ رَبِّي مِنْ سَنَوَاتٍ مِّنْ خَلْفِهِمْ ذَرْوَا الَّذِي يُكَذِّبُكَ قَدْ كُنْتَ كَقَوْلِ السَّاجِدَاتِ
رَبِّكَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُنَّ فِي دُخَانِ عِقَالٍ ذُو جُودٍ فَارْتَسِلْنَا - رواه البخاری

ایسی سنتوں کے ساتھ باخود ہیں بیان تک کہ صحیح کو تم سب کے سب اس کو انکھوں سے دیکھ لو لیکن پھر
مجھے اپنے بھائی سلیمان (علیہ السلام) کی یہ دعا یاد آگئی یہ مردہ گارے ایسی بادشاہت عنایت (راجویرک)
بھدی لکھ کر زیبا حضور تدویر و حدیث کا ایک راوی بیان کر رہے کہ اس وجہ سے حضرت صلی اللہ علیہ
و سلم نے اپنے زادہ کو ترک کر دیا اور اس کے مقصد میں اس کو ناکام واپس کر دیا۔ (بخاری شریفین)

مالک سے روایت ہے کہ انھیں اس کو ترک کر دیا۔ چاہے نزدیک میں رسول اللہ نے اپنی پسند سے شکنجہ حدیث
افتخار فرمایا تھی اس کی عظمت نے یہ گوارا دیا کہ اب کوئی علم بھی اس سے ایسا سادہ ہو جو حدیث عیسیٰ کے دوش پازان
سے لیا جاتا ہے۔ یہ حدیث صحیح مسلم اور دیگر جہان ملت مس ۲۷۵۰ ص ۲۷۵ حدیث ۱۶۱۱

شیخ عبدالحق شرنانی لکھتے ہیں کہ شیطان ہرگز یہ چاہتا تھا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں وہ
دوسرا خانداری سے کوئی جگہ اس لیے اس لیے یہی کسی کی کہ کسی صورت آپ کی تائیدی میں فعل الانذار میں حاضر اور
آپ کو ان کی خبر کے لیے بھیجے کہ وہ کوئی خدائی کے فضل سے اس کو اس پر بھی قدرت نہ پہنچی اگر کمال میں ہو کر
پہنچا رہا ہوا وہیں پہنچا۔ (دیکھو المیزانیت و انوار میں ۳۲۲ ص ۲۱۵)

حضرت عبدالحق شرنانی لکھتے ہیں کہ شیطان جلی کی شکل پرایا تھا۔ حالہ وہ عانیات میں صورت کی تبدیلی ممکن ہے اگر کسی انسان
میں اس کی نفس مادیت عامل نہ ہو جاتی تو وہ بھی اپنی صورت بدل سکتا۔ تجلی میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
السلام کی شکل کی تبدیلی کا ذکر بہت سے مواقع میں آیا ہے غرض یہی ہیں کہ علی اللہ قلب کے شرف میں سے چھگھر
حال میں چاہے آپ کا اس کو ترک کر سوتوں سے باندھا اور بھی اس کو دیکھتا اور وہ سب مقبول ہے۔ یہ نہایت کے چلنے
وسلے چلنے میں ہو کر کھڑی نہایت اپنی قوت بہت سے غمی روح کو بھی ہمیں خیر کو شے تو چھوڑ دے کہ بدل نہیں
سکتا انسان میں قصور ہو کر وہ اپنی جہان منہ میں جلد دوم حضرت اسی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرشتہ کے چہرہ لانا اور
اس کی آنکھ بھرت جائیگی اسی کی نظر چھوڑا پہلے لکھواں گی فرشتہ اپنی اصل صورت میں آیا تو خدا تعالیٰ کا وعدہ میں
رسول خدا کے چہرہ لانا اور اس کی آنکھ میں پھونچی یہ سب بشری صورت میں کئے کے کر سکے تھے۔

حضرت فضل اللہ قادری رافضی مشہور ہے کہ ایک مرتبہ دلی میں مسجد کے اندر بیٹھے ہوئے کہ غور فرما رہے تھے پاس اللہ
رحمہما اللہ ایک بار غور فرمائی تو کہا مجھے ہر کوئی ماسا سانپ ماسا سے موجود ہے آپ نے اپنے خاص انسان کی مانند میں
خودان سے چاہو نکال کر اس کے دواؤں کو کویہ اور پھر دستور لکھنے میں مصروف ہو گئے۔ خوشی ہو جس نظر
دینی تو اس سانپ کو دلی نہ پایا اور ایک سانپ کے دو درازے پر کھڑے نظر ڈال دے کہ اس بادشاہ سلامت
آپ کو کہتے ہیں۔ یہ عالی الملک اس کے ساتھ ہو لیے جب اس نے بگل کاٹا گیا اور ان کو کوڑا کھینچا بیان تک کہ اس
سنگ ایک قدر میں داخل ہوئے کہ لیان سے کہا۔ اب یہ مجھ کے کہہ جاؤ کہ اس سے مجھ کو وہ مل کر ان کو شاہی حدالت نظر
آئی جاں ایک شخص شہر لڑا تھا۔ اسی نے دھڑکی کیا کہ اس کا قاتل یہ انسان ہے۔ انہوں نے انکار فرمایا۔ پھر حضرت
بادشاہ نے جو وہ حدیث میں اس کی باتیں پڑھنی چھوٹے ان کو دیکھا تو ان میں سے ایک صاحب نے ایک
حدیث میں اس کا ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود بتائی کہ آپ نے فرمایا کہ جو اپنی صورت بدلے
اس کو قتل کر دے اس میں سزا ہے۔ اپنی صورت بدل کر سانپ کی شکل اختیار کر لی تھی لہذا موجب حدیث ہو کہ اس کے
خال پر قدم اس صاحب نہیں ہوتا۔ شاہ اہل اسلام نے ان کی زبان کی کلمات سن کر روجھا۔ آپ نے آنحضرت ربانی پرست

۹۹۶۔ عَنْ أَبِي الدَّوْدَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ مِنْ دُعَاؤِ دَاوُدَ
يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ خَلْقَكَ وَحَبَّ مِنْ يُحِبُّكَ وَالْعَمَلَ الَّذِي يَنْتَعِزُ بِخَلْقِكَ اللَّهُمَّ
اجْعَلْ خَلْقَكَ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِي وَدِينِي وَأَهْلِي وَمِنْ لِقَاءِ الْبَارِئِ قَالَ وَكَانَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ذَكَرَ دَاوُدَ مُجِيزًا عَنْهُ يَقُولُ كَانَ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَيَّ ۝

۹۹۶۔ بالحدود بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت داؤد علیہ السلام
ایک دعا یہ بھی فرمائی کرتے تھے۔ اے اللہ میں تیری محبت مانگتا ہوں اور اس شخص کی محبت جو تجھے محبت
کے اور وہ نیک عمل جو تیری محبت پیدا کر دے۔ اے اللہ میرے دل میں اپنی محبت میری جان حال بہتر
گھرا رہے ہو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی زیادہ پیدا فرمائے اور یہ بھی بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم بہت کبھی حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر فرماتے تو یہ بھی فرمایا کرتے تھے ۝

۹۹۷۔ مسلم شریف میں ہے کہ ایک باپ نے انھوں نے جواب دیا ہم میں ہیں ای ہمارے عربی اتنی طویل ہو چکی ہیں۔ ہر
حالی میں جب ہم زبان کی شکل میں اگر مقبول ہو سکتے ہیں۔ اور زندگی کا ایک انسانی خلیق میں اگر قبول ہو سکتی ہے تو
پھر کوئی میں کیا شکل میں آنے کے بعد ادا ہوا بھی ہو سکتا ہے۔ اپنی لاطینی میں حقائق کا صورت اختیار کر لیں۔
۹۹۷۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان تھا کہ میں نے اپنے خدا کے چاہے کہ انبیاء علیہم السلام کے قلب میں محبت
خدا علی کی ہو تاکہ کسی اور پر بھی برتری نہ ہو تو میں نے جو محبت کا مال بھی کر لیا اس کے شریک سے جو کسی کے ساتھ ہے چوں
محبت میں ایک محبت کی تھوڑی سی ہر کوشش یا شش محبت اور زیادہ بھری ہوئی۔

بشری محبت یہ کہ اس کا قدم جس محبت غنی کی طرف اٹھتا چلا جائے اُنسانی محبت کی عبادت میں تیرا قدم رہا
چلا جائے اس لیے اولاد و ایمان وہی حالت میں چلنے پھرنے کی جتنی ضرورت ہے وہی حالت میں چلنے پھرنے کی ضرورت ہے۔
غیر مسلم کی عبادت کی شان میں فرمایا کرتے تھے جو کہ خود عہدیت کا سب سے کامل نظریہ ہے اس لیے آپ کی نظروں میں
پڑنے بھال و فائدہ علیہ السلام کی جو اداسی سے زیادہ پوری صلہ ہوئی ۝ ان کی عبادت میں بھی جو آپ کی عہدیت کا دوسرا
کمال یہ تھا کہ جب ان کی عہدیت کا ذکر فرماتے تو اس طرح فرماتے تو یہ اپنی قبیلہ ہی تھے۔ قرآن کریم سے سلام ہو
گو انبیاء علیہم السلام کی جماعت میں اپنی مشکو گزری کہ یہ حضرت داؤد علیہ السلام کی حق حالی کے خاص طور پر مطلب
فرمایا تھا اس لیے انہوں نے بھی عبادت الہی کا ایک ایسا نظام قائم فرمایا تھا کہ شب و روز میں کوئی ساعت بھی ایسی
نہ تھی جس میں کہیں کے ٹھہرنے کوئی نہ کوئی قرآن کے عبادت خانہ میں عبادت کرتا ہوا نہ تھا۔ اور وہاں سے باطلوں
داؤد مشکو۔

اس لیے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب بھی اپنے ان بڑا حضرت داؤد علیہ السلام کو آپ ان کی شان عبادت کی
توصیف میں یہاں پر پہلے یہ کہیں ہیں! وہ کوئی کی عبادت کی فرشتوں میں بھی وہی وہی ہوئی ہوئی تھی۔
حق کو تو وہی حقیقی نے بوقت پھر نہ کروا کر عطا فرمایا تھا وہی عبادت کا لقب تھا۔ سورہ ہود میں جب آپ
کا ذکر فرمایا تو اسی لقب سے سبحان اے اے میری عبادت۔ لیلیٰ سورہ ہود میں جب آسمان پر آپ
کے ساتھ تھے تو فرمایا کہ اے میری عبادت سے فائدہ اٹھائی عبادت ۝ اے اے حق ۝ جو اوقات بہت کم عہدیت کے
اس کوئی تک پہنچے جب کہ کسی ایسی عبادت کا ایک حرف نہ بن رہا ہے ۝ اور جس طرح رشتہ زبان پر نہ لے کر اپنے
ایک بڑا دعوت کی کہ۔

الغزالی، وقال هذا حديث حسن غريب۔

۹۹۰ عن ابن قتيبة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم نحن أئمة يأتينا من وراءنا

بست برتے عبادت گوید مشرقتہ۔ (ترمذی شریف)

۹۹۱ ماہر پرستہ حدیث: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے زیادہ

شک کرنے کے متعلق ہم سے (اگر یہ سوال انہوں سے اذراہ شک کیا جوتا)

۹۹۲۔ حدیث بخاری میں بخاری حدیث پر محمد بن یحییٰ کا ذکر کیا گیا ہے جس کو ذکر میں صلوات پرستے کو آپ کی بیباکی اور
دوسرے نبیوں کے عزت و احترام بیان کرنے اور اپنی فروتنی کے اظہار کے لیے گویا سادگی کی تلاشی دے رہی تھی۔ اگر
میں پہلے ذکر کردہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کرتا تو عظمت و برتری کے جتنے زیادہ کلمات کہہ سکتے تھے جن
کے حق میں اور جہزہ نبیائے کئے تھے کلمات ممکن تھے۔ سب اپنے حق میں ادا کرنے کے ادا کیس میں اپنے دوسرے
حق کی بے باکی کی یاد آئے۔ ہر گز تو قرآن آپ کے طعنے و ترحم کے مستند و حرجی ہر گز اور رحمت و رافت سے لبریز
معانی میں کہے بیعتانہ کے نکلے لیں ہر سب کے جس شاعرانہ اور بالائے تفسیر کے طور پر نہیں بلکہ ٹیک ٹیک
حقیقت پر مبنی۔

دیکھتے ہیں جو کلمات حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حق میں آپ کی زبان مبارک سے نکلے وہ کتنی عین حقیقت کے
عادل تھے بیشک اگر کسی صلوات بجا بھی شک نہ تو اسے آگ و لعائن نہ ہوتی قرآن کے ہر جہزہ میں ہی ایسا اس میں
شک نہ تو اسے جو ابراہیم مزید سچا ہے کہ ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے سو و سبب سے ایک لفظ ہی چھٹی کر
آکر ہر پرہیزگار کی خدمت کی مشرت میں داخل ہو کر ہی۔ خود اس طرح ہر کس کے قصص و کلمات اس کے قصص
کے آئینوں میں چمکاتے ہیں یہی اس میں زرا مشہور نہیں کہ تقویٰ اونی کیفیت تھیں لہذا تو اگر حضرت علیہ السلام
احسنہ و السلام کی زبان مبارک سے کس نامہ شک لاد ہوتا تو ہر شک تو دولت خلیفہ کی بیباکی میں داخل
ہو جاتا۔ اس کی تفسیر شرح ترجمان السنۃ ص ۱۰۷ ج ۲ پر ملاحظہ فرمائیے۔

حدیث کا وہ سوجھ بوجھ طلب ہو۔ واقعہ یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم نے جب انکار و نفی کی حد کی وہ
اس میں داخل ہی نہ تھے و بیعت و بیعت ایک ایسا باب تھو کہ وہ اس سے قبل آگاہ تھی تو قرآن کی پاکت
کی سہمت سے کہی۔ یہ خدا تعالیٰ کے مقدس نام کو خوبصورت رنگوں کی شکل میں اپنے سر سے پہنی کر کے حضرت ابراہیم
علیہ السلام کے سامنے رہ گئے۔ ان کو بھی کچھ علم تھا کہ اصل ماجرا یہ کیا، انہوں نے حسب دستور انبیاء علیہم السلام اپنے
سہانوں کو احترام سے لیا، اور حوائج کی قوم کو اس کی خبر کی تو نشہ مسبب میں خود ان کے سامنے ہر آج کے اعدائے
سوز و گدازوں کی گرفت پر آتے ڈالنے کا ارادہ کیا۔ اذراہ فرمائیے کہ تو ہم کے سامنے آج ہر آواز ایک طرف اور حضرت
ابراہیم علیہ السلام کے سوز و گدازوں کی آواز کا حال ایک طرف، جو ملنے دست و پا نہ میں ان کی مہمت کی طاقت و تعجب
یہی داستانہ و مارگلہ اس موقع پر ان کی حد کر کے۔ اس حیرت اور حیرت کے عالم میں ان کا دل کو بڑی جفا میں کی ہو۔ جو
ایک جہزہ صلوات ابراہیم سے آئے ان اپنے سہانوں کی خاطر یہ سے بڑا پٹہ نہ ہو بھی کہ گرسے سے بھی بھی نہ
کھانا و کھانا ان کے حیران کلام دست خود حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیباکی کا قرائن میں خود چاروں شریعت کے ابتدا
میں بھی یہ حکمت و درجہ نہ سمجھا جاتا تھا۔ لہذا انہوں نے عدلی حدود کے خطا و پہلے سہانوں کے سامنے کی خاطر وہ
اہل بھی یہ داشت گئی کہ کچھ ان کے باوجود وہ ہاتھ برداشت نہ فرماتے اور یہ بات کی کہ ہم ہر کسی سے ملنے کے کھنے
اور ایک قرنی راستہ بہ ممکن ایک حوام صلوات کا کتاب عدد بھی میرے گھر پر پھر وہ بھی اپنے سہانوں کے ساتھ یہ میں

وَلَوْ لَيْسَتْ فِي الْمِثْقَالِ خَبْرٌ لَكُنَّا مَعَكُمْ يَوْمَ مَعْتَبٍ

اور اگر کہیں میں حضرت یوسفؑ کی برابری نہ ملے گا تو مَعْتَب کے دن

معاذ اللہ یہاں ایک غیر رواست اور بھی تھا وہ وہ پوری غایت تھی یعنی دن کی دعوت کو ایک گناہ سے
 اور نہ بھلائی کی نصیحت سنی ہے۔ رب کے سامنے نہ پیش ہے نہ وہ مشکل زدہ۔ اس قسم کی گرفتیں حضرت
 انبیاء علیہم السلام ہی کے ساتھ ہوتی ہیں اور ان کا مقصد ان کے منصب کی بندی اور نزاکت کا اظہار اور ہر عام
 انسانوں کو یہ سبق دینا ہے کہ ضعیف انسان کو کسی موقع پر بھی ایسا ٹھکرانہ نہ دے کہ ان کا چاہیے جو اس کے ضعف
 بشری کے مناسب نہ ہو بلکہ اپنے ہر وعدہ کا دم سے ہر غفلت میں غایت ہی غایت طلب کر لی چاہیے انسان
 کی استطاعت کتنی ہی وسیع ہو مگر اس کو آزاد اللہ میں ڈال کر کیا ضرورت ہے کہ انبیاء علیہم السلام ہی کی شان پر گرفتیں
 ڈالیں انھیں جس وہ سمجھتے ہیں اسے ہی اور کھڑے ثابت ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس گمراہی میں حدیث کے ساتھ
 حضرت یوسفؑ کے واسطے ملے ہوئے سند سے نکالا تھا جو ختم تک اسے مضبوطی کے ساتھ اس کو بنا دیا بھی تھی کہ
 جب ان کو وہی کی گرفتیں کو جلدی تہ ذرا اس طرح باہر نہیں آسکتے کہ پہلے حیات ان کے منہ سے نکل جاتی تھی
 گیا وہ بے سوچے بچے نکل جاتی تھی یا موت اپنی جذبات تھے جس پر وہیں ان کو نہ است ہو سکتی تھی بلکہ نئی اشکات
 کے ساتھ فراہم کر دینی کا حکم دے کر دے ہو کر جس نے اپنی خوشی سے جھکا دیا یہ سند کیا تھا وہ اس وقت تک اپنی ہوائی
 بہتہ نہیں کر سکتا جب تک کہ اس کے سر پر موت نہ لگے والی ہو جس کو بھی اس کی بے گناہی کا عزت نہ کرے۔
 آپ نے دیکھ دیا کہ ان کی زندگی سے جو کچھ نکل گیا تھا وہ اس کے قلب کی گمراہی سے نکلا تھا اور جو کچھ ان
 کے ساتھ اس کو بنا گیا یہ ان انبیاء علیہم السلام سے ہر گز نہ ملتا تھا بلکہ یہی ہر دور کی ہر دوری۔ آسمان کے افلاک
 کے جہان پر چلتے تھے وہ دنیاؤں پر گرنے والے تھے ان کی ہر دوری ان کی ہر گرفتیں پر قابو دینا وہ ہم انسانوں
 کی زندگی کے لیے اچھا سبق ہے۔ اس کے چڑھنے کے لیے ان کے ہر واقعہ زندگی میں یہی نصیحت انبیاء علیہم السلام
 ہی کے صحیفہ حیات میں پڑھے جاسکتے ہیں۔

اس عین لمحہ تاریک پہلو کو بعض مفسرین نے نہیں سمجھا اور صرف یہ کہہ کر ان مفسرین پر دھڑکنا شروع کیا کہ حضرت
 یوسفؑ علیہ السلام کی قید کا زمانہ مفسرین کے نزدیک گویا صرف ان کی اہل بدعت کی اور بدعتی کا نتیجہ تھا حالانکہ
 ان مفسرین کے سامنے اس قسم کی گرفتیں کا ایک چھوٹا باب ہے وہ وہی ہے جانتے ہیں کہ ایک بات جو انسانی فطرت کا
 کئی جی مفسرین سے متعلق بھی ہوتی ہے وہی ہے کہ وہی بدعتی اور بدعتی کے درمیان آج کل تو یہ مفسرین ہیں کہ
 اسی دور میں مفسرین ثابت ہر حضرت آدمؑ علیہ السلام سے مفسرین ہوتی اور حضرت موسیٰؑ علیہ السلام سے اس سوال
 وہاں کہے تو حضرت آدمؑ علیہ السلام نے ان کو ان مفسرین جواب دیا کہ قرآن کو فاسد نہ ہو جائے بلکہ انہیں جب
 یہی سوال ان سے ہندو گماڑے فرمایا تو حضرت آدمؑ علیہ السلام جواب دیا کہ ایک حرف زبان پر نہ لگے۔

حضرت علیؑ علیہ السلام کے سامنے جب اپنے بھائی یوسفؑ کی مصیبت کا افسانہ آواپ ان کی داد دینے کے
 لیے یہاں ہی فرمایا کہ یہاں ہی اور دعوت اسی پر کفایت نہیں کی بلکہ ان کی عزت و احترام کی خاطر تو اسے جو کچھ
 اپنے حق میں استعمال فرما سکتے تھے وہ استعمال فرمائیے۔ یہ دعوت نبوت کے سر پر مرداری کا آج دکھا ہو کر مگر
 یہاں نظر آتا کہ آپ اپنے بھائیوں پر فریفت کے جذبات سے نشہ غامی ہیں تو یہ اور حقائق ہیں نہیں بلکہ حضرت
 یوسفؑ علیہ السلام کی یہ ساری داستان صرف ایک ایسے خواب ہی کی بدولت تو یہی تھی جس سے ان کی برتری

الانبياء والرسل عليهم الصلوة والسلام كما هم بشرو
كلهم عباد لله فخير عليهم الشئ ان يجي في مسائر عباد

۹۹۸. عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّلُمَ

انبیاء علیہم السلام سب بشر تھے اور سب اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بنے تھے اور اللہ تعالیٰ کی جو شستہ نفع بشری کے لیے ٹھہر چکی ہو وہ ہیشسان پر بھی جاری ہوتی چلی آئی ہو

۴۹۷۔ عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سبواً ظہر کی ایک رکعتیں

یہ دہلی میں قیام پزیر تھے، انھوں نے اپنی تصنیف "الشفاء" میں مسئلہ عصمت پر بحث کرتے ہوئے اس میں بڑی

مناعت اور تعصیل کے ساتھ جلسہ کے رسول جیتا مسکوم ہوئے ہیں کہ بریت سے محوم نہیں ہوئے و جبیر

میں ہمیشہ کے لیے اسی طرح نہیں رہ جا کر انہوں نے جو جاتے ہیں جیسا جنس بشری ہمیشہ سے انہوں نے پہلی آنی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت عام انسانوں کے برخلاف حضرت ایب مسیح صلی اللہ علیہ وسلم کی جیسا کہ ان کی بات سے
 سامانی سلفین کا وقت عالم حبشہ کا طے کر خالق بشر کے ساتھ جو انگریزوں نے قرآن کریم پر کیا اور کہ وہ علیہ السلام کے لیے

نہ والی ہے نہ طالب حبیب و نابشری رہے۔ لیکن ابوعلیر تو یہی دعویٰ ہیذا مسلم کی والدہ کو تھیں۔ فقہ ابوبکر میں کی حالت

ہوا اور ہواشات کے حمایت پڑ جاتے ہیں تو وہ اپنے مشاہدات اور محسوسات کا بھی انکار کر دیتے لگتا ہے دراصل ایسی

میں سوچا کہ جب تمام مخلوقات میں بشری سب سے افضل آدمی ہے، اس لئے اس لئے مخلوق ہے تو پھر مخلوق کی حیثیت سے اس کا کہہ دینا تو ظاہر ہے کہ خالق کی جانب میں تو کسی امر میں بھی شکست

انجائش نہیں نہ اس کی ذات ہے اور نہ اس کی صفات ہیں۔ پھر خالق سے بہت کر مخلوق ہی کا واسطہ ہے۔ اس

انبیاء و علیہم السلام میں اس شرط (نوع سے) خالص نہ کر دیا ہے، جہاں نیز پھر اور نوع کے کوئی قسم ہیں ان کو کہ جنہاں

جانتا اس لیے نبی اکرم ﷺ کی بشریت سے انکار صرف قرآن و حدیث کا انکار نہیں ہے مشاہدہ کا بھی انکار
 ہے۔ اس مقدمہ کے رد کے لیے نبی کی فضیلت کا انکار ہے۔ خوب ہے کہ انسان کے تصور و افکار کے بدلنے

عبدی اپنی شرافت کو نہیں سمجھا اور تاج خلافت کے بعد بھی اپنی قدسیں پہچانی اگر وہ اس کی حقیقت سمجھتا

خَشَا فَعِيلٌ لَهُ أُرِيدَ فِي الضَّمِّ فَذَكَرَ وَمَا ذَكَرَ قُلُوبُ مَسْلُوبَةٍ خَشَا فَعَدَّ فَعَدَّ تَعَيَّنَ

ادوار میں اس پر آپ سے عرض کیا گیا، ظہر کی غارتگیاں کرکے کب بڑھادی گئی ہیں، آپ نے فرمایا کیا ہوا، انمول
بے عرض کیا، آج آپ نے پانچ بکھیں ادافرائی ہیں، میں کہ آپ مٹے سلام کے بعد سو کے لیے دو سو کے
کا قائل ہوا، ان کے نزدیک عوامان کی بکھیت ہی کے انکار کے مراد میں گیا، اس لیے اس بکھیت کی قسم کے
لیے مجھ کو کسی سے لکھنا پڑا، کہ دماغ قدرت کے مختلف انواع اور انواع میں مختلف اصناف پھر اصناف
میں مختلف استعمال کے افراد پیدا فرماتے ہیں، دیکھتے ہو، اوقات، نیات، میراثت و انسان۔ یہ مختلف انواع ہیں
وہ ہر وقت جان ہے کہ ان انواع میں کس نوع پر جملات بالکل ہیں، ہر وقت نظر آتے ہیں، نہایت بدی کچھ ان سے
پیش کام ہیں، وہ ضرورت کچھ دراک و علم سے بھی فیضیہ معلوم ہو، جس سے کہ جب آخری نوع کا نمبر آتا ہے تو وہی
کے شمار و علم و علم کے ملنے و دوسری خلق ایک ذریعہ بقدر نظر آتی ہیں، گر کیا اس کی اس برقی کی وجہ سے
دوسری انواع کے ساتھ اس کی مخلوقیت میں شرکت سے کوئی شخص انکار کر سکتا ہے، اسی طرح جب اگر امتنان
پر خود کو تو معمولی بکھیر بھی، ایک تجویز ہو، جو اس وقت بھی بکھیر بھی، ایک نہایت ہے اور کبھی بھی
اسی طرح کہ وہ بھی ایک جاوڑے، وہ خود بھی کر گیا، اس اشتراک کی وجہ سے یہ کثرت و کثرت ہر ایک سے
بڑا ہے، میں ان میں باہم کوئی نہ میں نہیں، اسی طرح اب اگر ہر شخص کے فرد پر خود کو تو یہ صنعت کے افراد میں بھی
فصل و کثرت کا، نہ ہر وقت و نظر آتا کہ اس کو صنعت و ہر ایک شکل پہلے ہر ایک کی بکھیتوں کے تقادس
خود کو۔ اسی طرح جو امتنان میں خود کو اس کی صنعت کے آزادی فیضوں پر خود کو تو خود کو اس کی صنعت کے اپنے درجہ
نظر آتے، کہ صنعتی شرکت کے بعد میں اس میں گواہی، اشتراک ہی نہیں ہے، اسی طرح انواع انسانی کا حاصل ہر ایک
یہ نوع جتنی شریف تر ہے، اس کے افراد میں تقادس بھی انتہائی بے اندازہ ہے۔ کہ اگر بھی انسان ہی کا فرد ہے، وہ
مسلم بھی، پھر خلیفین کے، فرد کو اگر گھٹتہ مضبوط کو تو قرآن کریم کے الفاظ میں وہ چارہا لکھیں، یا نبی و صدیقین خدشا
وہ صاحبین اس کے، ان میں تضاد و کمال میں ہے، اندازہ تقادس ہے، پھر یہی حالت ان میں سے ہر ایک کا
میں نے کسی صنعت یا نوع کے افراد میں ان کے باہم تعلق کا انکار نہ تو یہ جیت پرانی ہے، ورنہ ان کے تعلق کا انکار
کے ان کے صنعتی یا نوعی اشتراک کا انکار کرنا، یہ علم کی بات ہے۔

اور صبر کے کوفتر کو انصاف و انصاف کے دروازے میں نئی درجہ کی اتنی عظیم صلاحیت ہو جیہ کہ ایک انسان کی اتنی
 راستہ کہنے ایسے ہی سے مالی مقام تک بھی رسائی حاصل کر لیتا ہے جہاں مغرب سے مغرب تک بھی جانے کی گنجائش
 نہیں دیکھنا شب محل کے سادے معزز حضرت چرنیل علی علیہ السلام حضرت علی علیہ السلام کے درکاب ہے
 لیکن ایک سو قریب ایک تیا جہاں سے لگے گا ورنہ لگے کہ جسے ایک اور جہاں سے آنحضرت علی علیہ السلام
 نے طاقت ترک کی کہ اگر وہ طاقت لڑائی تو بڑے فوج کے انداز میں اتنی ہی عزم کر کے حاکم و سرور پروردگار
 فرما جاتی ہوتو وہ جہاں سے تھوڑی سی غلبہ و تسلط جہاں سے سب کے لیے سرانجام ایک عظیم طرح ہے اس لیے اگر اس
 سے ایک بار بھی جہاں سے وہ لڑ کر نہ جیتی رہتی اور نہ وہ جہاں سے اس کی عبادت و طاعت جہاں
 ایک بشری میں جہاں سے خود ہی تھے بڑا اور صرف تھے ہی نہیں بلکہ منازل قریب سے کرتے کرتے وہاں جہاں
 جس کے نقشہ اگر لگنا جہاں سے اور ہوسکتا ہو فوجوں و فوجوں کے اور جہاں سے اس میں نہیں رہتی جہاں سے
 ارادہ کی گئی جہاں سے اور لگائی پھر جس کی حد تک نہیں یہاں سے کہ قرآن کریم نے بھی سکوت اختیار کر لیا ہے ۔
 پھر جس کی مثال ہے کہ اس کے بعد کب کبھی کر کے عظیم اور بڑے منہ شکست لکھایا ان دماغ کر کے بعد از وفات
 کے نہ تو یہ ایک قدم جو بار بار لگنا نہ تو یہ ایک قدم جو بار بار لگنا نہ تو یہ ایک قدم جو بار بار لگنا نہ تو یہ ایک قدم جو بار بار لگنا

يَعْقِدُ اسْتَمْرَاقًا وَفِي رَأْسِهِ قُرْآنٌ مَكْرُومٌ لَمْ يَسْمَعْ كَافًا نِجَاسًا فَإِنِ أَفْتَحْتُم مَّا فَتَّخْتُ بِهِ
أَحَدًا كَفَىٰ حَسْرَتِي لَكُمُ الْفَصْلُ ابْنَ عَبَّادٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَيْسَ لَكُمْ تَسْبِيحٌ تَجِدُ نَفْسًا وَتَسْقِي عَلَيْهِ

ایک ایک روایتیں کہ سیدنا امیر کی ایک بڑی بڑی کتاب تھی جس میں تمام نبیوں کے قصص و احوال جمع تھے اس کو
جس میں ہر ایک کو تو جیسے یاد دلانے کے لئے اور ایک مشورہ یا ارشاد و کرب کے لئے کہ ان میں سے ایک ایک کو
تھیک بات بتائی۔ اسے جاننے کی کوشش کر دیکھو جس کے مطابق اپنی نافرمانی کر لو۔ پھر سلام پھر کر سہو کے
۱۰ بچے کر لیا کرو۔ متفق علیہ

ہو ناموس و بشریت کی جہاں سے زیادہ و ترستی اور اس ظہیر انسان قرب کے بعد جو تمام ساتھ لیا اور عبادت
کا خاص طریقہ و عہدیت کی ایک بڑی شان تھی۔ جس سے پہلے پٹ ان سلسلہ کا نام سے اس کو لیا گیا
اور پھر کے بعد تا وفات اپنی زندگی کے ہر شعبہ میں اس امر کا اس نے نظارہ کیا وہ سزا پر عہدیت ہی عہدیت
تھی۔ شیخ ابوبکر کہتے ہیں کہ مقام بہت جرح حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص مقام ہے ایک مرتبہ کہ پرستی کے
ان کو کہ ہر ایک شخص ہوا تھا تو اس کی بھی تاب نہ آسکا اور قرب تھا کہ اس کی جڑا۔ سہان اللہ جہاں جبریل علیہ
السلام قدم قدم سے اس کے ساتھ تھا کہ اس کے قدم کیا کرتے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے سیدنا محمد علیہ السلام کی شان میں ایک ایک چیز دیکھی
السلام کا وہ سر پہ رکھی تھی اس کے علم کے بغیر میں جو اللہ کے واسطے کے بعد پھر انسان کو کلام اللہ کے
عہد اس کی شہرہ و شہرہ کے بغیر میں اللہ تعالیٰ کا ایک بندہ ہوں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق حق تعالیٰ
اور خدا و ملاقات کا عہد تھا کہ وہ ایک نور علیہ السلام۔ بعد ان وہ اس میں فرق ہے کہ اس عہد کا لقب
اپنے حق میں خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور اس کے متعلق کیا ہے اور یہاں اس کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
حق میں فرق تعالیٰ کے متعلق فرمایا کہ چنانچہ اس کا ذکر شروع فرماتے ہوئے سہان اللہ الذی اسوی بعد
میں لقب کی صفت عہدیت کو ذکر کیا ہے۔ اس کو خاص طور پر حق تعالیٰ نے منسوب کر کے اور مشورہ و حکم دیا ہے
میں سورہ کا فرق یہ نہیں تھا کہ آپ کی بشریت کی جہاں کہہ کر آپ کو کوئی عیب نہ تھا۔ یہاں بھی آپ کی عیب
کی گئی تھی۔ یہ تو یہ ہے کہ ساری کی نوازش میں تھی زیادہ ہوتی جاتی ہے عہد کی عہدیت میں انسانی اور انسانیت
کو۔ اس سے جس فرق میں ہے۔ یہاں ہر اسلام کے امتیازات اور فضائل کا وہ چہرہ کران کے بشر ہے کہ ایسا کر لیا
وہ بھی تار کی ہے جس سے اس کے علم کا ان کی بشریت کا ان کو تھیک عام انسانوں کی صفت میں لاکر کھڑا کر دیا۔
وہ ایک مقام رسالت سے بڑے ہو کر۔ یہاں وہ علم اسلام کا تھیک مقام ہے کہ وہ بشر ہوتے ہیں۔ بلکہ سید البشر ہے
جس کے اوصاف ان کے رسول بشر ہوتے تو فوراً بشری کے لیے کوئی نقصیت ہی نہ ہوتی تھی۔ وہ اسلئے بالاطمین
میں پڑی ہوئی نظر تھی۔ سورہ و انہیں کے شروع میں چار بڑی باتوں کا ذکر کیا کہ انسان کا احسن الخلق پرہیزگار
اس سے بیان لیا گیا ہے کہ ان کو کھڑا کر کے انسان کی اس نقصیت کا ثبوت کیا کہ وہ عام انسان جو نہ وہاں
سے آشنا ہیں نہ علم حاصل ہے ان کو ترس و خدشہ ہے۔ یہ بھی کہ جسے مان کو کچھ کران اور کہہ کر لیا انسان
سے ان کے حقوق چھین کر جس کو نہ ان کے ان تعلقات میں عہدہ و غیرہ کا نام۔ عہدہ و خراج و فہم و غیرہ پیش
حق تعالیٰ و مشورہ کی ہر ایک کی تہذیب و تہذیب انسان کی جس کو کچھ کران ان کے حقوق کا احاطہ
ہو۔ عہدیت و مشورہ کی یہ سب و صلاحیں صفت بشری میں صورت ان بشر کے وہ ہوتی ہیں جو نہ ان کے
اس نقصان کے لیے تر جان و نہ نہ ان کے اسلئے رسول کا تصور کا تصور دیکھو۔

الترمذی وقال هذا حديث غریب والحدیث منی فی الجاری فی غروة المحدث مع تعذر
سید وراجع ترجمان السنن من ۳۴ ج

السؤال العظیم للمعتمد عقر سقاس ترفی کما یستحق منک انفس

۱۰۰۸۔ عن یحیی قال بینا رسول الله صلی الله علیه وسلم ذات لیل یسقی قومه یداً
على الارض فکان عقر رب فکانوا رسول الله صلی الله علیه وسلم یسقی قوماً
فلما انصرف قال لعن الله العقر ما نذرتهم لیسوا ولا غیره اولیاءا ولا غیره اولیاءا
على ومانی فحسد فی اناء یعربعل یصبه على اصبعه حیث یرشہ ویسقیها
پناہست جو کھلا تو اس پر روئے پھر بند سے ہونے لگے۔ (بخاری شریف و ترمذی شریف)

ترجمان السنن من ۳۴ ج جلد اول ضروراً غلط فرمایا جائے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چھپنے کی ایک کانا اور آپ نے اس کی طرح دم فرمایا جیسا انہوں نے کیا

۱۰۰۸۔ حضرت علیؓ نے روایت فرمائی کہ ایک شب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ لانا فرما رہے تھے آپ نے اپنا
دست مبارک زمین پر رکھا تو کسی چھپنے کے ہاتھ میں کاٹ لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھا
پہل سے کراس کو مار دیا جب آپ نماز سے فارغ ہو گئے تو فرمایا خدا تعالیٰ مجھ پر لعنت کرے نہ نمازی
کو نہ کھنے نہ غیر نمازی کو یا کہما کہ نہ نبی کی کھنے اور نہ غیر نبی کو اس کے بعد خدا سب تک اعلیٰ کی شکل ایک تن
میں ڈالا اور میں مجھ پر کھنے کا تھا اس جگہ اس کو ڈالتے رہے اور وہ زمین پر چڑھ کر اٹھ کر کھنے

بلکہ میں طرح ان کی بیماری دوسروں سے شدید تر ہوئی کسی طرح یہاں بھی وہ دوسروں سے پیش نظر تھے ہیں
جو کہیں عام طور پر پیش میں ایک قسم کے جسم کی حرمت پیدا ہو جاتی ہے پھر نہ سے سے کھنے اس کی شکل سے ممکن
ہو جاتا ہے بلکہ پیش کے علاوہ جو جاتا ہو اس طرح جو کہیں کھنے فائدہ مند نہ ہے بہر حال جو کہیں پیش سے
پھر نہ سے کا مادہ اور نہ ہی کسی قسم سے اس شے کی حالت میں جب صوبہ بنے مغرب ہو کر اپنی تکلیف
سب سے شیعہ و مہربان رسول کے سامنے پیش کی تو معلوم ہوا کہ ان کا دیران دور ہی تکلیف میں ان کا شریک خدا

۱۰۰۸۔ ایک طرف جہالت کے آپ کو مجھ پر کھنے کے بعد پھر میں نے سلام کیا ہے خود دوسری طرف مجھ نے آپ کو کھانی
ہے یہی صورت اگر آپ کی حرمت کی علامت تھی تو دوسری آپ کی بشریت کی دلیل تھی۔ حدیث سے معلوم ہوا
کہ ہر ایک وطن کی قسم جہالت میں بھی ہے جو حقائق خفیہ طور پر ہوتی ہیں ان کا اذکار کے لیے شہد ضرور نہیں
ان کی حرمت پر بیش عقر رب نے انہیں عین امت پر غفلت سے پیش امین امت میں جب ایک شخص کو اپنی
انحراف کی وجہ سے طعن ہو سکتا ہے تو ایک ہی شے ان کی کھنے اختیار کی فعل و جنب جو نہیں ہوگا شکل ۱۔

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الذی قال کُلوا من ثمره واکلوا من ثمره من اصحابہ معہ قال رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ قتلوا ابیہم لکم وارسل الی الیہود فیکفوا عنہا فان
 صدقوا انشاء فقلت من اخبرک قال اخبرنی ہذا فی یوم فی الدار قال قلت لعلہ
 ان کان یبغی فلیکفوا وان لعلہ یکن فیما استقر حنا منہ ففعلوا رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم لعلہ یبغی فکفوا وارسل الی اصحابہ الذین اکلوا من الشاة واکفوا رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلہ یبغی فکفوا من اجل الذی اکل من الشاة واکفوا
 بالقرآن والشرع وهو موقوف لیس فیہ بیاضہ من الاضمار۔ رواہ ابو داود والدارمی۔

۱۱۔ ۱۱۔ عن عائشہ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول فی مریضہ الذی
 مات خیر ینا عائشہ ما اذال احد انہ الطعام الذی اکلت یخبرہ ہذا اذات
 بطریقہ میں کہ آپ نے اس میں سے کچھ کھایا اور آپ کے بعض صحابہ نے بھی کھایا۔ آپ نے فرمایا کھانے
 سے کچھ اٹھا لو۔ اس یودی عودت کے بدلے کے لیے آدمی بھیجا اور اس سے پوچھا تو نے میں کبری
 میں دہریا کو اس نے کھا آپ کو کس نے بتایا۔ آپ نے دست کے اس ٹکڑے کی طرف اشارہ کیے
 فرمایا جو آپ کے اندر میں تھا۔ میں کہہ دہریا ہی اس میں سے اپنے دل میں کھا تھا اگر یہ نبی ہوتے تو ان کو یہ ہر
 کیا نقصان دیکھا اور اگر نبی نہ ہوتے تو ان سے ہماری جان چھوٹ جاتی۔ آپ نے اس ہر دن کو معاف
 فرمایا اور اس کو کوئی ضرر نہیں دی اور آپ کے جن بعض صحابہ نے وہ گوشت کھایا تھا ان کا تو اسفل
 ہو گیا اور انھوں نے صلی اللہ علیہ وسلم ہی اس ذہیر آلودہ کبری کے اثر سے چھٹ لینے شافعی کے درمیان سبکی
 فکر کیا کرتے تھے۔ سبکی لگا نہ تھا ابوہند الفسار کے قبیلہ بنو بیاضہ کا ایک آقا و کردہ غلام تھا اس نے
 سبکی اور فستر سے آپ کے سبکی لگا لی تھی۔ (ابو داود۔ دارمی)

۱۲۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں یہاں ہی حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اس
 میں آپ فرماتے تھے۔ عائشہ جو زہرا تو کھانا میں نے خیر میں کھا لیا تھا اس کی تکلیف مجھے ہمیشہ ہی
 رہتی ہے۔ وہ کسی مرض کا سبب بن جائیں۔ سوئی تاثیر کے سفل آج دو گن ملے ہیں کہ یہ ان کی کوئی حد نہیں ملتی
 سفل کی حالت پہلے سے اس کی سفلہ نہیں ہیں۔ امر کا ثبوت تو اتنے ساتھ انھیں مناجہ کر کے مل گیا۔ اور ان سے
 اس کی نبی کریم کا خیر خیر خیر۔ اس خاص قسم کے جو کہ بے عیب میں ایک۔ علاج بھی تھا اس کو نظر رکھتے تھے۔
 بعد میں علاؤ اللہ کی حالت کی اہمات بھی آئی تھی۔ حضرت عائشہ نے اس علاج کا ذکر فرمایا۔ مگر آپ نے فرمایا کہ
 میری یہ یاد رکھو کہ میری طرف سے وہ نہ ہوا۔ اس کے بعد سے شامنا فرمادی کہ اس سے میری علاج نہیں کرتا۔
 ۱۳۔ ۱۔ علم قدوس نے اس طرح میں ہوئی۔ عودہ کا مذہبی رائل کردہ اور اس کے اس حد کو کام نہانے کے لیے
 ایک حد تک آپ کو جیدیات رکھا اور ان میں جس نوع کی غلطیوں کو غور سے کے ساتھ جمع ہو سکتی تھی اس سے

وَجَدْتُمُ اتِّفَاقَ الْعَجَرِيِّ مِنْ ذَلِكَ الشَّيْءِ . رِوَاهُ الْبُخَارِيُّ

الرسول الكريم محمد بن عبد الله بن عبد المطلب بن هاشم بن عبد مناف بن قصي بن كلاب بن مرة بن كعب بن لؤي بن غالب بن فهر بن مالك بن النضر بن كنانة بن خزيمة بن مدركة بن إلياس بن مضر بن نضير بن معد بن عدنان

١٠٣. عَنْ ابْنِ حَارِثٍ أَنَّهُ سَمِعَ سَهْلَ بْنَ مَعْدِيٍّ وَهَرُونَ بْنَ إِسْمَاعِيلَ عَنْ جُرْجَرِ بْنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَمَا وَاللَّهِ إِنِّي لَأَكْرَهُتُ مَنْ كَانَ يَتَّبِعِلْ مُجْرَجَرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ كَانَ يَسْكُبُ الْمَاءَ وَيَهْدُوهُ قَالَ كَأَنَّهُ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا وَتَقُولُ لَقَدْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ وَغُلٌّ يَسْكُبُ الْمَاءَ يَأْخُذُ قَلْبَهُ أَرَأَيْتَ قَالَتْ لَأَنْتِ أَرَأَيْتَ لَوْ أَنَّ الدَّمَ لَمْ يَكُنْ إِلَّا كَقُرْءَانٍ أَخَذْتَ قِطْعَةً مِنْ حَصِيرٍ وَأَقْرَبْتَهَا أَوْ أَصْغَفْتَهَا مَا سَمِعْتَكَ الدَّمَ وَلَمْ يَكُنْ

موس ہوا، یہاں تک اب اسی کے ذریعے اس سے کہہ کر موس پہنچے کہ (میرا آخر وقت آگیا ہے اس لیے میرا
شعور گم کر گئی ہے۔) (بخاری شریف)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار زخمی ہوئے تھے کہ آپ کے زمین مبارک شیعہ ہو گئے
آپ نے اس کا علاج اسی طرح کیا جیسا اوپر ذکر کرتے ہیں

۱۰۱۳۔ ابو حازم روایت کرتے ہیں کہ سہل بن سعد سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس درجہ کے شعلے صیالیے کیا گیا جو جنگ اُحد میں آپ کو لگا تھا۔ انھوں نے سہل بن سعد کا یہ جواب خورشید تھا وہ فرماتے تھے میں خوب یاد رکھوں کہ آپ کے زخم کا دھلانا والا اور اس پر پانی ڈالنے والا کون کون تھا اور وہ دعا بھی کیا تھی جو آپ کے زخم پر استعمال کی گئی تھی۔ یہ کہتے تھے کہ حضرت فاطمہ زہراؑ کی ماں ابی زریٰ تو زخم دھو لی جاری تھیں اور حضرت علیؑ ایک دھال سے پانی لے کر اس پر ڈالتے جاتے تھے لیکن جب حضرت فاطمہؑ نے دیکھا کہ پانی سے زخم کبھی صاف نہ ہوتا نہیں بلکہ وہ آدھا اور زیادہ ہی ہو جاتا جا رہا ہے تو چٹائی کا ٹکڑا لے کر لایا اور اس کی ساکھ لے کر زخم پر لگائی جب کہیں جا کر خون بند ہوا اس جنگ میں آپ کے

نہایت سے ایک عرصہ امتداد ملائی جو پھر اسی زہر کا اثر کھردر کر عالم سلاطین پر بھی آپ کی وفات کا سبب بن گیا اور
مصر پر آپ کو بہت شہادت کی افضلیت کی جیسا کہ جی۔

۱۰۱۲۔ شکستہ حالات میں ایسے ہیں جو مسلم کا دفاع نہ ملتا ہے کیوں دیکھتے ہیں میر تقی میر صاحب ہند
 سناؤ اسے کہ جسے مشفق قریب سمجھتے ہیں تو ان پر ایک سوال یہ کہ اگر شکستہ کے مشفق بھی تھا چرچہ اس
 لیے مسلم پر کیا کتاب کو بھی شکستہ کی جوت ہے تو وہ بجا خود بول، خدا کا رسول کی شان میں کی۔ وہ شکستہ کو کہتے
 ہیں اگر خدا ربی بلا دینی کا ہر کہے اس حضرت سبل اضرہ و سلم پر اس کے میدان میں سخت ہیں پر ہی کوئی اور
 اس پر دیکھ کر خود کے ساتھ دینی پر ہی کہہ دیتے انور دیکھتے ہیں، دانت خبیثہ کے پچھتے ہیں، اور سر مبارک کے خود کو پناہ دے کر لے جاتے ہیں

وَبِالْعِشَّةِ لَا مَقِيدَ وَحُجْرَتُهُ كَثِيرٌ مِنَ الْبَيْضِ عَلَى رَأْسِهِ . رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِي الْمَغَازِيِّ .

الرَّسُولَ الْعَظِيمَ كَأَنَّهُمْ كَمَا يَحْتَسِبُ الشَّعْرُ

[illegible]

معدنے کے چار راستہ شہید ہوئے، وہ نے انور زخمی ہوا اور آپ کے سر ہانک پر چڑھا تھا وہ بھی ٹوٹ گیا۔ دغا ہی شیخ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بان لمور کی فکر لاس ہوئی تھی جن کی فکر کو فطرۃ لاحق ہوئی تھی یہاں
۱۱۳۰ھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں سے فدا کر گئے تھے۔ جہاد
مقابلہ بھی ایسا ہے جس کی فکر کر لینے یہ فکر چار اور تھاری نکل لایا جس حصہ لینے والے مرث وہی لوگ ہونگے جو
بڑے ضبط و محبت والے ہونگے۔ یہ حدیث بیان فرما کر حضرت عائشہؓ ابوسلمہؓ کے لیے روایہ نکالتے فرمایا کرتی
تھیں کہ اللہ تعالیٰ تمہارے والد کو جنت کے اس چشمہ کے پانی سے سیراب کرے جس کا نام سلیمیل ہے اس
کی رو پر بھی کان کے دار عبد الرحمن بن عوف نے اہمات المؤمنین کی خدمت میں ایک بار غصہ چٹ کیا

یاد بھی اس جگہ کوئی موصوفہ کر رسول بشر نہیں ہونے، رسولوں کی جو صفت نہیں جلتے یہاں ان کو انحراد و عدم کو
مگر جس سے واقف نہ تھے وہی شاہ بہر قول مجھے بالائے قیاس کی شکست ہی کو صداقت کی علامت اس میں شمار کیا تھا
۱۰۱۲۔ یہ پہلے بار بار مذکور چکا ہے کہ انبیاء و علیہم السلام کی طہارت ان تمام چیزوں سے شائع ہوتی ہے جس سے کہ بشری
طہارت کو حائل ہوتا ہے وہ جس طرح بھوک پیس اور سرور و گرمی کے احساس میں عام بشر کے شرک کے
میں کسی طرح صورت و افراس میں ان کے شرک کے ہوتے ہیں، آپ کے مہاجر و امیر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا
عقل بجا قویٰ و تمکین ہونے کو آپ کی شہم مبارک سے آواز پہنچے، اسی طرح صحابیوں کا بھی عقل و ایمان
کے متعلق ہم آپ کو اس حد تک شکر بھی جس حد تک بشر کو جانی پہنچے، ظاہر ہے کہ آپ نے ان کے لیے خاص طور
پر ان کے اسباب کا گولہ خیر و خیرین چھوڑ دیا، ان میں بھی انبیاء و علیہم السلام کو امتیاز دیا، تاکہ وہ ان کے
ممبرانہ اعمال میں ان کے استقامت اور خیر فی دعویٰ کا پورا پورا محتاط رہے۔ وہ بھی بطور ذکر اس سے نہیں بلکہ بشری خصلت
پر تکیہ اور غرضی سے۔ ان کے خب پر اس کا دورہ بھی نہیں لگنا، ان حالات میں ان کا قدیم اور شریعت سے سرور
خود دھر جائے۔ یہاں جس میں ان کا اس میں نہیں بلکہ ان سے بڑھ کر انہی شریعت کی صدا کا جھنک بھی ان کی
خیریت پر ہے، پھر نظری، حسامات بھی قدرت ان میں اس سے رویت فرمائی ہے تاکہ وہ عام بشر کے لیے ان حالات
مست کا عمل کو پیش کر سکیں۔ گزشتہ صفحات میں ان کی احوال کے معمول سے معمولی حوالہ آپ نے خلیلہ خاطر فرمایا
وہ ضرور ہیں اس قسم کے علاوہ بھی، بہر بہت چوہہ ضرور ہو سکتا ہے لیکن ان تمام صفات میں آپ ہی سنت اللہ کے
حسب نظر نہ جو فراموشی ان کے لیے روز دل سے عقیدہ ہوئی ہے کیا۔ آپ کی بشریت کا عقلی طہارت نہیں۔

الرَّسُولُ الْكَبِيرُ الْحَقُّ الْعَرِيقُ الْأَعْلَى عَلَى سَنَنِ الْبَشَرِ

۱۰۱۳۔ اَعْلَى ابْنِ مَيْلَةَ لَمْ يَأْتِ شَيْءٌ نَزَّحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَهُ عَائِشَةُ عَالَتْ أَقْبَلَ
أَبُو بَكْرٍ عَلَى قَرِيبٍ مِنْ مَسْجِدِهِ يَا شَيْخُ خُذْ لِي قَدْ خَلَّ لِلْمَسْجِدِ فَلَمْ يَنْظُرْ إِلَّا مَنْ خَلَّ فَقَالَ
عَلَى عَائِشَةَ خَيْرٌ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُسْبِحٌ بِمِرْجٍ حَبْرَةٍ فَكَلَفَتْ عَنْ وَجْهِهِ لَمْ
يَأْتِ عَلَيْهِ فَقِيلَ لَهَا إِنَّكَ فَقَالَ يَا ابْنَةَ النَّبِيِّ إِنَّ اللَّهَ لَا يَجْعَلُ اللَّهُ عَلَيْكَ مَوْتَيْنِ إِلَّا الْمَوْتَيْنِ
الَّذِينَ كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْكَ فَخَذَّ مَتْنَهَا عَالُ الْأَوْسَلَةَ فَأَخْبَرَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ خَرَجَ وَكُنْتُ

تَحَاوِي أَيْسَ خِرَادٍ مِمَّنْ فُرِخَتْ بِهَا عَالَةُ - ترمذی شریف

بشری سنت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر آخرت

۱۰۱۴۔ ابو سلمہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بی بی صاحبہ میں حضرت عائشہؓ نے ان
سے بیان کیا کہ بکرہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خبروات میں کہا کہ نبیؐ قیام کا مقام ملے گا جسے
سوار پر کر تشریف لے گا وہ یہاں باکرہ سواروں داخل ہوئے اور کسی سے بات کیے بغیر حضرت عائشہؓ کے
گھر میں تشریف لے گئے اور سیدھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا پہنچے۔ آپؐ پر اُس وقت تک
کسی چاند کو بھی نہ تھی۔ انہوں نے آپؐ کے چہرہ مبارک سے چاند اُٹھائی اور جھک کر آپؐ کو سوا لیا
وہ چہرے اور فرمایا یا نبی اللہ آپؐ پر میرے باپ قرآن اللہ تعالیٰ آپؐ پر رزق میں بھیجے نہیں کرے گا جو موت
اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے لیے مقدر فرمائی تھی وہ تو آپؐ کو آنکلی ہے۔ ہوسکتے ہیں کہ میں عباسؓ نے مجھ سے
بیان کیا کہ اس کے بعد بکرہؓ پر تشریف لائے تو عرض

صاحبہؓ ذکر کیا کہ میں بھی معلوم ہوا کہ امارات المؤمنین کا مقام حضرت رسالت میں کیا تھا اسی لیے اللہ حدیث نے
حدیث مذکور کو صاحبہؓ کے پاس بھی لکھ فرمایا ہے۔ کوئی جہ نہیں کہ میں انفس طہرہ کو اللہ تعالیٰ نے پہلے مجھ پر رسول کی
دعوت دی ہے پہلے انتخاب فرمایا تھا ان سے رسول کی ذات اقدس کا تعلق تھی اس وضو کی کہ ہونا چاہیے۔ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کے یہ کلمات کھلتے امارات المؤمنین کی بزرگی و عظمت کا اندازہ کرنے کے لیے کافی ہیں۔

۱۰۱۵۔ احمد بن حنبلؓ نے بشریت کا فرضی ثبوت ہے جو نفس و ملائکہ اور موت پہلے واضح قرار میں کہیں بشریت کو بائبل
نہیں سمجھتا ہے۔ پھر خدا تعالیٰ اس کا تعلق کے وہ بیان کوئی فرق نہیں سمجھتا اس حدیث سے یہ حکم ثابت
ہو گیا ہے۔ وفات کے بعد آپؐ پر چار دفعہ نکلتا ہے کہ وہ نے تو ذکر و دعا و وفات کے بعد آپؐ کو نبی اللہ
مظاہر کرنا آپؐ کی وفات کا خبر پہلا ملائکہ کر اور یہ ظہر و دنیا کے عبادت کے قابل مروت وہی ایک ذات پر جس کو

فَقَالَ رَجُلٌ مُؤْمِنٌ لَمَّا رَأَى رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: وَإِنَّكُمْ لَمِثْلِي إِنْ أَيْتَ بَطْنِي رُبِّي وَرَبِّي
 ۱۰۶۔ عَنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: سَمِعْتُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ
 الرَّجُلُ قَامَ لِيَصُومَ الصَّلَاةَ قَالَ: وَإِنَّهُ قَدْ جَدَّدَهُ فَيُصَلِّي بِكَالْيَوْمِ تَوَضَّعْتُ يَدِي عَلَى
 رَأْسِهِ فَقَالَ: مَا لَكَ يَا عَبْدَ اللَّهِ مِنْ عَمْرٍو قُلْتُ: حَقٌّ شَيْءٌ يَأْتِي رَسُولَ اللَّهِ إِنَّكَ قُلْتَ صَلَاةَ

دریں میں انظار کیے بغیر ایک ساتھ رکھے جائیں۔ اس پر ایک شخص نے عرض کی کہ رسول اللہ آپ تو ایسا ہی کر لیتے
 ہیں۔ آپ نے فرمایا میں ان کو مگر ایسی قسم کوئی میری غرض ہے، یہ سب سب ہرگز نہیں اس حالت میں کہ میرا سب
 کچھ کو کھلا تا بھی ہے اور پھانسی بھی ہے۔ (رفعت علیہ)

۱۰۷۔ عبد اللہ بن عمرو نقل کرتے ہیں کہ جب سے یہ بیان کیا گیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے آدمی کے
 نوافل کا ثواب چھوڑ کر پڑھے چائیں نصف نماز کا ہر تہ ہے۔ یہ کہتے ہیں اتفاق ایسا ہے کہ میں جو آپ کی خدمت
 میں حاضر ہوں تو اس وقت آپ کو چھوڑ کر ہی نوافل پڑھتا ہوں۔ آپ نے آپ کے سر مبارک پر اپنا
 ہاتھ رکھا آپ نے پوچھا عبد اللہ بن عمرو! کہو کیا بات ہے؟ میں نے عرض کی کہ رسول اللہ آپ نے یہ فرمایا تھا

۱۰۸۔ اِنْ تَابَا عِلْمُ السَّلَامِ بِشَرْعٍ دَمَ تَمَّ مَرَّاسٌ كَالْمَطْبَعِ يَهْمُ جَمْعُ شَيْءٍ يَكُونُ دَاخِلًا فِيهِ شَيْءٌ يَكُونُ
 میں مجھے کہ عام بشر پر کر کے جس جگہ وہ دن سے نئے نماز میں پڑھتے ہیں کہ اگر ایک وقت دو دن پڑھنا پڑی جائے تو
 یوں صلوات ہونے لگے کہ اگر کوئی بارہ بار پڑھ لے وہ صغیروں کے افراد میں بشکی مشہور رہا ہے ایک ہی صفت میں
 الشکر کے بارگاہ ان کے افراد میں امتیاز کی حقولیت کو کہ خوب انفرادیت سے ملتا ہے وہ کہتا ہے
 وَانْ تَكُنْ الْاَلَامُ وَانْتَ مِنْهُمْ ۝ قَدْ اَلَمَسَكَ بَعْضُ دَمِ الْعَسَلِ

اے مشرک اگر تو غلو کی میں شامل ہو کر حیران معبر ہو شیت رکھتا ہے تو اس میں تقویٰ کی بات کیا ہے آخر تک بھی
 تو کسی ہرن کے خون کا ایک حصہ ہوتا ہے لیکن پھر ان دونوں میں کیا نسبت ہے متعلق اور معطرہ لایا کہ وہی پاک
 پس اس طرح انبیاء علیہم السلام بھی نفس بشر پر ہیں کہ سب انسانوں کے ساتھ شریک ہوتے ہیں لیکن پھر ان سے
 شریک کی طرح ممتاز بھی ہوتے ہیں۔ معرفت اپنی سیرت میں نہیں بلکہ اپنے جسم و عوارض میں بھی وہ ان کے خود میں ہیں
 انبیاء علیہم السلام کی شان رفیع قومیت جنسہ قرآن کریم تو یہ کہتا ہے کہ ان کی پیمائیاں ہیں عام عورتوں سے کچھ عظیم
 شان کی ہوتی ہیں۔ یا ایہذا عالمیہ لیسع کا حدیث میں فلسفہ ادا ہے جس کی سیرت تمام عورتوں کی طرح نہیں ہے نہ ہی
 بات اس سے باطل کہ جس طرح ان کی اہلالت المؤمنین صفت خاص اس شامل ہونے کے بعد ہر کام میں ان سے
 ممتاز بھی ہیں اسی طرح انبیاء علیہم السلام بشر پر کر ان سے ممتاز بھی ہوتے ہیں۔ دیکھو اس حدیث میں کسی صفت کی
 ساتھ آپ نے غلو کیا میری بشریت کے سبب خواص وہی سمجھا میں جو شادی بشریت کے ہیں میری بشریت آپ
 غزیر میں بھی تم سے مختلف ہے۔ پھر یہاں آپ و غذا کی نوعیت جرمی ہو کر نباتات کا کہتے ہیں کہ آپ نے اس کو
 بھی شریک کے ساتھ مقدمہ فرمادیا ہے۔ اگر انی ایت کی جگہ انی ایت فرمادیتے یعنی میں صبح کو کھوں اس کو
 پڑھتا تو عام انسانوں کے لیے آپ و غفلت کا تصور روزہ کی حقیقت کا قائل نہ ہوتا۔ یہی جو جاننا ہے عظیم بحث
 تھی کہ غذا آپ کو ملتی تھی۔ وہ اس سے انظار ہم سکتا بھی کیا نہیں۔ بہر حال اگر ایک طرف انبیاء علیہم السلام
 تک بشریت کی وہ عام صفات موجود تھیں جو ان کی بشریت کا یہی ثبوت بنتی ہیں تو اس کے ساتھ کہ میری

مَا يَكُونُ لَكُمْ فِي صَبَإٍ زِينًا. رواه ابن سعد كما في انحصار النسخ.

مِنْهَا مَا يَتَعَلَّقُ بِجَاسِدِ الْبَصَرِ

۱۰۳۔ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اسْتَوْدِعُوا أَمْوَالَكُمْ فِي
 بَيْتِي هِيَ أَيْ كِأَوَّلِ سَبْعِ دِينَ شَيْءٍ تَحْتَ رِجَالِي

۱۰۳۔ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اسْتَوْدِعُوا أَمْوَالَكُمْ فِي
 بَيْتِي هِيَ أَيْ كِأَوَّلِ سَبْعِ دِينَ شَيْءٍ تَحْتَ رِجَالِي

مجھے ہے آپ کی آواز (سب دریں سن رہے تھے) (خاصاً)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چشم مہارک کی اعیانہ کی خصوصیت

۱۰۔ اس شخص سے یہ بات ہو کہ ایک مرتبہ جامعہ کھڑی ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف ہنسنے لگا پھر فرمایا: اپنی صفیں میسجی کہ لو غریب مل کر کھڑے ہو کہ یہ نگہ پریم کو اپنی ہمشیر کی طرف سے ملے گی (دیکھتا ہوں۔ بخاری شریف)

۱۰۴۔ دانش برداریت فرماتے ہیں کہ رسولؐ فرمایا کرتے تھے (جامعت میں) سیدھے سیدھے کھڑے ہو جاؤ، اُس

مصر کی ایک چوہا سالی کے ساتھ میں مل کر لیا کہ میں قدرت نے تم کو ایک مرد صالح پرشوالی کی قوت عطا فرمائی ہے۔
 فی نے آج اس سے کچھ زیادہ حاصل پرشوالی کی قوت بخش دی ہے۔ انبیاء علیہم السلام نے اپنے جسمانی خاص میں
 اتنا زیادہ ہوتے ہی تھے مگر حق یہ ہے کہ ان کے غلط یہ بھی ساری مخلوق میں اتنا صفت چھتے تھے تاہم ان کی دست
 پر کوثر جو آبِ ہی کے جہد پر ختم نہیں ہو گیا تھا بلکہ ان کمالات میں سے خاص میں آپ کی بہت کوثر نصیب تھا
 جس سے ایک تہذیبِ عرب میں غزوانہ و اندلس کی فتح میں بھی اسی جا مل ہے۔ میرا کہ کلمات کے باب میں آپ کی غلط
 و غزوانہ تہذیب سے کہہ رہا ہوں تاہم اس پر کرنے کے بعد وہ جس خیالوں کے لیے بھی اس کی وجہ قرار دے گا وہی ہے۔

۱۰۲۶۔ اپنے سامنے کی چیز کو دیکھ کر تو جانتا ہی کہ غلام ہے لیکن رسول وہ بولتے ہیں جو کوشتِ تعالیٰ سامنے آ رہے
 ہیں۔ کیا اس طاقتِ غایتِ خداداد سے بے اگر انگوٹھ میں اپنے سامنے دیکھنے کی طاقت نام طور پر ہوتی تو کیا کوئی انسان
 اس فکر سے پرہیز کر سکتا تھا کہ اس مخصوص دیکھنے کی طاقت ہوئی چلیبے لبر جس سے اس میں صحت ایک مست
 دیکھنے کی طاقت عالمِ حریف رکھ دی کہ کیا اس کو قدرت نہیں کر رہا کسی کے حق میں طاقتِ صحت میں دیکھنے کی طاقت بھی
 بڑا دلچسپہ قرآنِ کریم میں وہ مختصر فاضل جوامع کی بات صحت کو انوارِ صحت ہے۔ اور یہی صحت ہے کہ عجب انسان
 اپنے طاقت ان کی قدرتِ شن کر ان سے عجب سے کہتا کہ "لم ادرکم علما" اس کے جاس میں وہی کچھ ہے جس سے
 پروردگار کو قدرت کی باری صافراہی تھی اس سے قیام کر بھی طاقتِ عطا فرادی جو عباد کو کوشاں بن کر رہا ہے
 سے رکھے جس کے کھانے کی تسبیح خواست تھے اور انصافِ مسلمہ علیہ وسلم نے اپنے کھانے میں سے بکری کی صحت نظر کر
 رہے تو ان کا کہہ کھانے میں ذبح خانے کی خبر پھر اسی سے دی ہے۔ جب ان اصحابِ باطن نے ان کی طاقت پہنچا کر ان

تَقِيْمُ سِدْرَةِ اِلَى اَلْاَرَاخِ مِنْ حُلْفَتِي تَمَّ اَرَاكُمُ مِنْ يَمِيْنِ يَدِيْ. دُعَاءُ اِبْرَاهِيْمَ اَوْد.

۱۴۳۰. عن أبي هريرة قال قال صلى الله عليه وسلم الظهور في مؤخر
الصوف رجل فإساءة المشاورة قلنا أسلم قال لا رسول الله صلى الله عليه وسلم يا هؤلاء
الاستغنى بالله ألا ترى كيف نصير في إناكروا أن الله يغني عنكم ما أنتم غافلون الله في
إلا من خلق كما أرى من بين يدي - رواه أحمد.

مِنْهَا مَا يَتَعَلَّقُ بِخَاصَّةِ السَّمْعِ

۱۰۶۴۔ عَنْ زَيْدِ بْنِ قَايسٍ قَالَ بَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَاطِطٍ لِي النَّبِيِّ عَلَى بَعْلِكُمْ، وَنَحْنُ مَعَهُ إِحْدَاثٌ بِهِ دَابِئُهُ فَكَارَتْ فَلْيُسِرُوا إِذَا أَقْبَرْتُمْ شَأْنًا وَخَشِئْتُ
وَلَبَّ كُنْزُكُمْ مَكْتُوبٌ مِزْرِي جَانِبِمْ كُوَيْبِي پُشت کی جانب سے بھی اُسی طرف دیکھتا ہوں جیسا
کہ پُشت کی جانب سے۔ (ابن ماجہ)

۱۰۔ پھر یہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کو خیر کی نافرمانی کی اس میں ایک شخص سید آخری صف میں شامل تھا تاہن کچھ کو بھی کسی کی آپ نے جب سلام پیر تو اس کو آواز دے کر فرمایا اے فلان! اللہ سے ڈرنا نہیں؟ اور کیا انہیں کسی نافرمانی پر مقرر ہے۔ تم لوگوں کا خیال شاید یہ ہو گا کہ ہم جو کس قسم کرتے ہو وہ مجھے سے پوشیدہ رہتی ہیں۔ بخدا میرا میں اپنے سامنے سے دلچستاء ہی طرح پشت کی کیا ہے گی، رکھتا ہوں۔ (احمد)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ شیعہ کی امتیازی خصوصیت

۱۰۴- نتیجہ بحث میلان فرلے ہے میں ایسا اتفاق ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ بنو النضار کے کسی
یہاں میں ایک غیر مسلمان سے اس وقت پہلو لگے بھی آپ کے پہلو ہوا کہ حضرت نے کہ دفتر آپ کی ساری اس زندگی میں
ہرگز تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا دور تو قیامت کا دور تھا کہ ان کے کہنا ہوتا ہے۔ میں آپ کے جسم کا پلے کے جسم کی جگہ
تو حق تعالیٰ نے جسے اس کے لیے لیا اور کئی مائیں ہیں کہ میں نے خود ان کے کہنا میں نے یہاں بھی اپنے جسم کو
دیہات میں سے خود اپنے لیے لیا ہے۔

۱۳۰۰ء۔ اسی شخصیت علی گڑھ علیہ السلام کی شہر مبارک کی یہ صفت بھی مختلف صحابہ سے مختلف طور پر روایت کی گئی ہے اس
صحابہ سے یہ صفت پہلے پہل کہ یہ واقعہ ہجر کی نماز کا تھا۔ جو شخص اس در شان کا باعث بنا وہ صحابہ کا خاص حق تھا
جس کا حق نبوت اور زیادہ ہے کہ نمازوں میں کسی اور کو حرکت کا حق نہ تھا بلکہ یہ حق کسی ایسے شخص سے جس کا حق
ہو کہ اگر وہ کسی نے اس کے کمرے کو گھسیٹا تو اس میں اپنے سے پہلے سے جیسا کہ وہ کسی اور سے پہلے کے صاحب سے بھی
نہایت اور سزاوارتہ ہے کہ اگر وہ شخص جو مسکن میں رہتا ہے تو اس کو یہ حق ہے کہ وہ کسی اور سے پہلے کے صاحب سے
ان میں تاویلات کی جائیں اور ان میں اس کا حق ہے کہ وہ اپنے لیے جائے۔

أَلَا تَعْلَمُونَ أَنَّ بَابَكُمْ مَخْلُودٌ وَلَكِنَّ الْحَيَاةَ الْإِسْلَامِيَّةَ لَا تَنْقُصُ فِي الْمَسْجِدِ مَخْرُجَةً إِلَّا خَوْفٌ
أَنْ يَنْجُزَ رِوَاةُ الْمَرْفُوعِ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ

منہا ما يتعلق بخيار عمر عند الوفاة

۱۰۳۹ عن عائشة ؓ قَالَتْ كُنْتُ رَأْسَ مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمُوتُ وَهُوَ يَخْتَارُ أَنْ يَكُونَ
يَقْبُضُ يَدِي حَتَّى يَمُوتَ مَقْبُذَةً مِنْ الْخَمَةِ ثُمَّ يَخْتَارُ قَالَتْ عَائِشَةُ قُلْنَا لِمَ لَا يَمُوتُ مَقْبُذَةً عَلَى
لَحْيَيْهِ فِي طَبَقٍ عَلَيْهِ ثَمَرَاتُ الْفَاكِ كَمَا تَخْتَصُّ بَعَثَرَةٌ إِلَى سَقْفٍ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ الرَّزَاقُ الْأَعْلَى قُلْتُ
لَمْ يَكُنْ سَافِرًا وَابْنَهُ يَحْتَضِرُ ابْنُ أَبِي بَكْرٍ سَلَامَى بَانِي دِمَشْقَ اسْمُهُ جَابِلُ بْنُ جَبَلٍ كَرِيكَارِ بْنِ مَرْثَانَ
لَمْ يَكُنْ كَمَلِي مَرَّ بِهِ مِنْ مَرَاتٍ ابْنُ أَبِي بَكْرٍ كَرِيكَارِ بْنِ جَابِلِ بْنِ مَرْثَانَ كَرِيكَارِ بْنِ جَابِلِ بْنِ مَرْثَانَ كَرِيكَارِ بْنِ جَابِلِ بْنِ مَرْثَانَ
كِي وَجِبَتْ أَنْ كَرَامَةً وَشِدَّةً كِي مَرُورَتِ زِيَادَةِ هَوْلٍ تَهْدِي شَرِيعَتِ

وفات کے وقت انبیاء علیہم السلام کو پھر اختیار ملنے کی خصوصیت

۱۰۴۰ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بالکل تندرست تھے تو فرمایا کرتے تھے
میں نے نبی کی وفات نہیں دیکھی تھی جب تک کہ جنت میں اس کا مقام اس کو دکھا نہیں دیا جاتا اس کے بعد پھر
اس کو یاد دلاتا رہی دیا جاتا ہے کہ وہ جو چاہے پسند کرے جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا وقت
آیا اس وقت آپ کا سر مبارک میری گال پر رکھا ہوا تھا تو آپ کے ہاتھ پر جو پیشی طاری ہوئی اس کے بعد
جب آپ کو زخم مل گیا تو آپ نے اپنی نظر صحبت کی طرف اٹھا کر فرمایا اے اللہ میں سب سے زیادہ تجھ کو اختیار کرتا ہوں
اور کہہ دیتی ہوں کہ ایک انتہائی شان نبی اس پر کثرت کرم ہے اس سب سے کہ رحمت کی حقیقت کیا ہے جو میں اس کے
پہلے بھی حرکت کی گنجائش نہیں رکھتا تھا آپ کی زبان مبارک سے پھر نکل گیا کہ اس میں حرکت کا کوئی انداز
نہ تھا تو اس کے عقدا بھی سب سے پہلے صدیق اکبر ؓ سے اور اس کی بنیادوں کے سوا اور کچھ نہیں کہ اس حکم کے لیے
جان و مال کی جو قربانی ہو جتنی بڑی اور شہداء نے جہنم کی اس میں دوسرا کوئی نہ کا شریک نہیں تھا آپ کے بیان
میں ان کے حق میں جو بلند سے بلند کلمات آئے تھے وہ بھی گن گنا دے گی کہ سب سے پہلے نبی افاضات سے فتح و غور سے پہنچی
سجود کی جانب سر نہایت ایک ان کا دروازہ کھلا رکھے کی وجہ سے اور دوسروں کے تمام بعد از ان کے بندھنے کے حکم
میں صادر ہو گیا اور آپ کے گھر بھر کے صحت یافتہ صحابہ کی زبانوں سے بھی طویل و مکرر بیان نکل گیا اس سے
یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک کہ علم و فہم میں بڑی کامیابی کے بعد یہاں ایک حکم سنلے تھا پھر اس بھی
میں طبعی طور پر ہر مہرہ و صبر و کوشش کے بعد یہ سب کا سر پہ جب جہنم کے شہداء کی شہادت یہ ہر مہرہ و صبر و کوشش
کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اعزاز و تکریم کے کلمات یہ ہیں ان کے متعلق اب آیت کا عقیدہ دیکھا دینا چاہیے۔
۱۰۴۱ تاریخ بیان السنہ ۶۲۷ میں آپ صلا خط فرماتے ہیں کہ اسی منابہ کے وقت حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

۱۰۳۱۔ عن اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ وَضَعَتْ يَدِي عَلَى صَدْرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ
مَاتَ فَتَرَى جَسَدِي حَمِيمًا كُلًّا وَأَنْفُوسًا مَائِدًا هَبَّ رِيحُ الْمَلَائِكَةِ مِنْ يَدَيَّ. أَخْرَجَهُ الْبَيْهَقِيُّ
كَمَا فِي الْفَخْرَانِ ص ۲۵۳۔

وَمِنْهَا مَا تَخْلُقُ بِتَجَرِيدِ الصَّلَاةِ عَلَيْهِ سَلَامٌ عَنْ سَيِّدِ الْمُرْتَدِّينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

۱۰۳۲۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا رَأَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَوَلَا اللَّهُ مَا تَذَرُونِي
أَتَجُوزُ مَوْلَى اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَيْنِ يَدَيْكُمْ تَجُوزُونَ قَالُوا نَفْسُهُ عَلَيْهِ سَلَامٌ
فَلَمَّا انْخَلَعُوا أَلْقَى اللَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَوْلَهُمْ تَحْتِي مَا وَفَّقَهُ تَجَلُّدُ الْإِسْلَامِ فِي صَدْرِهِ وَكَرَاهِيَةُ
مُكَلِّفِهِمْ نَاقِيَةَ الْهَيْبَةِ لَا يَذَرُ مِنْهُمْ مَنْ هُوَ أَنْزَلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ سَلَامٌ
أَخْرَجَهُ ابْنُ سَعْدٍ الْبُيْهَقِيُّ وَابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ أَبِي عَرَبَةَ وَابْنُ أَبِي حَتْمٍ وَابْنُ أَبِي حَتْمٍ وَابْنُ أَبِي حَتْمٍ
وَبَنُو حُجْرٍ عَنْ مَرْثَدَةَ وَابْنِ جُرَيْجٍ وَابْنِ سَعْدٍ الطَّبْرَانِيُّ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْهُ

۱۰۳۱۔ حضرت ام سلمہ عایت فرمادیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تھا میں نے اپنا ہاتھ
آپ کے سینہ پر رکھ کر آپ کو دیکھا تھا میں نے آپ کو دیکھا تھا کہ آپ کے گزرتے ہیں۔ کھاتی بھی نہیں اور وضو بھی کرتی ہوں
مگر وہ مشک کی سی خوشبو میوے والوں سے نہیں جاتی۔

بعض اوقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کی خصوصیت

۱۰۳۲۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں جب لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینے کا ارادہ کیا
تو ہم نے جھگڑا کر لیا کہ ہم کو جس کا علم تھیں کہ جس طرح ہم اپنے مرنے والوں کے جسم کے کپڑے اتار لیتے ہیں کیا
آپ کے جسم مبارک کے کپڑے بھی اتار لیں یا آپ کو ان کپڑوں ہی میں غسل دیں۔ جب اہل بیت فرمایا کہ
اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ان پر ایسی بند غالب کی کہ ان میں ایک شخص بھی ایسا نہ بچا جس کی شرطی اس کے
سینے سے جاذبی ہو پھر گھر کے ایک گوشے سے کسی کتے والے نے کہا صلیم ہمیں وہ تھا کہ ان آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے کپڑوں ہی میں غسل دیں۔

۱۰۳۳۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہیں۔ ہاں عام طور کے شرکاء بھی جس گوشے سے نماز بھی جس کو صحابہ آپ
کے غسل کرتے تھے اور یہ عزت نہیں کر سکتے۔ کسی طرح عام انسانوں کے کپڑے اتار دیے جاتے ہیں اس طرح
آپ کے کپڑے بھی اتار دیے جائیں پھر میاں دلہنہ جس سے اس صورت پر عمل کرنا چاہیے وہ کسی تریخ خاص سے فرمائی
اسی ضابطہ کی اس وقت کے قربان کہ وہی کال بھی ہو اگر پھر بہت سے مسلمانوں میں اجماع کا رد ہوا کہ کھانا
۱۰۳۴۔ اہل علم طرح طرح سے اس میں اب کوئی بہید و سہی نہ دے والا نہ تھا اس کے لیے کسی شریعت اور وصیت پیدا نہیں

مِنْهَا مَا تَتَّخِذُ بِالضَّلَاقِ صَلَواتُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۱۰۳۳۔ عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ لَمَّا قُتِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَا مَنْ يُقْبِلُ لِيَذَرَ رَسُولَ اللَّهِ قَالَ يَجَالُ مِنْ أَهْلِ بَنِي الْأَدْنَى قَالَ لَا ذِي مَقَرٍّ وَلَا ذِي كَيْفٍ قَدْ تَرَوْا نَكَوْنُ مِنْ حَيْثُ لَا تَخْرُجُ تَهْمُ قُلْنَا مَنْ يُصَلِّي عَلَيْكَ قَالَ إِذَا اعْتَمَلْتُمُنِي وَخَشَعْتُمُنِي وَكَفَّتُمُنِي فَصَلُّوا عَلَيَّ مَرَّةً مِنْ هَذَا عَلَى شَيْءٍ قَابِلٍ شَيْءًا خَيْرًا مِنْ شَيْءٍ سَأَلْتُمُنِي قَوْلَ مَنْ يُصَلِّي عَلَى جَبْرِئِيلَ ثُمَّ يَمِيكَائِيلَ ثُمَّ إِسْرَافِيلَ ثُمَّ تِلْكَ الْمَلَائِكَةُ تَهْمُ جَمُوعٌ أَفْلا تَكْفِرُ ثُمَّ لَيْسَ عَلَى أَهْلِ بَنِي إِسْرَافِيلَ ثُمَّ إِذَا حُلُوا عَلَى أَخَوَاتِ كَوَادِي قُلْنَا مَنْ يَنْجُو قَبْرَهُ قَالَ أَهْلُ مَعْرَةَ لَا يَكْفُرُونَ مِنْ حَيْثُ لَا تَخْرُجُ تَهْمُ أَخْرَجَ ابْنُ سَعْدٍ ابْنَ عَبْدِ اللَّهِ الْأَكْبَدَ الْبَيْهَقِي وَالطَّبْرَانِي فِي النُّوْطِ قَالَ ابْنُ بَيْهَقٍ تَفَرَّدَ بِسَلَامَةِ الطَّبْرَانِي عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَتَقَبَّلَ ابْنُ جَعْفَرٍ الْمَدَائِلِي الْعَالِي بِأَنَّ ابْنَ مَعْرَةَ أَخْرَجَهُ مِنْ طَرِيقِ مَسْلَمَةَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بِهَذِهِ سَابِقَةَ سَلَامَةِ الطَّبْرَانِي وَأَخْرَجَ الطَّبْرَانِي مِنْ وَجْهِ الْخَوْصِ ابْنَ مَسْعُودٍ وَأَخْرَجَ الْبَيْهَقِي وَغَيْرُهُ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّاسَ صَلُّوا عَلَيْهِ بِفِي مَامٍ أَوْ كَلَامٍ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تاج تازی کی ایک امتیازی خصوصیت

۱۰۳۴۔ حضرت ابن مسعودؓ روایت فرماتے ہیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت تھی تو ہم لوگوں نے آپؐ سے دریافت کیا یا رسول اللہ آپؐ کو غسل کون دے گا آپؐ نے فرمایا میرے گھر کے وہ آدمی جو نسب میں مجھ سے زیادہ قریب تر ہوں ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے بہت سے اجر و فزے بھی شامل ہونگے جو تم کو دیکھتے ہیں اور تم ان کو نہیں دیکھتے پھر مجھ سے عرض کی اچھا آپؐ کی نماز کون پڑھے گا۔ فرمایا جب تم مجھے غسل دے کر وضو کرو گے اور دو گھنٹہ پہن کر غارِ جوداؤں کو پھر کو میرا دس چار پانی پود کھانا اور اس کو میری قبر کے کنارہ رکھ دینا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد تم سب باہر جاؤ گے کیونکہ سب سے پہلے وہ پھر نہ پڑھیں گے وہ جبرائیل علیہ السلام ہیں اس کے بعد میکائیل پھر اسرافیل پھر ملک الموت اور ان کے ساتھ اور بہت سے فرشتے ہوں گے اس کے بعد میرے اہل بیت پھر پھر ناچیں گے۔

۱۰۳۵۔ اساطیرِ کبریا میں ہمیں مسلمان کی ہر برائی عمار میں شرکت بھی اور قدم قدم پر ان کے انتہائی کس طرح ثابت ہونے چاہئے ہیں مگر اس کے اور جو بعض نادان ان کا صحیح متکلم کہنے میں پھر تامل کرتے ہیں حالانکہ ان بات کا اکل حافضہ کہ چھوٹا بچہ مرنے میں جو کہ غسلِ اشرع کرتے ہیں اور وہ اشرع ہیں

کذا فی شخصاً من م ۲۶۷ ۲۶۸ و قد تکلم فی اسنادہ المحدثین کثیراً فی البیاض والہایزہ من ۲۶۷
 ۲۶۸ و قد کوفی من ۲۶۷ ۲۶۸ و ان فی صحتہ نظریہ معہذا قال ان صلاۃ علیہ علیہ فردی لہ و شہادۃ
 علیہ لہ و علیہ علیہ علیہ علیہ

مِنْهَا مَا تَعْلَقُ بِتَغْرِيبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۱۰۳۳- عَنْ جَابِرٍ قَالَ لَمَّا تَوَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَفَةَ مَلَكَ إِلَهُةً
 يَتَمَتَّعُونَ بِالْحَيْشِ وَلَا يَذَوْنُ الشَّخْصَ فَقَالَتْ السَّلَامُ عَلَيْهِ كَرَاهِلَ الْبَيْتِ وَرَحْمَةُ اللَّهِ
 وَبَرَكَاتُهُ إِنَّ فِي اللَّهِ عَزَاءً مِنْ كُلِّ مَصْنُوعٍ وَخَلْقًا

اس کے بعد تم لوگ جانتے جاؤ کہ اس نے جو کچھ کہا تھا وہ سب سچا ہے اور اس نے جو کچھ کہا تھا وہ سب سچا ہے
 فلا یسر لکم مروتان کے ساتھ اس کے فرشتے کے جو کہ کو دیکھتے ہیں ان کو نہیں دیکھتے۔ خاص کر ان کو

انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلخانہ کی غیبی تعزیت کی خصوصیت

۱۰۳۴- ۱۔ جابر بیان کرتے ہیں کہ جب انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو چکی تو آپ کے اہل بیت کی تعزیت
 ملا کہ میں بھی کی صرت ایک آواز آئی تھی مگر کوئی شخص غمزدہ نہ تھا اور تعزیت کے الفاظ کے ساتھ اہل بیت کے سلام
 علیکم درخت لہندہ کی مانند ہر صیبت ہر اللہ تعالیٰ کی نواست پاک صبر کا سبب ہو کر ہر ہر کوئی کہ جو انھوں کو مل گیا

نہایت کر بھی مگر طرہ کی بات کہ تو جہاد رکھا کہ اہل بیت کے انتہائی صفات میں ایک صفت بھی ایسی نہیں ہوتی کہ
 تعزیت کی صفت ذہن صفات سے جہاں میں اور عام بشر میں امتداد ہو جائے اس سے زیادہ تمنا ان میں اور
 سب اہل بیت میں ایسی بن جائے۔ خود قرآن کریم نے سب سے تعجب اور محبوب رسول کے ساتھ جو خاص
 خاص مراتب بیان فرمائے ہیں ان کے ساتھ اس کے پیچھے ہر تعجب و خاص ہوتا رہے کہ قرب و ہمتی کے ساتھ
 صفات کے ساتھ ہونے کے بعد بھی رہا اہل بیت کے ساتھ کسی کی ہمتی نہ کی سے آگے نہیں جاتی جہاں وہ نہ
 لا شریک لہ نہ شریکین کہنے اور ہر بعد ہوں۔

۱۰۳۴- ۲۔ جن اہل بیت کی شان میں ہرگز نہ گھروں میں کسی دوسری رانی یا ترکاتی جوان کے گھروں میں صرف ایک
 غیبی آواز کی تعجب کیلئے عام شریک تعزیت عام شریک رہتے ہیں مگر رسول و اہل بیت کے گھروں کی تعزیت میں غیبی
 تقدس و نوحہ کی شریک رہتے ہیں

واقعہ یہ کہ کسی حد تک کے سبب طرہ میں برحق ہے کہ یہ غالباً شخص حضرت علیہ السلام کے گھروں میں
 ان سب دو اشخاص کی صحت تعزیت کی سبب دیگر اہل بیت و انبیاء م ۹۹ ۱۰۰ ۱۰۱ ۱۰۲ ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۰۵ ۱۰۶ ۱۰۷ ۱۰۸ ۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰ ۱۰۰۱ ۱۰۰۲ ۱۰۰۳ ۱۰۰۴ ۱۰۰۵ ۱۰۰۶ ۱۰۰۷ ۱۰۰۸ ۱۰۰۹ ۱۰۱۰ ۱۰۱۱ ۱۰۱۲ ۱۰۱۳ ۱۰۱۴ ۱۰۱۵ ۱۰۱۶ ۱۰۱۷ ۱۰۱۸ ۱۰۱۹ ۱۰۲۰ ۱۰۲۱ ۱۰۲۲ ۱۰۲۳ ۱۰۲۴ ۱۰۲۵ ۱۰۲۶ ۱۰۲۷ ۱۰۲۸ ۱۰۲۹ ۱۰۳۰ ۱۰۳۱ ۱۰۳۲ ۱۰۳۳ ۱۰۳۴ ۱۰۳۵ ۱۰۳۶ ۱۰۳۷ ۱۰۳۸ ۱۰۳۹ ۱۰۴۰ ۱۰۴۱ ۱۰۴۲ ۱۰۴۳ ۱۰۴۴ ۱۰۴۵ ۱۰۴۶ ۱۰۴۷ ۱۰۴۸ ۱۰۴۹ ۱۰۵۰ ۱۰۵۱ ۱۰۵۲ ۱۰۵۳ ۱۰۵۴ ۱۰۵۵ ۱۰۵۶ ۱۰۵۷ ۱۰۵۸ ۱۰۵۹ ۱۰۶۰ ۱۰۶۱ ۱۰۶۲ ۱۰۶۳ ۱۰۶۴ ۱۰۶۵ ۱۰۶۶ ۱۰۶۷ ۱۰۶۸ ۱۰۶۹ ۱۰۷۰ ۱۰۷۱ ۱۰۷۲ ۱۰۷۳ ۱۰۷۴ ۱۰۷۵ ۱۰۷۶ ۱۰۷۷ ۱۰۷۸ ۱۰۷۹ ۱۰۸۰ ۱۰۸۱ ۱۰۸۲ ۱۰۸۳ ۱۰۸۴ ۱۰۸۵ ۱۰۸۶ ۱۰۸۷ ۱۰۸۸ ۱۰۸۹ ۱۰۹۰ ۱۰۹۱ ۱۰۹۲ ۱۰۹۳ ۱۰۹۴ ۱۰۹۵ ۱۰۹۶ ۱۰۹۷ ۱۰۹۸ ۱۰۹۹ ۱۱۰۰ ۱۱۰۱ ۱۱۰۲ ۱۱۰۳ ۱۱۰۴ ۱۱۰۵ ۱۱۰۶ ۱۱۰۷ ۱۱۰۸ ۱۱۰۹ ۱۱۱۰ ۱۱۱۱ ۱۱۱۲ ۱۱۱۳ ۱۱۱۴ ۱۱۱۵ ۱۱۱۶ ۱۱۱۷ ۱۱۱۸ ۱۱۱۹ ۱۱۲۰ ۱۱۲۱ ۱۱۲۲ ۱۱۲۳ ۱۱۲۴ ۱۱۲۵ ۱۱۲۶ ۱۱۲۷ ۱۱۲۸ ۱۱۲۹ ۱۱۳۰ ۱۱۳۱ ۱۱۳۲ ۱۱۳۳ ۱۱۳۴ ۱۱۳۵ ۱۱۳۶ ۱۱۳۷ ۱۱۳۸ ۱۱۳۹ ۱۱۴۰ ۱۱۴۱ ۱۱۴۲ ۱۱۴۳ ۱۱۴۴ ۱۱۴۵ ۱۱۴۶ ۱۱۴۷ ۱۱۴۸ ۱۱۴۹ ۱۱۵۰ ۱۱۵۱ ۱۱۵۲ ۱۱۵۳ ۱۱۵۴ ۱۱۵۵ ۱۱۵۶ ۱۱۵۷ ۱۱۵۸ ۱۱۵۹ ۱۱۶۰ ۱۱۶۱ ۱۱۶۲ ۱۱۶۳ ۱۱۶۴ ۱۱۶۵ ۱۱۶۶ ۱۱۶۷ ۱۱۶۸ ۱۱۶۹ ۱۱۷۰ ۱۱۷۱ ۱۱۷۲ ۱۱۷۳ ۱۱۷۴ ۱۱۷۵ ۱۱۷۶ ۱۱۷۷ ۱۱۷۸ ۱۱۷۹ ۱۱۸۰ ۱۱۸۱ ۱۱۸۲ ۱۱۸۳ ۱۱۸۴ ۱۱۸۵ ۱۱۸۶ ۱۱۸۷ ۱۱۸۸ ۱۱۸۹ ۱۱۹۰ ۱۱۹۱ ۱۱۹۲ ۱۱۹۳ ۱۱۹۴ ۱۱۹۵ ۱۱۹۶ ۱۱۹۷ ۱۱۹۸ ۱۱۹۹ ۱۲۰۰ ۱۲۰۱ ۱۲۰۲ ۱۲۰۳ ۱۲۰۴ ۱۲۰۵ ۱۲۰۶ ۱۲۰۷ ۱۲۰۸ ۱۲۰۹ ۱۲۱۰ ۱۲۱۱ ۱۲۱۲ ۱۲۱۳ ۱۲۱۴ ۱۲۱۵ ۱۲۱۶ ۱۲۱۷ ۱۲۱۸ ۱۲۱۹ ۱۲۲۰ ۱۲۲۱ ۱۲۲۲ ۱۲۲۳ ۱۲۲۴ ۱۲۲۵ ۱۲۲۶ ۱۲۲۷ ۱۲۲۸ ۱۲۲۹ ۱۲۳۰ ۱۲۳۱ ۱۲۳۲ ۱۲۳۳ ۱۲۳۴ ۱۲۳۵ ۱۲۳۶ ۱۲۳۷ ۱۲۳۸ ۱۲۳۹ ۱۲۴۰ ۱۲۴۱ ۱۲۴۲ ۱۲۴۳ ۱۲۴۴ ۱۲۴۵ ۱۲۴۶ ۱۲۴۷ ۱۲۴۸ ۱۲۴۹ ۱۲۵۰ ۱۲۵۱ ۱۲۵۲ ۱۲۵۳ ۱۲۵۴ ۱۲۵۵ ۱۲۵۶ ۱۲۵۷ ۱۲۵۸ ۱۲۵۹ ۱۲۶۰ ۱۲۶۱ ۱۲۶۲ ۱۲۶۳ ۱۲۶۴ ۱۲۶۵ ۱۲۶۶ ۱۲۶۷ ۱۲۶۸ ۱۲۶۹ ۱۲۷۰ ۱۲۷۱ ۱۲۷۲ ۱۲۷۳ ۱۲۷۴ ۱۲۷۵ ۱۲۷۶ ۱۲۷۷ ۱۲۷۸ ۱۲۷۹ ۱۲۸۰ ۱۲۸۱ ۱۲۸۲ ۱۲۸۳ ۱۲۸۴ ۱۲۸۵ ۱۲۸۶ ۱۲۸۷ ۱۲۸۸ ۱۲۸۹ ۱۲۹۰ ۱۲۹۱ ۱۲۹۲ ۱۲۹۳ ۱۲۹۴ ۱۲۹۵ ۱۲۹۶ ۱۲۹۷ ۱۲۹۸ ۱۲۹۹ ۱۳۰۰ ۱۳۰۱ ۱۳۰۲ ۱۳۰۳ ۱۳۰۴ ۱۳۰۵ ۱۳۰۶ ۱۳۰۷ ۱۳۰۸ ۱۳۰۹ ۱۳۱۰ ۱۳۱۱ ۱۳۱۲ ۱۳۱۳ ۱۳۱۴ ۱۳۱۵ ۱۳۱۶ ۱۳۱۷ ۱۳۱۸ ۱۳۱۹ ۱۳۲۰ ۱۳۲۱ ۱۳۲۲ ۱۳۲۳ ۱۳۲۴ ۱۳۲۵ ۱۳۲۶ ۱۳۲۷ ۱۳۲۸ ۱۳۲۹ ۱۳۳۰ ۱۳۳۱ ۱۳۳۲ ۱۳۳۳ ۱۳۳۴ ۱۳۳۵ ۱۳۳۶ ۱۳۳۷ ۱۳۳۸ ۱۳۳۹ ۱۳۴۰ ۱۳۴۱ ۱۳۴۲ ۱۳۴۳ ۱۳۴۴ ۱۳۴۵ ۱۳۴۶ ۱۳۴۷ ۱۳۴۸ ۱۳۴۹ ۱۳۵۰ ۱۳۵۱ ۱۳۵۲ ۱۳۵۳ ۱۳۵۴ ۱۳۵۵ ۱۳۵۶ ۱۳۵۷ ۱۳۵۸ ۱۳۵۹ ۱۳۶۰ ۱۳۶۱ ۱۳۶۲ ۱۳۶۳ ۱۳۶۴ ۱۳۶۵ ۱۳۶۶ ۱۳۶۷ ۱۳۶۸ ۱۳۶۹ ۱۳۷۰ ۱۳۷۱ ۱۳۷۲ ۱۳۷۳ ۱۳۷۴ ۱۳۷۵ ۱۳۷۶ ۱۳۷۷ ۱۳۷۸ ۱۳۷۹ ۱۳۸۰ ۱۳۸۱ ۱۳۸۲ ۱۳۸۳ ۱۳۸۴ ۱۳۸۵ ۱۳۸۶ ۱۳۸۷ ۱۳۸۸ ۱۳۸۹ ۱۳۹۰ ۱۳۹۱ ۱۳۹۲ ۱۳۹۳ ۱۳۹۴ ۱۳۹۵ ۱۳۹۶ ۱۳۹۷ ۱۳۹۸ ۱۳۹۹ ۱۴۰۰ ۱۴۰۱ ۱۴۰۲ ۱۴۰۳ ۱۴۰۴ ۱۴۰۵ ۱۴۰۶ ۱۴۰۷ ۱۴۰۸ ۱۴۰۹ ۱۴۱۰ ۱۴۱۱ ۱۴۱۲ ۱۴۱۳ ۱۴۱۴ ۱۴۱۵ ۱۴۱۶ ۱۴۱۷ ۱۴۱۸ ۱۴۱۹ ۱۴۲۰ ۱۴۲۱ ۱۴۲۲ ۱۴۲۳ ۱۴۲۴ ۱۴۲۵ ۱۴۲۶ ۱۴۲۷ ۱۴۲۸ ۱۴۲۹ ۱۴۳۰ ۱۴۳۱ ۱۴۳۲ ۱۴۳۳ ۱۴۳۴ ۱۴۳۵ ۱۴۳۶ ۱۴۳۷ ۱۴۳۸ ۱۴۳۹ ۱۴۴۰ ۱۴۴۱ ۱۴۴۲ ۱۴۴۳ ۱۴۴۴ ۱۴۴۵ ۱۴۴۶ ۱۴۴۷ ۱۴۴۸ ۱۴۴۹ ۱۴۵۰ ۱۴۵۱ ۱۴۵۲ ۱۴۵۳ ۱۴۵۴ ۱۴۵۵ ۱۴۵۶ ۱۴۵۷ ۱۴۵۸ ۱۴۵۹ ۱۴۶۰ ۱۴۶۱ ۱۴۶۲ ۱۴۶۳ ۱۴۶۴ ۱۴۶۵ ۱۴۶۶ ۱۴۶۷ ۱۴۶۸ ۱۴۶۹ ۱۴۷۰ ۱۴۷۱ ۱۴۷۲ ۱۴۷۳ ۱۴۷۴ ۱۴۷۵ ۱۴۷۶ ۱۴۷۷ ۱۴۷۸ ۱۴۷۹ ۱۴۸۰ ۱۴۸۱ ۱۴۸۲ ۱۴۸۳ ۱۴۸۴ ۱۴۸۵ ۱۴۸۶ ۱۴۸۷ ۱۴۸۸ ۱۴۸۹ ۱۴۹۰ ۱۴۹۱ ۱۴۹۲ ۱۴۹۳ ۱۴۹۴ ۱۴۹۵ ۱۴۹۶ ۱۴۹۷ ۱۴۹۸ ۱۴۹۹ ۱۵۰۰ ۱۵۰۱ ۱۵۰۲ ۱۵۰۳ ۱۵۰۴ ۱۵۰۵ ۱۵۰۶ ۱۵۰۷ ۱۵۰۸ ۱۵۰۹ ۱۵۱۰ ۱۵۱۱ ۱۵۱۲ ۱۵۱۳ ۱۵۱۴ ۱۵۱۵ ۱۵۱۶ ۱۵۱۷ ۱۵۱۸ ۱۵۱۹ ۱۵۲۰ ۱۵۲۱ ۱۵۲۲ ۱۵۲۳ ۱۵۲۴ ۱۵۲۵ ۱۵۲۶ ۱۵۲۷ ۱۵۲۸ ۱۵۲۹ ۱۵۳۰ ۱۵

مِنْ كُلِّ قَوْمٍ فَأَمَّا اللَّهُ فَبَعَثْنَا فَارُخًا وَمَا نَحْنُ بِمُحَرَّمِينَ مِنَ التَّوَلُّبِ وَالسَّلَامِ عَلَيْهِمْ
وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ. أخرجه الحاکم وصححه والبیہقی ورواہ عن انس وأخرجه ابن ابی
حاتم وابو نعیم عن علی وسیف بن عمر عن ابن عمر عن کذا فی الخصائص ص ۲۰۹ و ۲۱۰ وفی
مشکوۃ للمصنف رحمہ اللہ و ذکر البیہقی لہ اسناد الأخر وقال و هذا ان کاننا ضعیفین
فاحدہما ینأكد بالأخر ویبدل علی ان لہ اسناد البیہقی والہایتہ ص ۲۰۹ و ۲۱۰۔

مِنْهَا مَا يَتَعَلَّقُ بِالْدِّفْنِ

۱۰۳۵۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ هَيَّجَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِخْتِلَافُ أَهْلِ قَبْرِ
فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا قَالَ مَا أَهْجَنَ اللَّهُ
شَيْئًا إِلَّا فِي الْمَوْتِ وَالَّذِي فِي مَوْتٍ أَنْ يُمْكِنَ

اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہتر جائیں ہے اس کا بدلہ دے دیتا ہے لہذا موت اسی کی ذات پر مجبور ہو سکے
اور اسی سے امید لگائے کہ جو کہ تو مجھ پر موت وہ نہ آجائے جو اب سے کہی مجھ پر موت نہ آجائے
تو اب یہ کہ تم مجھ پر نہیں (السلام علیکم ورحمۃ اللہ) رضا شخص الکبریٰ:

انبیاء علیہم السلام کے دفن میں امتیازی خصوصیت

۱۰۳۵۔ حضرت عائشہ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جب وفات ہوئی تو آپ کے
دفن کے متعلق لوگوں کی طرف سے مختلف تئیں، اس پر صدیق اکبرؓ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے ایک بات سنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو وفات نہیں دی مگر اس مقام پر جہاں

النبی یصلی علیہ صلی وسلم و تفرجہ و یصلی	صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جن کی وفات آپ کی وفات کے
النبی یصلی علیہ صلی وسلم و تفرجہ و یصلی	بعد آپ کے اہل خانہ کی جن کی تفرج نہ کرنا چاہیے
تفرجہ و یصلی علیہ صلی وسلم و تفرجہ و یصلی	مردی ہے جس کے بعد وہ رہا ہے تفرج نہ کرنا چاہیے
یصلی علیہ صلی وسلم و تفرجہ و یصلی	ضعیف از روئے چکے ہیں۔ حافظہ میل ہے ان کی انسانی
یصلی علیہ صلی وسلم و تفرجہ و یصلی	فصل نہیں کہیں۔

۱۰۳۵۔ خدا تعالیٰ کے رسول بھی دفن ہوتے ہیں مگر جس طرح ان کی ولادت اور موت کے حالات میں امتیازی
ہے۔ اسی طرح ان کے دفن کے حالات میں بھی امتیاز ہوتا ہے وہ عام دستور کے مطابق ہر جگہ دفن نہیں ہوتے
بلکہ جس دفن ہوتے ہیں جہاں ان کی نماز ہوئی ہو جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حضرت عائشہؓ کے
گھر میں ہوئی اس لیے ۱۔ اس کی زمین بھی نہ کسی قبر کے ہونے کی آپ کی قبرا علی مدہ آپ بھی دفن کیے گئے۔ ۲۔ نماز کے
کی قیام نہ کی وہی آپ کا دفن، ۳۔ انبیاء و مرسلین کے دفن کے

شیراز و قزوین و غیرہ فراموش نہ ہو۔ رواہ الترمذی

۱۰۳۰۔ عن أنس قال لما كان اليوم الذي دخل فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم المدينة أضاء فيها كل شئ وقلنا كان اليوم الذي مات فيه أظلمت فيه فأكل شئ من ماء نفضنا فأنذرتنا عن الثواب ولما لقيناه هجرنا حتى أنكرنا فألقونا. رواه الترمذی وقال هذا حديث صحيح غريب وقد صحه ابن كثير كما في البداية والنهاية ص ۲۴۳ ج ۵۔

منہا اہم لایورثون

۱۰۳۱۔ عن أنس بن مالك قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

رواها بلسانہ کہ جس کو دفن کیا جائے بعد از آپ کو پیش دفن کر جہاں آپ کا چھنا تھا۔ (رحمہ)

۱۰۳۲۔ اس طرح روایت کرتے ہیں جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں داخل ہوئے تو علم مدینہ بیکر لگا تھا اور جس دن آپ کی وفات ہوئی تو تمام مدینہ ریک تھا۔ اس لیے آپ کو شیشے کی گلی اپنے اظہارِ جہاد بھی نہ پاسے تھے کہ اپنے قلوب کی حالت دیکھی تو درگاہِ نبوی (رحمہ)

انبیاء علیہم السلام کی وراثت میں اختیاری خصوصیت

۱۰۳۳۔ حضرت ابو بکرؓ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہم جو انبیاء علیہم

السلام گنجین کی حالت کے بدل بدل باطن کا بھی فرق نہیں، ظاہر صورت اس کی صورت دما بدل گئی اور جب خدا ایک خدمت گار کے طور پر اٹھنے پر آمادہ ہوئے پھر ان میں گناہیاں بھیہم السلام کے جسم زندوں کی طرح زمین کے مخصوص افراد سے محفوظ رہتے ہیں اور اگر اس سے ذرا لغو آگے قدم اٹھنے پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ قبروں میں نازل ہو جائے گا۔ پھر ان سب مقابر سے ان کی بشریت اور عہدیت ہی کا ثبوت ملتا ہے۔ جب دنیا میں ایک عرصہ حیات کا مکمل ہو گیا پھر یہی وہی تو وفات کے بعد ان کی قبر عرصہ حیات سے آپ دنیا عقیدہ میں خواب کرتے ہیں۔

۱۰۳۴۔ جس ذات کا جسم نہ دنیا کا اور نہ آخرت کا ہے، خدا عزوجل نے ان کے ساتھ ان کی ذات سے خدا و ان کے دین کے بعد تاریکی چھائی گئی تو یہی تعجب ہے۔ حضرت مخلوق کی روایت گزرتی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب ہم آپ کی صحبت سے خدا کا لگے ہوئے تھے تو ہماری قلبی کیفیت بدل جاتی تھی جو جبکہ عالم کا تقاروت چھوٹا ہو تو ہوا قلبی کیفیت کیوں نہ بدل آتی ہو۔ یہ عقیدت نہیں حقیقت تھی مگر جو انبیاء علیہم السلام کی شانیں رفیعہ کو اس پہچانتے وہ ان حقائق کو سمجھ نہیں سکتے۔ شش مشہور ہے، اس لم یذوق لم یدر۔ اونی اینی بارہ مخلوق خدا کا ہے۔

۱۰۳۵۔ امام شریعہ فرماتے ہیں قرآن کا ترجمہ ان کے فہم و فہم سے ہی ہو گا۔ مگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء علیہم السلام کی شان یہاں بھی مختلف نظر آتی ہے ان کی میراث کسی کو شریعتی و حسب ماہر میں صرف کی گئی ہے جو ان کو جو پیشانی اپنی حیات میں دینی طبع کا کوئی درغہ اپنے، اس پر لگا کر ان کو ان میں کوئی، ان کے یہی صاحب نہیں تھا کیا قرآن کی روایت کے بعد ان پر اس واقعہ کے کھٹکے کی کوئی دشمنی حیات کرے کہ اسی لیے ان کی یہ حقیقت

لَا تُؤْخَذُ مَا فَرَكَتَا وَصَدَقَ . متفق علیہ

منہا منلحاجتھم مع اللہ انکت

۱۴۸. عن جابر بن عبد اللہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اکل ثوباؤا
بصلۃ علیہ عزوجل اویعتر من منہد ثاویکھعد فی بعثتہ واند فی سبیلہ کل فرح

اسلام کی جماعت میں ہیں بنا و وارث کوئی نہیں ہوتا جو کچھ ہم چھوڑ جاتے ہیں وہ سب عطا ہوتا ہے
صدقہ ہوتا ہے . متفق علیہ

فرشتوں کے ساتھ آپ کی بیکلامی کی خصوصیت

۱۴۹. یا بزرگواریت فرشتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ جو کچھ انیس ایک پیار
کھائے وہ بہت پیچیدہ ہیں یا یہ لفظ فرشتے کہ ہماری مسجد سے ملحقہ رہے دوسری کو ان الفاظ میں کہ
ہے اس کو چاہیے کہ وہ اپنے گھر چھوڑ دے یا یہ اتفاق ہوا کہ آپ کے سامنے ایک شہت پیش کیا گیا جس

کے حق میں رگوں کا مال جاری فرم دیا گیا ہے اب دنیا زہ کرنا چاہیے کہ ان کی سوت عام بشر تو ہر گز نہیں ہے
میں کوئی ممتاز نہ ہوں یہ شہداء کے حق میں قرآن کریم نے حیات کا مطلق استعمال فرمایا آدمان کو بھی رزق ملے
کی بشارت دی ہے مگر ان کا ذکر ہر عام انسانوں کی طرح ان کے عزیزوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے یہاں اس کی بھی امانت
میں بیکلامی کی اذیت کو کتنا ہیہ کہ ہے خارج کرنے کی بھی ممانعت کر دی گئی ہے۔ مگر کیا چاہیے کہ شہداء کو یا بزرگ
سے بڑا ہو گئے اس کا ان کا کوئی خصوصیت کی طرف سے ہر حال میں کہہ سکتے ہیں وہ ان میں سے کسی ایک کے حق میں اس کو شہداء
سمجھا جائے کہ اس وقت کا وہ قرآن کریم نے اعلان فرمایا ہو مگر ان کے حق میں یہ بخت و طمان کی مرضی کے بغیر کافی نہیں لگتی
لکھا ہو کی حیات طیبہ میں ان کو یہ اختیار دیا گیا تھا وہ چاہیں تو دنیا کا اختیار کر لیں اور چاہیں تو اللہ اور اس کے رسول
نور و قوت کو اختیار کر لیں گویا اس میں اس طرف بھی اشارہ تھا کہ اگر وہ چاہیں تو دوسری صورت کو ترجیح دی تو ہر آئندہ
مخلوق کا ان کو کوئی حق نہیں رہے گا یہی وجہ بھی کہ آپ نے اس کی بڑی اہمیت سمجھ لی اور سب پر یہی کو خود چاہا کہ
خاتم منادیا اور جب ان میں سے سب سے چھ حضرت مالک رضی اللہ عنہم نے جواب دیے کہ بات یہ تھا وہ کی طرف سے کسی سے
مشورہ کرنے کی ہم جب کہ عزت اختیار کرتے ہیں تو گویا بات پر رضا و طہت خود اختیار کرتے ہیں گویا ہم ترجیح
اللہ میں ۱۴۹۰ھ میں رسول کا احترام بھی ملحوظ تھا۔ آپ کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ خود بھی کو خود چاہا کہ
احاطیت میں وہ سب سے بڑی اولاد کے صلح میں نہ ملے مگر اس میں اس کو والد اللہ کے احترام کے لحاظ سے سمجھا اور ہر
کے لیے اس کو اولاد پر حرام کر دیا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بہت چوک ساری ممانعت کے ساتھ تھی اس
لیے یہ اس تمام امت کے حق میں اس احترام اور حرمت کو بال رکھا گیا ہے اس کے علاوہ جب ان کی حیات کا مشورہ
سب سے ممتاز رکھا گیا تھا تو وفات کے بعد اس صفت سے بھی ان کو وہ ممانعت سے ممتاز رکھا گیا

۱۵۰. اس سے بہت صدمہ ہو گا کہ جب چر ملاں برتی ہے مگر اس میں غلبہ کی خاطر اس کا استعفیٰ رکھ کر کہا جائے کہ
فرشتے جو کہ ہادی مخلوق میں نہایت اہل کو کوئی اس طرف نہیں اس لیے جس طرح ان کو کلمہ فرما کر بلکہ یہ صفت کو غفلت

۳۹۔ عن ابن عباس عن یحییٰ بن زید عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہما اوجبا
 وقال ان جبرئیل کان وعدی ان یلقانی فی الجنة فلقہ فلیقنی آم والہما ما احدثت فیہم و
 فی نفسہ جزو کلین تحت فسطاط لیلۃ فاستریبا اخری ثم لقیہ فحدثہ بہ و ما فی قصصہ
 مکاتہ فلیقنی فیہ جبرئیل فقال لقد کنت وعدتک ان تلقتانی فی الجنة قال
 اجل و لکنک اذ بدخل بیتنا فینہ کلک و لا حورہ فاما صحیح رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم یومئذ فاقترعتن انیک لرب حتی اشد ینا ثم یقنی کلک فی الجنة النبی رب شرک
 کلک الخ ایضا الکثیر۔ رواہ مسلم۔

۱۳۹۔ ابن عباس حضرت میراث سے روایت کرتے ہیں۔ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضور نے اڑ
 فرات سے کہ جبرئیل علیہ السلام نے آج کی شب مجھ سے ملاقات کا وعدہ کیا تھا مگر نے نہیں خدا کی قسم وہ مجھ سے
 وعدہ خلافی تو نہیں کر سکتے پھر آپ کے دل میں یہ خیال آیا کہ آپ کے غمت کے لیے مجھے کیا ملے؟ آپ نے آپ سے حکم دیا
 وہ خدا مکان دیا گیا آپ نے اپنے دست مبارک سے پانی لے کر اس جگر پر چھڑکا جب شام ہوئی تو حضرت
 جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے آپ نے فرمایا آپ نے تو گزشتہ شب میں مجھ سے ملاقات کا وعدہ کیا
 تھا انور نے کہا میں اس لیے نہیں آتا کہ میں اس کی بات تو سن رہی ہے ہم ہر فرشتوں کی جماعت میں اس محسوس
 داخل نہیں ہوا کرتے۔ اسی دن صبح کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ کتنے بارو سے جائیں ادا اس
 نامی سے حکم دیا کہ اگر کسی کا بارغ چھو یا خود وہ خود اس کی حفاظت کر سکتا ہو تو جو اس کی نگرانی کے لیے
 جو بھی مار دیا جائے، اسی اگر بارغ چھو تو اس کی نگرانی کا کام چھوڑ دیا جائے۔ (مسلم شریف)

۱۴۰۔ اسکا ایک اور واقعہ ہے جس کی نظرت کو مشاہین سے سنا سمیت بڑا در تصور راقن حقیقی کی فعال کا چھوٹا
 نظارہ ہے اس لیے فرشتے ان دونوں سے جڑ رہے ہیں۔ نبی و رسول کا گھر گراں کے لیے مرکز عقل کی پکی شکل رکھتا ہے
 جو جس طرح آب و آتش کا اجتماع غور و خوض کا مرکز و جہان عجب ان کی فطرت کے خلاف
 ہے ظاہر ہے کہ اس قبیل انقدر غور و خوض کے لیے جو مبالغہ بن گیا ہو وہ وحشی و برکات کی کئی کشادگی کو طوطی کا گونج
 باغیچہ کی حفاظت کے لیے جس وقت ضروری ہو چکا ہو گا خدا اس لیے ضرورت لگائی کہ اس کی حضرت وہیں نہیں گئے
 کے لیے کہ جب وقت کے لیے اس حکم آئے کہ وہاں جانشین کو پھر اس کا استعمال مجدد کے بعد ہی میں خود وہ چلے۔ انہما
 کہ جو چیزیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک گھر میں فرشتوں کی تہذیب و ادب ہو گئیں آج وہی حالت گھر کی سی ہے
 جی تو بہت ہی پہلی ہے اب باوجود کہ گھر کا ہے کہ جب فرشتوں کی آمد کے لیے عالمی میں بھی موت ایک گئے کا وجود
 مانع بن سکتا ہے و گرنہ انسانی کم سمجھتے و انسانی ان کی آمد کے لیے مانع نہ ہوئی خدایا جبکہ فرشتوں کو جس طرح
 انہما امت اذ فاشت علی نفرت پہلی ہو اسی طرح خدا تعالیٰ کی نافرمانی سے بھی ان کو شہید فرمت پہلی کو تہذیب
 انہما میں ہمارے ہر آپ کا طعن فرما دینے کی ہر جہ سے قرضہ ایک سبیل عدل میں جاتے ہیں۔ عالمی نصیب گناہ
 برداشت نہیں کرتے اس دینا کی ہر سے ان کو سخت دینا پہلی ہو اگر عیسا یا خدا علیہ السلام صبر و ہمت کو پیش
 کی حضور ہی خود ہر عقائد میں ان کی جگہ ان کی امتوں کی امانت وہ اپنی مبادت انہما کر سکتے ہیں۔

منہا صلوٰۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی الجنائز قالہا کانت نوراً لاہل القبور

۱۰۴۰۔ عن ابن عمرؓ ان امرأة سؤدت کانت تمشي امسجد نوحاً فقصدھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسأل عنہا فقالت مات قال اخلاصک ثم اذنتہن قال وکانت صغیراً وامرھا او امره فقال دثونی عن قبرہ فذلک ما تمسکی علیہ لئلا یقال ان هذه القبور مسلوۃ ظلمہ علی أهلہا وان اللہ یتورھا لهم یتسلقون علیہم متفق علیہ واللفظ لیسلم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صلوٰۃ جنازہ کی ایک خصوصیت

۱۰۴۰۔ ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک سیاہ فام عورت مسجد میں جھاڑو دبا کر گئی تھی اور کوئی نوجوان موقوف ہو رہی تو اس میں شک ہی آیا ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نہ دیکھا تو اس کے متعلق دریافت فرمایا لوگوں نے کہا اس کا تو انتقال بھی ہو گیا آپ نے فرمایا تم نے مجھ کو اس کی خبر کیوں نہیں کی، راوی کہتا ہے گویا لوگوں نے اس عورت کی موت کا حال ہی بتا دیا تھا اس پر آپ نے فرمایا مجھ پر تو اس کی قبر کا مس ہے چنانچہ آپ کو قبر بتائی گئی آپ نے اس پر نماز ادا کی اس کے بعد ارشاد فرمایا جو مردھ کی قبر میں یہ تاریکی رہتا رہی اس سے بھری ہوئی ہیں میری نماز کی برکت سے اللہ تعالیٰ ان کو روشن اور نور فرما دیتا ہے۔ متفق علیہ

۱۰۴۱۔ بخاری نماز میں کیا راست اور اس کی اقتدار کے مسائل میں سب سے ممتاز یہ ہے جس فضائل کے یہ سب گھڑنے پر کرموت آپ کی ذات سے متعلق تھے اس لیے وہ کسی تقریب سے بیان میں آتے ہیں۔ دنیا میں عملوں پر بیشہ جنازہ کی نماز پر جس میں ایک گز یا پانچ گز کوئی جس کی نماز ایک قبروں کو نور کیسے کہے غلبہ کے ساتھ مناسب ہے۔

ایک واقعہ ایسا بھی ہوا کہ صدیق اکبرؓ آپ کی غیر حاضری میں ماہرین نے تھے اتفاق سے آپ میں نماز کی حالت میں شرفین سے تھے۔ ابو بکرؓ نے جلسہ میں کھڑے کے ساتھ ہی راست کے سمت سے قریب سے قریب سے پہلے آپ نے ارشاد فرمایا یہی کہ نماز پر ہی کوئی گز یا پانچ گز سے دور سنا اور لہجہ میں یہ غلط بیان کیا یا رسول اللہ! وہ حقائق ان کے والد کی کنیت سے گھڑنے کی کیا بول کہ جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہوں وہاں اس کا قدم گئے لفظ آتے۔ حقائق لکھا کہ کوئی کیا راست۔ اس کے اذن کے بغیر مقرر نہیں۔ نہ آپ کی وفات کے بعد آپ کے جنازے کی نماز میں کسی گز یا پانچ گز کی بناء پر ادا کی گئی تھی اور اسی لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شرفین کووری کے بعد امام شافعیؒ نماز کے حلقے سے بچے بہت آئیں گے اور اللہ کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شرفین امام شافعیؒ کے لیے۔

منہا قریش علیہ وسلم الی الجنة النہار بعینہما

۱۰۴۴۔ عن محمد بن عبد اللہ بن یحییٰ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد خایلا لا یفعل بہما
 سبقتین الی الجنة ما دخلت الجنة قط الا سمعت خشخشتک اما من قال یا رسول اللہ
 ما اذنت قط الا صلیت رکعتین وما اصابنی حدیث قط الا کوفضلت عنده ورایت
 رقی یلو علی رکعتین فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یحسنا دعاء العبدی وحدث
 البخاری فی باب فضل الظہور باللیل والنہار وفضل الصلوة بعد الوضوء

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جنت و روزخ مشاہدہ فرمانے کی خصوصیت

۱۰۴۴۔ یہ حدیث روایت کرتے ہیں ایک مرتبہ کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال کو بچھا
 اور پچھلے گھر میں کی وجہ سے مجھے بھی پہلے جنت میں جانیے۔ یہ جب بھی جنت میں داخل جانا چاہتا
 تھا کہ یہاں کی آہستہ آہستہ کے آگے آگے ہوں یا انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ میں جب جنت میں
 دیکھتا ہوں تو وہ کہیں داخل ضرور ہو رہا ہوں اور جب وضو کی ضرورت ہو جاتی ہے تو فوراً وضو کر رہا
 ہوتا ہوں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے نام کی یہ دو کہیں میں نے اپنے لیے فرض سمجھی ہیں۔ آپ نے فرمایا ہے

یلتسبہ۔ تمہاری شریفیت

۱۰۴۴۔ ذکر کردہ بالا روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جنت میں داخل ہونے کا کوئی خاص
 اور بڑا شرف تھا۔ بلال کی یہ خوش قسمتی تھی کہ ان کا ذکر بیان میں آیا گیا تھا۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر انسان اپنے جنت میں
 آنا چاہتا ہے تو جنت میں اس کے بلال میں جو معمولی معمولی چیزیں ہوں وہ اس کی جنت میں کسی قدر مزہ کا سبب بن جاتے
 ہیں۔ یہاں جنت میں ہونے کی فضیلت تو ثابت ہوئی ہے مگر اصل تو اہل دار کو کہنے کا فائدہ بھی معلوم ہوا ہے۔
 تاریخ رجسٹرا ہے کہ یہاں آپ نے صرف اپنے مشاہدہ نقل نہیں فرمایا بلکہ جنت میں داخل ہونے کے بعد اس مشاہدہ
 کا ذکر کیا ہے کہ اس دخول کی کیفیت کیا تھی اس پر بحث کرنا ہمارے دائرہ علم سے باہر ہے اس قسم کی گفتگوات
 حدیث میں آتے ہیں اور تقاسم میں کہتا کہ سب کے سب خواب کی حالت کے واقعات ہنگامہ آگاہی کے بعد
 ہیں اس کی تصریح دیکھو اس وقت تک کہ کسی کو اپنی جانب سے اس کا حق بھی نہیں ہے خصوصاً اُن کے حق
 میں جن کا اس قسم کے ساتھ ایک مرتبہ کافی اور جنت کی سیر کرنا بلکہ وہاں سے طوفان ہوا جس سے کہیں نہ کہیں
 جاکر کے ساتھ ثابت ہو چکے ہیں۔ جہاں ترجمان اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (۱۵) حدیث فرمائی ہے۔ غالباً خوب اور خوب معلوم
 کے لئے کہ کوئی اور صورت ہوگی واللہ اعلم بالصواب

درجہ نہ صرف ہے۔ شب معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جنت کے ساتھ تشریف لے گئے تھے جہاں حضرت آدم علیہ
 السلام بھی تھے کہ ان کو ان کی زمین پر لے گئے تھے یہاں تک کہ ان کے ہم دریا میں آج بھی آج بھی جنت کے دروازے
 کے قریب ہیں۔ ان کے حق میں یہاں ہی وہ ٹھہرا رہے ہیں۔

۱۰۳۳۔ اے بنی جابر! قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: وَصَلَتْ لِعَبْتَةٍ قَادًا اَنَا اَلْمُرْتَضَا
بِمَرْوَةِ ابْنِ طَلْحَةَ وَتَمِيعَتْ خَشَعَةً فَقُلْتُ مَنْ هَذَا فَقَالَ هَذَا بِلَالٌ وَرَأَيْتَ قَصْرًا بَيْنَ تَابِي
جَابِرٍ فَقُلْتُ لِمَنْ هَذَا فَقَالَ لِلْعُمَرَاءِ اَلْخَطَّابِ كَانَتْ رُوثُ اَنْ اَوْ حُلَّةٌ فَاَنْظُرُ اَلَيْسَ فَقَدْ كُنْتُ
عَلَيْكَ تَرَكْتُ فَقَالَ بَالِغٌ اَنْتَ قَائِلٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اَعْلَيْكَ اَعْمَاقُ مَتَقَنَّ عَلَيْهِ

من أجل ما زارنا الانبياء عليه السلام ورجل النبوة وقد
انقطع بعد نصيبنا وسيدنا محمد صلي الله عليه وسلم

۱۰۳۴۔ اے بنی اسحاق! قال ابو بكر بن عمر: قد روي عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اَطْلِقُوا
۱۰۳۴۔ ہاؤ بیان گوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں جنت میں داخل ہوا کیا دیکھتا ہوں
کہ وہاں ہر طرف کی جو سیڑھیں اور سڑکیاں ہیں وہ ان کی طرف اہل اسلام کا ہم تھا، پھر میں نے بیروں کی آہستہ سیڑھی کو
دیکھا یہ کونسا کسی نے کہا کہ یہ بلال ہیں۔ اس کے بعد میں نے ایک نخل دیکھا اس کے آگے میں ایک چارہ نظر
آئی میں نے پوچھا میں کس کعبہ؟ انہوں نے بتایا عمر کا میں نے امان کیا گاؤں داخل ہو کر بھی خدا اس کو
دیکھوں خدا مجھے تمہاری طبیعت کا خیال آگیا یہ سن کر عمر نے اختیار قبول کر لیا میرے ابا آپ پر ہوا
یا رسول اللہ کیا میں آپ کے داخل ہونے پر بھی فیرت کرتا۔ متقن علیہ

انبياء و عليم السلام کی سب سے ممتاز خصوصیت وحی نبوت پر اور اب وہاں حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم پر ختم ہو چکی ہے

۱۰۳۵۔ اے بنی اسحاق! قال ابو بكر بن عمر: قد روي عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اَطْلِقُوا
۱۰۳۵۔ اے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تو وہ ملک و خطبہ اب ہو رہے تھے لیکن میں نے حق میں یہ خطبہ دیکھا ہے
ان کے لیے اس کے طور پر اور وقت اور اس کے قیاس پر کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نے تو وہ اسلام و ملت و جمعی
میں نے ملے تھے وہ بھی بہت پہلے دیکھ لیتے تھے جنت تو آپ کے نظارہ کی تصویر معلوم تھی اس کے بعد معلوم تھے ہاں نبی آپ
نفس و دیکھ رہے تھے یہاں میں نہیں تھے یہاں میں مقدس شخصوں کا نصیب تھا کہ ان کے متنی طبع تھا کہ وہ کسی بدشاعت
کے زبان سے نکل کر جو سب سے پہلے کہتے تھے۔ پھر شہادت بھی وہ دیکھ لیتے تھے یہاں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان
دیکھ کر وہ لوگ بھی اپنے ہاں شہاد کا طائر کوئی قہار تو ان کے جنت کی آسپا مذہب اندازہ کر لیتے تھے یہی ہر طرف آئے
اگر چہ ان کی خصوصیت کا خیال اس سے پہلے آگیا۔ اور میں جانتا تھا کہ وہ جذبہ مجھے کہ جو شرف آپ کا یاد دہانے سے
میں کو نصیب ہوتا اس کی بخوبی پہچان ایک صورت میں ہو کر کہہ کر خاموش ہو گیا۔

۱۰۳۵۔ اے بنی اسحاق! قال ابو بكر بن عمر: قد روي عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اَطْلِقُوا

يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ يَأْتِيكَ الْوَحْيُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَحْيَا أَنَا يَا شَيْخِي
مِثْلَ صَلَاسَةِ الْخُرْسِ وَهُوَ أَشَدُّ عَلَى قَلْبِهِمْ مِثْقَلُ وَهْدٍ وَعَيْتٌ عَنْهُ مَا قَالَ فَاحْيَا أَنَا
مِثْلُ لِي لِمَلَاكٍ وَبِحَلَا قَبْلِكَ لِي فَأَعْنِي مَا يَحْزَنُ كَأَلَّتْ عَائِشَةُ وَوَقَعْدًا يَكْتُمُ عَلَيْهِ
الْوَحْيُ فِي الْيَوْمِ الشَّدِيدِ الْبُرْكَو قِيصِيمٌ عَزُّو وَإِنْ جِئْتَهُ لَيْسَ تَقْصِدُ عَزُّوًا - منقح عليه

یا رسول اللہ! آپ پر وحی کیسے آتی ہے؟ آپ نے فرمایا کہجی تو یہ صورت برتی ہے کہ مجھے ایک گھسی گئی کی آواز
آتی ہے اور یہ قسم مجھ پر سب سے دشوار تر ہوتی ہے اس کے بعد جب وہ کیفیت ود ہو جاتی ہے تو جو وحی میری مشا
ہو جاتا ہے وہ کو محفوظ ہو جاتا ہے۔ اور کبھی یوں ہوتا ہے کہ فرضہ خود کسی شخص کو دیکھیں یہی صورت میں کر رہے ہوتے
آ جاتا ہے اور مجھ سے کلام ہوتا ہے۔ پھر کچھ وہ کہتا ہے میں اس کو یاد کر لیتا ہوں حضرت عائشہ فرماتی ہیں
میں نے سخت جاڑوں کے موسم میں آپ کو کچھ تم خود دیکھا ہے کہ جب آپ پر وحی آکر تمام ہو جاتی تو آپ کی پیشانی
مبارک پر پینہ نہیزہ چو جاتی تھی۔ (مشفق علیہ)

۱۰۵۰۔ معاذ بن عمرو نے کتب ثلاثہ میں ایک منہوی تیسرے فرمائی کہ وہ یہ کہ بعض الفاظ جب شریعت کی اصطلاح میں
آئی خاص میں کسی کے لغوی معنی ہو جائیں قرآن و حدیث میں ان کے لغوی معنی ہی عام میں مراد لیں گے نہیں خلاصہ کلام
معاذ بن عمرو نے کہا کہ یہ الفاظ شریعت کی اصطلاح میں خاص میں مراد لیں گے نہیں خلاصہ کلام میں اس لیے اب قرآن و
حدیث میں عام مراد اس کے وہی معنی مراد ہونگے جو شرعی استعمال سے ایک درجہ پیش ہو چکے ہیں مثلاً خدا میں لغت میں
کو مطلقاً تصدیق کے معنی ہیں مگر اصطلاح شریعت میں اس کا عام استعمال صرف عام غیب کی تصدیق اس لیے
اس لیے اس کے جسے اب شرعی اصطلاح قرار دیتے ہیں قرآن و حدیث میں وہی معنی مراد لیں گے۔ اسی طرح وہی اصطلاح
ہو لغت میں وہ اس شخص کے لیے ہے اب اس پر حقیقت کہی کہ فرض فرمادی ہے کہ قرآن کریم میں جب اس لفظ کا استعمال
آجیا وہیم اصطلاح کے دائرہ میں ہوتا ہے تو اس کے معنی جندہ اور حق قانی کے مابین بکلا ہی کے ہوتے ہیں اس لیے جب
جب کہیں وحی کا لفظ آجیا اور اس کے بارے میں متعلق ہوگا تو اس کے معنی ہی سے مراد ملے جائینگے۔

حالات میں تیسری اس شخص کا حاصل یہ نہیں ہو کہ شرعی استعمال لغت کے برخلاف ہو بلکہ اس کا مطلب یہ ہو کہ کسی
خاص استعمال میں جب کسی لفظ میں کوئی خصوصیت پیدا ہو جائے تو اب لغت میں عموم کی وجہ سے اس کی خصوصیت نظر انداز
نہیں کی جائے گی اب دیکھئے کہ لغت میں وحی کا لفظ خدا یا خدا میں بات چیت کے لیے آجی ہے یہ یوں بالخط غلطی
دورانہ فراموشی یا غلط فہمی اور کبھی تو یہی لفظ غریب اور کبھی وہی لفظ کے ذریعے چپکے چپکے صرف انھوں کے الفاظ
اس لحاظ سے چھپا خدا اور غیب بات چیت پر وحی کا لفظ کیا جا سکتا ہے کہ وہی شخص کے حالات میں لفظ کا استعمال
محاجات اور غیب و غیب و غیب کے علاوہ بھی ہوتا ہے لیکن جب اس کا استعمال خاص میں ہوتا ہے جیسے کو حق شریعت
کی اصطلاح میں صرف اس کلام کو وحی کہا جائے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زبان سے ہوتا ہے اس شخص کے بعد بھی لغت
کے معنی میں مراد لیں گے رہے ہیں مگر کہ اس میں بھی مستحکم اور اس کا کلام وہی شخص کے خلیفہ ہوتے ہیں کہ اس کی اصطلاح مستحکم
رسول کے اس کے پاس بیٹھے۔ واللہ کو حق نہیں ہوئی خلاصہ یہ کہ اب وحی کے لغت سے ہے جس کہ وہ رسول اور خلیفہ
کے ہیں کلام کا نام ہے اب اس کی حقیقت کیا ہو۔ مسئلہ وحی کے اقسام اور اس کی کیفیت کے معلوم کرنے سے جتنا
اجتماعی ہو سکتا ہے جس انہی صنفک اس کو عمل شدہ سمجھنا چاہیے اس سے زیادہ بحث کرنا اپنی صحت بخاؤر نہ کہ اور
جائے پھر فرمادی جائے گی۔

النفث في الروح

١٠٥. عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا لَأَسَ لَيْسَ مِنْ شَيْءٍ يَكُونُ فِي الْجَنَّةِ وَيَبْأَعِدُ كَثِيرِينَ مِنَ النَّارِ إِلَّا قَدْ أَمَرَ مَكْرُومٌ لَيْسَ مِنْ شَيْءٍ يَكُونُ فِي النَّارِ وَيَبْأَعِدُ كَثِيرِينَ مِنَ الْجَنَّةِ إِلَّا قَدْ عَيَّيْتُكَ عَنْهُ وَإِنَّ الرُّوحَ الْأَوَّلِينَ وَفِي ذَاتِهِ وَابْنُ مَرْثُومٍ لَيْسَ فِي رَفْعِي أَنْ تَهْأَنَ تَكُونُ عَنِّي تَسْتَكِيلُ رَفْعَهَا الْإِنْفَاقُ

فرشتہ کا بھی طور پر قلب میں کوئی بات ڈالنا

۱۰۵۲۔ اپنی مسودہ روایت فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ (گو) جو بات بھی تم کو جنت سے قریب کرنے والی اور آتش دوزخ سے دور رکھنے والی تھی میں تم کو اس کا حکم دے چکا ہوں اور جو بات بھی تم کو آتش دوزخ سے قریب اور جنت سے دور کرنے والی تھی اس سے تم کو منع کر دیا ہے۔ اس لئے میں حضرت جبریل علیہ السلام نے میرے غضب میں یہ بات بھی اتنا فرمائی کہ کوئی شخص جب تک کہ وہ اپنے مقدر کا رزق پورا نہ کرے گا رزق

دینی فوٹو میں، حضرت علیؑ، حضرت علیؑ کے ساتھ شہباز علیؑ میں پیش آئی حضرت اُستاد سلاطین احمد نور شاہ
 قدس سرہ کا حوالہ ہے کہ شہباز علیؑ میں نماز میں کیا ابتداء رکھتا اور وہی سے شروع کرتی تھی اور پورے پیر کا جھنڈی پہنتی
 تھی یعنی شہباز علیؑ کا لباس ہر روز ایک وقت تک نہ بدلتی اور جب مکان ختم ہو گیا تو یہ مہمانوں کی خدمت
 پہنچتا کہ کھانا کھا لیا۔ - شہباز علیؑ میں شہباز علیؑ۔

[illegible]

افسانہ کی کہ روایت و ملت مذاق کا افسانہ ہے جس کے نتائج کھنٹے ہیں، مگر وہ جی کھنٹے ہے کہ یہ حال صرف افسانہ کے نتائج پر مراد ملنے کی نہیں جی، یہ سہرا ہے جی نہیں ہے کہ روایت جی نہیں جی، جس وقت تک نہیں، اس کے جی جب تک کہ اس کی بات

ثم حثت فقهاء عن يساره فلو كنى فجعلوا عن يساره ثم صلى ما شاء الله ثم أصحبه كتابه على
العلماء والمسلمين يؤدونها الصلوة مقام معارفي الصلوة وتصني ولما سجدوا على التراب والرك
نسا يقولون إن النبي صلى الله عليه وسلم قام عتبة لا يتألم قلبه قال غفر لي حيث غيبت
عن رسول رب رؤيا الأنبياء وعني ثم دعا إلى الأرمي في المنام أرى أذبحته ربه الجحش في
كتاب التخصيص في الموضوعة في باب وهو الصبيان منهن وعند الترمذي في مناقب عمر

حضرت کھڑا ہو گیا۔ آپ نے اچھو کر اپنی دائیں جانب گھڑا کرنا اس کے بدلے میں بکھیرا۔ اللہ تعالیٰ کو مستغفر بخش
 وہ آپ نے اچھا فرمایا۔ پھر آپ آکر لیٹ گئے۔ یہاں تک کہ آپ کے سونے کی آواز آنے لگی۔ مژدوں حاضر ہوا اور اس
 نے آپ کو نواز کی اطلاع دی۔ آپ اٹھ کر بوی بی اس کے ساتھ نماز کو قضا پھیلے گئے اور دعا دعا اور قرائی
 اور وضو وغیرہ نہیں کیا۔ ہم نے عمر و راوی حدیث سے پوچھا تو لوگ یہاں کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی
 اللہ علیہ وسلم کی صوفت آنکھیں ہی آنکھیں صوفت تھیں آپ کا قلب اس حالت میں بھی پیدا رہتا تھا۔ عمرو
 کہتے ہیں میں نے عید بن ابی مرثدہ کو یہ کہتے خود سنایا کہ انبیاء علیہم السلام کا خواب بھی وہی تھا۔ اس پر قرآن
 مجید کی آیات دلیل کے طور پر پیش فرمائی اور اِنِ الْمُنَافِقِیْنَ اَلَّذِیْنَ یَقُولُْنَ اَنَّا مَسْلُْمٌ وَّ یُعْذِرُوْنَ اَمَّا مَن یَعْمَلْ سُلُوسًا مِّنْ اَمْرِ

حقیقت آمد غرض ہوتا ہے حتی کہ وہ بھی جانی کی ایک قسم شامہ ہوتی ہے۔ وہ کچھ بے تکلف کر کے اس کو لے کر اپنے محل
تھا جس کی املاوت نہ خفا ہے۔ عفو کو جب خدا تعالیٰ کا کوئی شی اپنے غلبہ میں دیکھ لیا کہ تو اس کو پھر کفر سے بڑھاتا تو
میں لکھا اس کے نام کی تادیب شروع کر دیتا کہ چور پانی پلا اور لہو پرستوں کے خلاف اس کی نظری استقامت بھی کسی حیرت انگیز
چو کو کھر رہے کہ سارے میں صورت اور مفاہی کے ساتھ سر ہٹا رہا ہے اس کی مثال نصیبی بھی مثال ہے۔ علم
شرافوں کے خواب کے داکات چکر اس کے عقل بدرفتار ہے کہ عاقبت میں ہر تہہ اس کے بدن کی کوئی
تکلیف نہیں کبھی جانی انبیاء معصوم السلام کی نیند ان دونوں عقوبتوں سے بلا رہی ہوتی ہے۔ حد میں غلبہ میں کوئی بیجا دی
نہ خوں کا نام غیب سے قبول نہ لے جس میں اس سے ان کا نیند کے عوارض صوبہ دی ہوتے ہیں کہ لاشوں میں ان کے ساتھ
ہو کہ جتنی حد ان کوئی کہ تو ان میں نہیں سنتے ان کی صورت میں نہیں دیکھتے اور اس طرح وہ دوسرے امور پر کا خلق صورت
میں رہتا ہے اس کے ساتھ ہر تہہ سے عقل پر ہو گئے ہیں کہ وہ علم غیب میں کا خلق ہیں۔ میں ان میں اس ظاہر کے ساتھ
میں رہتا اس سے وہ کسی حالت میں بھی عقل نہیں ہوتے اس سے ان کے خواب کے داکات کی چابیت دی رہتی
وہ ان کی معافی کے داکات کی کوئی ہے۔ و خدا تعالیٰ اعلم۔

حضرت امیر عباس امی اس نور علی میں بھی کئے فیہ سے اسی طعن کے لیے وہاں ایک شب گزارنے لگے کہ
پاک کی شب کی قیادت کا نقشہ خدا ہی انھوں سے بھی دکھایا، ابھی گہمی کی فکر سے گرم ملوم نہیں کہ اس موقع میں
ایک نام شب چاک کر دی پلاستی ہو کہ ادھر ایک کے آگے کی تمہ چوڑی، دھر جیت حق کی انگلیں اپنے خدہ پر رکھیں
تے باہر بٹنے کے سب پر دیکھتے بہت گلاس میں غصہ میں رہا، وہ چہ کہ اپنے پرور پر ہیں جب رکھ کر ایک کاپ جلت
نہی میں مصروف ہو گئے قیام خدا کی آگے اور ہر اسی طرح نقل کرنے کی کوششیں لگی ہیں جس طرح حضرت صلی اللہ علیہ و
آلہ وسلم کو کرتے دیکھا تھا۔ ابھی وہ اسی طرح مشغول ملوم تھا کہ سب نے باہمی طعن و اگر آپ کی تائید میں شامل ہو گئے تھیں
کو حضرت نے اپنے میل و شمار میں مصروف ہو کر سب کے لیے مسلم پر بھیجے تھے اس نے ذرا وقت دیکھا اور تھری کی حالت

روى عن ابن عباس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم رآه في المنام في سنة ۱۰۵۵

الرسول العظيم مشاهدته عند نزل الوحي

۱۰۵۵۔ صفوان بن یحییٰ آخرہ ان یحییٰ أخبرہ قال لعمری انی لری فی المنام رسول الله علیہ وسلم حین یوحی الیہ قال فبینما انی فی المنام بالبحر افرق وسمع کفر یمن اختلفت لیسجاءہ ورجل افعال ۱ یا رسول الله کیف لری فی ورجل آخرم یحتمس ویکو مسکون ۲ یطیب ۳ کنت النبی صلی الله علیہ وسلم ساعۃ فیاء الوحي فاشار عمر کالی یقول فجاہ فیما یو علی رسول الله صلی الله علیہ وسلم فوہ قد اطل بواحدین فاستفاد رسول الله صلی الله علیہ وسلم فخرم الفجر وکثر فی عنده فقال ما بین الی شای من الفجر فوافی ورجل فحسان

علی السلام سے کہا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تم کو دیکھ کر رہا ہوں۔ (بخاری شریف)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول وحی کا ایک منظر

۱۰۵۵۔ صفوان بن یحییٰ بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد یحییٰ نے حضرت عمرؓ سے عرض کیا کہ جب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے تو اس وقت آپؐ کو دیکھ لیجئے۔ مادی کتاب کو دیکھا تھا کہ آپؐ کا مقام جہان میں ہے وہ صحابہ کی ایک جماعت آپؐ کے ساتھ تھی کہ ایک شخص آیا اور اس نے یہ سلسلہ چھایا اور اس نے ایک شخص کو جو بیویں لے چکا تھا اور اسی حالت میں اس نے عمرو کا احرام باندھ لیا اب وہ کیا کہے آپؐ کو دیکھ لیجئے فاموش ہو گئے اور آپؐ پر وحی کا نزول شروع ہوا حضرت عمرؓ آپؐ کے چومبارک پر ایک کپڑا ڈھانک دیا اور یحییٰ کو اشارہ کیا آگے آؤ وہ آگئے اس وقت آپؐ کے چومبارک پر کپڑا چھایا تھا انہوں نے اپنی سر اس کے اندر داخل کیا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ آپؐ کا چومبارک سر سے ہر ماہ اور وحی کی شہت سے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے آپؐ کا دم ٹکٹے رہا ہو اس کے بعد جب وہ کیفیت جاتی رہی تو آپؐ نے فرمایا وہ عمرو کا مسئلہ دریافت کرنے والا شخص کہہ کر گیا۔ اسی وقت اس کو آپؐ کی خدمت میں حاضر کیا گیا

یہ بیان کمال کی بات ہے کہ اگر کیا محمدؐ بھشت تھا عقلمندی کا صحیح مرقع تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر تار کی حالت میں کوئی کڑھیں پیش نہ کرتے تو اس وقت اس کی اصلاح کیجئے پابند اس کے بعد جب وہ بات سمجھنے لگے تو بھی یہ سن کر آپؐ بھی غصے ہو گئے تھے لیکن اس کے بعد جو جب تار کا وقت نہ پہنچے پہلے دوسرے ہی تار انداز لائی گئی آپؐ کی نیند ناقص و منحصر تھی۔ غلطی جاتے اس بیداری کا عالم کیا ہو گا جس میں اپنی طبیعت اور غریب طبیعت کا انداز آپؐ کو عالم خواب میں بھی رہتا تھا۔

اِغْسِلُ الْوُجْهَ الَّذِي يَدُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَانْمِزْ مِنْ عَيْنِكَ ثَلَاثَةَ مَرَّاتٍ غُزَّ مَرَّةً كَمَا تَغْتَسِرُ فِي
تَحْنُوكَ ثَلَاثَ لَيَطَاوُ اَزَادَ الْاَوْثَاءَ وَبَيْنَ امْرَاةٍ اَوْ بَيْنَ اُنْ يَغْسِلُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَقَالَ هَذَا مَعَهُ اَبُو
اَبِي هَابِطٍ اِغْسِلُ الْغُرُوقَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مَرَّةً مَرَّةً اَوْ فِي بَابِ يَغْسِلُ بِالْعَرَةِ بِالْمَصِلِ فِي الْمَجْمَعِ مَا قَالِ
اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَرْجُوهُ -

۱۰۵۶- عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَتْ يَحْمِلُ
يَكْتُمُ لَكَ لِقَاءَ كَرَفَةٍ إِلَى السَّمَاءِ . معناه اجماعاً -

۱۰۵۷- عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَوَّلَ عَلَيْهِ
الْوُجْهَ كَرَفَتَ لِيَدَانِ وَكَرَبَتْ رُجُلَاهُ وَكَانَ يَدَايِهِ تَكْسِرُ زَاوِيَةً وَتَكْسِرُ شَاخِصًا يَكْسِرُ مِنْهُمْ فَلَمَّا
أَوَّلَ عَدَّةً وَتَمَّ رَأْسُهُ . وهذا مسلم

۱۰۵۸- عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ دَعْلَاجٍ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحَلَّاتٍ بَارَسَتْهُ اللَّهُ
أَتَسَلُّهُ نِسْ مِنْ نَوَاجِرِ وَشَيْئِ مِنْ جَمْعٍ بَلْ كَيْفَ هِيَ هِيَ اس كُفَّيْنِ بَارِدٍ حَمَلٌ مَاءٍ رَايَا جَمْعًا كَمَا سَلَّ اَوَّلَهُ
جَمْعٍ اِهْتَابَ كَيْفَ اِهْتَابَ اِسِي طَرَفَ عَمْرُو دَاكِرَ فِي سَلَّ اِهْتَابَ اِسِي طَرَفَ عَمْرُو دَاكِرَ فِي سَلَّ اِهْتَابَ اِسِي طَرَفَ
كَيْفَ عَمْرُو دَاكِرَ فِي سَلَّ اِهْتَابَ اِسِي طَرَفَ عَمْرُو دَاكِرَ فِي سَلَّ اِهْتَابَ اِسِي طَرَفَ عَمْرُو دَاكِرَ فِي سَلَّ اِهْتَابَ اِسِي طَرَفَ
كَيْفَ عَمْرُو دَاكِرَ فِي سَلَّ اِهْتَابَ اِسِي طَرَفَ عَمْرُو دَاكِرَ فِي سَلَّ اِهْتَابَ اِسِي طَرَفَ عَمْرُو دَاكِرَ فِي سَلَّ اِهْتَابَ اِسِي طَرَفَ

۱۰۵۹- عَمْرُو دَاكِرَ فِي سَلَّ اِهْتَابَ اِسِي طَرَفَ عَمْرُو دَاكِرَ فِي سَلَّ اِهْتَابَ اِسِي طَرَفَ عَمْرُو دَاكِرَ فِي سَلَّ اِهْتَابَ اِسِي طَرَفَ
كَيْفَ عَمْرُو دَاكِرَ فِي سَلَّ اِهْتَابَ اِسِي طَرَفَ عَمْرُو دَاكِرَ فِي سَلَّ اِهْتَابَ اِسِي طَرَفَ عَمْرُو دَاكِرَ فِي سَلَّ اِهْتَابَ اِسِي طَرَفَ
كَيْفَ عَمْرُو دَاكِرَ فِي سَلَّ اِهْتَابَ اِسِي طَرَفَ عَمْرُو دَاكِرَ فِي سَلَّ اِهْتَابَ اِسِي طَرَفَ عَمْرُو دَاكِرَ فِي سَلَّ اِهْتَابَ اِسِي طَرَفَ

۱۰۶۰- عَمْرُو دَاكِرَ فِي سَلَّ اِهْتَابَ اِسِي طَرَفَ عَمْرُو دَاكِرَ فِي سَلَّ اِهْتَابَ اِسِي طَرَفَ عَمْرُو دَاكِرَ فِي سَلَّ اِهْتَابَ اِسِي طَرَفَ
كَيْفَ عَمْرُو دَاكِرَ فِي سَلَّ اِهْتَابَ اِسِي طَرَفَ عَمْرُو دَاكِرَ فِي سَلَّ اِهْتَابَ اِسِي طَرَفَ عَمْرُو دَاكِرَ فِي سَلَّ اِهْتَابَ اِسِي طَرَفَ
كَيْفَ عَمْرُو دَاكِرَ فِي سَلَّ اِهْتَابَ اِسِي طَرَفَ عَمْرُو دَاكِرَ فِي سَلَّ اِهْتَابَ اِسِي طَرَفَ عَمْرُو دَاكِرَ فِي سَلَّ اِهْتَابَ اِسِي طَرَفَ

۱۰۶۱- عَمْرُو دَاكِرَ فِي سَلَّ اِهْتَابَ اِسِي طَرَفَ عَمْرُو دَاكِرَ فِي سَلَّ اِهْتَابَ اِسِي طَرَفَ عَمْرُو دَاكِرَ فِي سَلَّ اِهْتَابَ اِسِي طَرَفَ
كَيْفَ عَمْرُو دَاكِرَ فِي سَلَّ اِهْتَابَ اِسِي طَرَفَ عَمْرُو دَاكِرَ فِي سَلَّ اِهْتَابَ اِسِي طَرَفَ عَمْرُو دَاكِرَ فِي سَلَّ اِهْتَابَ اِسِي طَرَفَ

۱۰۶۲- عَمْرُو دَاكِرَ فِي سَلَّ اِهْتَابَ اِسِي طَرَفَ عَمْرُو دَاكِرَ فِي سَلَّ اِهْتَابَ اِسِي طَرَفَ عَمْرُو دَاكِرَ فِي سَلَّ اِهْتَابَ اِسِي طَرَفَ
كَيْفَ عَمْرُو دَاكِرَ فِي سَلَّ اِهْتَابَ اِسِي طَرَفَ عَمْرُو دَاكِرَ فِي سَلَّ اِهْتَابَ اِسِي طَرَفَ عَمْرُو دَاكِرَ فِي سَلَّ اِهْتَابَ اِسِي طَرَفَ

۱۰۶۳- عَمْرُو دَاكِرَ فِي سَلَّ اِهْتَابَ اِسِي طَرَفَ عَمْرُو دَاكِرَ فِي سَلَّ اِهْتَابَ اِسِي طَرَفَ عَمْرُو دَاكِرَ فِي سَلَّ اِهْتَابَ اِسِي طَرَفَ
كَيْفَ عَمْرُو دَاكِرَ فِي سَلَّ اِهْتَابَ اِسِي طَرَفَ عَمْرُو دَاكِرَ فِي سَلَّ اِهْتَابَ اِسِي طَرَفَ عَمْرُو دَاكِرَ فِي سَلَّ اِهْتَابَ اِسِي طَرَفَ
كَيْفَ عَمْرُو دَاكِرَ فِي سَلَّ اِهْتَابَ اِسِي طَرَفَ عَمْرُو دَاكِرَ فِي سَلَّ اِهْتَابَ اِسِي طَرَفَ عَمْرُو دَاكِرَ فِي سَلَّ اِهْتَابَ اِسِي طَرَفَ

مَلِكُ الْيَمَنِ يَأْتِي فَقَالَ أَتُفَعِّلُ مَدْرَاحِيكَ لِمَا سَأَلْتُكَ عِنْدَ ذَلِكَ لِمَا مِنْ مَرَّةٍ يَوْمَئِذٍ إِذَا لَمْ تَكُنْ
أَنْ تَقْبَلِي خُفْيَةً . دوماہ احمد

۱۰۵۹۔ عن سیدنا ابو جعفر عن ابی عبد اللہ علیہ السلام فی قولہ لا تُخَوِّدُکَ بِرِئاسَتِکَ لَنْ تَقْبَلَ بِرِئاسَتِکَ کَانَ مَعَهُ
اللَّهُ صَلَّی اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَمَلَّکَ جَبَلًا یَنْبَغُ بِهَا الْوُحُی وَکَانَ سَمَاءَ الْجَبَلِ بِرِئاسَتِهِ وَتَحْتَهُ کَیْفَ تَمَلَّکَ
عَلِیْهِ وَکَانَ یَعْنَفُ مِنْهُ فَأَمَرَ أَنْ یُکْرَمَ الْوَحُیَ الَّذِیَ فِی الْأَقْصَى بِیَوْمِ الْوَحُی لَنْ تَقْبَلَ بِرِئاسَتِکَ
لَنْ تَقْبَلَ بِرِئاسَتِکَ عَلَیْکَ سَجْدَةٌ وَقَرَأَ قَالَ عَلَیْکَ أَنْ تَحْتَفِظَ بِرِئاسَتِکَ وَتَقْرَأَ لَنْ تَقْرَأَ قَرَأَ
فَأَتَتْهُ قَرَأَ لَنْ تَقْرَأَ فَمَا سَمِعَ قَرَأَ عَلَیْکَ بِرِئاسَتِکَ عَلَیْکَ أَنْ تَحْتَفِظَ بِرِئاسَتِکَ قَالَ لَمْ یَكُنْ
جِبِ آپ برومی آئی ہے تو آپ کو مدحوس ہوتی ہے! فرمایا پہلے میں کشمکش کی سی آواز سناتا ہوں پھر اس
وقت پہلے خاموش ہو جاتا ہوں۔ اور جب کبھی مجھ برومی آئی ہے تو فوراً میرے سلام جو سننے لگتا ہے کہ میری
جان اس نکل۔ (مسند احمد)

۱۰۵۹۔ اس مہدی بن جریر نے لاخوٹک ہر رستائے کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ سے نقل فرماتے ہیں کہ پہلے
میں ہوتا تھا کہ جب حضرت جریرؓ کیلئے اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم برومی لے کر آتے تو آپؐ اس کے
یاد کرنے کی فکر میں دمی کے ساتھ ساتھ اپنے ہر دھڑکے اور زبان جلاتے جلاتے اس کی وجہ سے آپ کو قتی
تخلیف چوٹی کر سب کو اس کا احساس ہوتا اس پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ النجم کی آیات ثانیہ و ثانیہ
کہ جلدی سے یاد کرنے کی فکر میں آپ نزول دمی کے ساتھ ساتھ ثانیہ بیان نہ لایا کرتے قرآن کا صحیح کلام اس کا
پڑھنا ہمارے ذمہ ہے مابین عباسیؓ فرماتے تھے مطلب یہ تھا کہ آپ کے سینہ مبارک میں اس کا حفظ کو کیا
پھر اس کا پڑھنا یہ دونوں باتیں ہمارے ذمہ ہیں اس کے بعد آئندہ آپ یوں کیا کیجیے کہ جب ہم آپ پر
قرآن نازل فرمائیں تو نزول کے وقت تو آپ مرث سنائی کیجیے اس کے بعد وہ پڑھ لیا کیجیے اس کے
بعد اس کا بیان کرونا بھی ہمارے ہی ذمہ ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں اس کے بعد جب جس برس

قرآن نازل ہوگا تو اس کے بعد حضرت عباسؓ کی وصیت اور عبد اللہؓ کی مرضی آپ کے سامنے ہے۔
ان تمام وجوہ سے کہ بات ثابت ہو جائے کہ نزول دمی کی شدت آپ جیسا ہی محسوس فرمائیے تھی تو پھر اس
برقت سے کہ آپ کو اس سے قبل نزول دمی سے کوئی سابقہ نہیں چلا تھا۔ اگر اس شدت کا احساس ہوتا تو آپ
کی زبان مبارک سے خوف کے دھڑکات تھیں جو اس پر شدت کلام کے نزول سے پہلے ہی پائیں تھیں تو آپ کی
دور مارہ تقدیر میں تا سبب ہر سبب چاہیں تھے نہ کہ ہر کسی تکذیب کا پناہ تو جب حضرت خدیجہؓ نے اس کو سنا تو فری
ہو کر گر دیں تو کوئی تعلق فیصلہ تو نہیں وہ سبب گریہ نہ کرنا کہ اس نے ہی بھی جلا لگایا کہ اسے غمزدہ کرتی تھی اس لیے
عجب نہ تھی دمی کی صفات سے کہ وہ صدمہ و اہم تھا لہذا غمزدہ آپ کو کہہ کر دیکھنے کے لیے آپ نہیں کہہ سکتے تھے بلکہ
اس وقت تک ہی حقیقت حال صدمہ کر لی اور آپ کی جدالت کی تقدیر ان کو کہہ دینا سے جس سے بچ گئے وہم کہ تقدیرات
اسی طرح ہی پہلے آپ کے ہاتھ میں تھیں۔

جَلَسْتُ إِلَى جَنْبِهِ فَأُخْبِرَ أَنَّ رَمْلًا مِنْ قَابِضٍ أَحْمَرَةٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْبَلَ عَلَى خَيْبَرَ
فَوَسَّسَ فِي الْقَوْمِ إِذْ هُمْ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ تَجَاهَةً رَأَى أَنَّهُمْ يَكْتُمُونَ رَهْمًا لَهَا
عَلَى قَالٍ وَأَمَّا يَا رَسُولَ اللَّهِ تَوَاسَّسْتُمْ بِهَا دَلِمَا أَخْبَرْتُ وَكَانَ أَعْنَى مَا كَرَّلَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِي
وَلِيْلَهُ عَلَى لَيْلِي ذِي كَعْلَتُ عَلَى حَتَّى خَلْتُ أَنَّ لَوْسَ لَيْلِي لَمْ تَسِرْ بِي عَنْهُ قَالُوا لَمْ تَسِرْ
أَرَأَيْتَ الصَّبْرَ بَدَاهُ الْغَضَارَى

الوحی وثقل علی المناقہ

۱۶۳۔ عن عائشہ کہ ان الشیء منی اللہ علیہ وسلم کان اذا نوحی الیہ وہو علی ناقبہ یضعف
 جزأها کما استطیع ان یقول حتی یشری عنہ وکنت انا استلقی علیک قولا قلیلا رواہ
 احمد وعبید بن حمید وابن جریر وابن نعمر وابی نعیم وکان الحشی وجالہ جال العجیر
 ۱۶۴۔ رعن ابی اروی الدیلمی قال رايت الوحی یأخذ علی الشیء منی اللہ علیہ وسلم وان
 علی لجلجلیه فخر غزو فغزل ید فیها حتی اظن ان ذراعہا ستقوم مریة ابرکت ویدها قامت
 مؤنذرة ید فیها حتی یموتی عنده من یقر الوحی رواہ کثیر من مشرئ المجتہدین رواہ ابن
 سعد کما فی الخصائص ص ۱۱۹ ج ۱۔

الرسول العظیم کان یخبر عنک الی الوحی

۱۶۵۔ عن ابن مسعود قال سمعنا ان الشیء منی اللہ علیہ وسلم فی بعض خبر

نزول وحی کے وقت آپ کی اذنی کی پستی

۱۶۳۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی اتری تو آپ اپنی اذنی پر
 ہاتھ رکھتے تھے کہ وہ وحی اپنی گردن نیچے ڈال دیتی تھی یا دھب تک وحی کی آمد تم نہ پہنچتی تھی بلکہ
 کہ ان بلا نہ سکتی تھی اس کے بعد اس مضمون کی تصدیق میں آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی انا استغنی علیلکم
 ہم آپ پر ایک بہت بڑی کلام تیار کرنے والے ہیں۔ احمد وعبید بن حمید ابن جریر ابن نعمر وابی نعیم
 ۱۶۴۔ ابی اروی دمی کہتے ہیں میں نے آنحضرت پر وحی آنے میں قیام پر جب آپ اپنی سواری کے اوپر تھے
 کہ وحی کے وزن سے آپ کی اذنی آواز کرتی تھی اور اپنے دونوں پر اس طرح لڑتی تھی کہ کہہ کر یگان ہوتا تھا
 گویا اس کے بازو ٹوٹے جاتے ہیں کبھی بھٹی یا کبھی اپنے پیروں پر سہارا دے کر کھڑی ہو جاتی۔ وحی کے وزن پر اس کی
 ہوا کیفیت میں تھی یہاں تک کہ وحی کی آمد نہ ہو جاتی اور آپ کی پیشانی پر ایک سوئی کی طرح پینے کے قطرے
 پھینکے گئے تھے۔ دخصائص ص ۱۱۹ ج ۱۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی آتی تو یہ معلوم ہو جاتا تھا کہ آپ پر وحی آ رہی ہے
 ۱۶۵۔ ابن مسعود روایت فرماتے ہیں کہ ایک آدمی آپ کی ہچکچاہٹ میں دھب تک کہتے یا کسی دیر نہ رہتا تھا
 ۱۶۶۔ ابن مسعود روایت سے معلوم ہوا کہ اس کے ایک آدمی صرف اس شخص ہی کا محمد و خاتم النبیین کہتے ہیں

فَیُؤْتَانِ مِنْهُ لِكُلِّ حَظٍّ حَظًّا عَمَّا قَالُوا فَانْقَضَتْ وَکَیْفَ تَعْرِضُ مِنْ صُلَاةٍ تُلَاقُهَا وَ

ایسا کر دیا کہ ہر ایک کو اپنا حصہ دے دیا۔ یہ روایت سننے میں میری جاتی ہے۔ راوی کہتا ہے صحابہ نے تہجد سے دو وقت کیا
یہ رسول اللہ ہماری روایت ہے آپ کے سامنے کس طرح پیش ہوئی اور

بیشک جو ہم اپنی ساری عمر ریاضت و عبادت میں صرف کر کے یہاں بھی شیعہ کے کچھ خاص حاصل کو کچھ تھے جتن میں
کچھ کو ان کی اس صفت میں اور قریب ہو جاتی تھیں۔ یہ سب ذکر عجب اس دنیا میں بھی سوئم زمین کے خود ہونے نہ چھوٹے
اور وہ سب کے علمی فیہ فیہ ہونے کے اختلاف سے لاش کے گھونے اور نہ گھونے میں فرق نہ تھوٹے تو صحبت و ملاقات
کے وقت سے بھی اگر یہ اشکات مدعا پر تو اس کا انکار کریں کیا جلتے۔ اگر وہاں وہاں وقت و مکان تصدیق کیے
جسم کے تھے تو کیا بھی اس سے زیادہ قوی ثبوت کے ساتھ مشاہدہ و سچ ہے جیسا ابھی آپ کے حافظہ سے گزر چکا۔

اب تک جو ہم نے یہاں کیا یہ تو کسب و کسب کے اثرات و فائدے تھے انبیاء علیہم السلام کی محبت پر تو کسب و کسب
عاجزیا کے تحت ہوتا ہے اس لیے ان کے ایسا مکتبہ ہذا ان کے ساتھ ہی ملتا ہوتا ہے وہ کسب و کسب کا شوق
ہو۔ قالہ انسانی ان کو بھی ملتے ہوئے غالب پر خود ہر طرح شری ان میں بھی ہوتی ہے اگر وہ ملے جڑاں سے دیت

میں سرشار ہوا اس طرح وہ ظاہر و باطنی سوز ہستیاں جب عالم میں ظاہر جلی ہیں تو کفر کا تیرہ و قادیس عالمین کے
جہ سے سوز ہوا جو ہستیاں کو بھی آتا ہے گروہ پیدہ نہیں ہوا اس کو شخص کر کے بلکہ وہ جو شام جان کو معطل ہے
سوز دے بھی ہیں گروہ خندہ نہیں ہوتا کو فاضل کر کے کھانے دے بھی ہیں گروہ کھانے نہیں ہیں کہ اصل جہان ہستیاں

کی طرح ہر کل زمین ہستیاں کی حالت میں ہونے کے دل و صوبہ تمام ہندو سے زیادہ پیدا ہوتے ہیں حتیٰ کہ ان کا غالب
ملی ہوتا ہے لہذا ان کی زمینا نفس و ضرورتیں ہوتی۔ وہ رزق دے دیتے ہیں تو کئی کئی دن کھانے کے قریب نہیں جلتے
پھر اس وجہ سے ان کو کوئی صنعت بھی واقع نہیں ہوتا۔ اس وجہ سے جب آپ کے خدا کے لاش کے لاشیہ قدم پر چلنے کی کوشش

کرتے ہیں تو آپ بڑی شفقت کے انداز میں ان سے یہ فرماتے ہیں کہ تم میری طرف نہیں ہو سہے اگر جانی خدا رک کر کچا
تو یہ ہندو گالے کے مدعا کی تائید سے سرزد فرماتا ہے تم سن۔ پھر سب کھاتے ہو تو میں نہیں کھا سکا کہ میرے صحابہ
نفس ہندو کے نور طالعہ کے ہے۔ انھار وہ بھی کرتے ہیں گروہ کھانے نہیں ہیں سے قصہ کسی حد میں بھی ہندو

بلکہ وہ کھانے جس کا قصہ صرف عبادت و تقرب جو قوم کا صوبہ ہوا۔ دلائل و دلائل دیکھتے ہیں گروہ قوت نہیں جو صوبہ
عالم ادبیت تک محدود ہو بلکہ وہ ہزار ہا دلائل کو بھی غفلت کر جاتے۔ وہاں اگر صرف خوش مزہ اور ہوا کا انداز
کرتے ہیں تو ان کی زبان عام و حدیث خدا کا بھی داک کر مٹی پر چلی کہ بول جاز میں وہ بھی عام ہندوؤں کے شوق تھوڑے

گھر ہاں اس کے مشفق ہونے کو کیا بھی منتوں ہوا وہ سب سے آفریں صحت کا فرشتہ ان کے پاس بھی جلتے گروہ عبادت
کے طرہ پر چلا کر سے نہیں بلکہ ان دن و جاز سے بعد ان کے وہ بھی ہوں گے یہاں بھی اپنی جائے ولادت میں ہوتی
ہوئے کا خدا کی ہے۔ اب سوچئے کیا کر کے ہم نصیری ہی میں کوئی شیار و خصوصیت نہیں ہوتی تو جس غلطی کے
آخر سے دوسرے جہوں کو جھٹل پیتا ہے وہ ان کو کیوں نہیں آتا۔ وہ ہندوؤں کو کچھ خدا کے عبادت بھی نہیں

جیتے۔ ان کے حوس کے داک کا نہ تو عام انھار سے باکو کر کے ہر کسے ہو کر ان کی عبادت عام ہندوؤں کی ہی

نہیں نہیں ہوتی۔ وہ بیانیہ صنعت کی تیرہ گھٹ لگی۔ علامت ہوا ان کے ہاں تیرہ کی تیرہ موجب گناہ ہو گیا۔ اس سے یہ

اصوات ظاہر نہیں ہوا ان کے ایسا نصیری کی تیرہ لگی۔ ہوا جہاں سے سال ہوتی ہے سچ سے سچ سرٹل میں آتا کہ

انہی طبعی طبعی اس عالم میں بھی اہل سنت کے خاص رکھے ہیں کہ انھیں صرف صلی و صلیہ و صلیہ سے اہل سنت کی غذا
مشق و ریاضت کی تیرہ لگی۔ انھیں دوسرے پیر میں کوئی نہ ہو جس سے مشق نہیں بلکہ ان میں خدا کی تیرہ

حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَجِبِلَّ حَسَمَ عَنِّي لَكَ نَرْضَى

آپ کا جسم اطہر تو اس وقت تک میں ہی مل چکا ہوں کہ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین پر جو زمین کا کھاد
جانب رہو وہاں تو میرا نبی و پیغمبر اسلام کا حضور عالم میں بھی پسینہ بن کر رہ جاتا تو کیا فرق اگرچہ ہزاروں موت فناء کی نوعیت
کے فرق سے زیادہ نہ تھا تو اس جسم کو جو خاص اہل جنت کے جسم میں تھا وہی یہاں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جنت
میں وہ کے جسم بقا کا کافی قور بھی جو فضلہ کا ممکن تھا اب فضلہ دینے کے لیے مجبور ہو گیا۔ پس جسم ایک ہی تھا
فرق جو عبادہ فناء کی نوعیت سے پیدا ہوا حضرت آدم علیہ السلام میں جو رہے اس جہان کی آبادی کے لیے تشریف لائے
اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور نبی محمد صغریٰ نے کرکھ خالی کے دیوار کے لیے تشریف لے گئے اور نبی محمد صغریٰ کے ساتھ
کو شرف تہہ سے تھوڑا دیر پس کیا شہر پہ کرانیا علیہم السلام جس عالم میں بھی اہل جنت کے خواص و کھفہ ہیں اگر
ہیں کا غالب عنصر ہی اہل جنت کی طرح کھن دفنہ کے اوقات سے آباد ہونے کا یہ ہے۔ جس پر بھی دل خواہ کرکھ کا
کا انسانی زندگی میں عام انسانوں کے اجسام کے گوشے سے کیا چیز پائے تو تو ہر جگہ وہ خاصہ روح میں خاصہ اجہ
روح کے جسم سے پیدا کی اور جسم کے اندر نور طبع ہوا تو انہیں و جسم اسلام کی ابدان کائن کے جسم کے ساتھ
علاقہ شہد سے کچھ زیادہ تسلیم کر دیا جسے (کیچر) ان کے جسموں کے حدود پہنچ کر گئی وہ بالکل پور گئی ہو۔ و امام
رازی وغیرہ میں لکھتے ہیں:-

و علم ان تمام الکلام فی ما علیہ ان نفس بالقدسین
اجہو یہ سچا نظریہ ہے جسٹا اسلام انفس و س لازم تک
الانفس بالکل فی الحکامہ و قدسہ و حقہ و لا مشوار
حالیہ میں جسمانیات۔ اشہد ان تمام الکلام فی جنت
الانفس و انفسہ کان علیہ ان فی غایۃ التقادیر الطیۃ
لہ تہہ و انفسہ و الحکامہ و الحکامہ فی غایۃ الکمال لا قضا
ما یہ جو کرکھ یا لیا و تھوڑے میں جو ہر فرقہ و اصلہ الی
الہدین۔ متقی کان انفسہ و الحکامہ فی غایۃ الکمال
کانت الکمال فی لایۃ القوت و انفسہ و انفسہ و

و عرب میں یہاں پہنچ کر انہیں و جسم اسلام کے خواص تہہ سے
عام انسانوں سے اپنی ماہیت میں ہی مختلف ہونے
جس میں انفس میں جسم و نفس خود و حیاتیات و جسمانیات
یک جسم جسم کی برتری ہوتی ہو جب ایک طرف شرعی
پاکیزگی و شرف کا یہ عالم تھا دوسری طرف جسم کی غایت
پاک و صاف ہو کر تھوڑے اندر طہارت کے قوی ہو کر کونسل
بھی انہما و جسم کامل ہونے کے لیے کہ جب کامل اور کامل
و کمال کامل ہوں تو کچھ کچھ کے آثار و قوت و شرف و
پاکیزگی میں کمیوں کا حال نہ چلتا۔

تفسیر کبیر

تفسیر کبیر ص ۲۵

گمان تمام کلمات کے بعد بھی یہی انہیں و جسم اسلام کا تہہ سر ہو بھی ہر جہت سے باہر گیا ہر گز نہیں جو لوگ حضرت صلی اللہ
صغریٰ کی ہر جہت کے منکر ہو ان کو تو ہر جہت کے کائنات سے کئی ہے فضائی عسلات کا اتحاد ہے ان میں ہر کلمات میں
ایک کمال ہی ایسا نہیں جو بشر کرکھ خالی کی کسی ایک صفت میں بھی حرکت و جسم نہ ہو۔ انسان سلسلے کلمات کے بعد
بھی تہہ ہر جہت پر مردہ و کمال کا ایک ہی عالم اس کو کہ فی جہت سنا ذکر دینے کے لیے کافی ہے۔ و نبی و جسم اسلام
کے جسم جس خواہ بھی بھی خصوصیات ہوں مگر وہ پھر جسم کے خصوصیات ہوں گے۔ و امام سے ہوا تو جس کی وجہ تو
ہیں کہ جسکی بھی خصوصیات کچھ جسم و حیاتیات سے ہی بالاتر ہو جیسا اس کے ساتھ تو فی ابدان سنا انہیں کچھ پیدا کر سکتی ہو خصوصیات
کچھ کہ جسکی پیدا انفس غولہ کئی بھی بنائی ہو پسینہ خراہ کئی بھی طرہ و سطح و لہذا ان کی خصوصیات خواہ کئی بھی جسم و جسم ہوں
صحت و دل کے واقعات اور صلاحتی جسم کی حقیقت خواہ کئی بھی حیرت انگیز ہو کر کیا ان علما و ائمہ سے بھی ہر فرقہ و جسم کے
ساتھ کئی باتیں کر سنا ذات اقدس کے ساتھ تو فی طرہ انہیں پیدا ہو سکتا ہے جو ان صفات کی خالق ہو لہذا ان سے ہر

فی قبورهم یصلون رواہ ابو یعلیٰ والبیہقی قال المیثمی ورجال ابی یعلیٰ ثقات کما فی الجسر وغیرہ
السیلی فی المستدرک ما فی المرض وقال انصر بہ ثابت البیہقی عن ابن عمر وقد روی ان ثابت الغمر
فی قابرہ بعد ما دفن فلعنہ رجل فذکر ذلک لیسعیا لک کان یصلی لیلہ فصرہ ان کنت سمعہ
اذا اتھم بہ لللیل یغفر اللہ لہ یصلی من یصل فی قبرہ بعد الموت . وقد صنف البیہقی فی
حیاء الزنیاء رسالۃ مستقلة .

۱۰۷۲۔ عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثرہم علی عیالہ
یوم الجمعۃ فانی سمعتم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول انکم لکنتم لایمشی علی الارض عیالہ
صلواتہ حتی یغفر لکم حیثما قال قلت وبعث لکم قال : ان اللہ عز وجل یغفر علی العیالہ ان ینزل
انفسہ الی انفسکم فنیب اللہ علی عیالہ . رواہ ابن ماجہ قال الشافعی انہ لکنتم لکنتم
۱۰۷۳۔ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ما من احدکم الا ینزل الیہ من السماء

قبول میں نماز میں پڑھتے ہیں۔ ابویعلیٰ

۱۰۷۴۔ ابوالدرداء روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس کے دن بھر کثرت
کے ساتھ درد ہیجا کو کیونکہ اس دن کا لقب مشہور ہے کیونکہ اس میں فرشتوں کی کثرت کہ ہوتی ہے اور
جو شخص اس دن بھر درد ہیجا سے اس کی درد و وجب تک وہ اس میں مشغول رہتا ہے اس کے سامنے میں
ہوتی رہتی ہے۔ راوی کہتا ہے میں نے عرض کی یا رسول اللہ کیا موت کے بعد بھی آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ
نے زمین پر یہ بات حرام کر دی ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے حصوں کو کھلا شلوائے۔ لہذا اللہ تعالیٰ کا نبی زندہ
ہی رہتا ہے اور اس کو رزق بھی دیا جاتا ہے۔ (ابن ماجہ)

۱۰۷۵۔ ابو ہریرہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جب کوئی شخص بھر

۱۰۷۶۔ ابی جنت کی حیات اور دائمی عبادت ذکر حدیث سے ثابت ہے۔ حدیث مذکور سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
اپنی رفاقت کے بعد بھی عبادت اور نیکی اعمال سے مشغول نہیں رہتے بلکہ دوسروں کی مدد میں ان کے سامنے عیال کی حاجت جو
ان کے حصوں کو زمین نقد میں نہیں پہنچا کر ان کو مدد بھی کرتا ہے یہ جملہ حالت حیات کی صفت ہیں اس لیے ان کی عبادت
اور عبادت اس عالم میں ابی جنت کی حیات اور عبادت کی حیات میں ہے لہذا جب اس مسئلہ پر جو کچھ جو حدیث کی
لکھی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو مدد دیتا تھا حیات ہی حیات میں کہتے کہ یہ کافی ہے اس سے زیادہ ابی جنت سے
میں نہیں دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو مدد دیتے تھے اور ان کی موت کو باطل عام انسانوں میں موت کہنا بھی ممکن تھا
کے عبادت کی حدیث میں ان کے غسل ان کے دفن ان کی نماز ان کے ترکہ اور ان کی بیویوں سے رحمت تعلق کے مسائل
مسائل صاف موجود ہیں تو ان کے حق میں باطل عام موت کا فقید دیکھا بھی کیسے ہو سکتا ہے۔

۱۰۷۷۔ اس مقام پر حافظ سیوطی نے اپنے فتاویٰ میں جزی قول بحث کیا ہے اور لفظ روٹی روٹی کے جلا کی بہت سی

۱۰۶۷۔ اِیْنِ اِیْنِ غُفَّاسِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمْ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قُلْنَا اَنْیَ
 اَوْدَى غُفَّاسَانَ قَالَ یَا اَبَا بکرٍ اَنْیَ رَاوْھُذَا قَالَ هَذَا اَوْدَى غُفَّاسَانَ قَالَ لَقَدْ تَرَعْتُمْ ذَہَا
 اَلْاَوْدَیَ فِی کَوْثَرٍ وَھُوَ ذَہَا بَرَّھِمِمْ عَلَی بَنَکَرَاتٍ لَمْ یَحْطِ بِھُمْ خَطْمُھُمَا لِیَلِیْعَ اُذْ رَھِمُ الْعَبَاۃُ وَلَقَدْ بَرَّھِمِ
 اَلْاَوْدَیَ وَیَحْجُزُونَ الْغَیْثَ الْعَرِیْنَ (رواہ الحافظ ابو یوسف) قَالَ لَحَافُظُہِ الْاَوْدَیَ یَتَغَفَّرُ بَیْنَهُ
 مَرَّةً وَاُخْرٰی عَنْ حَسَنٍ الْاَحَامِ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ یَخْبُرُ: وَفِی ذَکْرِھُ دَوَّاسٍ لِحَمِیْدِہِمَا
 السَّلَامِ وَلِیْسَ فِیْہِ ذَکْرُ نَوْحٍ وَاِبْرَھِیْمَ عَلَیھِمَا السَّلَامُ وَقَالَ هَذَا سَلَامٌ حَسَنٌ کَمَا فِی الْبَلَدِیَّةِ
 ۱۰۶۸۔ عَنْ سَعِیدِ بْنِ عَبْدِ الْغَنِیِّ قَالَ لَمَّا کَانَ اَیَّامُ الْحَرِّ وَتَحَرُّوْا ذَنْ فِی مَسْجِدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ
 عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَلَاثًا لَمْ یَقُمْ وَتَحَرُّوْا مَسْجِدَہُ لِنَسِیبِ الْمَسْجِدِ وَکَانَ لَا یُفْرَقُ وَکَانَ
 السَّلَامُ وَلَا یَحْجُزُونَ الْغَیْثَ الْعَرِیْنَ قَبْرِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاہُ الدَّارِی۔
 ۱۰۶۹۔ عَنْ سَعِیدِ بْنِ لَسِیْبٍ قَالَ لَمَّا اَزَلَّ اَسْتَمَعَ الْاَذَانَ وَالْاَعَاظَ فِی قَبْرِ رَسُولِ اللہِ
 صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیَّامُ الْحَرِّ حَتَّى عَادَ النَّاسُ۔ کَذَا فِی الْخَصَاصِ ص ۵۵

۱۰۷۰۔ اِیْنِ ہَمَّاسِ بَیَانِ کَرْتِے ہِے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مسیحی ہادی صفوان
 میں پہنچے تو فرمایا ابوبکر اس وادی کا کیا نام ہے انہوں نے عرض کی اس کا نام وادی صفوان پر پڑتا ہے
 فرمایا اس وادی سے حضرت نوحؑ مرہوراد حضرت ابراہیم علیہم السلام اگر کسی جو شہر کو تھوڑے پر سوائے
 جان کی ہمارے کچھ کی چھال کی ان کی سنگلیاں اسیب دہور نہ کی چاروں کی انہیں اودھ کا
 کے قیم مہیت کا طمان کرنے جا رہے تھے۔ (ابو یوسف) واطبرانی و مستدرک احمد

۱۰۷۱۔ سعید بن عبد الغنی کہتے ہیں کہ جب حرہ کا واقعہ پیش آیا ہے تو میں دن تک صحت علی اللہ علیہ
 سلم کی مسجد میں اذان نہیں دی گئی اور سعید بن سبب ان ایام میں بھی مسجد سے نہیں نکلتے تھے تاکہ اذان
 صرف ایک جگہ ہٹ کی آواز نہ سنا جائے تاکہ جو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک سے متعلق تھے۔

۱۰۷۲۔ سعید بن سبب بیان کرتے ہیں کہ جب حرہ کے زمانہ میں اذان اور اقامت ہمیشہ آنحضرت صلی
 اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک سے سنا کر آتیاں تھیں کہ وہ بھی مہم میں آئے تھے وہ آنحضرت صلی

۱۰۷۳۔ سعید بن سبب فرماتے ہیں کہ جب حرہ کے زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد شریف
 ۱۰۷۴۔ حرہ کا واقعہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے وقت میں اس کے متعلق پہلے پہل میں جو حدیثیں ہیں جو اس کی ہٹکی
 کا تعلق حدیث میں لکھا گیا تھا ہے وقت پر تک وہ اس طرح تھا جس مخلوق خدا کا خون بالی کی حرہ میں پھر
 ۱۰۷۵۔ ابان سعد خریج میں عامری کی موت کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سعید بن عبد الغنی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرَ بِي وَزَيْنَاتِي وَفَتَّ مَكْرُومًا إِلَّا سَجَدْتُ أَلَا إِنَّ مِنْ أَعْبَادِهِ وَبِهِمْ كَدَانِي
الخصائص ص ۳۸۰ ۳۸۵

۱۰۸۰۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى كُلِّ
بَاحْتِيَانَةٍ وَدَاهٍ مُسْلِمٍ

مِنْهَا مَا يَتَعَلَّقُ بِفَضْلِ أَهْلِ الصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ

۱۰۸۱۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ فُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ أَرَادَكَ أَنْ تَدْخُلَ الْجَنَّةَ فَتَقِمْ رُجُلَكَ

میں میرے سوا اور کوئی نہ تھا جب نماز کا وقت آتا تو میں ہر نماز کے لیے قریب ایک سے اڑن کی آواز دیتا تھا کہ تم
۱۰۸۰۔ حضرت عائشہ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے لیے قریب ایک سے اڑن کی آواز دیتا تھا کہ
رہتے تھے۔ (مسلم)

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمانی فضیلت میں اہل جنت سے مشابہت

۱۰۸۲۔ حضرت عائشہ سے۔ بیان فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں چھان کرتی ہوں کہ آپ

بیان کرتے ہیں کہ یہ موصوفہ اس کے بعد طریقت سے قیادہ ہے۔ بعد ہر نماز میں اپنے وقت پر دین دار کو کہتے رہے۔
یہاں یہ ساری جملہ بیان ہوتا ہے کہ ان کے اوقات کے مطہر ہونے کا تہذیب کا خاصہ ہے۔ صاحب و مکرر کا بیان
بیان ہے کہ وہ قریب ایک سے اڑن کی آواز دیتی تھی۔ ہر نماز کے لیے کہتے تھے کہ: دن کے مسلسل ٹیکہ فضیلت میں اہل جنت
کی آواز سننا اس کے بعد ہر نماز میں آواز کا منقطع ہونا یا کسی دہم و نال پر نہ ہونا چاہیے۔

۱۰۸۰۔ اس حدیث کا حسیہ میں مختلف اقوال ہیں لیکن سب سے صحیح بات وہ ہے کہ جس کی وفات بھی شہادت میں کتاب
الطہرات اور کتاب الاذان کے مطالعہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں وہ نماز میں اپنے وقت
پیش قدمے کے آپ پر عبیدہ حالت پر حق تعالیٰ کی عید خود پر یاد آواز فرمایا کرتے تھے۔ مطہر کا معنی قرآن کے کلمات مجاہدہ
شام ہوئی تو توبہ ہوئے، فقہار کا جنت کے لیے فشرع ہے۔ توفیق کے خاص کلمات پر مبنی ہے۔ صاحب کا بیان ہے کہ ہر نماز میں
صدے تو خاص آواز کا لڑاؤ فرماتے۔ اسی طرح کہلنے پینے، سوئے ہوئے، گھر میں داخل ہونے اور گھر سے نکلنے وغیرہ کثافت
زندگی کے جتنے ممکن شے ہیں سب کے متعلق آپ کے مقدس کلمات مدخل ہیں۔ ان میں ہر جہد میں اس کے علاوہ آپ کی شریعت
میں ایک باب یہ بھی ملتا ہے کہ اگر انسان میں ہر دوست کے ساتھ مل کر ہو جائے تو اس کی زندگی میں عبادت میں شمار
ہو جاتی ہے۔ یہ کلمات دیکھ کر ہر آدمی کو ہر دوایہ جانے تو اگر مخصوص اوقات کے آواز کی اور اس میں فضیلت ہو جائے
تو اس کے جتنے اس کی ہر جہد میں انسان کا تمام زندگی جو بڑھ کر شریعت میں شمار ہونے لگتی ہے، اس کے علاوہ
ایک حالت میں بھی تو آپ کی زبان مبارک سے مختلف آواز کا ثابت ہونے میں ہر گز شبہ نہیں ہے۔ ہر شے کے ہر دوام مختلف حالات
میں جہاد کی زندگی میں مختلف حور و پیش آتے ہیں۔ اہل جنت کی جنت میں ہی جنت ہے۔ وہ بھی ہر وقت غنیمت
کی تسبیح و تہلیل میں مختلف چیزیں ہیں۔ ہر آدمی کے ہر دوام ذکر کی محبت، اسی عالم میں ہر جہد ہوئی ہے۔ ہر جہد میں ہر جہد
میں ہر محبت کے ہر دوام کی ترقیب دیتے ہیں۔ لہذا کوئی نہ قیادہ، توفیق و شرف جنو کہ میں شان کن ہی مختلف حالات
کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ ہر شے کے ہر دوام کی شریعت کی شریعت ہے۔

فَتَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَعَلَّكَ تُكْسِرُ الْحَبْلَ الَّذِي ذَرَأَ اللَّهُ لَهُ فَإِنَّ كِبَرَ أَثَرِ اللَّهِ يُكْسَرُ ۖ وَاللَّهُ يُكْسِرُ الْحَبْلَ الَّذِي ذَرَأَ اللَّهُ لَهُ ۚ إِنَّكَ كَرِيمٌ فَاعْلَمُ ۚ

بیت انقلاب میں تشریف لیا کرتے ہیں پھر وہاں سے واپس آتے ہیں اس کے بعد جو شخص آپ کے بعد جائے گا آپ کے

۱۰۸۱۔ انسانی فضیلت میں اس کے بول دینا کا درجہ سب سے گہرا ہے گزرا ہے اس میں انسانی خفا اور اس کی معافی
صحت کے فرق سے کثرت کا بلکہ عقلمندی کا فرق پڑ جائے گا دنیا طبعی علم و ہنر میں اس بشری صنعت سے ملتی نہیں جو
کرم کائنات کے معنی میں خواص علم انسانوں سے کہیں بالا تر ہوتے ہیں، چنانچہ ان کے جسم و روح کا سینہ خوشبودار ہوتا ہے
خود جسم سے ثابت ہے، اس لیے ہر سگڑے کرم کے فضیلت میں بعض احکام میں عام معائنات سے متاثر نہیں، حدیث
مذکورہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان فضیلت میں ان بشریہ علم و حکم کے ان فضیلت کو زمین خود کعبہ کی طرح بھی کہہ سکتا ہے، اجماع علماء میں
مالک و اہل بیت کے فوس رکھتے ہیں، اس لیے اگر کس فتاویٰ کی رویت حاصل نہ ہو جاتی تو بھی ممکن تھا کہ اہل بیت کی طرح
آپ کی فتاویٰ کو فضیلت میں محض اپنے کی راہ سے خارج ہوتا، شیخ و علامہ ترمذی نے بھی بخاری کی شرح میں جنس کی طرف
ادھر شرح جلیل الدین سیوطی نے بعض کتب علماء کی طرف آپ کے فضیلت کے متعلق احادیث کا قول بھی نقل کیا ہے۔

حدیث مذکور کا روایت پہلو گو کر دے کہ اگر جس کوئی فقہ یا علم کا مسئلہ تو نہیں جس کے حقوق اہل درجہ کی صحت و کمال
ہو صرف ایک اصحاب کا اب پر اندھا دیکھ کر ایک ایسے شبہ سے متعلق تو نہیں کی حرام کو حلال نہیں ہو سکتی، نیز
ان میں تفریق نہیں، و اہل بھی نہیں، چونکہ اہل سنت کے ساتھ وہ بہت سے صرف کھنڈت میں بشریہ علم کی ایک ذاتی
خصوصیت ہے کہ جس پر ایمان لانے کی اس کو دعوت بھی نہیں دی گئی ہے، پس اگر آپ کی کھنڈت میں حیات کا کوئی دستور
تو نہ ضعیف انسان کے ساتھ خاص سے آجائے تو اس پر بھی اس کے تسلیم کرنے میں کوئی حائل نہ ہوگا، نیز
ظاہر ہے کہ یہاں اگر یہ ثبوت ضعیف ہو گا تو اس کے خلاف کوئی ضعیف دلیل بھی موجود نہیں ہوگی، نیز
اس کے تسلیم کرنے میں کسی عقیدہ پر کوئی زبردستی ہے، پھر وہ علماء و محدثین کے ذہن میں بھی ہوتا تھا، آپ کوئی کہ
بعض ائمہ اس کے خلاف کے بھی مائل ہو چکے ہیں ان وجوہات کی بناء پر یہاں قطبیت کے ساتھ اس کا انکار
کرنا یا قطعاً مہیا علی ہے۔

خاص تخریج میں بہت سے ابواب کے تحت ایسی حدیثیں مذکور کی گئی ہیں جن پر امام ابو حنیفہ نے خود ضعیف و کھنڈت
پر اگرچہ وہ دوسری کتب حدیث میں بھی اسانید کے ساتھ نقل کی گئی ہیں لیکن امام ابو حنیفہ نے ہی ضعیف و کھنڈت کو ذکر
فرمایا اس پر عمل کرنے والے صحابہ و تابعین کے اسناد گوی کی ایک ایک فرسٹین کی روک کر اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض فقہ
حدیث کا اسنادی پہلو کسی خاص سبب کی بناء پر کو ضعیف ہوتا ہے کہ وہ ان خارجی قرائن اور متواتر عمل یا اور متواتر
کی بناء پر اس کی اصلیت ثابت ہو جاتی ہے، جس لیے اہل درجہ کی اسنادی ثبوت لانے کے بعد وہ پھر کسی مرتبہ میں
معمولی بدعت ہے، حق کے شیخ ابن ہاشم نے اب الصلوات علی المیت کے آٹھ میں تحریر فرمایا ہے کہ لا احتساب علیہ
بالحدیث الضعیفہ غیر ملو حضور (ص ۳۳۳) صحیح القدر یعنی اگر حدیث موضوع نہ ہو تو کسی ضعیف حدیث
سے بھی احتساب ثابت ہو سکتا ہے، اس کا ماسل ہے کہ دلیل اگر ضعیف ہوتی ہو تو اس کا اثر بھی ضعیف ہی
رہے گا، فرق اہل بیت اس سے ثابت نہیں ہو سکتے یہ بھی اس وجہ سے کہ خارجی قرائن اس کی تائید میں
ہوں، لیکن اگر علماء کی کوئی سند نہ ہو تو پھر وہ حدیث معطل ہو جاتی ہے، چنانچہ اس پر علماء کہ
نہیں ہوتا، خود اس کے خلاف ثبوت موجود ہے تو اس کو روک دیا جاسکتا ہے، مگر اہل بیت نے امام شافعی کی
ایک اصل ہی حدیث ضعیف پر عمل کرنا قرار دیا ہے، نیز ان کے مقابلہ میں کوئی دوسری حدیث و ہر امام ابو حنیفہ
و امام شافعی کا مسلک بھی ہی قرار دیا ہے، دیکھو و اعلام المراقبین ص ۱۵۴

افذا كان عن دأب الغصبا مثل والمزايأ اللزاهـ

[illegible][illegible]

۱۰۸۲۔ عن حماد بن جبلی قال كنت أمير مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال نادى
شيئاً قد كوث ومنه هذا شئت وشيئاً ولا عذر لأطيت من رسول الله صلى الله
عليه وسلم دعاء العزار كما في الغصاة - وخرج الشيخان -

۱۰۸۳۔ عن جابر بن الأنبي قال قال صلى الله عليه وسلم لا يشك ظر فاقبضه أحد إلا عرفت
أنت قد شكك من طيب عذير أو قال من يجر عرقه - دعاء الدارمي

۱۰۸۴۔ عن أنس قال دخل عليّ رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال عرفت فافترق
وجاءت أُمِّي بغير عذر فجلست فسلّيت العرق فاستيقظ النبي صلى الله عليه وسلم فقال
يا أمّ سليم ما هذا الذي تفعلين قالت هذا عرق فجلست لها وهو ألبس

۱۰۸۵۔ حماد بن جبلی بیان کرتے ہیں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ سفر کرتا تھا آپ
نے فرمایا اندام سے قرب آئیں قریب آؤ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سی خوب روئے شکریں
دیکھی - (ترمذی - ریزار)

۱۰۸۶۔ جابر بیان کرتے ہیں جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی راستہ پر جاتا تھا تو آپ کے ہمراہ
کوئی دوسرا شخص اسی راستہ پر جاتا تو ضرور پہچان لیتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کون سا طرف
سے ہوا ہے کہ آپ کی خوشبو سے راستہ مسکا جاتا تھا - (دارمی)

۱۰۸۷۔ اس طرح بیان فرماتے ہیں ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چلتے ہوئے تشریف لائے اور آپ کا پیچھا
کرتے ہوئے آپ نے ہمارے ہی گھر استراحت فرمائی آپ کا پیچھا آیا تو میری ماں ایک شیشی کا ٹیسرہ اور آپ کا پیچھا
پرچہ پرچہ کر اس میں ڈال لے گئیں آپ یہاں رہ گئے اور پوچھا کہ اسم سلیم یہ کیا کہہ رہی ہو - اسٹیل نے عرض کیا
یا آپ کا پیچھا کرتی ہیں آپ نے فرمایا میں اس کو روک لیتے ہیں اور یہ عطر ہمارے یہاں سب سے زیادہ خوشبو دار

۱۰۸۸۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ایک شخصیت کی بیان فرماتے ہیں اور اس کو میں نے اتفاقاً قتل فرما
دیا میں اس سے صلوات ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مروت ان کی حسن طبیعت کی بات تھی بلکہ یہ ستر طبیعت تھی کہ آپ کے اس
عطر کو پسینہ نہ لگے بلکہ اس مروت سے نہیں بلکہ اس سے اور صحابہ بھی اس عطر کو لے لے اس کو خلعت مروتوں اور خلعت مال پر
اس طرح قتل کیا کہ جس سے آپ کے خلعت کی برتری کہ حرمت کرنا باغیر جو جانا کہ اس کی چند نہیں ہیں کی اس کا احوال بھی
آپ کے ساتھ ہیں -

۱۰۸۹۔ دیکھو یہاں داری صاف ہے کہ عطر کا جل جلتا ہے لیکن اس میں کوئی عطر
نہیں تھا بلکہ اس کا یہ کہ اس سے کسی خاص یا عام عطر کی کوئی بحث نہیں ہو بلکہ یہ فرماتے ہیں کہ آپ کے ساتھ
سے جو عطر بھی لگتا وہ آپ کی خوشبو کے جسے پہچان لیتا تھا کہ آپ کی خوشبو

۱۰۹۰۔ اب آپ کی خوشبو کے بیان کا یہاں اتنا ہے کہ اس سے بہت خوش طبعی رہتا ہے جو آپ کی خوشبو سے

الطیّب، رواہ مسلم۔ وَفِي رِوَايَةٍ كَانَتْ بِأَرْسُولِ اللَّهِ ﷺ فَوَكَكُ يَعْنِي بِيَاذَ يَدَيْهِ فَقَالَ أَكْبَرْتُ وَرَدِي
الْبَغْدَادِي مَعْرُوفٌ

۱۰۸۵۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ سَمِعْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ صَلَّيَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الْوُضُوءِ ثُمَّ
خَرَجَ إِلَى أَهْلِيهِ وَخَرَجَتْ مَعَهُ فَاسْتَقْبَلُوهُ وَلَمَّا كَانَ لَجُلُوعًا يَمْنَحُهُمْ خَدَّيْهِ أَحَدُهُمْ وَأَحَدُهُمْ
يُوجِبَانَهُ. (مسلم شریف) ایک روایت میں اتنا لڑ رہے کہ انہوں نے یہ بھی کہا کہ میں امید ہے کہ اس کی برکت
جاسے بچوں کو بھی لگ جائے آپ نے فرمایا تم نے درست کہا۔

۱۰۸۵۔ جابر بیان کرتے ہیں میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ٹھہر کر نماز ادا کی پھر آپ اپنے
ٹھہر کر طرف چلے تو میں بھی آپ کے ساتھ چل رہا ہوں اس سے کچھ نیچے آگئے آپ نے ارشاد عیت دان سب کے
برو کہ آپ خوشبو استعمال زیادہ فرما دیتے بلکہ آپ کے ہر فعلات کی ہی خوشبو تھی۔ خدا پر ہے کہ عرب میں خوشبو
مستعمل نہیں وہ بھی بیشیا ہنسی ہوتی ہوگی گرائی ہوئی آپ کے پسینہ کے قطروں کو اس جانفانی سے جمع کر کے لٹا دیتے
یہ تعجب کی بات کہ کھلے میں صاف آپ کا یہ طرز پر ہیہ نہ شامل ہو جائے کہ وہ سب سے عمدہ اور عمدہ سمجھا جاتا ہے اس بات
کا حارج ثبوت ہے کہ وہ دلوں کا جان صریح حقیقت ہی حقیقت تھا۔ خلاصہ یہ کہ پسینہ ہم کے ان فضیلت میں سے
ہو جس میں کلام طور پر یہ دو جملہ ذکر کریں وہ رسول اکرم ﷺ جن کا پسینہ بھی عرب کے قطروں کو شرف دے دیتا تھا۔
۱۰۸۵۔ آپ کے پسینہ کی بجا ہے اس حدیث میں آپ کے بعد اہل خوشبو کا ذکر ہے اور ہمارے کہ جب تک آپ کا
جسم مبارک صاف رہا اس کا پسینہ کیسے صاف ہو سکتا ہے ان سب دلوں کے ان سب خصلت پائوں کو سامنے رکھ کر
انصاف کیجئے کہ کیا اس شاعر نے سب اللہ تعالیٰ کی احوال پر مسکایا ہے یا بات یہ ہے کہ نبی اپنے جسم اور اس کے
خصلت میں بھی عام بشر سے ممتاز ہے۔

صحیح مسلم میں آج سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نبی کی اور پیغمبر کی فرقہ ہے کہ نبی
ان کو پیشاب یا خافہ کی حاجت ہوگی اور وہ تنگ حالت کو لے کر صاف ہو جائے اور نبی کی حاجت ہوگی کہ نبی نے فرمایا
کہ خوشبو زیادہ اور خشک ہر پسینہ کی راہ سے خارج ہو جائے کہ وہ خفا کی تسبیح و تہلیل کے لیے اس طرح خوشبو جاری
ہو جائے گی جیسے کہ اس میں پانی فرشتہ اور جن ہے۔

اس حدیث میں یہ بات عادت کر دی گئی ہے کہ اسلامی امت صحت روحانی اور دنیاوی ہر چیز میں کھانا پینا بھی ہے مگر
عادت کے جو کیفیت روحانی ایزادہ دنیا میں ہیں وہ ان میں نہیں ملتا تھا کہ رنگ اور وہ صبرے گنت حاجت سب کے
سب کھانا پینا پسینہ اور کھانا پینا سے ہیں اس لیے وہ جنت میں نہ لگے اور نہ پہلے پائیں اس پر کھانا پینا
شاید مستقل سوال کیا کہ پھر یہ خدائی اور اجہم سے کس طرح خارج ہو گئے معلوم ہو کہ رسول سوال ان کے کہ ان کے
میں بھی پھر ہر وقت تھے اور ان کا جسم وہی ہے ان کو لیتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جو کھانا
ان کو کھانا کہ مستقل تھا کہ جنت کی راہ کا تو یہ تھا کہ کسی سے جب وہی غذاؤں کے فرق سے انسانی خصلت
کی کثرت سے انسانی خصلت سے کی کثرت اور لائق نہ بلکہ ان کی کثرت۔ بعد میں بھی مندرج ہو سکتا
ہو کہ آخر میں اگر فرق ہو گا اس میں کوئی نئی بات نہیں ہے اس حدیث سے معلوم ہو کہ وہی جنت کی ایک خصوصیت ہے
ہوگی کہ ان کی غذا صاف پسینہ کی شکل سے خارج ہو جائے کہ نبی و مردم بھی معلوم ہو گا کہ ان کی عادت وہی تھی اور
ان کی کھانا پینا خوشبو جاری ہوگی۔ یہاں تک کہ اس میں یہ دو چیزیں ہیں جیسا کہ ان کی عادت

منہاجولزمکنہمرفیالمکجدحبنا

۱۰۸۶۔ عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیعلنن لا یخبرن لا یتکلمن ان یخبرن فی هذا المسجد غیری وغیرہ الخرجہ الترمذی والبیہقی والبرزوخ عن سعد بن ابی عقیل عن معمر بن الخطاب والبیہقی عن ام سلمہ

۱۰۸۷۔ عن ابی حاتم الرازی عن ابی حاتم قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ امر منی ان یبینی مسجد اہل البیت ففعلتہ الاھل وھما منون ولانہ امرنی ان ابین شہدا علیہما

بحالت جنابت آپ کے لیے مسجد میں قیام کی اجازت اور اس میں اہل بیت کے ایک ہوتا

۱۰۸۸۔ ابو سعید شواہدایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ اس مسجد میں رہو اور تمہارے سوا کسی کو جنابت کی حالت میں یہاں درست نہیں ہو ستمذی یہی ہوا علیؑ۔ بزار

۱۰۸۹۔ ابوالہازم اشعری روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت رسولؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم دیا تھا کہ وہ ایک پاک و صاف مسجد بنائیں جس میں ان کے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے علاوہ کسی اور شخص کو سکونت کا حق نہیں ہوگا اور محمدؐ کو بھی اس کا ٹھکانہ یا رکھنا ہی ایک

اخیرہ حافض صفحہ ۱۰۸۷ و ۱۰۸۸ میں دیکھی جائے گی اس کے ساتھ ساتھ پر بھی واضح کیا ہو کہ ان مسائل میں جس حد تک حدیث نے تفصیل فرمادی ہو اسی پر قیاس کر لینی چاہیے۔ واللہ اعلم۔

حضرت علیؑ کا مقام و رتبہ اور فرمائیے اس موضوع پر کتاب حیات ایک مستقل فہرست اور لکھا ہو کہ ہم نے اپنی مسئلہ کے موافق اس کا مطالعہ بھی کیا ہے اور دیکھ لیا ہے کہ اس کا اقتباس نقل کرنا بھی عوام کے فہم سے بالاتر معلوم ہوا ہے لہذا جس کو اس کا مطالعہ کرنا ہو اس سے ہم نے غرض اہل بیتؑ کی تعظیم و تکریم کے لیے اس سے صرف چند فقرات لکھے ہیں ان کی کتاب اللہ رسولؐ و آفرینش و ان کے رگوں کے ساتھ سے ہر وہی آج بھی بیان کیا کہ جو ان کے مکان کے قریب کے مناسب ہیں اور نہ تنہا یہ کہ ان کے وہاں کو نہ بھینکے نہیں اور نہ بے محل کی نہاد ہوا اس کی گندی بکھینکے اور اس طرح خدا تعالیٰ اس کے رسولؐ کے رسول کے لئے عوام کی تہذیب کو باعث تمجید کے۔ امام بخاریؒ نے اس کی حقیقت معلوم فرمائی ہے کہ یہاں پر مستقل ایک عنوان ہی قائم ہو گیا ہے۔ اس زمانہ میں مصنفؒ کی اس امتیاز والی قدر ہوتی ہے۔

۱۰۸۹۔ اس مسئلہ کی ایک طاہرہ وجہ تو یہ ہے کہ جو کہ مسجد شریفہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سکونت کا مقام ہے چنانچہ ہر وقت آپؐ کی وہاں مقبوضت رہتی تھی اس لیے آپؐ کے جس میں بحالت جنابت اس میں نہ جاسکتے اور قیام کرنے کی گنجائش بھی نہ ہوتی تھی تو اس کو اس میں سے آپؐ نے کتنا نامور و نمایاں پیشکش کرتی و اقدس مکان پر حاسری وجہ بھی ہو سکتی ہے اگر سادہ پر کہ عورت شریفہ میں رہنا نہ جاسکتی تھی اور نہ ان کے سب کثرت و شرف و عزت ہی میں لے جے جائینگے۔ چنانچہ دینیہ و عیسویہ و اسلام اس کا کہیں بھی اہل بیت کے خواہم بکھنے ہیں اس لیے جس طرح اہل بیت اپنی ہر حالت میں حیات میں سبک دہی طرح و کثرت علیؑ کے لیے علیؑ کو اس کا مقام بھی اس کی اعانت حاصل تھی۔ راوی ہرقہ ابو

لَا تَمْنَعُ كُنْزَهُ وَلَا تَأْخُذْ بِذُنُوبِهِ. واخرجه ابن عساکر نحوه عن جابر بن عبد الله عن عساکر عن ام سلمة
والبعثی عن عائشة کما فی الخصائص۔

ومن خواص اهل الجنة كثرة الزوال

۱۰۸۸۔ یعنی آئندہ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یبذل عرقه یساقی فی الشاعرة
ایک وصاف مسجد بناؤں اور اس میں بھی میوے اور حضرت علیؓ اور ان کے فرزندان کے علاوہ کوئی اور شخص
سکونت کا حق نہیں رکھیگا۔ (ابن عساکر بیہقی)

کثرت ازولج میں انبیاء و عظیم السلام کو اہل جنت سے مشابہت

۱۰۸۹۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شب و روز میں کبھی بیک وقت بھی
اور صبح و عصر ۱۲۰۰ عام اشک دینا میں چھت پران کو اس حالت میں مسجد میں پہنچ کر اہانت دی۔ یا حضرت علیؓ کا
اختیار جو گوان کا راستہ بھی ہماری طرف سے تھا اس لیے ان کو بھی اس اہانت میں مبتلا کر دیا گیا تھا اس سے
اور بارہ مشابہت آئندہ حدیث کے تحت میں آئی ہے۔

۱۰۸۹۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انبیاء و عظیم السلام کی جاننے عبادت اور جاننے سکونت ایک ہی ہے۔ یہی
خاصیت قرآن شریف میں چھٹے باب میں مذکور ہے کہ فیروز ان شریف پھر ملے کی اہانت دی یہی ترجمہ رسول کی ہر
وقت تعدد رفت کی وجہ سے اگر مسجد گوان کا بیت سکونت بھی قرار دیا جائے تو اس میں مشابہت کی وجہ سے
ترجمان جنت میں ۱۰۸۹۔ اے آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے حضرت علیؓ کا لا مظهر فرما کہ جس کو قہار علیہ
الہی، و نسبت ہے جو حضرت موسیٰ و حضرت ابراہیم علیہما السلام کے ہیں بھی۔ اس نسبت کی حقیقت صرف اسی
پر ختم نہیں ہو گئی کہ میں طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نسبت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جانشینی کے فرائض
انجام دیئے تھے اسی طرح جہاں تک ایک جنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوا آپ کی جانشینی کی خدمت
انجام دی گئی بلکہ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ ایک روز میں خصوصیت جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت موسیٰ
علیہ السلام کے ساتھ حاصل تھی وہی ان کو منصب ہو گئی اور اس بنا پر ان کے امتداد میں ایک بڑی عظمت ہوئی
نکلتا ہے کہ جس سبب ان انبیاء و عظیم السلام کے وہی ہوا کہ سے جو مشابہت میں تھی جس وہ حقیقت کے ساتھ اس پر
جائی ہے۔

و خاص یہ کہ یہ ترجمہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ زمان ایک جزئی واقعہ حضرت علیؓ کی دشمنی کی تسلی
کے لیے ارشاد ہوا ہے کہ میں بھی آپ کے یہ بات صاف کر دی تھی کہ اس نسبت سے نبوت کا کوئی امتداد نہیں ہے
میرے بعد ختم ہو چکا ہے اس لیے نبی نہ ہو نہ کوئی اور اس کے بعد بھی اگر نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہو جس کے
نبی ہونے کی شکوک اور کھوارا ہو گیا ہو اس کے لیے۔ یہ وجہ اس حدیث کی ہے کہ خود حضرت علیؓ نے اہل بیت
ذکر کیا ہے کہ میں اس کو اس وقت کا حق ہو سکتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حیات
کے اس وقت پانچ گنے لگے لہذا اس حدیث کو مسئلہ غلات سے بھی کوئی امتداد نہیں ہو سکتا۔ یہ صرف ایک قاسم صرف
ہو گا کہ نبی نہایت تھی جس میں اور دوسرے مواقع پر آپ کے دوسرے صحابہ کو بھی حرکت کا شرف کسی حد تک حاصل ہے
لہذا اس حدیث کو آپ کے بعد غلات کے مسئلہ میں کچھ غلط ہے۔

اِنَّهُ اَفْطَحَ قُرْآنًا مَّكَرَیْمًا ۚ اَخْرَجَ الْجَنَارَیْ مِنْ طَرَفِ نَبَاوَةِ كُنَّا فِی الْخَصَا ۚ

۱-۸۸- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَلِمَاتُ كَوْنِیْ فِی الْكَلْبَةِ

مذکر ہر پہلے کہ آپ کو جس عروہ کے بلور ہواقت دی گئی تھی۔ (بخاری)

۱-۸۹- ابوبکر رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مسلمان عہد اسلام نے فرمایا

اپنے سب کے سامنے سر پہنچا دے جسے وہ تھوڑے پہل میں لے لیں۔ یا رسول اللہ میری اس مثال میں تم کو آپ کے پاس جہاز میں بھی رہا

بھری ایک واقعہ غور کرنے سے قریب معلوم کی اس زندگی سے کچھ ختم ہوئی کر کے جس میں آپ کی حالت نہایت

محو اور افادہ میں فرمایا کہ قریب کی راست اور ساری طرف سے کہ نہ کثرت جس کا اس کی عقل کو تصدیق کی

مشکل ہے۔ سب اس سخت اور تواتر کے ساتھ عقل کو مستقل طریق و روش میں اس کے احکام کو تسلیم کر کے اس کے

پرس وانی کے خلاف کی تمام صحیح معاویہ کا انکار کر دیا سبیا جلیق ہے کہ اس کے اندر تعالیٰ کی ماحولہ کا ذکر ہے

معلوم نہیں کہ اس میں کب حدیث پر تہذیب کو تسلیم کیا دشمن کی طرح آپ کے خداوند اور بھی دشمن کر دیتے ہیں اس کے

کامیابی کا کرنا چاہتے۔ عرب اور دشمنوں کی آہستہ صاف پروردہ اس ایک واقعہ میں کوئی اشکالی پر مدلل ہے نہ کثرت

واقعات میں بھی وجہ کر کے واقعات معلوم کر کے ان میں بھی تکرار کر کے ان کے خلاف میں ایک طرح کے

بھی کوئی دعویٰ نہیں تھا اور یہی واقعات میں چلتے ملتے آتے ہیں تو ان میں کی نسبت نہیں کر کے ان کے

تخلیص و تفسیر میں ان کو جس فکر سے رہے تھے وہ یہ کہ اس کو اس کا اور ان کے پیروں میں رہے تھے۔

حقیقت میں یہ کہ اگر آپ کو یہ چاہے ان کے پیروں میں رہے تھے کہ ان کے پیروں میں رہے تھے کہ ان کے پیروں میں رہے تھے

ان کی طرف سے کہ ان کے پیروں میں رہے تھے کہ ان کے پیروں میں رہے تھے کہ ان کے پیروں میں رہے تھے

ان کے پیروں میں رہے تھے کہ ان کے پیروں میں رہے تھے کہ ان کے پیروں میں رہے تھے کہ ان کے پیروں میں رہے تھے

ان کے پیروں میں رہے تھے کہ ان کے پیروں میں رہے تھے کہ ان کے پیروں میں رہے تھے کہ ان کے پیروں میں رہے تھے

ان کے پیروں میں رہے تھے کہ ان کے پیروں میں رہے تھے کہ ان کے پیروں میں رہے تھے کہ ان کے پیروں میں رہے تھے

ان کے پیروں میں رہے تھے کہ ان کے پیروں میں رہے تھے کہ ان کے پیروں میں رہے تھے کہ ان کے پیروں میں رہے تھے

ان کے پیروں میں رہے تھے کہ ان کے پیروں میں رہے تھے کہ ان کے پیروں میں رہے تھے کہ ان کے پیروں میں رہے تھے

ان کے پیروں میں رہے تھے کہ ان کے پیروں میں رہے تھے کہ ان کے پیروں میں رہے تھے کہ ان کے پیروں میں رہے تھے

ان کے پیروں میں رہے تھے کہ ان کے پیروں میں رہے تھے کہ ان کے پیروں میں رہے تھے کہ ان کے پیروں میں رہے تھے

ان کے پیروں میں رہے تھے کہ ان کے پیروں میں رہے تھے کہ ان کے پیروں میں رہے تھے کہ ان کے پیروں میں رہے تھے

ان کے پیروں میں رہے تھے کہ ان کے پیروں میں رہے تھے کہ ان کے پیروں میں رہے تھے کہ ان کے پیروں میں رہے تھے

ان کے پیروں میں رہے تھے کہ ان کے پیروں میں رہے تھے کہ ان کے پیروں میں رہے تھے کہ ان کے پیروں میں رہے تھے

ان کے پیروں میں رہے تھے کہ ان کے پیروں میں رہے تھے کہ ان کے پیروں میں رہے تھے کہ ان کے پیروں میں رہے تھے

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَشَى أَكْبَادَ جَبْرِئِيلَ يَسْتَعِزُّ بِوَقَالِ هَذَا قَدْ جَشَكَ وَتَرَدَّجِي وَاقِلَ لِحَاوِيَةٍ
عَلِ حَرْوِيٍّ فَلَمَّا كَرِهَ تَجَرَّيَ أَكَلِ اللَّهُ عَلَيْهِ حَيَاءً وَأَنَا صَوْبُ بَرَةٍ رَوَاهُ الْحَاكِمِيُّ لِمُسْنَدِهِ وَصَحَّ
الذَّهَبِيُّ .

۱۰۹۱۔ اَعْلَانُ خَالَتِ جَبْرِئِيلَ رَجُلَتْ الْخَارِثَ زَايَتْ قَبْلَ قُدُومِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَلَاثِ
أَيَّامٍ حَتَّى الْقَطْرُ أَقْبَلَ نَيْلُ مَرْوَيْنِ يَكُونُ بِشَوَّ وَتَعْرِفِي حَكْرِي فَكُرِهَتْ أَنْ تُخْبِرَ بِهَا أَحَدًا مِنْ أَهْلِ
حَتَّى قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا سَمِعَتْ رَجُوتَ الرُّؤْيَا فَلَمَّا أَعْتَقْنِي خَدَّيْ

صلی اللہ علیہ وسلم کے مجھ سے نکاح فرماتے سے قبل ہی حضرت جبرئیل نے میری صورت کو لاپ کر آپ کو دکھائی تھی اور فرمایا
تھا یہ آپ کی بی بی ہیں۔ مجھ سے جب آپ نے نکاح فرمایا تو اس وقت میں بالکل بڑکی تھی۔ پھر جب آپ نے
عقد فرمایا تو عمری ہی میں اللہ تعالیٰ نے مجھ پر حرام غالب فرادی تھی۔ (مسندک)

۱۰۹۱۔ حضرت جبرئیل بیان فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے تین شب قبل میں نے
خواب میں ایسا دیکھا تھا کہ چاند شرب کی جانب چلا آ رہا ہے یہاں تک کہ میری گردن میں آگیا ہر دم میں نے شیخی
کے سامنے اس خواب کا ذکر کرنا مناسب نہیں سمجھا، یہاں تک کہ آپ تشریف لے گئے تو اتفاقاً ایسا ہوا کہ ہم
دو ایک کو کہیں گئے تو مجھے اب اپنے خواب کی تفسیر دی ہوئی کی امید ہوئی اس سے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے ۱۳ سالہ مکہ کی حجاز پر جاتی و توین منشدہ بکر کے لیے بھی نوادی کے چاند عاصی سے نکاح کر کے نکاح
میں اجازت کرنے والے صوفی کی کسی چٹو کو بچتے ہیں کاش اگر آپ کی یہی زندگی سلسلے کو دیکھیں تو ان کو معلوم
ہو جائے کہ نبی کے چاند میں سے ایک بڑا جامہ و مکشیت اور درج بھی تھا ہم سب ان کو بوجہ زوراج کی تلاش دیکھی
مگر اس تہیہ کے ساتھ کہ ان کے درمیان عدل و انصاف چلے گا کہ ان کو جو کچھ ہمدیہ منزلی انھی نظموں پر کوثرش پڑھیں ان
سے ہمہ کر سکر گھنٹیں میں کو تمام جہان میں عدل و انصاف قائم کرنا کچھ دشوار نہ تھا ان کو چند روزوں کے درمیان
انصاف قائم رکھنا کیا مشکل ہوتا۔

۱۰۹۰۔ اہل سمی ذات خدی صفات کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا گیا تھا جس کا بھی ولادت، مقام، ہجرت، جہنم، جہنم
صدا یا حد میں کے خلفا بھی پہلے سے سب متنبہ ہو چکے تھے یہ کچھ نکلن تھا کہ عالم قدس میں اس کی روایت کے لیے موقوف کا
انتخاب پہلے نہ ہو چکا تھا، جب قرآن کریم اپنا عام اعلان یہ کرتا ہے انطیبات لطیفین و انطیبات غلیظیات۔ قرآن مجید
پر ان کے سامنے جہان میں جو سب سے نود و طیب تھا ان کے لیے تمام جہاں سے بڑے کرطیات انتخاب کی گئیں، اس لیے
قدت نے آپ کی خاص رویت کے لیے نبیوں کے بعد سب سے شرف انسان یعنی حدیقہ کبریا کی سب سے شرف
مہر عزری کو منتخب کیا اور عالم رویا میں یہ راز دکھول بھی دیا کہ ہم سفان کو شرف سے آپ کی رویت کے لیے منتخب کرنا
خاص مقصد ہے کہ خطرات انبیاء علیہم السلام بھی کوئی ایسا نہ ہو کہ صرف ان سے کہتے ہیں جہان کے جن میں پہلے سے منتخب ہونے
ہوئی ہیں اگر یہ نہ صرف معدودہ رفاہی عادات ہی دیکھی جائیں تو ممکن تھا کہ بعض دوسری عمرات بھی ان راسات
میں مشکوک بن جائیں مگر معلوم ہوا کہ یہاں تمام صفات کے سوا آپ کی وائی وفاق کے لیے لفظ علی ہر پر کچھ دوسری
شواہد بھی ضرور مرقی ہیں، سبحان اللہ انبیاء و علیہم السلام بھی کیسے کامل بشر ہوئے ہیں۔

اَوْ مَا هُوَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ اَوْ رَدِّي عَلَيْكَ لَكَ بَيْتٌ وَاَنْتَ وَجْهِي فَاَنْتَ قَدْ قَعَلْتَ كَاَنْتَ قَعَسَا اَنْتَ تَقْنِي
 لَكَ اَسْ اَنْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَرَّمَ جُودَ رِيَّةٍ قَارَتْ لَهَا مَا فِي اَيْدِيهِمْ مِنْ التَّغْيَرِ
 مَا اَعْقَبُوهُ عَقْدًا لَوْ اَشْهَدَاكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَسَادًا اَيْتَ الْأَمْرَةَ كَاَنْتَ اَعْلَفَ
 بَرَكَةٍ عَلَى قَوْمٍ قَامُوا بِهَا اَنْتَ فِي سَبِيلِهَا مَا اَنْتَ اَهْلِي بَيْتِي مِنْ بَنِي الْمُتَقَلِّبِينَ رَطَبُ اَبُو اَدُو فِي
 بَابِ يَمِينِ الْمَكَاثِبِ اِذَا خَفَضْتَ الْكُتَابَةَ قَالَ اَمِنْ كَثِيرًا فِي مَا وَجَدَ قَلَمُ بَابِ دَاوُدَ -

۹۳۰۔ اَيْتَنَ الرَّبِّيَّ عَنِّي اَسِي قَالَ كَاَنْتَ سَوْدَةٌ بَنَتْ ذَمْعَةً عَنِّي الشُّكُوكَانِ نِيْنِ عَمْرُو اَهْلِي مَشْهُوْلِي نِيْنِ
 عَمْرُو قَرَأَتْ فِي لُكْنَامِ حَقَّ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَجْلُ تَشْيِيهِ عَنِّي وَطَعُ عَمْرُو عَنِّي هَا
 فَاَخْبَرْتُ لَوْ كُنَّا اَيْدِي لَكَ فَقَالَ لَوْ كُنَّا صَفْ حَيْثُ رُوِيَ اَيْدِي لَوْ كُنَّا رُوِيَ وَجْهِي قَمْرُو رَضِيَ اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ رَأَتْ فِي الْمَنَامِ اَيْدِيكَ اَسْمُو اَنْ قَسْرًا اَلْعَقْصِ عَنِّي هَا مِنْ السَّمَاءِ وَكُنِي سَلْمَةَ كَمَنْ

بہرات رکھیں۔ وہ بایں بادشاہ سے کیا آپ نے فرمایا انا کن بت قوم یعنی ہاں سے لانا کہوں اور
 تم سے علی کروں۔ انہوں نے فرمایا مجھے خوشی ظہور ہے۔ یہ فرمایا میں لوگوں سے جیسے ہی یہ خبر ہو کہ آپ کے ہاتھ
 جری سے نکال کر یا یہ اسی وقت ان کی قوم کے جتنے قیدی تھے سب نے انا دکر لانے لگا کہ یہ تو اب اصل
 بادشاہ علیہ السلام کے سسرال کا خاندان ہو گیا۔ صحابہ کبار میں سے کہ کہہ لے گئی محبت جلیانے خاندان بھوکے
 لیے حضرت جویریہ سے زیادہ باعث برکت ہو نہیں سکی۔ ان کی وجہ سے قبیلہ بنو مطلق کے لوگوں کو اندر آج گئے۔
 (ابو داؤد)

۹۳۱۔ ایں حاشی روایت کو نے ہیں کہ حضرت سیدہ فاطمہؓ فرماتا۔
 نکاح میں آجی کہ کتنی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات بھر سے تشریف لائے ہیں۔ یہ بھلا کہ کہ
 آپ نے ان کی گہون پر قدم مبارک نہ رکھ دیا ہے۔ یہ خواب انہوں نے اپنے غم سے کہہ لیا کہ اس نے یہ خبر
 دی کہ اگر تیرا خواب سچا ہے تو میں غم سے مرے والا ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کو اپنی زوجیت میں شامل
 فرمائیے۔ حدیثی شب بھر کیا کہتی ہیں کہ وہ بچی ہوئی ہیں اور اسلئے سے چاند ٹوٹ کر ان پر آج رہا ہے جس کو ان

مخبر ملک ہی تھی کہ اس کی قبر کب چلی ہوگی اور کائنات سب مخلوق چار کھجے ہیں اس پر کہ جس حدیث میں بت تھی
 کہ حضرت سیدہ فاطمہؓ سے تمام عالم ایک حال کیا کہ کوئی کبیرہ ہی تھی کہ جس کی خدمت میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کو کھانا
 سے عمل کرنا تھا ہی کھانا تھا اس کو اپنی خدمت کا ترنہ دیاں پھر کھانا تھا اس کی خدمت میں ایک بھانڈی میں کھانا تھا اس کی خدمت میں
 کھانا تھا اس کو نہ تصور ہوتا تھا کہ حضرت علیہ السلام ان کے سامنے بہت سی حق جنتی اور بھی آپ کے سامنے
 تھے ملازمین کے من و حال کا سامنا تو نہ جیسا کہ بت تھی ہی کی نظروں میں قابلِ مشائے حق تھی کہ انہوں نے شک کیا
 نہ فرمایا تو بعد ازاں علیہ السلام وہ اسلئے کہ نظروں میں بھلا کر قابلِ مشائے حق تھی۔ ایں کہے کہ اس کو نہ کہ صرف ایک
 شکل بات سے کہ یہ بھلا بیان ہو گیا تھا اس کو نہ کہ جس حضرت علیہ السلام کی مدد کے لکھری اور اس خبر سے کہ کھانا کرنا ہی

فَاَحْبَبْتُ ذُوَّهَا فَقَالَ لَيْسَ صَدَقْتَ ذُوَّ بَايَ لَوْ اَلَسْتُ بِالْاَكْبَرِ اَحْسَى اَمَوْتُ وَتَمَرَّجَلِي مِنْ
 كَيْدِي فَاسْتَلَى السَّكْرَانَ مِنْ بَوْمِي ذِيْلِكَ فَتَوَلَّى بَيْتَهُ اِلَّا قَدِيْلًا حَشَى بَاتَ وَتَمَرَّجَلِي اَسْوَا اَعْلَمُ
 صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. كَذَا فِي الْاَخْصَا اَنْصَرُ مِنْ اَبْنِ سَعْدٍ كُنْ فِي الْعَمَلِ ۳۰۵

۹۵. ابن عباس عَنِ اَبْنِ مَرْثَدَةَ قَالَ كَانَ اَبْنِي صَفِيَّةَ خُصْمًا لَهَا لَتَنِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاهْزَمَهُ
 الْخُصْمُ وَبَعَثَ بِيَاكُ قَالَتْ فَتَشْتَرِي زَيْنِي زَيْنِي قَالَتْ فَيَا بَرِي اَلَا تَعْلَمُ كَانَتْ قَمَرًا وَتَحْرِي عَجْرًا لِقَطْفِ
 وَمَا اَنْزَلِي بِكَ يَلُوْبُ قَالَتْ وَمَا كَانَ اَبْغَضَ اِلَيَّ مِنْ رَسُوْلِي اَللّٰهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 فَكُلَّ اَنْزَلِي وَتَحْرِي عَجْرًا اَنْ يَسْتَرْسَا اَنْ وَقَالَ يَا صَفِيَّةُ اِنَّ زَيْنًا لَمْ يَكُنْ عَمَّا عَنِ الْعَرَبِ وَكُلَّ مَا كُنَّ
 اَحْسَى وَهَبَ ذِيْلِكَ مِنْ خَيْرِي. وَوَالِ الْخَبْرَانِ وَرَجَاهُ اَنْ رَجَاهُ الْعَجْمِ. كَذَا فِي الْجَمْعِ ۳۰۶

کو بھی ہاتھوں نے اپنے شوہر سے ذکر کیا تو اس کی بھی اس نے بھی تہنیدی کر اگر تیرا خواب سچا ہو تو میں اب بہت
 کم فخر و تہنہ کروں اور درجہ اور تہنہ میرے بعد سحر کر لوں گا پھر ایسا ہوگا کہ کسی دن سکران بیمار پڑے گا جو کچھ مدت
 و گزری تھی کہ اس کی وفات ہو گئی تو اس کے بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی زوجیت میں
 قبول فرمایا۔ (خصائص مکرری)

۹۵. ابن عباس عَنِ اَبْنِ مَرْثَدَةَ قَالَتْ فَيَا بَرِي اَلَا تَعْلَمُ كَانَتْ قَمَرًا وَتَحْرِي عَجْرًا لِقَطْفِ وَمَا اَنْزَلِي بِكَ
 يَلُوْبُ قَالَتْ وَمَا كَانَ اَبْغَضَ اِلَيَّ مِنْ رَسُوْلِي اَللّٰهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكُلَّ اَنْزَلِي وَتَحْرِي عَجْرًا اَنْ يَسْتَرْسَا
 اَنْ وَقَالَ يَا صَفِيَّةُ اِنَّ زَيْنًا لَمْ يَكُنْ عَمَّا عَنِ الْعَرَبِ وَكُلَّ مَا كُنَّ اَحْسَى وَهَبَ ذِيْلِكَ مِنْ خَيْرِي. وَوَالِ الْخَبْرَانِ
 وَرَجَاهُ اَنْ رَجَاهُ الْعَجْمِ. كَذَا فِي الْجَمْعِ ۳۰۶

۹۵. ابن عباس عَنِ اَبْنِ مَرْثَدَةَ قَالَتْ فَيَا بَرِي اَلَا تَعْلَمُ كَانَتْ قَمَرًا وَتَحْرِي عَجْرًا لِقَطْفِ وَمَا اَنْزَلِي بِكَ
 يَلُوْبُ قَالَتْ وَمَا كَانَ اَبْغَضَ اِلَيَّ مِنْ رَسُوْلِي اَللّٰهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكُلَّ اَنْزَلِي وَتَحْرِي عَجْرًا اَنْ يَسْتَرْسَا
 اَنْ وَقَالَ يَا صَفِيَّةُ اِنَّ زَيْنًا لَمْ يَكُنْ عَمَّا عَنِ الْعَرَبِ وَكُلَّ مَا كُنَّ اَحْسَى وَهَبَ ذِيْلِكَ مِنْ خَيْرِي. وَوَالِ الْخَبْرَانِ
 وَرَجَاهُ اَنْ رَجَاهُ الْعَجْمِ. كَذَا فِي الْجَمْعِ ۳۰۶

۹۶۔ دَعْوَةُ اَنْسَرٍ بِنِ مَالِكٍ قَالَ قَدَرْنَا خَيْرًا فَلَمَّا فَكَّرَ اللهُ الْبُيُوتَ فِي كُرُوكِ جَسَدِ اَنْسَرٍ تَرَدَّدَتْ
 حَقِيْقَتِي اُخْبِتْ وَفَدَّرْتُ لِي دُرٌّ وَجَدَّكَ اَنْتَ عَرَبِيٌّ مَا اَصْلُكَ اَلَمْ تَقُلْ سَلِّ لَكَ عَلِيٌّ عَلِيٌّ عَلِيٌّ عَلِيٌّ
 فَتَرَبَّعَ اَحْيَى بَلَعْنَا سَلِّ اَللّٰهُ عَلَيْكَ وَحَلَّتْ قَبْرِي وَجَارَ سَوْدُ اَللّٰهُ سَلِّ اَللّٰهُ عَلَيَّ وَسَلِّ لَكَ عَلِيٌّ
 حَيْثُ اَنْزَلَ نَبِيَّكُمْ صَوْبُهُ فَمَنْ اَنْزَلَ اِيَّيْكُمْ حَوْلَكُمْ لَمَّا اَنْتَ بِتِلْكَ اَلَمْ تَقُلْ عَلِيٌّ عَلِيٌّ عَلِيٌّ عَلِيٌّ

۱۰۹۶۔ انسی روایت کرتے ہیں کہ ہم غیر میں داخل ہوئے اور جب اللہ تعالیٰ نے خیر کو قلم سے کر دیا اور حسب
 مناسبت و فہم کی اس بات اور قیام کا معاملہ شروع ہو گیا تو اس میں سفید بھی قید کر لیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ
 وسلم کے سامنے ان کے حال کا ذکر کیا گیا ان کے شوہر رنگ میں مقبول ہو چکے تھے تاہم تارہ ان کی فلاحی مافی
 قی ہو رہی وہ وطن کی شہادہ کی تھیں۔ اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی کی
 فرمائش پر پہلے ان کو دیکھا تھا پھر کسی نے آپ سے عرض کی یا نبی اللہ وہ قبیلہ خزیمہ کا ہے اس کی سوا رحمت
 میں آپ کے سوا کون کو کسی اور کو دینا صحت میں ہے اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفیان کو کھنچ کر خود
 لے لیا وہ ان کو راز کر کے اپنی زوجیت میں قبول فرمایا۔ چلتے چلتے جب ہم لوگ مقدمہ سدھیا میں پہنچے تو
 اب صفیہ بیٹے نسائی صدر سے فارغ ہو چکی تھیں یہاں آپ نے اپنا ولیمہ کیا اپنی ایک مختصر سے دسترخوان پر
 فقروں کا صلہ تیار کر کے رکھا اور فرمایا اگاس پاس جو لوگ ہیں ان کو بھی بلالو حضرت انس فرماتے ہیں کہ حضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم میں صرف یہ تھا۔ اس کے بعد جب ہم

۱۰۹۷۔ حضرت عیسیٰ کی رو سے اس طرح تھا اور اب تیسری بار فقیر والی بان کو آپ کی نہ بیت میں ملائے والی تھی اس کے ایک
 خواب کے ذریعہ پہلے ہی خود حضرت صفیہ شکاں کی حیثیت دیدی گئی تھی اس سبب فائدہ کے بعد کہ اسے اور واقعات کتنے صحت میں
 مینی وہ خود ہی تھیں وہ ایک بیوی کے نکاح میں تھیں پھر وہ غیر سر پر ملائے کے بعد وحی کی درخواست پر ان کے نام لکھی گئی
 تھیں انھیں چاہے کہ فقیر و غلب آئی ہو اور وہاں تک کہ وہ کتنی دور ہو کر پھر کہ صریحاً ہی کسی کے سر پر ان کے من کا کہہ کر
 اور کسی کی زبان پر ان کی سر داری ہو کر گواہی کہ خود صحابہ کی جانب سے یہ شہدہ پیش ہو جائے کہ ان حالات میں صحت کا
 شکاف یہ ہے کہ اگر آپ من کی حالت قبول فرمائیں اور پھر یہاں سے خیالات دلوں سے کس طرح ملے تھے۔ عرب میں باخدا
 کا عام دستور تھا اس سے قبل ہوا اس کے بعد ہمیشہ ہر قوم کی باخداں سلطان نور کے قبضہ میں آئی تھیں اور ان سے میں بھی
 تھیں اور شرفیت سے شرفیت میں کئی کئی کے ملے یہ یہ سوہم ہی دیکھا کہ قلاں باخدا کو صوفی آپ ہی کی ملک ہو چکا ہے
 کہ یہاں یہ حال پیدا ہوا ہے اور پھر جس قسم کو کہیں یہ گیا بلکہ آپ سے کہہ دو یہ بھی اس کا ذکر کیا گیا۔ اس کے بعد بھی اس میں
 کہہ سکتا تھا کہ اب یہ چلنے و چلنے کے آپ کی باخدا ہی دیکھ لیکن فقیر بڑے غم سے تھا کہ ان کو وہ المؤمنین غنا کا اس لیے آپ
 شخص کا ملکہ کہیں بھی گیا۔ اور ان کو راز کر کے ان سے فقیرانہ عذر سے طرح حضرت عیسیٰ کا خواب یہ وہ تو ہو اگر میں
 اس سبب کے ہیں یہ اس وقت کی اس وقت کی کہ اب بیت نہ رہی اعلان کا وہ بھی میں اس کا ملکہ اور یہ حالت صرف ہو سکتا تھا جو
 گیا اور ان کے سر پر ہر کوئی کی ملک میں قلعہ کی جو ملکہ و نیست کا خیال یہ ہو کر کسی انتقام کا وجہ میں ہو سکتا تھا اس طرح
 وہ بھی سبب ہوا۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر پر کا جی خدا ہوا لے کیا کیا اسلواہی ہونے کے ہم کو
 معلوم نہیں ہر کے اگر انتقام سے کسی روایت کی یہ دولت ان کے رشتے کہیں وہاں صاحب ابھی کی ہر قوس کی کیا تھا

رَأَى النَّبِيَّ قَرَأَتْ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ لِحَادِرَةٍ يُقْبَلُهُ فِي قَعْرِ بَيْتِهِ عِنْدَ بَعْلِ
 أَتَيْتُهُمْ دُكْنًا وَتَلَعْتُ مِنْهُمْ صَغِيرَةً بِرِجْلَيْهَا أَعْلَى رَأْسِيَّةٍ عَلَى الرُّكْبَانِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِي غُرَرِهِ خَيْرُ مَشْرِعٍ
 نَوَافِلُ مَا يَذْكُرُ فِي الْفَخْرِ عَنْهُ فَبَوَّاهُ وَجَلَّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ أَهْلَيْتَ
 وَحِينَ صَغِيرَتِي رَجَعْتُ حَتَّى سَبَّحْتُ قَرِيبَةً وَالصَّبِيرُ لَا تَعْلَمُ إِلَّا الْكَافَّةَ (م)

۱۰۹۔ عَنْ الْأُمِّ حَبِيبَةَ أَنَّهَا رَأَتْ فِي الْمَوْتِ مَا كَانَ أَرِيًّا يَقُولُ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ قَبْلِي عَنْتُ وَأَوَّلَاتِي
 النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْرَهُ جَنِّي ذَكَرَهُ ابْنُ سَعْدٍ كَذَا فِي النُّعْمَةِ مَوْجِبَةً لِمَا كَرِهَ فِي الْمَسْتَدَرَكِ
 مفصلہ۔

دین کے لیے زمانہ پہلے تو میں نے دیکھا کہ حضرت منیٰ بنصر علیہ وسلم ان کے پیچھے بیٹھنے کے لیے اپنی سواری پر
 پر وہ کا اختتام فرما رہے ہیں اس سے اب غلبہ سلام ہو گیا کہ وہ باندی کی حیثیت سے عمل کر سکتی ہیں سو میں نے
 شوق سے مشرف ہو گیا (پ) آپ اپنے اونٹ کے قریب بیٹھ کر اپنا زانو ٹیکہ دیتے ہیں تاکہ حضرت صغیرہؓ اس پر
 اپنا پر رکھ کر باسانی اونٹ پر سوار ہو سکیں۔ (بخاری شریف)

۱۱۰۔ حضرت ام حبیبہؓ فرماتی ہیں کہ انہوں نے آپ کی زوجیت میں آنے سے قبل خواب میں دیکھا تھا کہ کوئی
 شخص ان کو ایام المؤمنین کے رکھ کر پکار رہا ہے اس خواب سے یہ ذرا متحیر ہو گئیں اور انہوں نے اس کی پیمائش
 کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اپنی زوجیت میں قبول فرمائیں گے۔ (مسند)

جب بھی نظر آگئی ہے، اللہ اوستہ وسلم ہم پر ہر گز اس کے بدلہ دینے کو آپ نے نہ فرمایا، چاہے سات برس پہلے فرمائی تھیں۔
 حضرت یوسف علیہ السلام سے حضرت خضرؑ کے یہی ہادی سرگزشتیں (میں) کثرتِ احوال و احوال کی سطحوں کی جہاں تائی احوال کے
 دہشتداری اور تباہی و اسحاق شائستگی ہیں، یعنی شائستگی و تباہی حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے ہمائیوں کی نظروں میں
 دہشت سے بچا لیا گیا حالہ۔ مگر احوال کی سطح میں یہ نہیں تھا، انہیں نظر آرہی ہیں، موت کے کوہ میں گرنا، قلم میں
 کریم کے ہادیوں، فرشتہ ہونا اور ہر گز کی حیثیت میں یہ نہیں فرما آئی کہ اسے ایک ہی ذات تھی کہ نہ کہ اس کا جو
 ہوا تو اس کا ہر گز ہادیوں کے خواب کی پیمائش ہوئی۔ ہر گز یہ آؤنگے اس کی پیمائش کا دل آیا تو ظاہر ہو گیا کہ یہی ذاتوں کے گزشتہ
 اور حقیقت حضرت داؤد علیہ السلام کی پیمائش تھیں۔

اسی طرح حضرت خضر علیہ السلام کا مقصد قرآن مجید میں لایا جاتا ہے کہ انہوں نے اس کی صحت کہا یہی کہ ان میں
 کے رزق کا جو پھر اس سے سوا تھا اس کو بھی تو دیا، ان کے مقصد ایک پر کے والدین کی غیر خواہی پر خود اس کی صحت ہے
 کہ ان کی بیویوں اور وہ خود کے ہمیں کو کس مالہ کن، وہ کہ نہ کہ ان واقعات کی تیسری کوئی مستقل حکمت میں بھی نہ تھی
 جو یقیناً جب حضرت خضر علیہ السلام نے ان کے چہروں سے ڈھانپ لیا تو یہ معلوم ہو گیا کہ یہ تمام واقعات ان کے ہمتیہ پہلوؤں
 ہیں اسی طرح آپ انبیاء علیہم السلام کے حالات زندگی پر بعد سے تحقیق کے لیے غارت گردائیں، ان کی کہانوں کے
 سبابت کے وہ بھی نہیں دیکھیں، ان کا ہمتہ ہو کر ان کے سبب آپ کو یہ گزشتہ پیمائش ہوئی کہ اس کی عقل کی کوئی پیمائش نہیں ہوئی
 یہ دشمنی کی گائی ہے اور احوال کی پیمائش کا ہر گز شوقی و اشکری ہو تو آپ بھی کسی انداز کی تلاش نہ کیجئے کہ یہ کیم علیہ السلام
 کی کہانوں کا کوئی شہر آپ کے غم میں آجائے۔ (دینی پم ۱۳۴)

ومن خص خواص اہل الجنتی عظم من الذنوب صفائاً وکبائرہا

انبیاء عظیم الشان میں اہل جنت کی سب سے نمایاں صفت یہ ہے کہ وہ تمام گناہوں کو معصوم ہو چکے ہیں۔
 خداوند کو یہ حقیقت معلوم کا موضوع تھا لیکن اس مسئلہ کی اہمیت کے پیش نظر علم اصول فقہ میں اس پر بحث کی گئی جو کہ وہ شیعہ مفسرین نے بھی اس میں کافی مصلحہ پایا۔ اس لیے ہم نے بھی مناسب سمجھا کہ اس موضوع کے متعلق فقہر اساطیر اہل مذہب کو درجہ مل کر ہزار ہر قصہ ان جزئی واقعات کی توجہ دیاں آئندہ کی تفسیر کے لیے جس پر جو بیان محدثین کی نظر میں ہے ہمیشہ سے تعلقی ملی آ رہی ہے۔ بلکہ اس پر مدعی مدعی میں فقہ اصولی حیثیت سے بحث کرنی پڑے۔ آیتوں کی تفسیر پر کتب تفسیر و کتب حکم میں سیر حاصل نہیں کیا جا سکتی۔
 جس وادوں کو یہی ثابت ہے۔

مسئلہ صحت میں کتب کلام وغیرہ کی دفعہ قرآنی سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کہ اس مسئلہ پر رد و غرض کی اجتہادی دلیل و قیاس سے ثابت ہو۔
 اہل ان آیات پر قائم کی گئی جو جو بظاہر صحت کے خلاف نظر آتی ہیں۔ اس لیے ان کو مسئلہ کا ذریعہ شروع ہی سے بدل دینا ہے۔ پھر تکلیف کی بحث و نظر کا میدان چھوڑ کر زیادہ تر عقلی مضمون پر مبنی ہے۔ ان کے تحت یہ کسی قطعی مسئلہ کے زیر تردید جانے کے لیے صرف عقلی اختلافات کا وجود بھی کافی ہو جاتا ہے جو ہر جگہ کہ وہ مسئلہ جہاں قرآنی آیات بطور خلاف فقہ آ رہی ہیں جہاں ان کے ذوق پر وہ کیسے قطعی مسئلہ بن سکتا تھا۔ اس کے برخلاف فقہاء کی جماعت پر وہ ہمیشہ اپنے فیصلے واقعات کی روشنی میں کرتے ہیں اور کسی جگہ صرف عقلی اختلافات سے متاثر نہیں ہوتے۔ اس لیے یہاں بھی فقہاء خفیہ و فقہر بایک زبان ہو کر انہیں ہمیں اسلام کے مطلقاً صحت کے قائل ہیں۔ اگر ان اصولی نظریات کے اختلاف کو سامنے رکھا جائے تو قیاس کو مانتا ہو کہ شاید اس مسئلہ میں حقیقت کوئی اختلاف ہی نہ ہوگا جو کہ اختلافات کو وہ صرف عقلی اختلافات کے تحت ہی جوہر علت بننا اختلافات کیسے جو وہ درحقیقت بات اس کی تعلیم میں اختلاف کہتی ہیں یا صحت صحت کے انکار و جواز میں کلام کر رہی ہیں۔ اگر ان کے ذریعہ کی بھی قائل ہو کر اس کی نظروں آیات پر ہے جو بظاہر اس کے خلاف نظر آتی ہیں۔ اور اس جماعت نے فیصلہ کی غیہ خارجی واقعات پر بھی جو وہ اختلافات صحت کی قائل ہو گئی ہے۔

ہم وہاں بھی مباحثہ پسند نہیں کرتے مگر حقائق کی وجہ میں اس پر غور و فہم چاہتے ہیں سب سے پہلے

جو آدمی طبعاً حق تعالیٰ کے لئے مقصود بندوں کے ساتھ کسی عذاب آریہر طبع سے ان کے خلاف کوئی مسلمی
 شہید نکال نہیں سکتا ہے۔

اس حقیقت کے اصول تسلیم کر لینے کے بعد گوارا دینی حق کوئی جزئی واقعات یا طبعی ہوجا ایک ثابت
 شدہ حقیقت کے خلاف نظر نہ تو کسی عاقل کے لئے بھی ممکن ایک مشتبہ یا محال اور شاہد و ادھار کی بنیاد پر اس شخص
 فیصلہ کو رد کر دینا جائز نہیں ہو سکتا آج بھی گارے کے اصول فیصلے جزئی واقعات کی بناء پر کسی قابل قریح تصور
 نہیں کیے جاسکتے بلکہ ان واقعات ہی کے لئے وجہ و اسباب تلاش کیے جاسکتے ہیں تاکہ ان کو اصولی اقدار سے
 ٹکرا دیا جائے۔ اس لیے ہمارے نزدیک یہاں بھی بحث و نظر کا یہی طریقہ حاکم بننا چاہیے۔

لہذا مفسرین و مؤرخین نے اس بارے میں جو کچھ جزئی واقعات کی توجہات بیان فرمائی ہیں تو ان کو صرف ان کے حسن ظن
 کا نتیجہ سمجھنا صحیح نہیں بلکہ وہ بھی اسی اصولی حقیقت پر مبنی ہیں۔ پھر یہاں اس قسم کے عقائد میں ٹھنڈک کرنے
 کے قریب و صیہہ قریب کے احتمالات زیر بحث آجائے ہیں وہ یہاں بھی زیر بحث آگئے ہیں بلکہ صریح طور
 پر اسلام کو خدا و اسلام کے ساتھ کھڑوں کی نوستیں تائیں توجہات و جدل کے میدان میں لپکا ایک عقلی مسئلہ
 بات بھی جس طرح محل بحث میں جایا کرتی ہے پسند بھی نظری اہل بحث مسئلہ بن گیا ہے۔

اس میں جو کچھ کثرت اقوام و اہم نے اپنی نا اہلیت کی بدولت اپنے اپنے انبیاء و پیغمبر اسلام کی کوئی ایسی مستند
 تاریخ جلد سے سامنے نہیں چھوڑی جو کسی بنیادی مسئلہ کے فیصلے کے لئے قابل اعتماد و مستند ہو۔ ان کی سیوت
 کے جو گئے چنے واقعات ہمارے اختیار میں موجود ہیں ان میں قابل اعتماد و مستند صرف اتنا ہی ہے جو کسی تقریباً
 انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمادیا ہو اور اس لیے اب ہمیں صرف آپ ہی کی حدیثات طیبہ پر
 عمل کرنا پڑے گا۔ کہ نہ کہ ظاہر نبوت و رسالت یہ تمام جماعت ایک ہی جماعت تھی نبوت کے لوازم سب میں یکساں
 تھے فرق جو کہ متبادل و متغیبات میں تھا۔ قرآن کریم نے بھی آپ کے معاملہ میں جا بجا بیان کیا ہی ہے
 اختیار کیا ہے اور جب بھی کھانڈے آپ کی دعوت پر حاضر کیا یا آپ کی ذات پر چلے کیے یا آپ سے ناجائز
 فرمائشیں شروع کیں یا ایک موقع پر فرخہ مسلمانوں کی جماعت آپ کی وفات کی خبر سے ضرورت سے زیادہ
 دل شکستہ ہوئے تو ان سے یہی ایک بات کہی گئی ہے کہ یہ سنت سب رسولوں کی سنت ہے جو پہلے ہی سب
 پر جاری ہوئی چلی آئی ہو لہذا اگر آپ کے اوپر بھی جاری ہوئی تو تعجب کیوں ہو؟ چنانچہ خدا ہے۔

فَالْيَقِينُ أَنْ لَكَ وَالْخَلَاءَ مَا قَدْ قِيلَ يَلُوكُ مَسْئِلَہٗ
 کہ کسی گئی ہیں۔

یہ عرب مسلمانوں کی تسلی کے لیے بھی فرمایا تھا ان لوگوں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں رسولوں کی طرح ہو ایک

وصل ہی پر اس قدر غم و غما سے گھبرائے کہ سنت ان پر جاری ہوئی رہی، اگر آپ پر بھی جاری ہو جائے تو گمراہی
کی ماوراس کوئی بات سمجھنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ قرآن کریم کے اس طرز سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبی صلیم
اسلام میں افسوس نوبت و رسالت کے جو لازم تھے وہ سب میں یکساں تھے۔ اس لیے اگر کسی آپ کی حیات
طیبہ سے آپ کی پوری پوری مصروفیت کا ثبوت لے لیا تو یہ میرا انبیاء علیہم السلام کے حق میں بھی یہی حق فیصلہ
سمجھا جائیگا۔

حقیقت یہ کہ نبوت اللہ صحت ایک ہی حقیقت کے دو اعتبارات سے دو نام ہیں یعنی جو صوم ہے وہ
صرف نبی ہی کی ایک ذات پر ہو جو نبی پر وہ یقیناً مصوم بھی ہو۔ کہوں! اس لیے کہ نبوت کسب و دریافت
سے بعد ہی حاصل ہونے والی خصوصیت ہے نہیں۔ مگر ایسا ہوتا تو ممکن تھا کہ شخص سے کمال تک کی ملاطفت
کرنے میں مصیبت کی ٹھوکریں تک جائیں لیکن کہاں کہاں کتاب کا داخل نہ ہو اور معاملہ ہوا و راست غلامانی کے
اجتناب و اصطلاح کا آجائے۔ پھر وہاں کسی ٹھوکرا کا احتمال کیا ممکن حضرت محمد صلیم فرستے ہیں اندرون تاجرانہ
فرق ظاہر است یعنی خود چلنے میں اندر کسی دوسرے کے لیے چلنے میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ صحت اجتہاد و اصطلاح کے
احتمال پر وہ خود نہیں چلے کہ بشری طبیعت ان کے لیے ٹھوکرا کا باعث بن جائے۔ یہاں تک کہ اگر طبیعت
کے ملتی ہے مگر اشارہ ہوتا ہے۔

اللہ یصلیٰ من الملائکۃ ورسلاً یعنی اللہ تعالیٰ ہی کی ذات پر وضع کی اصلاح بغیر جس سے اپنی
من الناس (والعین) رسالت کے لیے انتخاب ہوا و راست خود ہی فرمائی ہو۔

و امیر المومنین و امیر المومنین آپ اپنے رب کے حکم کے انتظار میں رہیں گے۔ آپ تو جاری ہو گئی ہو مگر
باعتینا۔ (مطہر) ہادی آنکھوں کے سامنے ہیں۔

و لولای شیعۃ لکد کدت فرقہ اگر ہم آپ کو قدام نہ لیتے تو قریب تھا کہ آپ کی طرف
الیہود و بنی اسرائیل و بنی اسرائیل جھگڑ جاتے۔

تو جان لیتے کہ اس وقت آپ ایک صحیح حدیث آپ کے طاعن سے گزرتی ہے کہ نبی وہ ہوا و راست
ناظر کرتے کرتے آخر اس جگہ مقام تک جا پہنچتے جہاں رضاء والی ہیں وہ اس طرح گم ہو کر رہ جاتا ہے

کہ پھر خود اس کی کوئی ہستی باقی نہ رہتی کہ بعد اس کے اعمال کی بلکہ وہ سب ہوا و راست حضرت حق سبحانہ
کی طرف منسوب ہونے لگتے ہیں۔ وہ سنا کہ بعد و گھبراہٹ تو صرف وہی جو اللہ تعالیٰ کی نظر میں پسندیدہ ہو

لے اللہ تعالیٰ ایک مرتبہ کہتے ہیں اللہ المانع من التخیل وناہو من جہ الغیۃ الباقی فی فصلۃ ماحدہ لا تعادل فیما و
وفاۃ فیما فی ما و حال و بعض صورت لکھوات ... تفسیر رضی اللہ عنہ

واجباً ائمہ دین سے کہ شرک و کفر کی نہ تہ نہ تار کیوں میں تو جود و عہدیت کی شمع خروازں بہ کر چھلکے۔ اسی سے کہ
 بعض اسی سے کہ ان کا حق قابل گردی چلتا ہے جو دم انسانوں کا گھراں کا جوہر نہرت غلغلہ آب پاکیزہ و دودھ منور بیا
 بیا کہ اس کو حور و صفت سے انداز شافی نہیں پہنچتی پھر اس کو طرح طرح سے اور بھی کیا جاتا ہے یہاں تک کہ
 ان کے خواب اور بیداری کی وہ فونی حالتیں یکساں ہوتی ہیں وہ اپنی حالت خواب میں بھی عام انسانوں کی بیداری
 سے زیادہ بیدار رہتے ہیں محبت و فیض کے طوفان خیز و زیست ان کے بجا عہدوں میں و درسی میں بھی پیدا نہیں
 کر سکتے وہ ہر حالت میں انصاف پسند حق کو اپنے دل میں انسان ہونے میں خلقِ ماضی کی بعدی سے ان کے سینے
 اس دور ہر فرشتے میں کہ ان کی مخلوقی مشیران کی نہ انھیں جاتی ہے۔ ملک باختر ملک انجیکو و اوشونین
 ان کے سینے حق علی علیہ السلام کے حکام رضا و غضب کے لیے آئینہ ہوتے ہیں اور ان کی ان ہی کا مل صلاحیتوں کی وجہ
 سے عالمی کائنات براہ راست خود ان کو اپنی خیریت بھگائی سے وارز ہنہ ہے جہاں ائمہ و اسوۃ آئینہ
 حکماء و علمائے ہر شرف و معرفت اس روح ملک و معرفت جو مطلقہ مصوم پیدا کی گئی ہے برسی مصوم کہ اس کو حق تعالیٰ
 کی صحبت کہنے کی قدرت ہی نہیں دی گئی یا پھر نوع بشری میں اس خصوص افزا کو میرے بھائی میں اشیاء
 کی صفت کو موجود ہو کر ان کی مصیبت پر فرشتوں کی مصیبت بھی رفک کرتی ہے اس لیے ارشاد ہوا ہے
 اللہ یصلی علی من یشاء منہ و یصلی علی من یشاء منہ و یصلی علی من یشاء منہ و یصلی علی من یشاء منہ
 نکتہ کہ میں نے غرض کیا کہ اپنے کہ نظر اسطفا جب اپنی رسالت کے لیے کسی کا انتخاب کیا جا رہی تو اس کا
 انتخاب کرتی ہے جس میں اس کی نافرمانی کرنے کا کوئی احتمال نہ ہو اس لیے یا وہ اس وضع کے افراد کا انتخاب
 کرتی ہے جو میں مصیبت کرنے کا اختیار ہی نہیں ماہ راگر و دوسری دفعہ میں کسی کا انتخاب کرتی ہے جو ان کو فرک کرتی
 ہے جو میں سے مصیبت کے صدور کا کوئی احتمال نہیں۔ خلک دنیا بھی انتخاب میں کسی لیے شخص کا انتخاب نہیں
 کرتے جس میں ان کے نزدیک ایک فیصدی بھی ان کے خلاف جلسہ کا احتمال ممکن ہو سکیں چونکہ ان کا علم ان
 ہد ناقص چلتا ہے اس لیے اس میں ان کو غلطیاں لگتی ہیں یا بعض مرتبہ ان کے تباہ کن غارتگی بھی دیکھنے پڑ
 جاتے ہیں۔ پروردگار عالم کے علم میں یہ مکان نہیں اس لیے اپنی رسالت کے انتخاب فرماتے کہ حق اس سے
 خود اپنا رکھنے اور اس کو نہ تو کسی انسان کے مجاہدہ و یا منت پر موقوف رکھا جو وہ کسی کی رعا و سعادت پر
 منصب ہوتے کہ بہت حد فانی کی رسالت مصداق کام انشاء کہ پیکر ان میں تو کسی اور مانع ہو جائے تو
 کارخانہ رسالت مسا کا سا را دہرہ ہر چہ ہو جائے۔

انہی چھوڑ مسلمان اپنی فرض سے کہ خدا تعالیٰ کے مقدس رسول دنیا میں اگر نظامِ مہاروس کی طرح صوفی بانی
 سوا حسن بن کر کیسے ہوتے ہیں۔ انصاف نہیں دیتے بلکہ ان کی تعلیم کا نقشہ وہ پوتا ہے جس میں باپ کا اپنا اولاد

کے لیے ہو کرنا ہے جس طرح وہ والدین کی نصیحت یا فیرضی زبان میں سن کر اس طرح کی زبان نہ نکلتا چلا جلتا ہے اور جس طرح کہ ان کے مذہب یا فیض مذہب افعال دیکھ دیکھ کر کسی کی نفسی آواز سے نکلتا ہے۔ اسی طرح رسول کی جسم ذات تمام امت کے لیے نمونہ بنا کر بھیج دی جاتی ہے اور مخلوق خدا کو یہ حکم دیا جاتا ہے کہ جس طرح وہ اس کے مقدس کلمات میں کوظم دین حاصل کرتے ہیں اسی طرح اس کی ہر عقل و حرکت کو مدنظر رکھ کر وہ ہر کام و سزا سے احتیاط کیسے یہی عقل و عمل کی تفصیل کے بغیر رسول کی ذات تمام دین کا شکل نقشہ بنتی ہے اسی لیے ہر ہمارے اس ان کی اتھار کا حکم دیا جاتا ہے اگر یہاں کچھ احکام منشی یا پیکر میں تو صحت و کجی کے متعلق خود بخود کسی خصوصیت کا اطلاق فرمادے۔ ان کو اس کا بھی منتہا حاصل ہو گا کہ اگر وہ ہمیں تو کسی صحت کے پیش نظر عام قانون سے کسی کو منشی بھی فرما دیں کیونکہ رسولوں کے حروف و میلانات بھی اللہ تعالیٰ ہی کے زیر نگرانی رہتے ہیں۔ اس لیے ان کی عام تشریح اور اس سے استنباط یہ دونوں باتیں اسی کی مشیت کا عمل ہوتی ہیں ان کا سکوت منتہا ذکر کرنا بالکل کسی جانب سے منہ موڑ لینا یا اچھا کا ذرا اشارہ کر دینا جیسا اس بھی دین کے باب میں حجت خیر میرا رہ جوتے ہیں۔

انبیاء و ائمہ السلام علیہم السلام کی طرح فیض ملتفت کھینچیں۔ انسان میں شریک طاقتیں صحت و دہی ایک نفس یا بعدی قوت اور مصلحت کی تمام طاقتیں ان کے ماتر ہو کر نکلتی ہیں۔ دوسری شیطان میں ہوتی طاقت بکریاں ان کو پیدا ہوتی ہیں اور یہ نفس مرحمت ہوتا ہے جو فطرت ہر صحت سے خود اور ذلت و عورت سے جدا ہوتا ہے چنانچہ خصوصیت میں حیرت اسلام کی زبان مبارک سے ولادت کے بعد ہی جو کلمہ تھا وہی تھا۔ (ان عبد اللہ)۔

اب اس سے آواز دلا کر لینا چاہیے کہ وہ اپنے غیر شعوری دور حیات میں بھی جو عید و عودیت کا کتنا شعور رکھتے ہیں اگر اس وادلا بتلا دیں اپنی ابتدائی حیات میں اپنی شان و عودیت کا عام طور پر دس طرح اظہار کر دینا کہیں خلاصہ مصلحت نہ ہو تو شاید خدا تعالیٰ کا ہر شے اپنی ولادت کے ساتھ ان ہی کلمات سے شروع نظر آئے مگر حکیم مطلق کی حکمت نے اس قسم کی کلمی جہول شہادت صحت اسی رسول کے ساتھ خاص فرمادی تھی جن پر خلافت کی تختہ لگائی جائے والی تھی تاکہ الوہیت کی اس بہتان طرائی میں کسی کے لیے بھی حد و حدیث کا موقع باقی نہ رہے۔ انبیاء و ائمہ السلام کے نفوس میں تزکیہ کی یہ صفت اتنی کامل ہو جاتی ہے کہ ان کا نش کے کسی تاؤک سے نازک حرکت جان سے ذرا سی کمزوری کا احتمال نہیں ہوتا۔ یہاں زبان و صحت حضرت پر صفت علیہ السلام کے نفس ملتفت کی استدہاست کا نقشہ سامنے رکھیے تو آپ کو یہ ثابت ہو گا کہ ان کی آواز نش کا میدان جتنا خطرناک ہے جتنا گلاہی ان کی کیفیت نفس کا جو ہر شاہی اور زبان کھٹا چلا گیا انبیاء و ائمہ السلام خود تو کسی خلافت و ریزی کا تصور کیا لاسکتے ہیں دوسروں کی خلافت و ریزی میں ان کے آئینہ فطرت کو کندہ کرنے

کے لیے کوئی ہول؟ اس لیے نہ وہ احکام الہیہ کے خلاف خود کوئی قدم اٹھاتے ہیں، نہ کسی کا قدم ان کے خلاف اٹھتا ہو دیکھا ہو، داشت کر سکتے ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام، اور حضرت خضر علیہ السلام کی سرگزشت قرآن کریم کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیے کتنی مشقتوں اور تنہائی کے بعد تو حضرت خضر علیہ السلام کے پاس پہنچے تھے پھر کئے عہدہ پر ان کو نہ کے بعد بھی صرف اپنی بی بی حضرت کی بدولت چند قدم بھی ان کے ساتھ نہ جس سیکے جی کہ جب انہوں نے دیکھا کہ اب ان کے لیے صرف دو ہی راہیں باقی رہ گئی ہیں رعایت اعظم یعنی ہے تو ہم معاملہ میں سکوت کرنا ہوگا اور اگر کوئی سب تو فراق و دوری غرضی کے ساتھ انہوں کو دور کا صورت کو بہت فریاد کیا کہ اس کا اقرار کیا نہ تھی شریعت کے خلاف ایک قدم بھی اٹھا ہوا دیکھو کہ سکوت کر سکتے ہیں حضرت خضر علیہ السلام کو ان کی اس میانہ فہمت کا پورا اندازہ تھا اس لیے انہوں نے جو سے وفیق کے ساتھ سفر شروع کر دیا کہ نہ تھے پہنچے ہی کہہ پا تھا کہ میرے ساتھ نہ تھا اور ہر معاملہ پر سکوت کرنا یا آپ کے پاس کی بات نہیں کرے اس لیے آپ اس کا جواب نہ کریں، چنانچہ وہی جو قرآن کریم نے اس سرگزشت کی حتمی نصیحت عموماً کی کہ ایک سویت میں مستقل ہو پر اس کی پوری تفصیلات بیان فرما دیتا کہ نکلنا اور روز کے یہ بھی اندازہ پر حجت کرنی کی معصومانہ فہمت کس درجہ جہم جاتی ہے۔ خود مصیبت کرنا تو دیکھا کہ کسی دوسرے کا قدم مصیبت کی طرف اٹھتا ہو دیکھ کر بھی وہ سکوت کی قدرت نہیں رکھتے اس جگہ اگر ہم حضرت خضر علیہ السلام کے افعال اور اعمال پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیروی اور ہمیں حقیقت کے تسلی بخش افکاش اور خاموشی افعال کی نامور نہایت اور باطنی مصالح کی خوشنوائی کی تفصیل کریں تو ہمارا مضمون بہت طویل ہو جائیگا۔ ہم نے نہ تھے عمل پر اس کی صرف حضرت چند اشارات کر دیے ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بیان میں ان پر غور کر دیا جائے۔

یہ تواضع ان کی اخروی شریک طاقت تھی، اس کا نام نفس امارہ ہے شریعتوں کا سب سے اہم مقصد اس نفس امارہ کی شاکستگی اور تہذیب ہے جب کوئی رسول دنیا میں آیا تو اس نے اپنی غیر صحبت اور ایثار شریعت کے ذریعہ عام خلق کے نفوس کی صحت کی جدوجہد کی۔ پھر جیسے انسانوں کے نصیب میں سعادت تھی وہ بھی انہوں نے خواہشات و ہوا کا راستہ چھوڑ کر رسولوں کی پیروی کی یہاں تک کہ ان کے نفوس کی سرشت بدل گئی اور شریعت کے فہات امور میں ان کے لیے کوئی لذت باقی نہ رہی پھر کسی صاحب نصیب کا مقدر اور جاگہ تو اس کے نفس کو انبیاء شریعت میں وہی جی رہا جس وقت نفوس ہونے لگی جو پہلے کسی شریعت کے خلاف امور میں محسوس ہو کر تھی اب اس کا نام امارہ کی بولنے بدل کر نفس مطمئنہ ہو گیا ہے۔ دیگر رحمان السنۃ ص ۲۵۶ انہی اہم السلام قرآن کے نفوس پر فطری طور پر مطمئن

ہوتے ہیں وہ ملتے کسی دو حیات ہیں جو کسی طیف ناخشاں حرکت کی طرف میلان نہیں رکھتے۔ دیکھئے حضرت
 یوسف علیہ السلام نے جب جس کے دریا منہ کے مقابلہ پر اپنے لکڑی قفس کے اہلکار کا اظہار فرمایا تو اس کو
 بھی بڑی ہمت و جوش سے نہیں بلکہ جسے نرم جھوس ادا فرمایا اور یہ ان کے اہلکار قفس کا پہلے سے بڑھ کر
 سفارہ تھا اگر ان کی جگہ یہاں کوئی اور انسان ہوتا تو معلوم اس زبردست آزمائش اور اس کے مقابلہ
 میں اپنی اسی مدوش کامیابی پر نہ معلوم تعریف و تکریم کی کتنی کن ترانیاں بانگ آفرینہ غمزہ یہاں کی زبان
 سے نکلا وہ صرف یہ تھا داماد یہ نفسی ان النفس لا قوۃ بالسوء یعنی میرے اس متعطل، میری اس
 پاکہیزی و محنت کو دیکھو اس شان استغناء کا حاصل دعویٰ تقدس کرنا نہیں ہوا وہ یہ دعویٰ میں کیے کر
 کر سکتا ہوں جبکہ نفس کی بالعموم غفلت صرف بڑی پر رنجشہ کرنا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ رحمت الہی
 نے یہاں اپنے کسی خاص بندہ کے نفس کی سرشت میں دی ہو کر سامنے کے نہر کی پٹی اور توڑ دھجی ہو
 پھر بھی سامنے ڈرنے ہی کی چیز ہوتا ہے، غور فرمائیے کہ جب یہ نفس کے متعلق دعویٰ تقدس کی آبی فرمایا نہ
 یہاں نفسی اور میرا نفس کا لفظ فرمایا، پھر جب اس کا سبب بیان فرمایا تو وہاں نفسی کی بجائے ان الضمائر
 کا لفظ فرمایا ہے، یعنی میرے اس دعویٰ تقدس سے انکار کی وجہ یہ نہیں ہے کہ میرے نفس میں بھی انسانی کی
 صفت موجود ہے بلکہ بات یہ ہو کر اگر کسی ناشائستہ جس کا کوئی فروخاؤ، ناوجود پریشاں سے شائستگی
 محل قفسہ تو بھی اس جس کی مذمت اپنی عکس حال ہی بنتی ہے۔ یہاں ان کا پہلا حلقہ قرآن کی شان تواضع
 کا منظر ہے اور ان النفس لامعۃ بالاسم افزا ایک حقیقت کا بیان ہے علم افسانوں کے ایک ہی کلام
 میں یہ توازن نہیں مل سکتا جب وہ تواضع پر اترتے ہیں تو حقیقت کا وہ من ان کے ہاتھوں سے پھوٹے نکلتا
 ہے اور جب حقیقت کے بیان کرنے پر آتے ہیں تو ان کی تواضع کا پتہ بلا غور سے لگتا ہے انبیا و عظیم السلام کی نہ تو
 تواضع کسی تواضع سے ہوتی ہے اور نہ انہما وظیفہ کسی تکلف سے اس لیے وہ ہر وقت پر بے ارادہ و بیخود
 باتوں کو بھولتے چلے جاتے ہیں۔

یہاں ہمارا مقصد یہ ہے کہ اس واقعہ کو سامنے رکھ کر آپ انبیا و عظیم السلام کے نفس کا کچھ اندازہ لگایں
 ان کے عمل سے بھی اور خود ان کے بیان سے بھی جب ان کے عمل سے کسی ثابت ہو کر کسی موقع پر ان کی استغناء
 میں اور اسی مغرور نہیں ہوئی اور ان کی تواضع کے پردہ و کلمات میں بھی ایک حوت ایسا نہیں سکا جس میں
 ان کے نفس کے خلاف اولیٰ سا اشارہ بھی ہو تو پھر ان کی عصمت کے خلاف ہم کو کوئی کلر دینی زبان ہو سکتا تھا
 کتنی بڑی بے انتہائی ہوگی

اب ہمیں اسلام کی روایت صحابہ، اول، اب، بی، بیرونی، طاہر، یعنی شیعہ ان قرآن کے تقدس کے سامنے وہ

ایک دس طرح عذر اور سترگوں پر چڑھ کر کسی برائی کی دعوت دینے کا جس میں کوئی حوصلہ ہی باقی نہیں رہتا بلکہ جس طرح ایک قصور دشمن کے لیے سانس کے بڑھکونی چاہا کا نہیں رہتا اسی طرح وہاں شیطان بھی عموماً کڑاں کی ہلکی حرکت کے ہم آہنگ ہونے لبرکرتی چڑھ کر نہیں رہتا۔ پھر ان کی خاص قرانی کا انصرفت ان کی ذات ہی تک محدود نہیں رہتا بلکہ حسب مشاہدات ان کے ہم پیش اور تقاریر سے تجلذ کر کے اس تمام خطہ کو بھی محسوس ہو جاتا ہے جہاں کی اہست کا میدان پر ایمان کے نقش قدم پر پڑنے والوں کے شیا میں بھی دن بدن کمزور ہوتے چلے جاتے ہیں اور وہ بھی ہر میدان میں شکست کھاتے کھاتے ملتے ملتے مایوس ہو جاتے ہیں اور اگر ہزار کوشش کے بعد بھی سے کوئی نصیحت سمجھ نہ سکتی ہوگی تو کسی کو اپنی بڑی کامیابی تصور کرنے لگتے ہیں اور جس طرح ہر ضعیف پہلے سے قوی تر سے ڈاڑھ ہے اسی طرح شیا میں بھی توجہ کے ان ظہر و انفس سے ہمہ وقت ترمیم اور نئے نئے غفرانے لگتے ہیں اور کسی کسی کی دینی زندگی سے توجہ سے محروم ہو جاتے ہیں کہ میں طرف اس کا اگر ہو جائے وہ اسے راستہ سے گمراہ کر نکل جیتے ہیں ایک طرف تو ضلالت کی طاقتوں بھی نفس و شیطان کی چسپائی اور زہلی کا عالم یہ ہوتا ہے دوسری طرف کسوی طاقتیں پہلے پورے عروج پر آتی ہیں بعد ان کے اثرات بھی وہی طرح متعدد ہیں جو کہ عام کے گوشہ گوشہ میں پھیلنے لگتے ہیں ایسے مقابلے کے ہر میدان میں مشتعل فح و کافری ان کا حق ہو جاتی ہے اور ان کی ذلت و ناگاہی نصیب اللہ رہی جاتی ہے۔

اعتقادات و عبادات کی دنیا آباد و آباد کی سموات اور فطری خوبو اتنی تیزی کے ساتھ بدلتے چلتے ہیں کہ مسکین کو یہ گمان کرنے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں رہتا کہ فرد یہ چارہ ویرا کرنا چاہیے۔ مگر حقیقت یہ ہوتی ہے کہ جہاں فرض سے عرش تک عصمت و تقدس ہی کا سا بندھا ہوا جو ضلالت کی قوتیں دن بدن منحصر ہو کر خفا ہو رہی ہوں اور ان حق کی فرقہ و فخر و اسباب ہدایت میں غواہی طرح فطری ہن جاتا ہے جیسا کہ موسیٰ خرو میں زمین کا خشک ہو جانا اور موسم ہمارے جیسے چھپ چھپ کا سبز و زار ہو جانا فطری ہو جاتا ہے جس طرح موسم ہمارے چند قطرے معجزوں کا رنگ بدل دیتے ہیں اسی طرح انبیاء و علیہ السلام کی آمد کے بعد قلب و دماغ کا رنگ و بو بھی بدلے گئے ہیں۔ وہ جسے جو کبھی نعمات کفر سے تیر و تار یک تھے ان کی انھیں محبت سے ایسے جگہ لٹکتے ہیں تو عام حدس کی وہ سب سے چند بودگا ہیں۔ حضور و ائمین کی پیش ہوا نعمت کی بے قراری اس معجزہ و اعجاز تھا جیسا عالم آخرت ان کے سامنے کھلا ہوا رکھا ہے۔ اپنی ہی مسابقت کے لحاظ سے کوئی دشمن کی چاہت میں اس طرح بھی گھس مل جاتا ہے کہ وہ اس کو سلام کرتے ہیں اور یہ اس کو مستحق و بے گناہ کہتے ہیں اس مرکز فز کے ہوتے ہیں جو ان کے درمیان آفتاب و رخشاں کی طرح سوجھ بوجھ نہا کر انھیں ان کے قلب مبارک کے شعلہ کے ساتھ دوسروں کے قلب میں بھی حسب استعداد یہ فہ اس طرح تقسیم ہوتا ہے

جو جس طرح کہ گفتگو توں کے بیروں میں پادشاہ اس سے روشنی تقسیم ہوتی تھی ہے۔ اس فضائل بصیرت کا
 مزید ہونا اگر ان کے رفقاء کی نظروں میں بھی شاعر دنیا کی کوئی قدر قیمت نہیں دیتی۔ دل فریب نظاروں
 کی فریب کاری ان پر بخوبی آشنا رہو جاتی کہ اور آخرت کا جرم و عین ان کے دلوں میں اس طرح واضح ہو جاتا
 کہ مصیبت کی جرأت کرنا تو رکنا ناموزوں خطرات و رسواؤں کا دل میں گزرا بھی ان کے لیے اتنا شاق ہو جاتا
 ہو کہ چاہل کر فلک ہو جائے ان کو اس سے بدرجہ بہتر مصوم ہونے لگتے تھے۔ دیکھو توحان البشر ص ۲۷ اور اگر کسی
 شاعر و نادار و فاقہ میں مصیبت کا سد و درجہ رہا ہے تو وہ آخرت کی گرفت کے مقابل میں شریعت کی سخت سے
 سخت سزائے نفاذ پر اس طرح و جہیں و منظر ہو جائے کہ گویا اس کی مادی رحمت اور کامل سرور اس سزا کے
 اندر ہی ہے۔ باب کے اس پاکیزہ و احوال و اس قدسی صفت جو رحمت کو سامنے رکھتے پھر ان کی بلند
 صفات پر بھی نظر ڈالیں تو آپ کو یقین ہو جائیگا کہ جن کی ذاتی صفات یہ ہیں۔ و جن کے ثواب سے ماحول اضافی
 پاکیزہ بن جاتا ہو گیا ان سے کسی مصیبت کا سد و درجہ نہ ہو سکتا ہے۔

انبیاء علیہم السلام نے معنائِ عبادت کو ان کی ہمتوں پر اب بھی طرح یاد رکھنا چاہیے کہ جس طرح استاد کے حصہ ملی اس
 ہی طرح پوتہ کی جیسا حالہ کا اس کے والد ہو کر حق پرہیزگار کے شاگردوں میں اور عابدین کے اوکھ میں منتقل چلے
 ضروری ہوتے ہیں۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام کے کلمات و دقائق کا علم بھی ان کی امتوں میں لازمی ہونا چاہیے
 حضرت آدم علیہ السلام سے خطا و تسبیح کا ایک قدم اٹھا لیا تو یہی ان کی اولاد کی سرشت میں گئی۔ عیسا کی سرشت
 ہے کہ جو مخالفہ دوس پر ہونا تھا وہ ان سے ہی ہو گیا اور جب رستہ بندی لے اس انسانی سے اس کو درگزر فرما
 لیا تو اب وہ منسل انسانی کے لیے بھی قابلِ شہیم پریشی بن گیا۔ اگر کہیں مصیبت کنی انبیاء علیہم السلام کی سرشت
 میں و داخل ہو جائے وہ لایاذا اللہ تو واقعی انسانوں کا بڑا بھروسہ ہیں حق ہو کر رہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم کے سارے شبہ سوز میں دو غم ہمیشہ کیے گئے ایک دودھ کا دوسرا شرب کا۔ نبی کی مصمم فکر
 نے فرما آگے چل کر دودھ کا جام لے لیا۔ آپ سے کہا گیا کہ اس حقیر انتخاب کہ معمول بات نہ سمجھا اگر کہیں کہیں
 کا جام لے لیجئے تو سوا ضرورت اسی پر ختم رہتا بلکہ آپ کی مادی مامت گرداب صلاحت میں طوفان ہو کر رہ جاتی
 ہیں ان شاء تعالیٰ قطعاً و اکرام کی شب میں لپٹے ایسے نازک درخشاں گمان بھی جڑ رہے تھے کہ جب قدمت کو
 اپنے انکسار و اکرام کی خلیں سوز تھی تو آپ کو اس انام کی بشارت سے کیسے غوم رکھا جاسکتا تھا جس کے
 لیے نبی کا لقب سب سے زیادہ جہیں ہوتا ہے مٹی مامت کی بیہودی بیشک انجان بہت خطرناک تھا ایکس جب
 ایک مسئلہ کی مول کی معلوم نہ ہو اس وقت تک اس سے نجات کی اہمیت کا بھی پورا پورا اندازہ نہیں ہو سکتا۔
 ان سطور میں انبیاء علیہم السلام و ان کے صحابہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے اس کا ایک حصہ تو ترجمانِ انسانیت

کی حد تک کے ضمن میں چلتا۔ آپ کے حافظے سے گزر چکا ہے اور جو باقی رہ گیا ہے وہ ان شاء اللہ تعالیٰ ادا دیتا ہی
 کی روشنی میں ایک ایک کر کے آپ کے سامنے آنے والا ہے۔ ان کو ایک وقت سامنے نہ کر کے فیصلہ فرما لیجیے کہ
 ان نفوس قدسیہ سے کیا عمل کسی مصیبت کا ارتکاب کرنا ممکن ہے؟ یہ واضح رہے کہ مصیبت کی جو قسم بھی ہو اس
 میں قصداً واداً وہنا ضروری ہے۔ انسان کے وہ افعال جو اس کے قصد و اختیار سے نہ ہوں وہ مصیبت کی
 شریعت میں نہیں آتے جس جیب تا فریانی اور قصد تا فریانی کا قصد عام انسانوں کے قدموں پر پڑنا اور چھ
 مانا کر تو چھڑ گیا وہ انبیاء عظیم السلام کے لیے شایان شان سمجھا جاسکتا ہے؟

چلتے ہوئے ایک اس مسئلہ کی ایک ذیلی اور ذیلی ذیلی یہ بھی ہے کہ جب انبیاء عظیم السلام پیدا ہوتے ہیں
 پہلی ہمت کے قوا میں نہ کتنے ہیں جس کی شمارت گزشتہ اوراق میں آپ کے سامنے گذر چکی ہے تو پھر اول ہمت کے
 صفات میں سے اگر مصیبت کی صفت بھی ان میں موجود ہے تو اس میں تعجب کی بات کیا ہے۔ بعد از ہمتی
 ہمت میں خدا تعالیٰ کی مصیبت کہتے ہیں انبیاء عظیم السلام دنیا میں مصیبت کرتے ہیں یہی جو انبیاء عظماء و ربانہ
 کا ان کو جہنم حاصل ہوتا ہے انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شان و ارفع اور انکدام خوف خشیت کے باوجود
 عرض الوفا میں حضرت خاٹون سے پوچھا وہ فوق کے ساتھ فرمایا: تو کہہ علی ابیک بعد الیوم تم حج کے بعد
 تیرے والد پڑھیں گی نام و نشان نہ ہوگا۔ سب میں ہی میں ہوگا اور جبکہ یہ مقرر عقیدہ ہے کہ انبیاء عظیم السلام
 سب کے سب اپنی امتوں کے لیے شافع ہونگے تو کیا جو عذر و حرم ہوں وہ شفاعت کے مستحق ہو سکتے ہیں شفاعت
 گہری کے لیے جو کلمات انبیاء عظیم السلام نے استعمال فرمائے وہ اس لیے تھے کہ یہ مقام انحضرت صلی اللہ علیہ
 وسلم کے حق میں پہلے سے درجہ ہو چکا تھا تاہم جان کے حق میں سفارش دہی کر سکتا اگر جس کی ساری عمر کے حق
 مصیبت و عفو کا حق اعلان ہو چکا ہو اگر آپ کے حق میں یا اعلان نہ ہو چکا ہو تا تو یہ ممکن تھا کہ آپ بھی سب اعزت
 کی بارگاہ جنت میں ہمیشہ ہونے سے شاید معذرت کا کوئی ٹہرایا اختیار فرما لیتے لیکن چونکہ رحمت حق نے اس
 عقدہ کشائی کے لیے آپ کو منتخب فرمایا تھا اس لیے آپ اہل عشرت سے جیسے تسلی کے انداز میں ملائیے گئے تھے
 اٹھ اٹھائیے جنت تک آج شفاعت کرنے کا حق میرا ہے۔ ہے۔ اس کے بعد جب باب شفاعت کھل جائیگا تو پھر
 ہر پریشانی اپنی اپنی دست کی شفاعت کرے گا۔ اس مسئلہ پر بحث و نظر کا ایک طریقہ تو یہ تھا بعض علمائے
 دوسرے طریقہ استدلال اختیار کیا جو انہوں نے نگاہ کر مصیبت کے ظاہری اسباب چار ہیں۔ اول شفاعت
 مصیبت کے کارکن اور غیر شافع کے عواقب کا قیاس علم پھر وہی الہی سے ان علوم کی مزید تائید کبیر۔ ثانیاً اور
 ترک اعلیٰ پر بھی موافقہ کا خطرہ وار وشتہ ہے۔ چوتھا انبیاء عظیم السلام میں یہ چاروں صفتیں کامل ہو چکی ہیں
 ہوتی ہیں اس لیے ان میں مصیبت کی صفت بھی کامل طور پر موجود ہونی ضروری ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام میں ان صفات کے علاوہ دائمی حضوری کی ایک صفت بھی ایسی ہوتی ہے کہ تنہا یہ صفت ہی ان کی عصمت کے لیے کافی ہے۔ اسی کے ساتھ عصمت کے چھ سرائح ہو سکتے ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ سوچیں نہیں جیسے میں ان کی اندرونی اور بیرونی طاقتیں سب کی سب اپنے رب کی مگربرداری کے نشتر میں اس طرح تبدیل ہوتی ہوتی ہیں کہ اس کی افروانی کا ان کو بھی تصور ہی نہیں آتا۔ دوسرے انسانوں میں اس حضوری میں کچھ بڑھ فرق چھسکتا ہے۔ ان کی قوم کی غلطی کا اس کا بھی جو تکلف ہے۔ یہاں دائمی حضوری میں ہوتی ہے فرق کا کوئی امکان نہیں ہوتا۔ وہ بظاہر مٹتی غفلت میں نظر آتے ہیں۔ تشبیہ و تمثیل دہوتے ہیں۔ اسی لیے ان کی عبادت کے علوم بھی بیداری کے علوم کی حیثیت رکھتے ہیں اور سب سے بڑھ کر غفلت و غلطیت کا وقت و لسان کی نزیداً بڑھ کا وقت ہوتا ہے۔ اس نازک وقت میں اور اتنے مستغرق ہوجاتے ہیں کہ وقت و نیاز سے ان کی نظر بکھر متعلق ہوجا کر صورت انفریق دائمی کی طرف لگ جاتی ہے۔ پھر بھوک و پیاس، مسرت و غم اور شکست و فتح کے حالات کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ یہ تو غفلت کی حالت ہے۔ برعکس ان کی غری غفل کے سامان ہوتے ہیں۔ میں جنگ کی گرم بانہاں کی سرخ پد کپ کی کر جھوٹا ثابت الی اللہ کا جو تشدد ہے۔ وہ احادیث اور تفسیر میں موجود ہے۔

یہاں ایک اہم سوال بھی ہے کہ خدا صیبا اور انبیاء علیہم السلام کی پاک نفس، ان کی اندرونی اور بیرونی طاقتوں کی عظیم حسیہ کی یہی عصمت کے متعلق تحریر کیا گیا۔ شائستگی و تہذیب، ان کی بشت کی غایت و غرض، ان کے منصب کی اہمیت، طاقت اور ان کے ساتھ ہر اوقات ان کی عصمت اور ان سب سے بڑھ کر حق تعالیٰ کی ذات پاک کے ساتھ ان کی شرف و جلال کی حد یہ سوال بھی اہم ہے کہ خدا ان کا عقیدہ اس مسئلہ میں اپنے متعلق کیا تھا کیا وہ اپنے نفس کا حسی کے ساتھ ملوث ہونا تسلیم کرتے تھے، کیا اپنے متعلق عدل و انصاف کے خلاف ذرا قضا کرنا یا اپنے نفس فیصلہ کر کسی بھی رحمان کا اثر سمجھ لیتا یا ان کے کسی عمل کو خلاف اہل حق چل کر کسی کے لیے جائز سمجھتے تھے۔ یا اس کے برعکس جہاں ان کے متعلق کسی اہل حق سے دوسرے کا احتمال بھی پیدا ہو سکے اس کے ازالہ کا ہر اور انتہام فرماتے تھے۔ جہاں تک حدیثوں کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شانِ عہدیت و توحید کے باوجود اپنے حق میں اس قسم کے تعدد کی کسی کے لیے کسی کوئی گنجائش نہیں دی بلکہ اگر کسی نے تہذیب کے عمل کو آپ کی رحمت شان اور اپنی کمزری کی وجہ سے بھی ناقابل اتہام سمجھا ہے تو اس پر بھی آپ کو رحمت ناگوار دی کر دی ہے۔ دیکھو ترجمان السنۃ ص ۱۰۰، ص ۱۰۱، ص ۱۰۲ و ص ۱۰۳۔ یہ بات دوسری ہے کہ سب کچھ حقوقات کے دائرے سے نکل کر معاملہ بارگاہِ مہربانہ کے سامنے آ گیا ہے تو پھر وہ مجبوراً ناچارانہت و اشتغال کا ایک پیکر بن گئے ہیں اور یہی شانِ انبیاء علیہم السلام ہونی چاہیے۔

سلاصیت کی بحث میں ایک ذرا گواہی اور حقیقت اسی دقیق فرق کے اہل سے ان کی عصمت کے خلاف ہے۔

ایک تبرک لکھ کر لکھی ہے، اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ اس زرع پر بھی اصولی طور پر مد سے مدنی ذالی ہی جائے۔
 سب سے پہلے یہاں دو شخص سامنے آتے ہیں: ایک یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، ذنب، وزن، الشرا
 اور بصیرت سب شراوت ان کا نہیں ہیں۔ ہم یہاں صرف ان کے دو دو ترجموں پر غور کرتے ہیں۔ اور دوسرا
 بھی خیر اور وی غلطی، ناشائستگی، کام، غرض، زیادتی، وعدہ نافرمانی کا مضمون الگ الگ دو یہاں سب کا ترجمہ کرنا
 کرنا بیجا نہیں ہے۔ قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے کسی عمل پر بھی بصیرت کا مطالعہ
 نہیں کیا گیا، صرف ایک آدم علیہ السلام کے مطالعہ میں یہ لفظ ضرور استعمال ہوئے، مگر اس کی تفسیر ابھی آپ
 کے سامنے آتی ہے۔

دوم یہاں بڑی اہمیت کے ساتھ سنا بھی موجود کرنی چاہیے کہ میں آیات کو ان کی عصمت کے خلاف
 سمجھا گیا ہے، کیا وہ عمل ان کی غلطیوں میں بھی ان کی عصمت کے خلاف تھے؟ اس کے قبضہ کے سبب
 اسے واضح حدیث شفاعت کی حدیث ہے جہاں ہر نبی نے شفاعت کے لیے قدم نہ اٹھانے کا سبب اپنی
 اپنی زبانوں سے خود بیان کیا ہے یہاں ہم کو کسی حدیث سے ثابت نہیں ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے
 مشفق شریک فی الشیء کا ایک حرف بھی کہا، ہوا حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے
 رب ادنیٰ کید، یعنی الموقی کی فرمائش پر اپنی ندامت کا ایک کلمہ بھی نکلا ہو بلکہ یہاں ہم فرستہ ہمارے سامنے
 آتی ہے اس میں حضرت آدم علیہ السلام کا خیر و محمودہ کھانا، حضرت نوح علیہ السلام کا اپنے ایک عزیز کے
 حق میں طوفان سے حفاظت کے لیے، اور اسے طور پر سفارش کرنا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی زبان
 سے دین کی حمایت میں تین مختلف مقامات پر قرآن کے کلمات کہ گزرنا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک
 عمل ہے جو نبوت سے پہلے زندگی میں ان کے دشمن کی موت کا باعث بن گیا تھا، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام
 کی اُمت کا ان کو خدا تعالیٰ کا شریک ٹھہرا لینا مضمون ہوتا ہے اور اس۔

حضرت آدم علیہ السلام کی۔ قرآن کریم کی۔ دینی میں اس پر نظر کرنا چاہیے کہ یہ بات صاف ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام
 نے قرآن کریم کی تفسیر میں سب سے پہلے سمجھا دیا تھا کہ قرآن کی تفصیل، جو ان کے
 اس آدم کے شخص نظر آتی ہیں وہ یہ ہے:-

خَلْقَ آدَمَ مِمَّنْ تَحْتَوِي تَحْتَوِي تَحْتَوِي تَحْتَوِي تَحْتَوِي تَحْتَوِي تَحْتَوِي تَحْتَوِي تَحْتَوِي تَحْتَوِي
 تَحْتَوِي تَحْتَوِي تَحْتَوِي تَحْتَوِي تَحْتَوِي تَحْتَوِي تَحْتَوِي تَحْتَوِي تَحْتَوِي تَحْتَوِي

وَقَاتِلْهُمْ مَّتَٰى تَكُونُوا فِئَةً مِّنْ مُّٰمِنٍ مَّٰمِنٍ مَّٰمِنٍ مَّٰمِنٍ مَّٰمِنٍ مَّٰمِنٍ مَّٰمِنٍ مَّٰمِنٍ مَّٰمِنٍ مَّٰمِنٍ
 قَدْ قَاتِلْهُمْ مَّتَٰى تَكُونُوا فِئَةً مِّنْ مُّٰمِنٍ مَّٰمِنٍ مَّٰمِنٍ مَّٰمِنٍ مَّٰمِنٍ مَّٰمِنٍ مَّٰمِنٍ مَّٰمِنٍ مَّٰمِنٍ

مقامِ عصمت کی نزاکت چاہتی ہے کہ حسبِ ایک طرف عصمت پر تو دوسری طرف فیضانِ نبوی بھی کیوں ہو اور اگر کسی
 شخصیت کے پیشِ نظر ایسا ہو جائے تو اس پر سواغذہ کیوں کیا جائے۔ ترجمانِ مہجرت جلد دوم کے دواکی میں آپ
 پر مصحف ہے کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے یہ سوال کیا تھا کہ حسبِ زیادہ محبوب
 ایمان کس کا ہے تو اپنے اخذانہ قسم کے موافق جو جواب انہوں نے دیا وہ یہی تھا کہ فرشتوں کا اور انبیاءِ عظیم
 السلام کا گوشت ہے اس پر یہ فرمایا کہ ان کے سلسلے تو عالمِ قدس حسبِ کھلا ہوا مروجہ و جہت ہے وہ کیوں ایمان
 نہ لائیں۔ دوسری حدیث اور اس کی تشریح وہاں دیکھ لی جائے اس سے معلوم ہوا کہ جہات عام لوگوں
 کے حق میں کمالِ شہادت ہوتی ہے اگر یہاں وہ سجدہ ہو تو کچھ قابلِ تعجب نہیں ہوتی ذاتِ حق سے اگر روشنی نکلتی ہے
 تو ممکن پہلے تعجب کی بات کیا ہے کمال سے کمالات ہی کا مسدودہ و اکراہ۔ یہاں تعجب ہوتا ہے تو اس پر کہ
 اس کمال پر ان کے حسبِ کے خود کوئی بات سرزد ہوتی ہے تو کیوں عام انسان اگر سمجھتے ہیں تو دست
 اس کو درگزر کرنے کے لیے توفیقِ برائی نظر آتی ہے لیکن جن کے قلب بھی اس جہان میں اپنی جہت کے مشاہدہ میں
 ان سے کسی ادنیٰ سی بات کا ذہول ہو نہ تو اس پر نورِ ماعذہ ہونے لگتا ہے قدرت نے اگر ایک طرف
 ان کو مصمم پیدا کیا ہے تو دوسری طرف ان کی گرفت بھی سخت کر دی ہے اور مطلب یہ ہے کہ حسبِ عصمت پر تو
 یہ فرد گزاشت کیوں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبولی بھی چوگٹی اور ان کو عظمت و اہمیت
 سے نوازی ہو گیا اگر اپنے اس نسیان کا انفعال پھر مشترک ان کے قلب سے محروم ہو سکتا ہے اس لیے نہیں کہ
 یہاں عصمت کی حقیقت کا کوئی وجود تھا بلکہ یہ صرف ان کی عصمت کا اقتضاء تھا کہ حسبِ عصمت تھی تو نسیان
 سے بھی ایسا عمل کیوں ہو۔ بعض روایات میں ہے کہ حسبِ اہلِ عسکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں پیش
 کے لیے آئیے تو وہ بڑے انفعال کے ساتھ یہ ہذر فرمائیں گے کہ مجھ کو تو میری قوم نے خدا تعالیٰ کے سوا سجدہ نہ
 کیا تھا۔ اب سوچئے کہ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جرم کیا تھا کہ انبیاءِ عظیم السلام کی عظمت اتنی پاکیزہ
 ہوتی ہے کہ ان کا ہر حق کی معصیتوں کی گنجینہ میں ان پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ سچے بیان صورتِ عصمت کا
 کوئی شاہد نہ تھا اگرچہ مقامِ عصمت اپنی کی عصمت سے مشغول تھا پس جہاں دوسروں کی معصیت سے
 تاثر کا یہ عالم وہاں بھلا خود کسی معصیت کا تصور کیا ہو سکتا ہے۔

یہ تو مقامِ عصمت کی نزاکت کا مختصر سا حال تھا اب غلطی نہ دس کی رفعت و بلندۃ کا ہلکا سا نقشہ
 طعنے دے۔ اس کے متعلق بھلا کیا لب کشائی کی جا سکتی ہے جس اتنی ہی سمجھ لینا کافی ہے کہ جو حق جیسے
 معصوم مخلوق پر حسبِ اس کا معاملہ بھی خالق کائنات کے سامنے آگیا تو وہ بھی صریحاً مقرر و نظر لے لگی۔
 اسی معاملہ میں فرشتوں کی سرگزشت ذرا سامنے رکھ لیجئے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ جو حق معصیت کے مطابق اختیار

خلوق بھی شاید انسانوں کی صف میں گھڑی ہے، حضرت آدم علیہ السلام کی خلافت کے سلسلے میں فرشتوں کا ایک ہی واقعہ ہمارے سامنے آئے ہے، اگر کہیں دو چار واقعات اسی طور سے اور سامنے آجائے تو شاید ہمارے علم کلام کو یہاں بھی ترقی پیدا ہو جائے اگرچہ کہ اس طرف ان کا ایک ہی واقعہ سامنے تھا دوسری طرف ان کی عصمت کا عقیدہ حاصل تھا۔ اس لیے اس واقعہ کو زیادہ اہمیت نہیں دی گئی، اس کا اگر حقیقت واضح ہے۔ بات یہ نہیں ہے کہ یہاں حقیقت عصمت کا مصدقہ ہو گیا ہو لیکن جب کہی مخلوق کا معاملہ آتا ہے کائنات کے سامنے آجائے تو ایک طرف علامہ مظہر دوسری طرف جسم باریکی موجود ہوتی ہے اس لیے جس شخص کے باوجود یہاں معاملہ قصور و قصوری کا نظر آئے ہے اسی لیے جب اسی معاملہ کو ظاہری کائنات کے مبارک ملک کر کے صرف ایک معاملہ کی حیثیت سے دیکھا جائے کہ تو اس میں ایک طرف مکلف کی کوئی گنہگار نہیں ہوئی۔ حضرت آدم علیہ السلام کا یہ مقدمہ جب حق تعالیٰ کے دربار میں پیش ہوا تو اس میں عصمت کا لفظ تک بھی استعمال نہیں کیا گیا بلکہ اسی اس نے طوطی پرکار کا عالم کے ایک بہت بڑے مسئلہ کو ہی ایک انٹرنیشنل بین الاقوامی لیکن جب اسی واقعہ کو ظاہری کائنات کے حدود سے اٹھا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مان کے عین دکھایا تو حسب بیان حدیث ظریف حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جواب دیا جانا چاہیے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ فرمایا، قائل بن گیا اور آپ نے فرمایا اسے موسیٰ کہہ کر اپنی ساری اولاد کو جنت سے باہر نکال دیا۔ تو اس پر حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا اسے موسیٰ کہہ کر تو مائیں کی پوجا سے دھم سے بھی مائیں پہلے ظلم الہی میں موجود تھی کیا اس میں میری اس انٹرنیشنل کا ذکر نہیں؟ پھر ظلم پر اس عمل کے ارتکاب سے کیا انٹرنیشنل جو اس کے جہود سے بھی بہت پہلے اس کے لیے مقدمہ ہو چکا تھا نہ تھا؟ آدم ہیں کہ جہاں ان کا مقدمہ بلاتنی کائنات کے سامنے نہ تھی تھا اور سوال بعینہ یہی تھا تو پھر اعتراف و توبہ کے جواب کا ایک طرف نہ تھا اور دوسری طرف خلوق کا کوئی معاملہ ظاہری کائنات کے سامنے آجائے تو اس کے جواب کی صفائی مشکل ہو جیسا کہ اعتراف تھا۔ ہاں ایک صحیح راستہ ہوتا ہے کہ جب ہمیں تمام مخلوق کے صلب کا کشمیر سامنے آئے گا تو نہایت جواہر دنیا میں صرف ایک خضہ نازل فرمائی گئی ہے پورے سورجوں کے ساتھ مخلوق کا صاحب مجھے کے لیے آجائے گی۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ان میں مشرقی ایسا کون تھا جو بعض اپنے عمل کے بل بوتہ پر خود اس پر ہی کا سخن بن سکتا۔

انہوں نے کہ انٹرنیشنل کو خیرین میں کس طرح بیان فرمانے کی ریح تھی تو کیا اور اس کو سمجھا لیا کیا ختم ہو گیا تھا کہ ان حالات میں کیا قدم اٹھایا گیا تھا پھر وہ بھی غریب جس گنتی کے کئے راجح تھے جو ان کو کئی دن کی شان سے کتنا امید بھرا لیا۔ اس سے خیر توبہ کا پانا چاہیے تھا کہ جن کی اتنی ہی فکرداشت ہو گئی تھی اگر وہ

نہیں دیکھ سکتے ہیں مگر یہاں جو خطبہ نکلا گیا وہ بالکل ایسی کے برعکس تھا، اور علیاً زبانی اگر مقام عصمت کی نزاکت اور بارگاہ انوریت کی جہدی کو سامنے رکھ کر یہ واقعات پڑھتے ہیں تو کسی مان کی خصوصیت کا سب سے بڑا ثبوت نظر آئے لگتے۔

الحاصل مگر فیصلہ صرف قرآن کریم کے طرز خطاب پر ہی دائر کر دیا جائے اور اگر خطب کی بنیاد پر یہاں تو کثیر نظر انداز کیا جائے تو پھر یہاں کہا تو مصداق کی بحث تو درکنار دیگر شاید کفر و اسلام میں بھی بحث پیدا ہوگی جو بالعموم ابانہ دیگر بحث و نظر کا یہی طریقہ ملائکہ اللہ کے معاملہ میں بھی قائم رکھا جائے تو یہ قرآن کی متفق علیہ عصمت سے بھی شاید لاتعداد حوصلے پڑ جائیں۔
قیح عبداللہ شمرانی تحریر فرماتے ہیں:-

فصل ان الزبانیہ علیہ السلام لیسند کون
طیر ہم فیہ از کتاب حرام ولا مکروہ الا لہیان
المجوازی لکن لما شرف مقامہ و مہر مہی اللہ
تعالیٰ و تو عہد فی خلاف الزبانی محصیہ
و خطبہ - و ایو اقیت و ایو ابر مہر

پلے میں سے یہ واضح ہو گیا کہ تیسرے قسم کا خطب
حرام یا مکروہ میں دوسرے قسموں کے شریک نہیں ہوتے
مگر کسی کی تشریح میں یہاں دعا و خطاب کہ تیسری قسم بھی قرآن
میں کے بارگاہ پہلو جانے کے لیے کہ تیسری قسم کا مقام مگر
تحقیق کا کہیں خلاف الزبانی میں جانائی تو ان کے مقام
کی نزاکت کی وجہ سے اسی کا نام عصمت اور خطبہ کا کر

و خطبہ قرآن علی من عظمت و شرفہ
عظمت و عظمت - صحت -
قرآن کریم میں یہ انبیاء و عیسیٰ السلام کے چند جزئی واقعات کے علاوہ کچھ نہیں ایسی بھی ملتی ہیں جن میں کوئی
ان کی عصمت کے خلاف سمجھا گیا ہے۔ مثلاً مامی، ردا نل، بعد و غیرت کے قیح افعال سے اجتناب
کے خطابات۔ پہلے نزدیک یہ بھی اٹھائی قصاصت و عافیت کے اسلوب سے نا آشنا کا طریقہ کوئی نہیں
چاہا کہ دنیا میں گلام کا ایک طریقہ ملتے آید و حدیث دیکھیں بھی جو۔

شیخ شمرانی و تحریر فرماتے ہیں:-
فخطاب لہ و المراد غیورہ۔ ان الحق من مقامات خطبہ کو آپ کو پڑ کر دوسرے دیکھ جائی تو
من شأنہ ان یزیدہ بکبریا و تعظیمو شن یہ پڑ کر وہ بھی چھوٹوں کی تہیہ نہ تھی بلکہ کلمہ کلمہ
و کہ انہی اللہ الاعتقاد و بیب و صوطا کہیں میں ہوتا کہ خطب رسول کو کہتا ہے وہ شخص جن کی امت کو
دوب کھانا ہوتا ہے۔

یہ تو بہت متفرد کوسنے رہتے ہیں اور مخصوص یہ بھی چونکہ ہے کہ اس کے مقبولی اہل طریقیں ان کی احمیں بھی شامل ہو جائیں۔ کیونکہ نظر رحمت اگر خبروں کی طرف نظر کرتی ہو تو ان ہی کے واسطے سے کرتی ہے اور ہماری استفادہ کی اس دربار حال تک کوئی دہائی ہو سکتی ہے تو ان نفوس قدسیہ ہی کے واسطے سے ہو سکتی ہے۔ جب گیات ذیل پر توجہ کے ساتھ دروغ فرمایا کہ در حقیقت ان کا مصداق ہے کون۔ پھر رسول کی ذات کو یہاں پہلے ظہر میں رکھا گیا ہے تو کیوں!

فَقَدْ ذَكَرَ اللَّهُ عَلَى الْمُتَّبِعِينَ ذِكْرًا
اَلَمْ تَرَ اِذْ اَرْسَلْنَا فِي مَدْيَنَ الْقَصْفَرَ
مِنْ بَنِي إِسْرٰءِيْلَ فَاَتٰهُمْ قُلُوبُهُمْ فَرَقَوْا
فَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ فَاَنتَرٰهُمْ وَبَعْضَهُمْ
وَعَلَى الْفَلْسَفَةِ الْاَذْيَنَ كُفِرُوا
يَوْمَ لَا يُخَيَّرُ الْمَلَائِكَةُ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوا
مَعَهُ وَارْتَمٰ

اور اشر قہالی مرتبین ہادی پر اور ان مہاجرین و انصار پر
ساتھ رہنے ہی کے مسئلہ کی گھڑی میں۔ اس کے بعد کہ
قریب تھا کہ ان میں سے بعضوں کے دل پھر پھریں پھریں
ہو اور ان پر تنبیہ وہ ان پر صراحت کو درگم کرنے و ملا کر اور
ان میں شخصوں پر جن کو پہچنے رکھا تھا۔
جس دن ایک مشہور ذیل ذکر ہے نبی کو اور ان لوگوں کو چاہتا
لانے ان کے ساتھ۔

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا مِنْهُمْ
وَالَّذِيْنَ كَفَرُوا مِنْهُمْ
فَاُولٰٓئِكَ لَا يَخْلُفُ فَاُولٰٓئِكَ
فَاُولٰٓئِكَ لَا يَخْلُفُ

انہوں نے عرض کی ہے۔ رب اگر تو چاہتا تو ان کو چھپے ہی
چاک کر دیتا۔ لہذا کو بھی

وَاسْتَخْفِرْنَا لِشَيْءٍ لَّنَا وَبَلَّغْنَا فَاُولٰٓئِكَ
پہلی آیت میں غزوہ تبوک کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے جس میں نبی صحابہ سے کچھ تساہل ہو گیا تھا لیکن
سبب ان کی توبہ کی قبولیت کا وقت آیا تو یہاں سب سے پہلے اپنے مصوم رسول کا ذکر کیا گیا ہے۔
دوسری آیت قیامت کے دن کا واقعہ ہے جہاں نبی کی ذات کے لیے رسوا ہونے کا کوئی احتمال ہی نہیں
تیسری آیت نبی صراحت کی اس خود سری کے متعلق جو جبکہ انہوں نے کوہ طور پر جا کر خود اپنے کانوں سے
کلام الہی سن لیا تھا۔ مگر اس پر بھی وہ ایمان نہ لائے اور ایک دوسری گستاخی یعنی رویت باری قہالی کی
لیکن بات کی فحاشی کر بیٹھے آخر اس گستاخی کی ان کو معافی اور سبب ہاک کر دیے گئے اس وقت حضور
رسول علیہ السلام کی زبان مبارک سے ترجمہ کی در خواست میں یہ کلمات نکل گئے تھے۔ حضرت خذہ عبادا
کہ خدائے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اس قسم کے مواضع پر سب سے پہلے اپنے قصوں کو اس لیے
شامل فرمایا ہے کہ ان کے مصوم نفوس کی شریعت کی برکت سے خبروں کے لیے ہی بد در خواستی
قہالی توجہ بن جائیں۔ رحمت ان کے نام پر چھک پڑتی ہے بھلا اس کی دست خبروں سے کنز انکارا نہیں

توئی اور اس طرح مجھوں کی بخشش کا یہ ایک یقینی ذریعہ بن جاتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی استغفار و توبہ میں اس نکتہ کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے۔

چادی اس شخص کے بعد اب آپ کو عصمت انبیاء علیہم السلام کا مفہوم خوب واضح ہو گیا ہو گا اور یہ بات بھی صاف ہو گئی ہو گی کہ عصمت کے معنی یہ نہیں ہیں کہ ان میں عصمت کا حلیہ تو پیدا ہوتا ہے مگر یہ قدرت الہی ان کو اس کے ارتکاب کرنے سے روک دیتی ہے بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کی ہنادی میں جو بشری قوتیں رکھی جاتی ہیں وہ غلط فہمی شائستہ اور حجاب رکھی جاتی ہیں کہ ان میں کسی عصمت کی حرمت اولیٰ سارے جہان ہی نہیں ہوتا جس طرح کہ ایک بیعت مزاج انسان کو بے گناہت اور گندہ کی طبعی نفرت ہوتی ہے اسی طرح ان نفوس قدسیہ کو عصمت کی ہر ذرہ سے طبعی نفرت ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ کی پاکیزگی میں ان کو وہ طبعی راحت محسوس ہوتی ہے جو میل کو پانی میں اس لیے وہ اپنے قصود و ماحول سے کسی اور طبعی عصمت کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ اس پر مطلب بھی نہیں کہ ان میں جو کہ یہاں سے غضب و عصبیت اور اسی قسم کی دوسری بشری قوتیں مسوسہ سے موجد رہی نہیں ہوتیں۔ اگر ان میں یہ قوتیں موجود نہ ہوں تو پھر ان کی عصمت انا بے اکرال ہی کیوں ہو اور ملائکہ اللہ کی عصمت سے ان کو اتنا بڑی کیا ہے۔ یہاں فرق ہے تو یہی ہے کہ ملائکہ اللہ کے معصوم ہیں تو اس لیے کہ ان میں مسوسہ سے یہ قوتیں ہی مسجود نہیں ہوتیں اگر عصمت کرنا چاہیں بھی تو نہیں کر سکتے۔ اسی لیے ان کی شادی میں ارشاد فرمایا گیا ہے

لَا تَنْكِحُوا الَّذِينَ لَا يَرْغَبُونَ النِّكَاحَ ۚ ۱۱
 مَا يُؤْتِيَهُمْ اللَّهُ رِزْقًا غَيْرَ زَوَاجٍ ۚ وَنُكْرًا ۚ ۱۲

۱۱۔ انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ اللہ کی صورت عصمت بنائی نہیں ہے بلکہ الگ اپنی ایک کی عصمت ہے جس سے انہیں شریک نہیں ہے جس میں غیر کے سوا شریک طاقت ہی نہیں اس لیے وہ عصمت کر ہی نہیں سکتے بلکہ نیک بھی مروت وہی کر سکتے ہیں جس کا ان کو حکم دیا جاتا ہے اسی لیے ان میں توئی کا کوئی اتصال جو نسب و تعلق ہو۔

وَمَا وَصَّيْنَاكَ إِلَّا لَدُنَّ عَالَمٍ مَّعْلُومٍ ۚ ۱۳
 (الصافات) ۱۴۔ کہے وہ نہیں بڑھ سکتے

۱۳۔ اسی لیے قرآن کریم میں کسی جگہ اپنے حق میں توبہ و استغفار کی نسبت ان کی طرف نہیں کی گئی وہ اگر استغفار سے ایک مرتبہ یا حضرت علی علیہ السلام نے حضرت ابن عباس سے فرمایا تو بنی ہاشم پر ایک حدیث میں فرمایا

کرتے ہیں تو ہی آدم کے لیے۔ ان کے حق میں تو یہ استغفار کو ملے کے کوئی سنی ہی نہیں اس لیے وہ حق تعالیٰ کی صفات میں سے صفت عفو و تقدر و رزاق کا ذوق بھی نہیں رکھتے۔

وَلَا يَلْمِزُكَ فِتْنَتُهُمْ وَتَجِدُهُمْ تَرَاهُمْ
يَتُوبُونَ فِي الْقُرْآنِ (الشوریٰ) کے لیے استغفار کرتے ہیں۔

یعنی فرشتوں کا وظیفہ یہ ہے صرف تسبیح و تہلیل ہے اور اہل زمین کے حق میں استغفار اور ان کے بے نیازی کا کمال۔ وہ عفو کی تعظیم اتنا ہی نہیں بلکہ انسانی اور ان کی خلقت کی تعظیم پر مبنی ہے۔ چوتھے چوکھٹے سے متروک ہونے کے ہیں اس لیے ان کا وظیفہ صرف خدا کی تعظیم و پاکی کا ترانہ گا یا جو اور بیشتر کو نہ کامیابیت کی شان عطا کی گئی ہے اس لیے ملکوتی وظیفہ یعنی تسبیح و تہلیل کے ساتھ استغفار بھی اس کے وظیفہ میں شامل ہے پھر جو تک بشریت اس کی جو ہر ذات ہے اور ملکیت اس کی صفت اس لیے اس کا عام وظیفہ استغفار ہے۔

اب یہ خود کو لینا چاہیے کہ ان کے عقلمندی میں سے بلند عصمت کو کسی پر کیا یہ عصمت جو میری ہو یا وہ عصمت جو اعلیٰ ہو وہ کمال ہے کہ توبہ سب ہوں مگر سب شائستہ و مذہب ہوں یا کمال یہ ہے کہ سو سے دو توبہ ہی مغفور ہوں، ملک اور فرشتہ ہر نامی و بی نام ایک کمال پر مگر اس کمال میں نام تر کمال صانع ہی کا ظاہر ہوتا ہے خود (فرشتوں کی اس میں تعریف کی ہے لیکن بشر پر کرا کر ہر وہ فرشتہ عصمت جو توبہ اس کی بھی تعریف ہو بعد اس سے بڑا کمال ہو۔ لہذا ان مصرعہ کی طرف تو اس کا تعظیم کوئی نہیں کہ جس کے من و حال کا ہر عفو کر رہی ہیں وہ جب ایک بشر کی صورت ہے کہ جب وہ اس کی عصمت و عصمت کا نقشہ لکھیں نہیں تو ان کو اپنے اس جہنم و جہنم میں بھی جذبہ گزرتے لگتا تھا۔ ذیل کی آیت میں ان کی اس جہنم کو ان الفاظ میں ادا کیا گیا ہے۔

مَا هَذَا بَشَرًا اِنْ هَذَا اِلَّا خَلْقٌ كَرِيمٌ (یونس) تو کوئی بزرگ فرشتہ ہے۔

اگر دیکھتے ہیں کہ بشر پر پیکاری ایسی ہے جیسی فرشتوں میں بھی کسی جیسے فرشتہ کی جو کتنی چیزوں معلوم ہوتا ہے کہ ان میں اس سے بھی گرا کوئی طاقت ہی نہیں ہے۔ پس اسباب و دوائی جو ہر ملے کے ہاد و معصیت سے غور ہونا قابل تعجب ہوں اسباب کے نہ ملنے کی صورت میں معصیت سے غور ہونا متاثر بل تعجب نہیں۔ ملک اگر پیکاری دیکھتے ہیں تو یہ اس کی لطرت پر مگر تعجب تو اس پر ہے جو ہے تو بشر اگر اس کی پیکاری کا نقشہ پھر وہ جو ملک کا ہونا چاہیے۔

اب جب اس کی صفت عصمت کا عالم ہوتا ہے تو پھر ان کی مفاہات الہی اور فرشتوں کی اعانت کا

میں ایک جانب تو امانہ جو میری ہیکہ تھا اور اس بناء پر دوسری جانب میں عصمت کے غلام تھے اسباب پر کون
تھے وہ سب موجود رہ گئے تھے اور نقشہ کچھ ایسا ہی گیا تھا کہ اگر کہیں حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے برتا
وہ نہ جائے تو اس طرف سے بھی قصہ پیدا ہو جائے کچھ عیب نہ تھا مگر ان حالات کے باوجود میری ارادہ بھی کیا
نہ ہو سکا اس لیے کہ ان کے رب کی برائی ان کے سامنے بھی پھر جب اس طرف ارادہ کا بھی وجود تھا تو عصمت
کے اس بلند مقام کو اور اگوستے کے لیے جو تعبیر میں اختیار کی گئی جو وہ بھی کتنی بلند ہے۔

كَذَلِكَ يُضَوِّرُ عَنْ آيَاتِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا ۖ هُمْ يُرِيدُونَ ۖ وَكَذَلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مَا يَمْشِي بِهِ الْعَبْدُ عَلَىٰ رَبِّهِ ۚ
وَلَقَدْ مَرْوَنَ عَبِيدًا وَنَافِلًا ۖ وَكَذَلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مَا يَمْشِي بِهِ الْعَبْدُ عَلَىٰ رَبِّهِ ۚ

یہاں المنصور عن السوء والفسشاء میں فرمایا یعنی عتوت کا تعلق جو کچھ بھی رہا وہ مرد اور عتوت کے ساتھ
اس کا تعلق حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ کچھ نہ تھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مرد اور عتوت چو کہ خود چو کہ
ان کی طرف گرا ہوا تھا اس لیے فعل عتوت کا تعلق اسی کے ساتھ نہ تھا چاہیے حضرت یوسف علیہ السلام
جو کہ انہی جگہ بدستور ثابت قدم رہے اس لیے یوں نہیں فرمایا کہ ہم نے حضرت یوسف علیہ السلام کو مرد
اور عتوت سے باندھ رکھا ہے میرا اس وقت مناسب تھی جبکہ یہاں ان کا دل اس قدر ہم سے اٹھنا نہایت ہوتا
ہیں اندازہ لگائیے کہ قرآن کریم انبیاء علیہم السلام کی عصمت بیان کرنے میں اتنی احتیاط سے کام لیتا
ہے اعداس کے لیے تعبیر بھی وہ اختیار فرماتا ہے جو ان کی شان عصمت کو زیادہ سے زیادہ نمایاں
کرتے۔ اسی طرح ایک موقع پر آپ کے سامنے ناخوشی نے ایک مسلمان پر پھرتی قسمت لگا لی تو اس
کے لیے اس قسم کے قرآن اور شواہد میں آیا کہ وہیں کہ ایک غالی الذہن انسان کے لیے ان کے سرخ
فیصلہ دیے بغیر کوئی چارہ کار ہی نہ تھا۔ اس لیے اگر یہاں آپ مسلمان کے غلام فیصلہ فرمادیتے تو
بالکل فرین قیاس ہوتا۔ مگر خدا کی عصمت نے آپ کو ایسے فیصلہ سے بچالیا اور وحی الہی نے ناقصیت
کھول کر دکھادی کیے والدہ کی اس نزاکت پھر آپ کی عینی عصمت کو قرآن کریم نے کس انداز سے ادا کیا جو
وَلَقَدْ مَرْوَنَ عَبِيدًا وَنَافِلًا ۖ وَكَذَلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مَا يَمْشِي بِهِ الْعَبْدُ عَلَىٰ رَبِّهِ ۚ
شکینا جلیلا۔ دینی سربراہان

یہاں بھی آپ کے حق میں احیاناً کے جتنے پہلو ممکن تھے ان سب کی رعایت کر لی گئی ہے یعنی جس بات کا خلوص
درجہ نہ ہو سکتا تھا اس سے قبل اس کا خلوص تھا۔ وہ یہ کہ مگوئی ایسی چیز تھی جس سے مذہب متعلق نہ تھی
یعنی خلوص کی چیز تھی۔ یہاں اس کا مصداق صرف نفس کی پاکیزگی اور دنیا کے غلام ہونے اور عیال کو غلام نہ ہونے
سے حق ثابت کرنا سمجھنا بات ہے۔ ان میں البیان مشخصہ کی
ایک جگہ یہ بھی کی گئی ہے

خاموش کر گیا ہے وہ آپ کا کوئی عمل قدم نہ تھا بلکہ صرف میلان طبع تھا۔ پھر اس پر غلط فہمی کہ امتداد فرما کر یہ بتایا گیا کہ آپ کا یہ میلان بھی برا قرار دیا گیا تھا اگر حالات اس کے قریب آگئے تھے کہ اگر ہم سبھی حال ہی میں تو ایسا نہ کرتا تو ہمیں نہیں لگتی بلکہ فریقہ کے ساتھ لڑنے کی صفت۔ پھر اس پر یہ بتایا گیا کہ اگر آپ کا رجحان تھا تو وہ بھی بہت خفیہ تھا۔ اس معاملہ میں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے معاملہ میں یوں معلوم ہوتا ہے کہ اگر یہاں بہت سے متعلم و پختہ افراد تھا استعمال کے حاشیہ میں اور ان کی شخصیت کی یہ رعایت جو درستی طوط اس کا اختلاف بھی منظور ہے۔ لیکن اتنی شخصیت پر بھی ان میدانوں میں ایسی بات مگر خلاصی صرف چار ہی حفاظت کا موضوع ہے مگر ہمارے نزدیک یہ ہفتہ مکن نہیں۔ پھر وہاں کسی کو کوئی شخصیت سے گفت و شنیدی نہیں فرمائی جس میں ہم نے ذکر فرمائی ہے۔ دیکھئے حضرت آدم علیہ السلام کے معاملہ میں جب مشیت الہی نے ان کی ایک فردی امتزاج میں عالم کی آبادی کا راز چھپا دیا تھا تو یہی آرا کہ مراحل ان کے سامنے آگئے شیطان نے اگر بات ان کے سامنے نہ کی وہ خدا تعالیٰ کے دارالفرمان میں دائمی حمایت کی دولت تھی جس کے لیے نبی تو نبی ایک عظمیٰ مسلمان کا دل بھی نہیں جھٹکتا۔ پھر اس پر بھی لکھا کہ اگر یہاں ایسا سامنا تھا کہ وہ بات ان سے کہی گئی تھی وہ اس وقت ان کے دل سے باہر نکل گئی کہ وہ کوئی طور پر قدرت ہی کو بغیر مشورہ غرضی اس لیے یہاں تک نہیں پہنچا جس کی آفرکاران کا قدم پہلا اعدیہ کا زمانہ

وَمَا كُنَّا بِمَنَاسِقَ إِلَّا أَنْزَلْنَا فَأَخَذْنَا مِمَّنْ شَتْرًا ذَلِكُمْ فَاشْتَرَيْنَا بِهِمْ ثَمَنًا هَٰذَا

وَمَا كُنَّا بِمَنَاسِقَ إِلَّا أَنْزَلْنَا فَأَخَذْنَا مِمَّنْ شَتْرًا ذَلِكُمْ فَاشْتَرَيْنَا بِهِمْ ثَمَنًا هَٰذَا

فَدَلَّ كَلَامُ هَٰذَا شَتْرًا

مگر آدم علیہ السلام نے اگر یہ وزاری کے علاوہ حذر و محذرت کا ایک لڑکے کے سامنے نہ نکالا کہ یہ کہہ جاتے تھے کہ اگر نسیان کا عذر کرتا ہوں تو یہ سوال ہو سکتا ہے کہ اچھا یہ نسیان بھی کیوں تھا؟ پھر جب انہوں نے بیان شہودیت دکھائی تو اُدھر سے شأن مجددیت اس طرح ظاہر ہوئی کہ حضور درگاہ کے ساتھ اب خود اس کا خدیو بھی بیان فرما دیا گیا۔ سبحان اللہ انبیاء علیہم السلام بھی کہتے ادب شناس ہوتے ہیں۔ فقیہی و فلسفی کے لئے عرفا میں جو امتزاج بھی ان سے ہو گئی وہ صرف نسیان کی بنا پر ہوئی۔ عزم و ارادہ کا تو نسیان نام و نشان بھی نہ تھا۔ ابھی ابھی یہ بات یہاں پر ہی تھی کہ جب اعتراف جرم ہے تو یہ بھی یہ نوازش ہے گویا جرم کچھ بھی نہ تھا انبیاء علیہم السلام کی امتزاج بھی عام جان سے نرلی ہوتی ہے پھر ان کی تجلّی بھی سب سے نرلی ہوتی ہے۔

انبیاء علیہم السلام پر نسیان بھی قدرت ہی کی طرف سے ڈالا جاتا ہے اسی لیے وجہ سے اعفایات اور عید احکام الہی کا نشا بن جاتا ہے۔ دیکھئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کئے اہم مقصد کے لیے تو سفر کیا پھر ان

کے رفیق کو تھیک تصور و پختہ کر لیا نسیان ہوا اور حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کے بعد جو ملاستان کو پہنچا
 اسی جی وہ چشم بزمی کیلئے کے بعد جی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس کا تذکرہ کرنا بھول گئے اس کے بعد قریب سے
 چھوٹے نسیان قدتی خود پر ڈال دیا تھا اس لیے اس کی یاد دہانی کی شکل بھی قدرت ہی نے پیدا فرمائی تھی۔
 اس نام غریب ایک ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نسیان موسیٰ ہوا تھا اگرچہ ذرا دور چل کر ہی ان کو نسیان
 موسیٰ ہونے لگا اور وہ در اوم لینے کے لیے یہ کہہ کر بیٹھ گئے۔ لکن فطرت کا عجز مستغیر نا اہل کا مقصد اندر
 کے سفر میں تو ہم کو نسیان چوگنہ آخرینہ کو جب ناشدوان کھو گیا دیکھا تو پھل نثار دینی، یہی وقت ان کے رفیق
 اگرچہ قریب منزل کی بات یاد آگئی اور انہوں نے کہا کہ چھٹی تو میرے سامنے نذر ہو کر پانی میں گھس گئی تھی، اور حضرت
 نے یہ سامان کر کے تھا کہ جس جگہ چھٹی گھس گئی تھی اس جگہ پانی نمود ہو کر رہ گیا تھا اور وہ جگہ حق کی شکل میں کھلی
 گئی تھی، ذیاتی تھی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہی تودہ جگہ تھی جس کی ہم کو کھائی تھی، آخر وہ بوسے نمود ہیں
 حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہو گئی، انبیاء علیہم السلام کے حالات زندگی اور ان کے مسودہ فیضان کی حالت
 میں اس پہلی نظر لگی جاتی کہ ان میں کیا کیا اسرار اور حقائق دھرم کے کئے صبیح پنهان ہوتے ہیں، تو فرقہ کی نکالنا
 قصص کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا۔

ای طرح حضرت میلان علیہ السلام نے ایک شب اپنی حرم سوتے میں جاتے کا اس سے اجازت
 لیا کہ ہر ہر ذی سے ایک ایک جامہ کی میل ملتا ہے اور خود تعالیٰ کے ہرگز نہ بنی تھے اس پر فرشتے نے بھی
 یاد دلایا کہ ان شام کے لیے گوان کر رہا کہ کتنا پھر یاد دہرا آؤ اس کا جو کچھ تیرے پاس جو ان کی علیہ
 میں آپ کے سامنے ہے، ہر حال انبیاء علیہم السلام کے نسیان کا قدم بھی گرفت میں آگیا، پھر اگر کسی قدرت
 ان کو سمجھنے نہ رہے تو اپنی گونا گوں ذمہ داریوں میں نہ معلوم ان کے کتنے قدم نسیان کے آٹھ جامہ میں
 انسانی کو معمول پر لایا انہوں میں اہم سے اہم تھیں بھول جانے میں پھر ان انوس کا تو حل کیا ہو گا ان کے
 سر پر ایک خاص انسانی کے ہٹنے اور گھٹنے کی ذمہ داری ہوتی ہے۔

لہذا اس قسم کی غلطی آتھیں ہیں ان کو بھی محنت کے حالات سمجھنے کے بجائے براہین محنت سمجھنا چاہیے
 ہم پہلے زمانہ سے میں کہہ چکے ہیں کہ نبی کے قول و فعل کا تو کتنا ہی کیا اس کی دلتے کو بھی محنت حاصل
 ہوتی ہے اور اگر کسی اس پر تو کا گیا ہے تو یہ ان کی محنت ہی کی بنا پر ہو گا کیلئے کہ نہ کہ یہی اس کی دلیل ہے
 ان کی ہر نفس و حرکت بلکہ ان کی دلتے بھی صوبہ پردہ نگاہ کے زیر نگین ہوتی ہے اور یہی اپنی حفاظت کے قیام
 کے لیے شائع نمود قول میں کہیں ان کو کوک کر بھی دیا جاتا ہے اس کے برخلاف ان کی استوں کا مسئلہ یہ ہے

لے اس جگہ زمانہ سے ہر حال و ہر حال سے شہادت کا تشریحی فرٹ ملاخو فرامیں۔

اگرچہ اس کو مشعل کے جواں سے خطا واقع ہو جائے تو اس پر بھی ان کے لیے ایک بڑا درود ہے۔

ان تمام تفصیلات کو سامنے رکھ کر یہاں مزید لکھنے کے مقام پر نبوت کی نزاکت اور اس کا حسن کی کئی سی سیاحیت کے رائج کا بھی مشعل ہے۔ عا شاہ رکتا۔ وانکہ شاد و آخرا۔

پھر اگر اس موضوع کے متعلق ہم کو قدیم سے طغیانی رہے اس لیے اس مضمون کی تصدیق و مبالغہ کرنے کا ہم کو ہمیشہ موقع ملتا رہے جس اتفاق سے آج سے تیس سال پہلے اسی مضمون پر ایک مجبور و غازی مکتوب حضرت مولانا محمد تاج صاحب قدس سرہ کا تقریر کروا دیا میرے ہاتھ آ گیا تھا اور مجھ کو اتنا پسند آیا تھا کہ میں نے اس وقت اس کی ایک نقل لے کر اپنے پاس رکھ لی تھی اور انہی شکر کہ اب بھی یہاں وہ میرے ہم کے ساتھ موجود ہے۔ اس کے بعد جب قسمت نے مقتدرین و ستارہ خیرین کی چند کتب کے مطالعہ کا موقع بخشا تو اندازہ یہ ہوا کہ جو کچھ ان متفرق ادواق میں کچھ اور اتفاقاً اس مکتوب میں کچھ ملے گا وہ سب موجود ہے۔ پھر حضرت مولانا کی فطری ہمت پسندی سے طرز استدلال کا اس پر ایک اور ایسا نیا رد فن چلا رہا ہے کہ وہی استدلال جس کو لڑکچہ جاسکا تھا اب فلسفیانہ بن گیا ہے۔ مجھ کو اس کا تصور بھی نہ تھا کہ کسی مناسب صورت میں اپنے عقائد و افروں کے سامنے کبھی اس کی پیش کر سکتا ہو مگر انہی شکر کہ آج قدرت نے مجھ کو اس کا موقع نہایت فراہم کیا اور غری صورت کے ساتھ میں اس کو آپ کے سامنے پیش کرنے کا شرف حاصل کر رہا ہوں۔ یہ آپ کو معلوم ہے کہ پہلے فارسی زبان ہی مجھے زبان تھی اسلامی معلومات کا پڑا ذخیرہ اسی زبان میں منتقل ہوا ہے۔ حضرت مولانا قدس سرہ اس میں بھی تمام علماء سے جدا گانہ اپنی ایک امتیازی شان دکھاتے تھے۔ پہلے فارسی زبان میں فارسی زبان تو بالکل متروک ہی ہو چکی ہے اور اردو بھی ترقی کرنے کے لیے کبھی سے کہیں جا رہی ہے۔ پھر فارسی طویل مدت گزر جانے کی وجہ سے میری نقل کہ قربر جگر سے شکوہ بھی ہو چکی ہے۔ میں نے اس پر بھی تھوڑا سا وقت خرچ کیا تو کہا کہ اگر سنی المذہب اس کی تصحیح کر دیں پھر اس کا ترجمہ بھی کسی حد تک قابل فہم کر دیں۔ اس فکر میں زیادہ میں اس لیے نہیں پڑا کہ کہیں مصنف کا اصل مقصود ہی قوت نہ ہو جائے۔ اب آپ پر سے غور کے ساتھ میرے تقریر کردہ مقالہ کو چھپیں جو اسی مکتوب کی روٹی میں لکھا گیا ہے۔ اس کے بعد اس سے زیادہ غور کے ساتھ مکتوب لکھ کر اس کے ترجمہ دیکھیں۔ دانش المیزان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مکتوب حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ

در خصوصیت انبیاء علیہم السلام ہم تحقیق حقیقہ کل طبعی

قرجسمہ آورد

مکتوب اصل بزرگان فاضلی

در حق انبیا علیہم السلام و در اسلام از صفات
و کما از قبل انبیا و بعد النبوة بر طور که باشد
معصوم اند. و این مسئله خود به هر چند که بظاهر
حق است اقول بالا بر است اما هر که از امور از فهم داد
ایمان ندارد بعد از تحقیق اصل موضوع اقول
که اگر خداوند تعالی چنانچه هر حق و دلیل و حکایت
در لفظ فاضل و صاحب دلیلی که باین دعوی و ادعا
مردم نام. برادر من در کلام اشرفی فرمایند
عقل و ان گشت و خصلت الله و تاجیه و
عجب که الله و تاجیه و تاجیه و تاجیه و تاجیه
رسول الله اسوة حسنة فرموده اند
و دعایت باجمل مطلق در ایت می فرمایند
و این طریقت است "و ما خلقت الجن و
الانس الا ليعبدون" و ما امره الا
ليعبد الله خالصين له الدائم

و مقرر که نزدیک انبیاء علیهم السلام صفات و کما از قبل
در جسم که در هر یک از معصوم و معصومین این نعمت
است قبل از این که در هر یک از معصومین این نعمت
اقوال بالا بر است اما هر که از امور از فهم داد
ایمان ندارد بعد از تحقیق اصل موضوع اقول
که اگر خداوند تعالی چنانچه هر حق و دلیل و حکایت
در لفظ فاضل و صاحب دلیلی که باین دعوی و ادعا
مردم نام. برادر من در کلام اشرفی فرمایند
عقل و ان گشت و خصلت الله و تاجیه و
عجب که الله و تاجیه و تاجیه و تاجیه و تاجیه
رسول الله اسوة حسنة فرموده اند
و دعایت باجمل مطلق در ایت می فرمایند
و این طریقت است "و ما خلقت الجن و
الانس الا ليعبدون" و ما امره الا
ليعبد الله خالصين له الدائم

رسول الله صلی بر من و آل من بعدی است واجب بر هر عالم
همه آپ کی اتباع اند هر یک از آپ کی حق کو نزد خدا و
لب اگر آپ کا حال با اقول می صحبت کا سوال بر تعلق
چون که صحبت می با آپ کی اتباع ضروری می باشد که حق
کریم که ارشاد کرد ما خلقت الجن و الانس لایعبدون
ترجمه می باشد و انسان کو صوت اس می باشد که هر یک از
معاودت می کردی. و دوسری بکار شدیدی و ما امره الا ليعبد الله خالصين له الدائم
مقصود اس بات حکم و ایلی که در و احسن که ساقی الله تعالی کی عبادت کیا کریں.

رسول الله صلی بر من و آل من بعدی است واجب بر هر عالم
همه آپ کی اتباع اند هر یک از آپ کی حق کو نزد خدا و
لب اگر آپ کا حال با اقول می صحبت کا سوال بر تعلق
چون که صحبت می با آپ کی اتباع ضروری می باشد که حق
کریم که ارشاد کرد ما خلقت الجن و الانس لایعبدون
ترجمه می باشد و انسان کو صوت اس می باشد که هر یک از
معاودت می کردی. و دوسری بکار شدیدی و ما امره الا ليعبد الله خالصين له الدائم
مقصود اس بات حکم و ایلی که در و احسن که ساقی الله تعالی کی عبادت کیا کریں.

ایک ہی جوت ہے، چاہے مشیونہ کہ مقصود ان دونوں آیتوں کو ظاہر ثبوت پر تامل کرنا انسان کی پیدائش کا مقصود لازم انسان ہستی کہ تصور بانست و صرف عملت ہے نہ کہ سمیعت اور اس کو صرف اس کا حکم دیا گیا ہے تو اب یہ کیسے ممکن ہو کہ سمیعت میں بھی اس کو اتباع کا حکم دیا جائے جس کی تفصیل یہ کہ کہہ چکے ہیں کہ اس کی ذات کے کچھ لازم ہوتے ہیں جس جگہ وہ ذات موجود ہوتی ہے وہ اس کے پر لازم بھی ضرور ہو چکا ہے اس لیے ان کو اس ذات کے لازم کہا جاتا ہے جیسے آگ اس کے لیے جلنا لازم ہے چار آگ بھی ضرور جلائی، اس قدر کہ اس کے موافق ہوا سے سامنے دو قسم کی مخلوق ہیں۔ ملائکہ و شیطنین ملن کی ذات کے لیے بھی کچھ لازم ضروری ہیں۔ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان کی ذات کے لیے کھلازم ہر پیکار الشیطان فرقتہ کھلازم اور ملائکہ کے لیے قرآن ہر پیکار ملازم وہ فراموشی میں ہرسانی و ملائکہ کی ملن گئی ملن نہ ہر ملائکہ و شیطنین ملن۔

”کان الشیطان لربہ کفوراً“
 ”ولا یحصرن اللہ ما أروھہ“
 ”و یضیعون ما یومروھن“
 جس شیطان و مصلحان و ملائکہ ملائکہ ان زمان لازم آمد و چون ایسا قدرتی مشرک و خورہ اس قرآن است کہ لازم ذات از خودم خود غم می باشد لازم ذات است کہ اسے دیگر غمی رود و چگونہ قرآن شدہ و اسے بعد و لا من و لا احد لازم آمد کہ در بعد ان خلط و محلا صلی و خضر سبب از ہوا و نوح پارہ و خیر بر تادہ بائے کہ ہر کمالی حیو خطرہ شر و دلی بود از ہوا و نوح خیر سے راف و غل جا و اتہ و رقیق فست تحت در بر تادہ و تادہ

ج کہ یہ امر بھی معلوم کہ ذات کے لازم ہوتے ہیں وہ اس ذات کے کھلازم دوسری جگہ نہیں پائے جاسکتے۔ اس لیے ملائکہ و ملائکہ کے کھلازم و فراموشی و ملائکہ و شیطان کے کھلازم و کھلازم کسی دوسری جگہ نہیں پائی جاسکتی۔ لیکن ان دونوں کے ساتھ یہاں ایک تیسری مخلوق اور فخر آتی ہے مینی حضرت انسان جس میں یہ دونوں (انسان) جمع نظر آتی ہیں اور ہر خلط و محلا صلی و نوح و آخر سبب یعنی انہوں نے نیک عمل کے ساتھ کچھ توبہ عمل بھی کیے ہیں لہذا حسب بیان مائیں ضروری ہے کہ انسان میں ہر لازم کادہ موجود ہے۔

اور مصلحانی بھی اور نہ کمالی بھی و در ترائی اور مصلحانی و در مصلحان ان دونوں کے ذات کے لازم تھے عام بن جانشینے۔ ان احسن سے انسان کی ترکیب پر یہ استدلال دیا ہی ہے جیسا کہ فاسر عدم آید کہ لازم ذات ہمہ شدہ اندر صفت مثل ترکیب اولیاء اور سے اس کی ترکیب پر ظاہر ہے کہ انسانی از میں و تسمیہ و بنان باشد نہ بر تادہ ترکیب اولیاء مرکب از انسان کے لیے فاسل و اس کے اجزاء ترکیبی

اس طرح خاص شہیدہ بکر چنانکہ از خواص بارہ
 ریاست و طہارت و ہیئت و حرکت کہ در
 اجسام مرکب یافتہ میشوند و لازم وقت
 خاک و آب باد و آتش اندہ ترکیب اجسام
 مرکب از حی اجسام چنانکہ نہ پدید آمدند
 نسبت کہ وقت آفرینش اگر نسبت چھن
 ترکیب اربع انسان اور شادانہ و عنصر علی
 و شیطانی ہے تو ان ہر گوناگونہ اشیاء
 پدید آمدنہ دیگر باشندہ اندہی صورت لازم
 اشیاء کہ ذات و بارکات حضرت فلاضر
 موجودیت سرور کائنات علیہ و علیٰ آلہ وسلم
 و مخلوقات و مکمل التسلیمات از شانہ
 شیطانی میباشند و در تبار حق تعالی نہ
 صورت ہندہ ان گرا از لازم ذات سید
 مفلحت ہندہ ہی تو ان گفت کہ ہر چند کہ
 ذات خضرین حضرت حبیب رب العالمین
 جنوری از نوع شیطانی است لہذا حیوان
 کہ لازم آن ہندہ این مادہ مفلحت خود را
 اشیاء ثابت ثبت بلایا مارغور از شانہ
 مادہ شیطانی و غیر حضرت سرور دنیا علی
 علیہ و سلم ہندہ تبارع سلطان رافضیست
 تو کہ از کتب ازیان عارضی حال او شانہ
 شہد و نگاہ از حیوان چہ آفسہ ہن اگر ہر گوناگونہ تبارع او طوائف فرود شود پس ای نیز از شانہ خود و اندہی
 صورت فصیح این صبر و عجز از کتب و اندہی مختصین لہذا الدین چگونہ تو ان شدہ و چون ہلشا و گناہی و
 باشد کہ ہن ہاں مادہ شیطانی است لازم آمد کہ حضرت سرور دنیا علیہ و سلم مصروفان از شانہ

ہر نے کائنات بھی ہاں ہے پاس بجز اس کے اور کوئی نہیں ہے
 کہ جو ان عناصر کے لوازم ہیں مثلاً رطوبت، ہیئت و حرکت
 اور حرارت یہ سب انسان میں موجود نظر آتے ہیں۔ رطوبت کہ
 دیکھ کر یہ بانٹا پڑے کہ آب جس کے لیے رطوبت لازم ہے
 انسان میں موجود ہے۔ اسی طرح بقیہ اثرات کو دیکھ کر بھی تسلیم
 کرنا ضروری ہو گا کہ اس میں باد و آتش و خاک کے عناصر بھی موجود
 ہیں۔ درخشاں کوئی شخص جو اس سے انسان آفرینش کے وقت ان
 اجزاء کا مشاہدہ کیا ہو پس جس طرح ہم نے یہاں صورت لوازم
 کے وجود سے ان عناصر کے وجود پر استدلال کیا ہے اسی طرح
 عام انسانوں میں اعمال صالحہ اور افعال سیئہ کے اثرات کو دیکھ
 کر تسلیم کرنا بھی لازم ہو گا کہ اس میں وہ دونوں قوتیں بھی ضرور
 ہیں جس کے یہ دونوں ہیں یعنی مادہ کلی مادہ شیطانی۔ اس قسم
 کے مہذب پر ضروری ہو گا کہ حضرت علی علیہ و سلم و شیطانی
 سے میرا ہوں۔ ورنہ اگر آپ کی ذات اندہی میں بھی یہ مادہ موجود
 ہو تو یہ لازم آئیگا کہ جو اس کے لازم ہیں یعنی عصیت و کلمی آپ
 کی ذات میں موجود ہوا علیہ از شانہ اور اگر تسلیم کر لیا جائے تو جب
 تو ان کریم ہر سلسلہ میں آپ کی اتہا کا حکم دیا ہے تو یہ بھی لازم ہو
 گا کہ اس عصیت میں بھی آپ کی اتہا ضروری ہو۔ حالانکہ تو ان از
 انہی عقیدہ کا اندہی تھوہین کہ لہذا تو ان میں جس کے ساتھ فرما دیا گیا
 ہو کہ تم کو صرف دہاوت کو لای حکم و ابلیس سمیت کا نہیں۔ یہاں
 لب اگر عصیت میں بھی آپ کی اتہا تسلیم کر لی جائے تو پھر علی
 ہو جائیگا۔ سنا مانا پڑیگا کہ آپ میں مادہ شیطانی جو رہتا رہتا ہے
 شہد و نگاہ از حیوان چہ آفسہ ہن اگر ہر گوناگونہ تبارع او طوائف فرود شود پس ای نیز از شانہ خود و اندہی
 صورت فصیح این صبر و عجز از کتب و اندہی مختصین لہذا الدین چگونہ تو ان شدہ و چون ہلشا و گناہی و
 باشد کہ ہن ہاں مادہ شیطانی است لازم آمد کہ حضرت سرور دنیا علیہ و سلم مصروفان از شانہ

گناہ صمیم باشند یا بدینہند کہ رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم را اور شاہ و غیر ایند
 فہند اھم و اقدس و ابرار و ارشاد
 تیرا تو را مطلق شدہ است تخصیص
 تو را خدا تعالیٰ و تخلیہ فیہ اذاعلاق و
 احوال نیست و ہم مقرر است کہ چون صلہ
 رہے قرینہ حذفت میگردد چنانکہ در حد
 کبر صلہ کبر و حدت فرمودہ اند سبب حد
 بتسمیہ می باشد لکن کبریت اللہ تعالیٰ حصص
 با حد نیست پس لازم آمد کہ حضرت و
 دیگر انبیاء و عیسیٰ و السلام نیز از ہی
 حبیب مبرور شدہ علامہ ہمیں روایت حالو
 غضب ملا میفرماید علی غیبہ احدی کا
 من اتقنی من رسولی فاعل ارتقی
 غیر است راجع بسوی خدا تعالیٰ و غیر
 معقول کہ راجع بسوی من است لکن
 باز ارتقانی را مطلق و اشد از معنی این
 فقرہ اند کہ ارتقانی فی الزوال و الی
 از خلاق لونی فانی الامر و ہدای
 ہر روز و رسولی فتنہ اند و پیدا است کہ
 خداوند من رسولی بیا نیل مست و غیر
 ان۔ لہذا ضروری انا کہ ہر خدا مبرا ماند
 رسول محبوب و مرضی خداوندی باشند
 پس فراموش کردہ رسولی ہیں۔ لہذا ثابت ہوا کہ رسول بتسمیہ بھی جس سبب کے سبب اللہ تعالیٰ کے محبوب و در لغت میں
 اور وہ بلا تخصیص ہر بات اور ہر ادا میں محبوب و مرتقی ہوتے ہیں سبب اگر ان سے صحبت کا معبود ممکن ہو تو وہ علی

موجود نہیں، ان پر لکن یہ صبر و خیر و کبر و دو طرف کے معبود کا نشانہ
 لہذا تعالیٰ ہے۔ لہذا حبیب آپ ہی یہ مادہ شیطانی نہیں تو آپ کمال
 قسم کی صحبت سے معصوم ہوا بھی ضروری ہے و سبب وہی یہ ثابت
 کہ اس بیان سے صرف آپ کی ذات کا معصوم ہونا ثابت ہوتا ہے
 جمیع انبیاء و عیسیٰ و السلام کا معصوم ہونا کسی دلیل سے ثابت نہیں ہے
 تو قرآن کریم میں آپ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ فیہدوا و اقدوا آپ
 انبیاء و صالحین عیسیٰ و السلام کے طریقے کی پیروی کیجیے یہاں بھی
 آپ کو ان کے طریقے کی پیروی کرنے کا مطلق حکم دیا گیا ہے کسی کو
 تو فی نفس کی تخصیص نہیں کی گئی۔ اور یہ خود کا قاعدہ ہے کہ جب صلہ
 حذفت کرتے ہیں تو وہاں مبرا محسوس ہوتا ہے جیسے اللہ اکبر میں و کبر
 یہاں یہ بیان نہیں کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کس سے بلا ہوس کا مطلب
 کیا ہے کہ ہر چیز سے بلا ہے اسی طرح جب یہاں یہ نہیں فرمایا گیا کہ
 کس بات میں ان کی پیروی کیجیے تو ثابت ہوا کہ مراد ہے ہر بات
 عیسیٰ۔ لہذا انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح جملہ انبیاء و عیسیٰ و السلام
 کی معصومیت بھی ثابت ہو گئی اس کے علاوہ قرآن کریم میں ایک
 اور ماہر دلیل بھی ہے جس سے جملہ انبیاء و عیسیٰ و السلام کی معصومیت
 ثابت ہوتی ہے۔ تاکہ غضب اللہ فعل ارتقانی میں و ارتقانی کی تفسیر اللہ
 تعالیٰ کی طرف فرمائی ہے۔ یہاں بھی فعل کو مطلق رکھا گیا ہے جس کا
 ترجمہ ہے کہ جس کو بھی اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے۔ اور اس کی کوئی
 تفصیل نہیں کی گئی کہ حق تعالیٰ کی اس رضا کا شش دانہ کسی
 خاص عمل کے یا کسی خاص قول کے ساتھ ہے۔ تو ماننا چاہیے کہ
 یہاں بھی عموم و اطلاق ہی مراد ہے اور زمین و رسولی میں من چونکہ
 بیا نہیں ہے اس لیے ثابت ہوا کہ من ارتقانی میں جن کو اللہ تعالیٰ
 پسند فرماتا ہے وہ رسولی ہیں۔ لہذا ثابت ہوا کہ رسول بتسمیہ بھی جس سبب کے سبب اللہ تعالیٰ کے محبوب و در لغت میں

اس کے بعد یہ بھی کہ جس طرح چاندی اور سی کے کو سوتی پر اس سے
گھستے ہیں تاکہ اس کا کھرا اور کھوتا ہونا معلوم ہو جائے۔ یہاں کو سوتی
پر گھسنے سے جو گیریں پیدا ہو جاتی ہیں وہ خرد و مقصود نہیں ہیں بلکہ
وہ چاندی اور سونے کے کھرے یا کھرے چسے کا صرف ایک عیاں
ہوئی ہیں۔ اصل قدر و قیمت اسی چاندی اور سونے کی ہوتی ہے۔
اسی طرح عناصر و روحانی معنی اخلاق و ملکات اور انسانی افعال و کردار
کی مثال ہے۔ یہاں بھی اعمال کی تشریح کا اصل مقصد اخلاق و
اخلاق و ملکات کا استخوان پر چنانچہ ارشاد کر خلق الموت و الحیات
لیبد کہ ایک اور احسن علامہ تنگی و عورت کو کہہ گئے ہیں۔ لیجے پیدا
کئے ہیں تاکہ تمہاری آواز فاش کریں کہ تمہیں یہ لحاظ رکھنا چاہیے کہ
ہر۔ دیکھئے انسان کی داد و دہش کا کل اس کا شاہد ہوتا ہے کہ
اس میں فکر و سخاوت موجود ہے، اسی طرح اس کی مسرور آواز
اس کی دلیل ہوتی ہے کہ اس میں شجاعت کی صفات ہیں۔
یہ علی بن ابی طالب انسان کے جتنے اعمال بھی ہیں وہ سب وہ
حقیقت اس کے ان اخلاق کی دلیل ہوتے ہیں جو اس میں پیش
موجود ہیں۔ یہاں بھی کو سوتی کے خطوط کی طرح علویہ اعمال و مقاصد
ضمنی ہوتے ہیں۔ بلکہ اصل مقصود و کفنی اخلاق و ملکات ہوتے ہیں اور
یہ اعمال اس پر دلیل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ازاں آخرت میں تمام
قیمت انسان کے ان معنی اخلاق ہی کی ہے۔ اسی بنا پر ضروری ہوا
کہ اہل عظیم السلام کے یہ عناصر و روحانی معنی اخلاق و ملکات جو کہ
مبدأ اعمال ہیں سب کے سب حسنہ اور رب عزت کی نظر میں
پسندیدہ ہوں۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ بعض پسندیدہ اور بعض غیر
پسندیدہ ہوں۔ ورنہ ان معنی میں رسولوں و رسولوں کو باگسی کشام
کے پسندیدہ و فرمانا کر کر مستقیم ہو سکتا ہے۔ لہذا جب حق کے سلسلہ
اخلاق و ملکات پسندیدہ حق ہو گئے تو ان کے جملہ اعمال کا بھی حسنہ ہونا

و جہش یا ہر است کہ چاکر زرد و غروہا پر سوار
مسدود میگردد باطن از غافل سلطنت و شریکین
استخوان عناصر و روحانی معنی اخلاق و ملکات
و قوی با اعمال و ملکات ایک از بر تیز شود
چنانچہ خرد و سفر یا بند۔ لیجے کہ ایک اور احسن
معللا و ظاہر است کہ نفس و داد و دہش باز
تیز و ملکات و مسرور آواز آواز شجاعت
و در مدہ نہیں جملہ افعال از آواز ملکات قوی
و اخلاق کا معنی باشند و این آثار افعال
را با آن اخلاق و ملکات ہوا نسبت است
کہ خطوط سیاہ را با آواز غروہا میں چنان کہ وہ
زرد و غروہا قدر و قیمت ہواں زرد و غروہا باشد
زبان خطوط را و مقصود اصلی و محبوب زرد
غروہا و زبان خطوط ایک آن خطوط قطعاً مظہر
حسن و قبح زرد و غروہا باشد اصل مقصود
محبوب و بیچ و در طلب ہیں را ان تصدیر
است اصل محبوب و مقصود و مطلوب اخلاق
و ملکات و افعال و دہش و آواز عزت و اصل قدر و قیمت
ہواں اخلاق و باشند تا میں اعمال را میں اعمال
مظہر آن اخلاق و ملکات اند ز بدلت خود ہو
اور معنی قدر میں صورت ضروری است کہ ہر
اخلاق و ملکات و قوی و در رسولان محبوب و
مرضی خدا تعالیٰ باشند این توان شد کہ بعض
از آثار و ملکات و ملکات و بعض از آن
علاقت مرضی و ز اخلاق و افعال باطل گرد

گواہی کا ذکر میں مصروفیت سے مراد نیست و نبی از حد
 اور کہ ضروری است و از انکہ بعد از قیام بارود
 اس دسلی کہ بدگن صحت یا تہ اور وہ اند بیان
 ایمانی ضروری اند کہ ہر کہ مصداق من اور قیام
 باشد رسول شرف ضروری است ہر نصیبہ
 باشد کہ سوا انہا بکسر را بمصوبیت اعلیٰ نفع
 حدود و حصصا منیرہ باشد کیر و صفت نواں
 کہ مگر نفع از حدود و حصصا منیرہ کہ مصوبیت
 اعلیٰ قریبہ حصصا منیرہ باشد در غیر و
 از انکہ شش آب گرم کہ اوقات خود بخور شد
 ضروری حصصا از خارج ہم نمی توں ضروری
 حرات خارج از ذات خود بخور شد ضروری
 حصصا از خارج ہم نمی توں شد آدمی بدر
 مکان ضروری حصصا از انہا از ضروری آن
 شگاہ میداند چنانچہ ضروری اند کہ لک نصوب
 عند الصوۃ والغشاء اند من عبادنا الخلفیہ
 اگر انکہ بعض اقسام مصوبیت از ضروری خارج
 باشد بالعموم آیت بر اسکان ضروری ہم دالت
 دارد و در ضروری ہر کار از ضروری و ضروری اند
 انہا ہر شاہ و مست و نہ یکا شہ و مست
 مصوبیت یعنی مذکور و مصوب با انہا مست
 ادیان را ہر شریک او شال ہر صفت توکل
 ہی گنہان ہی کہ اگر خارجی اسباب سے مصوبیت کا صدور نامشروع ہو تا تو بعد از آیت ان لا یخلفون علیہ لیسوا و علیہ یخلفون
 کو کوئی ذمہ ہی نہ رہتا۔ خدا کہ ہم ہے کہ مصوبیت با ہی یعنی کاس کی ذات میں صدراعظمی کا شل ہم ضرورت

ثابت ہوتا ہوا ان کی مصوبیت ہی ثابت ہو گئی من مطلقہ
 کے بعد من و علی ہی اسی نکتہ پر نہیں کہ علیہ من بیان
 لایسہ ہیں تاکہ معلوم ہو جلت کہ من و رسول ہی من مطلقہ
 کا بیان ہی یعنی جو شخص اس علم کے ساتھ حق سمائہ ہوگا
 کی نظر میں پستیدہ ہو وہ صرف ایک و علی ہی ہو سکتا
 اسی لیے نبی اعلیٰ السلام کے موا کسی کو اس میں سے
 مصوبہ نہیں کیا جاسکتا کہ اس سے گناہ کا صدور نا
 ممکن ہو یہ واضح رہے کہ گناہ صادر نہ ہونے سے یہی نہ ہوگا
 مراد یہ ہے کہ اس کی ذات میں وہ قوت ہی موجود نہ ہوگا
 حدود و حصصا کی متقاضی ہو یہ مطلب نہیں ہے کہ میں
 طرح اس کی ذات میں تا فری کر کے کا شمار موجود رہ
 اسی طرح کسی عارضی اور خارجی سبب ہی اس سے
 کوئی عمل ایسا نہ ہو کہ جس پر حصصا کا شہ ہو۔ دیکھو کہ
 با ہی ہی گری با ہی کی ذات سے نہیں ہوگا خدا سے
 پیدا ہو سکتی ہے اسی طرح انہا اعلیٰ السلام پر حصصا کو غلامی
 و امین کی وجہ سے طاری ہو سکتا ہے مگر قدرت ان کی
 نگہبان ہوگا کہ اور اس قدر سبب کی وجہ سے ہی تا فری
 سے ہی یعنی کہ چنانچہ ارشاد کر کہ لک نصوب عند الصوۃ
 والغشاء انہا من عبادنا الخلفیہ آیت دالت چنانچہ ضروری
 ہوتی ازل یہ کہ جو نفع سوا و لہا کی تعریف میں آتی ہو
 اس کا صدور کسی عارضی وجہ سے منتفی ہو سکتا ہو تو ہم یہ کہ
 سر اور خیرا کا منتفی خارج اسباب سے بیان ہی ہو سکتا کہ
 شہ کو اس امکان کے باوجود قدرت ان کے صدور سے
 ہی گنہان ہی کہ اگر خارجی اسباب سے مصوبیت کا صدور نامشروع ہو تا تو بعد از آیت ان لا یخلفون علیہ لیسوا و علیہ یخلفون
 کو کوئی ذمہ ہی نہ رہتا۔ خدا کہ ہم ہے کہ مصوبیت با ہی یعنی کاس کی ذات میں صدراعظمی کا شل ہم ضرورت

اِنَّ اُولَیْہِ اُولَ الْاَلْحَقُوْنَ کہ برحقیت اولیاء
 فرمودہ اند ہا میں معنی اشارہ وار تفصیل ایمان اجمال
 نہیکہ حقوق صیغہ اہم فاعل است و ضمیر شریع
 سدا ولید و مضمونش ہم یہ باشد محذوف لیکن فاعل
 انشاء ہمیں اجتناب از معاصی و غیر فضیلت پروریں
 جو بیشک کہ ماصن بتقی ہیں است کہ موصوف ہوتے
 انشاء معنی الفاعل باشد بر تقدیر والی المفعول محذوف
 نیست و ایں یہاں ماند کہ در بام بر شکل مشق
 وقت رفتار خود را از افتادن باز سدا زندہ با اجتناب
 گاہے پیشہ رو خود می افتد باز پائے آفتہ پرین تار
 بدگرایی میگردد کہ من ہم حریفہ در از افتادن نگاه
 بیا قسم کہ تو قسم غرض از بر تعریف کہ در کلام اشارہ
 مذکور شد عدم امکان قصد معاصی حتی بر آید کہ سے
 بشما است بجز آیت یثبت اللہ الذین امنوا لہا اولاد
 الثابت فی الخیرۃ الی نبی او فی الآخرۃ محذوف
 ثابتین و ظاہر از معاصی می بر آید زیرا کہ اطلاق اثبات
 اشارہ بجمال ایمان می کند فرمودہ اند المطلق بر دوہ
 العز و الکامل و بیاد است کہ کمال ایمان با علایت
 و صانع است از با استقامت و حب للقول الثابت
 بر ایں امر و علت دارد کہ و نحو ہاں ثابت میداد آں
 چیز ہمہ است لیکن پیدا است کہ آنچه در تحقیق قیل یثبت
 یعنی لا اللہ الا اللہ و اعظم است ہمہ طاعت و
 تقوی است لہذا بر ایں اگر گویند کہ مؤمنان کمال و
 بہرکت کہ آیت اللہ طاعت و تقوی ثابت می
 ماندہ بجا است و ظاہر است کہ ایں وقت محذوفیت از

انبیاء مطہم السلام کا غائب ہے اس معنی میں اعلیاء راشدہ
 بھی ان کے شریک نہیں ہیں۔ اولیاء راشدہ کی شان میں
 اشارہ ہے ان اولیاء اولیاء اولیاء الخ المفعول میان اولیاء کی
 شان میں متقی ہونے فرمایا گیا ہے۔ یہ اسم فاعل کا صیغہ ہے
 دس کے معنی ہیں کچھ نہ۔ یہاں بھی مفعول محذوف ہے
 جس کا مطلب وہی مجموعہ ہے یعنی تقسیم کی حصیت سے
 بچنے والا۔ اگر خود بچنے والا ہمارے کے لیے یہ لازم نہیں
 ہے کہ کسی بھی جائے۔ ہر سات کے موسم میں جب رفتہ
 چکے ہوتے ہیں۔ آدمی کوشش کرتا ہے کہ کھلے مگر پھر کسی
 پھسل جاتا ہے اور اگر جاتا ہے اس لیے کہ کہتے ہیں کہ جس
 نے بہت کوشش کی تو پھسل گیا اور نہ دے سکا پس
 آیت ہمارے صرف اثبات ہے نہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے
 جوا لیا ہیں وہ گناہوں سے بچتے ہیں مگر یہ کہ مصروف
 کائنات سے امکان نہیں جوتا یہ ثابت نہیں ہوتا۔ ہاں
 ایک اور آیت سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ
 کی رحمت امکان عصیان کے باوجود ان کو بھی گناہ کے
 از کتاب سے بجا ملتی ہے ارشاد ہے یثبت اللہ الذین
 امنوا لہا الاولاد الثابت فی ملیئوتہم الدنیا۔ یہاں ملذون
 امنوا یعنی مؤمنین سے مراد وہی اعلیاء راشدین جو گناہوں
 بھی بہ صفت مطلق کہی گئی ہے اور چونکہ مطلق سے فرد کا
 ہی مراد ہوتا ہے۔ اس لیے یہاں مؤمنین سے ملذون کے
 فرد کا ہی ہر گناہ و اولیاء باشندیں مگر آیت بالا میں جس
 امر ثابت و قائم رکھنے کا وعدہ فرمایا گیا جو وہ حسب قدرت
 آیت المفعول الثابت ہر مین کر مہر گریہ ہو کہ مگر مہر
 پر ثابتہ تدبیر نیچو سی فقی مطلق کی طاعت شہادت کی

معاشی ضرورت۔ مالی و غیر معاشی معصومیت بہر
 دنیا و مافیہ طبعیت بہر اولیاء و اکثر ہر دو متحد المعصوم ہی
 ستا بعد و غیرا پر بحال نسبت و درازن شانہ افتد و یہی
 بادہ ہم چیز ہے رقم بہر دوم باقی ماندیکہ اس پر تمام مسلم
 و مشرکوت از یکجا فاسقند اگر بادہ مذکور بود معصوم و
 جزائرم حال بود جزا برایش۔ میں است کہ افعال را در
 جست است یکے نیست و مبادی و تکرار معصوم
 کافعال توان گفت دوم یکدیگر ہدایت آنکہ نظر آن
 توان خواندہ میکن پیدا است کہ معصوم و نظر با یک
 و تیر و خدا شتر اندیکہ نفس۔ یک نظر بہر معصوم
 افواج نیات بلکہ خاص یک لہجہ ہم زبان متفق
 اند و یہی صورت میماند شد کہ یکے و نظر ہے
 و در جودہ تر معصوم و شئی باشد بانی از ہی قدر انکار
 خواب کو کہ بعضی مظاہر بر تعلق معصومی با بعضی معصوم
 دارند و از یہی جست و در صورت معصوم و ان از معصوم
 دیگر مستند و با غلط اندازد و خود با معصوم و دیگر سازد
 مثل یک صلوٰۃ احمی و یہی صورت خاصہ از کوثر و
 حور و خلق طبعی با معصوم خاص کہ افعال است

افعال کی صورتوں کو بعضی معصوم و نسبت کے ساتھ طبعی

دیکھا پوچھو کہ دس نابہر اگر کسی فعل کا معصوم کسی دوسرے معصوم اور کسی دوسری نسبت سے جو میں کے ساتھ اس
 کو طبعی ربط و اسل منہ ہو تو کیجئے دیکھ کو یہاں مظاہر فلک جانا کہ اور وہ اس میں ربط کی وجہ سے یہاں بھی
 معصوم کے اتحاد کا حکم دیتے رہے۔ یہاں جو جانا ہے مثل مانگ خاصہ و بیات جو کہ کراڈ و جوس مرکب ہو اس کو خاص کہ

نہ حضرت مراد و مراد ہی اس تحقیق سے جازن فہم ہوا ہے اس کی بحث تو ہمیں اندازہ کر دینا چاہی معصوم اور
 معصوم عالم ہیں سے معصوم ہر قسم کے معصوم ہیں لیکن معصوم میں سبب غلبہ ان ہی نہیں جو اس لیے اس
 سے معصیت کا معصوم نہیں ہی نہیں اور معصوم کی قدرت نفس کے اس مرتبہ میں ہی ہوئی اس سے معصیت کا معصوم غلبہ ہو
 اور انشاء اللہ معصوم ہی چشت ذاتی ہوئی پر وہ اور وہی۔ خارجی اور داخلی و شائع و غائب۔

سید اور دایہ اور دیگر اعلیٰ نیات فاسدہ نیز
 لکھے خود دایہ سید اور زیر نیات دیگر مثل ریاض
 سعد سری برآمد لیکن چون وہاں غلطی نہیں کہہ کر
 شدہ و بادی النظر پر غلطی کہیں شہادت غرض
 ایسا شود وہیں دست کہ در حق مشائخاں سرور و مہینا
 او اس شدہ و نہ کہ غرض اس چہ کی ہو کہ آپ بھی
 جہ اندہ غرضت میں طوطی بعض بیکر تیار کی بعض
 افعال و مثل سب و شتم و نقصان ال و جان و دست
 و گریبان شدن یکے بد گریست و در شرف و اقبال آن
 طوطی خاص با حصین دست گروہ و بگاہ معدوم
 چیز سے دیگر شدہ باشد۔ مقام پر جو کشت مخون
 فساد معلوم ہر چند ہر نگ یک و گرا نہ لیکن جو کہ
 اس قصد دعا و دعا و قسا و اتحادی است طبعی گوشت
 بعض فی باشد و مظلوم طاعت نیز متواں شدہ ہیں
 است کہ پیادے از انسان صحت آں جادو
 ظلم و ستم نگاشتنہ ولی از حقیقت دین اسلام برشتہ
 اند چون ایں مقدمہ محمد شدہ سخن و دیگر کہ ہم آں
 سر نیز بایہ شہید علم و فضل الاعمال بالانیات
 و ان الله لا ينفذوا فی عبود کو اعمال کو نہ لیکن
 الله بنظرانی قلوب کو دنیا شکر دے کسوف ال
 جادو اعتبار و کا و باونی آدم ہر مصداق اعلیٰ نیات
 مبادی آں خود ہر دور سے پیچھے کہ در وقت اعلیٰ
 و دست خداوند اندازان حساب خود ہند فرمودہ اند
 صورت حقے از حسن و قبح از طرف معصوم و معصی
 مظاہر خدایہ اند و بد جرم آں حسن و قبح و در حق معصوم

ساتھ ایک ایسا رابطہ حاصل ہر جس کی وجہ سے غارت حاصل کے
 غلطی کے لیے بران بن جاتی ہے۔ ایسی ہر کسی غارت
 فاسدہ سے بھی یاد او کی جا سکتی ہے یعنی اس میں فاسدہ نیست
 بھی ہو سکتی ہے لیکن ایسی بھی غلطی کہ وجہ سے غارت ہر گز
 غالب ہی ہوتا ہے کہ وہ غلطی ہر آدمی و ہر کسی کو متا نہیں
 کے حق میں بھی یہ غارتی سرور و اعلیٰ نیات بنی جوئی کی اودان
 کے جان و مال و دین و نفس و طوطی و در زمان کے کلام خبیث
 تھا اس کے پیکر بعض اشکال و صورت کو بھی بعض معاصی کے
 ساتھ طبعی رابطہ ہوتا ہے جس کو سب و شتم و جملہ بد و قبیح
 غارت و غیر وہاں بھی نیات کے تفاوت کی وجہ سے ان افعال
 کے صفت اور طاعت ہونے میں اختلاف ہو سکتا ہو وہ
 ایسی طبعی ربط کی وجہ سے غلطی لگ جاتا ہے۔ ایسی وجہ ہے کہ
 جہاد کی صورت چرکتا حق کشت و دفن کے ساتھ شہادت
 رکھنی ہو کہ کشت و دفن کو خدا و فساد کے ساتھ طبعی ربط
 حاصل ہو اس لیے جہاد پر کشت و دفن کا ساتھ لگ جاتا ہے
 حالانکہ بعض فی اندہ کا غلط اور طاعت و ربانی کا مرتبہ جو
 ان کا غالب ہو گیا اس نظر سے گران کا مصداق اعلیٰ نیات
 ہے۔ اسی اشتباہ کی وجہ سے بعض کوتاہ فہموں کے لیے ترجمان
 کی مشروعیت حقانیت اسلام کے سمجھنے میں شبہ کا موجب
 بن گئی ہے۔ اسی مقدمہ کے ساتھ یہ بھی پیش نظر ہونا چاہیے کہ
 بمقتضائے انما الاعمال بالانیات اصل محاسبہ کا دار و مدار
 اعلیٰ نیات کے ہونا کے مقام پر اشکال انداز محاسبہ و غرض
 افعال کے مظاہر چند اوصاف پر نہ ہو بلکہ اصل حسن و قبح کا
 مدار ان کے معصوم یعنی جنوں پر ہوگا۔ اودان مستحق کہ انکے
 کی وجہ سے یہ ان کے مظاہر و اشکال پر بھی حسن و قبح کا حکم

لازم ذات و در حق مظاہر خاص و خواہر خاص
 اور صلوات آتی فی اللغات و معصوم حضرت علیہ
 علیہ و عات است مثل محمد و علاء و غیر ہوا
 ہوں تو انجمن باہیہ پیداشت و ہر چہ مصاد
 لفظ حسن بالذات و محمود و فن کا ثبات است
 اگر تفسیر است کہ آخر علاء طبعی با مصاد
 تفسیر و تفسیر است بد و حال معصوم و دست
 کہے کہ غلط فہمی باعث حرک اخلاق مجید
 گشتہ کہ ایسی پیکر ہاں واجبہ است مآں را
 خطا ہے اجتہاد کی یہ گفت دوم اگر غلط
 فہمی را در میں سلسلہ مدافعتیہ نہا شد یہ قسم
 را از لغات باید خواند مثال اول مناقشہ
 حضرت موسیٰ علیہ السلام با حضرت ہارون
 علیہ السلام و حضرت خضر علیہ السلام است
 و مثال ثانی معاملہ ہارون و حضرت یوسف
 علیہ السلام با و شان و قصہ کہ گفتن حضرت
 یوسف علیہ السلام بنام پدر چہ مصر را میں حرکات
 و یا حبشہ مصر را و از انھوں یوسف علیہ
 السلام محبت و دنیا میں جملہ یوسف و اخوہ
 و حبشہ الی ایسا صاف خود را میں نہ رگاہ است
 کہ باعث این حرکات عنایات حضرت
 یعقوب علیہ السلام ہو و علامہ است کہ یوسف
 علیہ السلام از حرک روزگار دامن وقت
 سرور نمود کہ عنایت ارشاد انجمن ہمال پوشت
 علیہ السلام موجب معصومیت ماضیہ و تہذیب
 نگاہ سلیکہ میں فتح ان مصاد کے حق میں تو ذاتی اور اصلی ہوگا
 اور مظاہر کے لیے ماضیہ لفظ اگر مصاد افعال بالذات فتح ہوں
 اور حق خالق کے نزدیک قابل بدست و قدرت ہوں پیچھے توجیہ
 کا امکان خدا و تکریم ہوا و ہوں یہ افعال ہر حالت میں ماضی
 شام و گئے کہ نہ کہ یہ افعال دیکھے ہیں جن کا فتح بالذات اور اصل
 ہو جائی نہیں اور جن افعال کے مصاد حسن بالذات ہوں اور
 خالق کا ثبات کے نزدیک عمدہ ہوں تو ان کے متعلق یہ دیکھنا ہوتا
 کہ ان کو مصاد و تفسیر کے ساتھ کر کے فہمی علاء تو نہیں ہے اگر یہ
 تو اس کی پھر دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ کسی غلط فہمی کی وجہ سے
 اخلاق حمیدہ ان مظاہر کے ارتکاب کا حرک بن سکتے ہیں دوم
 یہ کہ کسی غلط فہمی کا فعل ہی نہ ہو پہلی صورت کو خطا و اجتہاد
 کہا جاتا ہے اور دوسری کا نام زلت ہو حضرت موسیٰ علیہ السلام
 کا معاملہ اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کے ساتھ پہلی قسم میں
 داخل ہے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو سلوک ان کے ساتھ
 کیا تھا وہ صورت اس غلط فہمی میں تھا کہ بنی اسرائیل کے معاملہ میں
 ان سے کچھ نہ کچھ قہاں ہوا ہے اس کے برخلاف بلدا ان حضرت
 اور حضرت یوسف علیہ السلام کا معاملہ دوسری قسم یعنی زلت میں
 داخل ہے کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ ہارون بن یوسف علیہ السلام سے
 جو فعل سرزد ہوا اس کی بنیاد دنیا کی محبت نہ تھی بلکہ حضرت یعقوب
 علیہ السلام کا ان کی جانب غیر معمولی میلان تھا جب کہ اخوہ
 احب الی انھوں اس پر شاہد ہے اور ظاہر ہے کہ حضرت یعقوب
 علیہ السلام کوئی ظاہری بادشاہ تو نہ تھے کہ ان کے میلان میں
 کسی ظاہری نفع کا خیال پیدا ہو سکتا ہو بلکہ ایک نئی سچے جن کی
 محبت پر صرف آخرت ہی کا نفع باعث حد بن سکتا تھا اور یہ
 بھی ظاہر ہے کہ حد لازم محبت میں مصدغہ خواہ وہ دنیا کی محبت بھی

می شد و انہیں باعث عرفی حصہ برداروں پر کش می
آئے۔ بلکہ تو حضرت یعقوب علیہ السلام در سرب
برکات دینی بود و سرب محسوس و مقاصد عینی نہیں
آیا۔ حضرت برادران او تبار را حصہ اول و سرزدوی
دانی کہ حصہ اول و دوم نیست و آثار آنست قسم نیست
کہ باشد پس اگر محبت و نیوی، سہ حصہ نیز لازم
در حکم و اعتبار تاج آن خواهد بود۔ گوشت جلوتی
ست۔ میان حصہ آن سہاں حساب شد و در خواہ
شدہ باطل است۔ رنگ او شازاز تازیست و ساری
ای نماید کہ سہ پیکر تازیاد۔ پرگزہ و زلف و بین
اویں را جز میر خواوند و مرکب و دکن بگا و نگارند
و چند گنہ ام ایں را در قسم زلالت می شمارد و ہیں
اوست کہ منقہ شدہ و نہ فساد ذات الہیہ را
حالف فرمودہ و نہ و انہیں جاسوسی را حصہ الا فی
اشیاء پیدا شدہ باشد و ہم برود شدہ باشد کہ
دریں حدیث حصہ یعنی خداست عابست آن
خست کہ یعنی عجب غیر بزرگتر قسم نہ آنست کہ
کہ ربت ایں قسم حصہ ہم باید شد و بزرگ و کوب و طغاء
رسانی باید بر وقت نے بلکہ مراد آنست کہ
ای قسم حصہ کہ از آثار نیست خداوندی است نور
و عویش بریں کے و اختیار طبیعت جان و خدا بر
نست لازمی حادریالت کردہ و شی کہ در جم جیہ
برگزینست و در خطا و اجتہاد چنینست و بر خطا

و آخری اند اجس نیست۔ گو گامی کے حصہ حکم بھی اسکی
تاج جیہ چونکہ برادران پرست علیہ السلام کے حصہ کا
خداوندی نیست۔ یعنی اس لئے ان کے حصہ کا دعوت نہیں
خداوندی کے آثار ہیں۔ شمار ہوگا اس ضرورت کہ جو اس کا
غالب نسبت و کیا آباد و طبعاً تازیانہ تھا۔ یہاں ایک ظہر
ہیں جو صورت افعال کی ظاہری صورت پر نظر رکھتے ہیں اس
کو حصہ است۔ اور گناہی شمار کرنا نہیں چاہئے۔ نزدیک وہ
زلت میں داخل ہے۔ یہی وجہ تھی کہ ذات الہیہ میں
کے میں حصہ کا قطعاً خطا۔ دوسرے حضرت یعقوب علیہ
السلام کی سعادتی پر بارگاہ رب العزت میں سعادت
پہنچی۔ اس قسم پرست و حدیث لا حصہ فی الاشیاء
کے معنی یہ کسی تاویل کی ضرورت نہ دی کہ کہ گنہات
کے خداوند سے بعض مواضع میں حصہ کی گنجائش نہیں
آئی۔ اس بیان سے بظاہر مقصد یہ نہیں ہے کہ اس قسم کا
حصہ کرنا ایسا اختیار ہے۔ یہی درست ہے اور کسی مسلم کی
ایثار و مسائی غوا گئی ہی اچھی نسبت سے جو حال پرکتی ہے۔
بلکہ مقصد یہ ہے کہ جس حصہ کا باعث خداوندی محبت ہے
غیر اختیاری ہوئی ہے۔ اس لیے قابل درگزر ہو سکتی ہے
بر خلاف اس حصہ کے جس کی بنیاد حب دنیا ہو جس پر غیر
سے فرم۔ زلت اور خطے اجتہادی میں فرق واضح ہو گیا
یہاں سب کی صورت گواہی ہی نظرائی ہے مگر معنی اور
احکام کے لحاظ سے کہ میں طوائف پر تلے۔ جرم تصدق
معبیت کرنے کا یہم ہے۔ اور خطا اجتہادی اس ظلمی کو
کہتے ہیں جہاں خطا نہیں کا کوئی نشانہ پیدا ہو سکتا ہے۔ اس
کے بر خلاف زلت پر جہاں غلطی کا کوئی نشانہ تو نہیں۔ بظاہر اس میں احتیاط کے اور حقیقتی نظری ضرور ہے۔

ہر کچھ کے را از نسیم، مگر شرمی نشاید ہم در رفتہ
 اشکی کہ کذب و خیر و کشتا، تو ہمیں صد شوق
 بر حست خداوندی شدہ باشد و حکم و اعتبار و
 شمار ہاں صد خواہ بود اندرین صورت کہ نہ آت
 از خون پر سعت علیہ السلام را جرم نہاید گفت
 زلفت باید خواند باقی و جہت ہم ازین بیان
 خواہ داشت لیکن ایں قدر باید نوشت کہ در
 صورتی کہ مصد رکنہ مسفرہ باشد یا کبیرہ یا
 مادہ شیطانی شدہ پیش آید کہ اگر درین اثناء
 کہا تر نہیں چشمی نہوت برابر شمرند و صفائرا
 خصوص بزبانہ میں ہجرت نام شد و نقصانہ
 و خلو و شادائی بود کہ ہر دو یکساں ہی ہو و نہ در
 جرم میں تہجد معجم اعتری آید یا نیست کہ کہ تر
 بذات حق مقصود ہی باشد و صفائرا نہ کہ کہ تر
 ہی ہو و نہ قیج کیا تر نہ نیست صفائرا ذاتی جب شد
 و قیج میں عرضی چہ کیا تر را ہر یک مصد و میں
 مصد میں و دیگر ہی باشد و ذرائع را اسناد و کثیرہ
 ہی بود و انہم بسا اوقات شہدای بشو ہاں است
 کہ زمانہ یا ہر یک باشد و مصد و ہوس و کرا با اثناء
 و فرمود و دانی کہ اندرین صورت کہ کہ تر ہوش
 با اہرام و صفائرا بالعرض و قابل عرو فرخند
 ہر ذیل عروص و اطلاع قابلیت نہایت عمیر
 مثل اطلاع موصوف با اہرام ہوس و کرا
 از دست مع ہا تہجد مصد و کرا عرو نہ ہجرت
 ثانی را ہم اگر ایں علم میری آید بلیدہ و می میری

انسان شہادہ جاتا ہے و جیسا کہ خود زلفت کا لفظ جس کے
 سنی لغز میں اور پھیلنے کے ہیں اس پر دلالت کرتا ہے۔
 ابہ را یہ سوال کہ جب مصد رکنہ خواہد کبیرہ یا صغیرہ
 ایک ہی صفائرا ایں مادہ شیطانی تو پھر صاف رہنے ان دونوں کے
 مصد و میں حضرت انبیا علیہم السلام کے حق میں ظریف
 کیوں کی ہے تر ان میں مادہ شیطانی نہیں ہے تو پھر ان سے
 ہر دو نوع کا مصد و مصد رکنہ یا صغیرہ اور جس از نہوت
 اور بعد از نہوت کی کوئی تفصیل بھی نہ ہوئی چاہے تو اس کا
 جواب یہ ہے کہ کہا تر وہ گناہ ہیں جو ذات خود مقصود ہو
 ہیں اور صفائرا وہ ہیں جو بذات خود مقصود نہیں ہوتے
 بلکہ کسی کبیرہ کے لیے ذریعہ اور قید ہوتے ہیں اس لیے کہا تر
 کا قیج صفائرا کی نسبت سے ذاتی اور صفائرا کا عرضی ہوتا ہے
 کیونکہ کہا تر میں نیست فاسد کے سولے کوئی مادہ دوسری
 نیست ہی نہیں ہوتی اور ان کے ذرائع یعنی صفائرا میں مختلف
 نہایت بھی ہو سکتی ہیں اور ان صفائرا کے اختلاف سے ان
 افعال کا حکم بھی مختلف ہو سکتا ہے دیکھو زندہ جو کہا تر میں ہے
 مطلقاً حرام ہے خواہ وہ کسی کے ساتھ ہو اور ہوس و کرا اور جو
 صفائرا میں شمار ہے اگر اجنبی عورت کے ساتھ ہو تو حرام ہے
 گراہی ہوئی کے ساتھ حرام نہیں بلکہ مطلوب و محمود ہے یہاں تک
 صفائرا میں قیج ماضی برامی کہیں جو اللہ کیسے شہر اتوں کا
 قیج ہی کہا تر کی طرح کھد ہوا واضح اور ظاہر نہیں ہو گا و ہوس
 ہے یہاں دمی کی اطلاع کے بغیر حکم کا ہر مشکل ہو گا قیج
 کہیں عرضی ہے اور کہیں اصلی بات مصد کی قید صرف ایک
 حکم ہی کہیں کا حق ہوئی کوئی گراہی حقیقت کی اطلاع ہوئی
 کہ تو زندہ و دمی ہوئی ہے۔

۱۰۹۴۔ عَنْ أَنَسٍ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا اسْتَخْلَفْتُ خَلِيفَةً إِلَّا لَمْ يَهْطَأْ ثَنَابًا بِطَانَةٍ قَاتِلَةٌ بِالْحَبَرِ وَخَصْمَةٌ عَلَيْهِ رِبَاطَانَةٌ قَاتِلَةٌ بِالنَّمْرِ وَالسَّيْرُ وَخَصْمَةٌ عَلَيْهِ الرِّمَاحُ عَنْ عَصَمَةَ ابْنَةِ رُوَاهُ النَّبَارِيُّ فِي كِتَابِ الْفَقَرِ .

الرَّسُولُ الْكَافِرُ عِصْمَتُهُ فِي عَهْدِ طُغُولِهِ

۱۰۹۵۔ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا مَجْنُونٌ شَيْلٌ وَهُوَ يَلْعَبُ مَعَ الْفُلْكَانِ وَأَخَذَهُ فَصَمَّ عُنْفُوقَهُ عَنْ قَبِيلِهِ سَخِرَ مِنْهُ فَخَلَعَهُ فَقَالَ هَذَا حَظُّ

۱۰۹۶۔ ابوسید خدری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ جو غیبی نبی ہو، اس کے بے وقسم کے مشیر ضرور ہوتے ہیں ایک مشیر وہ جو اس کو نبی کہنے کا مشورہ دیتا ہے اور اسی کی رغبت دلاتا ہے اور دوسرا جو کفر کی کا مشورہ دیتا ہے اور نبی یا فقہ پر ہجو کرتا دہنا بکھڑائی سے مصلحتاً اور صحت و سچائی کے بغیر اس کو اللہ تعالیٰ لعنت فرماتے۔ (بخاری شریف)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معصوم عہد طفولیت

۱۰۹۷۔ اس سے روایت ہے کہ جبریل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اس وقت آپ بچہ کے ساتھ مکمل تاشہ دیکھنے میں مشغول تھے۔ انہوں نے آپ کو بچہ کر لیا اور غلبہ سہاگہ پھر کر اس میں سے خرینہ بہتہ کا ایک ٹکڑا نکال دیا اور کہا کہ آپ میں یہ خدا شیطاں کا حصہ جس کو میں نے نکال کر

۱۰۹۸۔ حدیث مذکور پر امام بخاری نے ایک قول ان امام و اہل مشورہ کا منقول کیا کہ ان کے خالفا اس طرف اشارہ فرمادیا کہ کہ یہاں مشورے وہ مشیر مرہیں جو غریب و غائب کے ساتھ عام و پرہیزگار تھے۔ اس وقت حدیث مذکورہ کا حلق فرشتہ اور شیطان کی خیمہ و شکر کیان و طاقتوں کے درمیان تھا کہ ان کے ساتھ بہا رہتی ہیں۔ اگر یہ ظاہر ہے کہ یہ اس کی طاقت کا پوری مشیوں سے فخر و شکست کی جو فخر و شکر ان کے درمیان طاقتوں سے بہا کیڑ کر تا تو نہ ہوگا اس پر ہا اگر حدیث کو عام لکھا جائے تو اس میں بھی معذرت معلوم نہیں ہوتی۔ حدیث کا فخریہ نہ یہ کہ یہ کہہ کر مقام عصمت یعنی وہ مقام کہ انسان شیطاں یا خط مشیر کا کوئی انقباض نہ کرے یہ ہے جس کی بات نہیں جس کو اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے یعنی محفوظ نہ ہو کہ وہ شان مرتبہ نبیہ و اسلام کی کوئی نگران کو خدا اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی پادشہ کے لیے لکھا۔ اگر یہ کہہ دے کہ یہ اس کی طرف سے ان کو بچا ہوا ہے ان کے مشورہ و نصیحت انسان ہیں ان کا معاملہ ظہور میں ہے۔

۱۰۹۹۔ خدیجی قرآن مجید سے قرآن اب اس لیے کہ گناہوں کا ماب وہ وقت آچکا تھا جبکہ وہ اس سے بڑھتا ہو گیا انسانی میں وہ ظہور کر رہا تھا۔ اس لیے کہ یہ کہیں خاکہ وہ غالب انسانی کے خواص سے کبھی خالی ہوتا۔ مگر قدرت پاک آتی ہے کہ یہ غالب بھی تمام دوسرے لہجوں کے ساتھ اور عبادت ہے اس لیے اس کا مہر ہے وہ اپنے مستحق خدیج قرآن مجید کے وہ ان کے سب سے مقدس نبی کے اس کو صاف کرتا ہے جو یہاں کے غالب انسان میں اس کو ظہور دیتا ہے

تَنْكَرَ أَشْرَ قُلْتُ أَرَأَيْتَ أَشْرَ الْخَيْطِ فِي صَدْرِهِ - رواه مسلم

الرسول الأعظم وعصمة أئمة شيا

۱۱- عن علي بن أبي طالب قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ما كنت
يعرفهم من أهل بيته هليلج يهيمون به إلا أمرت أن يخرج من المذخر كل ما يعينهم الله
قلت يعني كان من خزائن باطن تلك في أقطابهم قلت قرأ في أخبار علي بن أبي طالب
عليه السلام أنه قال سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول ما كنت أعرفهم من أئمة شيا
أشركت فيهم من حيث هو من سلالتي كاشان آب کے سب سے مبارک میں دیکھا کرتا تھا۔ (مسلم شریف)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معصوم عہد شباب

۱۱- حضرت علی روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بچے کے طور پر دیکھا تھا کہ میں
ناشائست حرکات کا جاہلیت کے لوگ عام طور پر راہ دیکھتے تھے بجز وہ مشرب کے میرے دل میں کسی ان
کا غلط بھی نہیں گزرا اور ان دونوں مرتبہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے مجھ کو ان میں شرکت کرنے سے بچا دیا ایک
مرتبہ تو ایسا ہوا کہ ایک قریشی نوجوان جو کہ کرمر کی باؤنی صاحب میں اپنی کھیاں چلایا کہ اتنا میرے ساتھ
تھامیں لے اس سے کہا تم فدا میری کبریوں کی بھی دیکھ بھال رکھنا میں بھی اور نوجوانوں کی طرح کہ کہہ کر
فساد گرائی کے فتنے کا مادہ کر۔ انہوں نے اس سے کہا اچھی بات کی جب میں چلا اور کہہ کر مر کی آبادی کے قریب ایک
سے زیادہ اس آڑک مڑو میں پڑا کر دوں نہیں حق خانی چاہتا ہے کہ ہر ملکہ خلافت کا مقصد ایک بشری کے لئے ہے
اگرچہ وہ جو کہ قدرت کے اس راہ کو نہیں سمجھتے وہ چاہتے ہیں کہ یہ ہم مقصد جس رسول کے ہیں پورا ہر وہ ملکہ خلقت کا
رسول پر یاد رکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خلقت جس کتب کی بشریت ہی سے انکار کر دیا جلتے ہیں کہ کاپل بشریت
کی وجہ سے جس بشری کی انصافیت کا جین پیدا کر دیا جلتے ہے

بزرگ کاشان کہتے ہیں تو ہر سال سہ ماہی صاحب فطراں غلام ہو

اس تفصیل سے آپ نے جو کچھ ہم نے دیکھا کہ وہ دنیا میں پہلے سب ہی معصوم ہوئے تھے لیکن ان کی عصمت کے ساتھ نہیں جیتے کہ
ان میں سے کہتے ہیں کہ میں بھی پہلے سے اور کوئی ان میں جا ہوا بھی ہوتا ہے لیکن ان کی عصمت کا مطلب ہے
یعنی جو کچھ انوں کے لئے قدرت ان کے ان افعال پر ظہور کھینچ دیتی ہے اور وہ انہیں خدائی کریم و معصوم ہیں
جس کی معصوم شہرت اور طرح طرح سے معصوم بنایا جا رہا ہے کہ گناہ کا عہد و نور ان میں بھی ملتی ہے جس کی
طرف میلان بھی کر رہے ہیں لیکن وہ معصوم ہیں جو گناہ کن جلتے ہیں نہیں اب خداوند فرمایا ہے کہ جس قسم کے معصوم ہیں اس طرح
عصمت کو کٹ کر رکھو یہ جلتے ہیں تو جس قسم کی عصمت کا عالم کیا ہو گا

۱۱- علی بن ابی طالب روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قبل آپ کے عہد میں حکم اخذ

تَبِعْتُ عَمَاءَ وَمَوْتَ دُحُونِ وَذَوِ قُلْتُ مَا هَذَا قَالُوا هَذَا كُرُوه جَرْمَانَهُ كُرُوه مِنْ قُرُونِ
 قُلْتُ بِذَلِكَ الْبَيِّنَةِ وَبِذَلِكَ الْمَقْرُوبِ حَتَّى غَلَبَنِي عَيْنٌ قَسَا أَفْطَنِي بِإِلَاسِ الشَّمْسِ مَرَجَتْ
 إِلَى صَاحِبِي فَقَالَ لِي مَا قَصَبْتَ فَاتَّخِذْهُ نَسْرَةً قُلْتُ لَمْ يَكُنْ لِي أُخْرَى مِثْلَ ذَلِكَ فَقَعَنْ قُرُونِ
 تَبِعْتُ مِنْ ذَلِكَ قَبِيلٌ لَمْ يَكُنْ لِي قَالُوا بِي قَالُوا بِمَا تَبِعْتُ حَتَّى غَلَبَنِي عَيْنٌ قَسَا
 أَفْطَنِي بِإِلَاسِ الشَّمْسِ مَرَجَتْ إِلَى صَاحِبِي فَقَالَ لِي مَا قَصَبْتَ قُلْتُ مَا قَصَبْتُ شَيْئًا قَالُوا
 مَا أَكْثَرَتْ بَعْدَ مَا يَسْئُرُ مِمَّا تَفْعَلُ أَهْلُ الْبَحَا هَلْ بَرَحْتَ أَكْثَرُ مِنْهُ دَقُّهُ مَبْنُوتٌ رِيبَ دَعَا بِن
 رَا حُورِي فِي مَسْنَدِ دَابِ مَصْحَابِي وَالْبَزَادُ وَالْبَيْهَقِيُّ وَابْنُ بَيْعِيمٍ وَابْنُ عَسَا كَرَّ خَلَّابِينَ هُوَ اسْتَدَاهُ
 حَسَنٌ مُتَصَلٌّ وَرَجَاءُ نَفَقَاتٍ - كَذَا فِي الْخَصَصَاتِ -

مھر کے نزدیک پہنچا تو میں نے کہنے دیا اور باجوہ بگائے کی آواز میں نہیں۔ میں نے پوچھا کیا ہو رہا ہے تو لوگوں
 نے کہا فلاں تویشی شخص کا فلاں عورت سے نکاح ہو رہا ہے اس کے گھنے بھلنے کے قصہ میں پھر قصہ گوئی
 کی فصل کی حرکت سے غافل ہو گیا اور اس زور کی میندائی کو پھر دھوپ کی تیزی سے ہی میری آنکھ کھل
 میں پہلے فیر کے پاس لوٹ آیا اس نے پوچھا کہو یہاں سے جا کر تم نے کیا کیا میں نے ادا دل تا آخر
 سارا جوا اس کو شایا۔ ایک شب پھر میں نے اس سے ایسا ہی کہا وہ راضی ہو گیا اور پھر میں قصہ گوئی
 کے لیے نکلا پھر مجھے گھٹنے کی آواز آئی وہ جیسا شادی کا قصہ جسے پہلے کہا گیا تھا اس مرتبہ پھر وہی بھر سے
 کہا گیا۔ اس قصہ میں گنگ کس پھر ایسا غافل ہوا کہ مجھ کو خینا گئی مئی کہ دھوپ کی تیزی سے میری آنکھ
 کھل۔ جب میں لوٹ کر اپنے دھین کے پاس آیا تو اس نے مجھ سے پوچھا کہو یہاں سے جا کر تم نے کیا کیا میں
 نے کہا میں نے تو کچھ بھی نہیں کہا۔ خدا کی قسم اس کے بعد پھر کسی میں نے کسی ایسی حرکت کا مادہ نہیں کیا
 جس کے حاجت کے لوگ عاری تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے خوفِ نبوت و کلمہ کو نواز دیا اور جلد ہی قصہ
 شعری و گنگا قریہ کا فنِ غزل کے خاتمہ چنانچہ گنگا کی سہاں اس طرح قدرت کی خوبی کا حاکم ثابت نہ دہلی
 تو حضرت عصمت کے مناسب نہ ہوتے اس لیے آپ کا ارادہ ہوا بھی ضروری تھا پھر ایسے سہاں بھی سامنے آئے مگر جی
 تھے کہ آپ اس میں حرکت نہ فرما سکیں۔ پھر غرض کو تو ایک بار ایسے سہاں پیش بھی گئے تھے تو دوبارہ پھر ایسا ہی کہوں
 ہوا۔ اور اس کے بعد پھر آپ کا قلب سبک اس خیال سے غالی کیوں ہو گیا؟ جب آپ ان سوالات پر چڑھ کر چکے تو
 جواب صرف یہ ہوا کہ حضرت عصمت کا قصہ ختم ہو چکا۔ پھر بھی قصہ کہنے پہلے کہیں بات کا بدلہ دلا وہ جو تھا اس کی
 حیثیت بھی کسی؟ موت تک ایسا نہ گوئی کی حرکت۔ یہ کوئی اتنا جاہل جو دم نہ تھا کہ اس زمانہ کے لحاظ سے اس کو بلائی کی
 صورت ہی میں شاد کیا جا سکتا مگر جو کہ نبوت کے پروردگار و صفا فطرت کو صدق و سفاقی کے احوال میں رکھنا مستلزم
 تھا اس لیے فرضی اضافہ سے ہی ان کو دور رکھا گیا اور اس طرح عصمت کے اسباق قدرت ختم و ختم پھر آپ کو راقبت کے
 من میں ہیں بڑھائی رہی

۱۱۰۲۔ حَرْفُ الْفَتْحِ وَشِدَّةُ الْقَوْلِ تَجْعَلُ مَا بَيْنَ عَيْنَيْهِمَا نَجْدًا أَتَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعْنَقُ مَعَهُ خَيْلُهُ الْكَبِيرُ وَعَلَيْهِ إِزَارَةٌ وَقَدْ لَبَسَ ثِيَابًا
 بَيَاضًا أَجْمَعًا نَزَلَ لَهَا إِذَا دَنَا فَحَمَلَتْهُ عَلَى سُرْسُكَةٍ ذُو قُنُوسٍ خَادِمًا قَالَ قَدْ لَبَسْتَ خَلْعَ
 سُرْسُكَةٍ فَسَقَطَتْ خَيْلُكَ وَمَا شَرَأَ بَعْدَ ذَلِكَ غَرَبَاتَانَا. رواه البخاري في باب كراهية
 ۱۱۰۳۔ مردوں دینار و دین کر کے ہیں کہ میں نے باہر کوہرہ واقعہ بیان کرتے ہوئے خروشا ہے کہ حضرت مسلم
 اللہ علیہ وسلم کعبہ کی تعمیر کے لیے دوسرے لوگوں کے ساتھ پھرتا ہے تھے اور آپ نے اپنا تھمبہ باندھ رکھا
 تھا آپ کے چچا حضرت عباسؓ نے فرمایا غزوہ تبوک: اگر تم اپنا تھمبہ کھول کر لیتے کا نہ ہوں پر پھر کے نیچے دھر
 لیجئے تو آسانی ہو جاتی۔ ان کے فرماتے پر آپ نے تھمبہ کھول کر کا نہ ہوں پر مثال تو یہاں تک دوسری وقت آپ
 بیوقوف ہو کر گر گئے۔ دوسرے الفاظ میں میں یہ کہ

۱۱۰۴۔ اس واقعہ کے وقت آپ کے من مہرک میں جو میں کا اختلاف ہو تاہم یہی شخص علیہ السلام واقعہ نبوت سے قبل کا ہی
 دیکھے کی بات یہ ممکن نہ تھا کہ تھمبہ کھولنے سے قبل ہی آپ کو لڑائی سے جو لیا جاتا مگر یہ کیجئے ثابت ہوا کہ یہ نہیں ہیں
 کھ پڑ گئے ایک مرتبہ بھی تھمبہ برداشت ہو۔ اس لیے نظر تربیت چاہی ہے کہ ایک واقعہ کا تشکیل میں ایسا بھی پیش نہ آتا ہے
 اور اس پر گشت بھی ہوا اور اس طرح یہ ظاہر ہوا جیسے کہ انبیاء علیہم السلام کی ہر حق عام انسان سے پہلے ہوا ہوتی
 ہے۔ یہاں اس اختلاف کے خلاف قدرت کو ان کا کوئی عمل گوارا نہیں ہوتا۔ آخر وہ قدم قدم پر نبوت کی یہ روک ٹوک خرم
 کی نظروں میں من کو نشانہ کرتی پہلی حالت پر آتا کہ نبوت سے قبل ہی نہیں یہ بات نہ نہیں ہی ہوتی جاتی ہے کہ یہ حالت نبوت
 سے کوئی ایک آمد بعد انسان میں ماضی بات کے لیے اس کی ضرورت نہیں ہے کہ ان سے کوئی ایسا فعل ہی سہجہ ہو
 معصیت کی تحریر میں تمام ہوا وہ صلیو ہی اس بلکہ ہر کام جو کسی اعلیٰ معیار سے ذرا بھی گریزا ہو اس کا حصول
 وہ بھی ایک دو مرتبہ میں اتنا ہی کافی ہے کہ میں کثرت میں سو سے میں سرکہ مسئلہ اس مشکل نہ تھا جتنا کہ جاری ضرورت
 میں جو اس لحاظ سے جس وقت تک حوائج میں چٹائی مضافہ بھی تھا اور اس وقت آپ کا اس بار کی بھی نہ ہوا تھا
 یہ نیز اس وقت جب کوئی شریعت ہی نہیں تھی وہ وہ ایک نفس کو کو نبوت کے تھے گوشت صلیب کا خرم کثرت میں
 تھے۔ پھر اس ایک واقعہ کوئی نہ تو نہیں اس کا کوئی ضروری ہوا تھا کہ لوگوں کی نظر آپ کی طرف نہ تھی تبھی ماضی
 میں یہ شخص یہاں سے گئے کہ ضروری کا دل یہ ہوا کہ کافر ہم کہ یہ ایک حضرت صلیب سے جبر و ظلم کی شان ہا کہ نبوت
 پسند ہے آپ کے زمین خادموں کے کہ جس کے خلق میں کسی نے شیخ ہو جس شریعت سے ہوا کہ وہ نبوت میں ہی حال
 کیا تھا تو شیخ صحت کے کہ عیب جبر فرما ہے۔ اور انالی بین مرصا میں شریعت میں ہی وہ نبوت سے اللہ تعالیٰ کی
 چشم رھا کے تحت رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ جس طرح کا پروردہ ہو وہ کسی شرک و کفر میں کب مبتلا ہو سکتے ہے جب
 آپ کے ایک حق کا حال یہ ہو تو وہ بارگاہ رسالت کا حال کیا ہوگا جس کا خازنہ ہی ایک واقعہ سے ہو سکتے۔ دیکھو
 حیرت اقبیت و انما ہر ۳۵۳۔ انجسہ الثالث والا صحت فی بیان ان افضل لا ولایا علیہ میں انما آپ کی یہ نہتہ جبر
 کیا یہ ایک واقعہ وہ بھی نبوت سے قبل کا میں ہی انصاف ہے کہ یہ ہم پر گوارہ کی تھمبہ لڑنا ہو وہاں ہی نظر سے
 نہیں اور اس پر اس شدت کے ساتھ نہیں گرفت ہو جو ہے صحت میں دور میں بھی تو وہی فلسفہ ہی شریعت ہر ہر ہر
 شریعت کا کوئی قصور نہ ہو پہلی شریعت موجود نہ رہے۔ ورنہ کثرت شرک کی قیادت کیا ہوتا چاہے وہ اور اس ایک واقعہ

لَا تَقْرَأُ الْكِتَابَ إِلَّا بِكُفٍّ مَسْكُوحَةٍ فَمَنْ لَمْ يَنْتَهِ عَنْ قِرَاءَتِهِ فَلْيُكَلِّمْهُ اللَّهُ عَذَابًا مُسْتَقِيمًا ۝ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَآئِرُ الْأَشْيَاءِ كُنْهُنَّ ذَاقُوا بَرْدَهُ فَخَالَتْ عَلَى ظَنْنِهِمْ فَكُفُّوا أَلْسِنَهُمْ عَنِ الْكِتَابِ وَالَّذِي أُولَى الْأَكْرَامِ وَأُولَى الْأَعْيُنِ عَلَيْهِ أَلَيْسَ اللَّهُ بِذِي الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝

طی میں کہا میں حضور اقدس کو کہہ چکا، دیکھوں تو کیا ہوتا ہے چنانچہ میں نے اس کو پڑھنے کا دیا تاکہ اپنے غلو یا باز نہیں آجئے جیسی کہتے ہیں بعض راویوں نے اس روایت میں اپنا اضافہ کر رکھا ہے کہ یہ کہتے ہیں اس وقت کی قوم میں نے آپ کو نبوت سے سرفراز کیا اور آپ پر قرآن نازل فرمایا، آپ نے کبھی کسی بہت کو نبوت سے نہیں بھی اچھ نہیں لگایا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت سے نوازا اور آپ پر قرآن کریم نازل فرمایا (یعنی، کذا فی الہدایۃ والنہایۃ)۔

وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَكْثَرُ الْأَكْثَرِينَ ۝

ہر جن کے فطری میں خدا تعالیٰ کا یا خاتمِ تقسیم ہوتا ہو وہ ان کے حق پر ایک کسی دینی کی صحبت کو فطری طور پر مستحق ہو گا۔ اگرچہ اس کی طرح ہر کفر یا ایمان کو فطری طور پر اس لیے ایک کی صحبت کے لیے دوسری جانب کی کرہت فطری ہے جو کہ کثرت میں ہے، جو کہ عقابِ معرفت کو کہیں نہ گا کی فکر صحیحان بھی میں میں داخل ہو اس لیے کثرت میں اس حالت کا دل ظاہر ہو گا کہ کفر صحیحان سے معرفت بھی کامل ہو۔ اس لیے اگر انہما جو ہم مسلمان ہیں بہت اہمال کا حال فطری کی کثرت اور ان پر یہ قول ہے کہ وہ سب شیعہ کر رہی ہیں طرز میں ہی خدا کران پر یہ ذرا غور کریں کہ کثرت میں کئی تصورات تسلیم کیا گیا تو دوسری طرف کثرت ایمانی میں بھی کئی تصورات تسلیم کرنا لازم ہو گا اور انصاف و انصاف۔

انہما جو ہم مسلمان ہیں ایمانی کی صحبت ذاتی اور فطری ہوتی ہے اور کفر و کثرت سے معرفت میں فطری اور ذاتی ہوتی ہے۔ اس ذاتی کثرت و معرفت کا مطلب یہ ہے کہ ان کی مخالفت میں ایمانی کوئی شے نہیں ہوتی جو ان کو کسی دینی میں بتائی کی طرف تامل کہتے ہیں چنانچہ ہر شے کی طرف کثرت پر وہ بھی ان کے سامنے سرگرم ہوتے ہیں اس لیے داخل اور خارج اس کے مطلب سے بھی ان میں شراکاء نہیں ہوتے۔ دوسرے انساں میں فطری شیطانی بھی موجود ہے کہ ان کی خداوندی فطرت میں انہما جو ہم مسلمان کی طرح فطرتاً اللہ اور منصب نہیں ہوتیں، ان کا فطری بھی فطری سے شکست خوردہ نہیں ہوتا جس لیے داخل یا خارج دینی خدمت میں وہ ہے ان میں فطری و صحیحان کی کرہت کے اور جو چھوٹی کی طرف بھٹان پر جاننا ممکن ہو قرآن کریم کے خلاف کثرت میں ہی کی طرف اشارہ ہو جس کا مطلب یہ ہو کہ ہم بخیر و صحیحان کی یہ کرہت پہلو موجود رکھیں کہ جس نے یہ پابندی ہے اور اس کا انجام ہے کہ جو چھوٹے کم کو محسوس بھی انصاف سے اس کے مطلب میں کوئی شک ہے کہ وہ تاہم اس پر شریعت ظہور ہوئی کہ کثرت کے اور صحیحان اور کرہت کو غالب آئے آئے وہ وقت بھی آجائے کہ جو ایک مسلمان کے بعض خصوصیات الہیہ کے اس طرح متعارف ہو گئے کہ وہ نے جس کو ان میں خلاف حکمت کو نہ لکھی وقت ہی ذاتی نہیں رہتی، چھوٹی کی شان ان معلوم نہیں ہے کہ حقیقت میں سلطان ہو جاتی ہے، اس کے بعد چھوٹی کے ساتھ ذاتی و فطری خداوندی کے شان جنگ کا محسوس ہوتا ہے، تو یہاں اللہ شہادت حدیث میں اس کا کثرت کی فطرت میں ضرورہ ظہور ہو گیا ہے انہما جو ہم مسلمان کی شان ایمانی و فطری ہے اتنی فطرت ہی ہے کہ کسی طرف سے ان کو کوئی خلل نہیں ہو، اس لیے وہ ہم کو کھاتے ہیں اور دوسرے انسان کو مسلمان نہ کہ کران کی جہاز سے سمجھتے ہیں صرف ان کے جانتے ہیں۔

١٠. قَالَتْ عَائِشَةُ لَمَّا رَأَتْهُ فِي مَرَضِهِ جَعَلَ يَتِيمُ الْمَرْثَانِ لَا مَنَّهُ دُونَ فَقُلْتُ كَرَاهِيَةً
الْمَرْثَانِ لِلَّذِي وَابَيْتُهَا أَقَالَ قَالَ اللَّهُ أَهْمُكُمْ أَنْ تَذُنَّ فِي قَتْلَا كَرَاهِيَةِ الْمَرْثَانِ بَلَى وَأَيْ قَتْلَانِ
وَيَسْقَى أَحَدُهُمَا فِي الْيَمِينِ وَالْأُخْرَى فِي الْأَيْمَنِ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهِمَا فَكَيْفَ تَذُنُّ فِي قَتْلِهِمَا هَذَا كَرَاهِيَةً رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَابْنُ
الْحُسَيْنِ وَمَعْنَى قَتْلَا هَا هُنَا قَالَ كُنْتُمْ تَزُونُ أَنَّ اللَّهَ يَسْلُطُ عَلَى مَا فِي الْحَبِيبِ مَا كَانَ اللَّهُ يَجْعَلُ لَهَا
أَعْلَى سُلْطَانًا .

۱۱۸۔ حضرت عائشہؓ روایت فرماتی ہیں کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے مرض الموت میں دوا
 دے دیا۔ استعمال کرانے کا ارادہ کیا تو آپ نے اشارہ سے منع فرمایا۔ مجھ کو یہ دوا نہ دینے پر مجھے اپنے دل سے کہہ
 کر میں تو دوا کے استعمال سے گھبرا بائی۔ کرتا رہا جب آپ کو غفلت سے آرام ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ کیا
 میں نے تم کو دوا کے استعمال سے منع نہیں کیا تھا۔ ہم نے مذکر کیا کہ غلطی سے ہم نے یہ سوچا کہ دوا میں
 کا استعمال پسند نہیں کرتے۔ اس پر آپ نے حکم دیا کہ گھر والوں! نہا جو اس میں ترکیب جو سب کو غیر
 استعمال کو دینی چاہئے جو عباسؓ کے کہیں نہ وہ اس وقت موجود تھے۔ (بخاری شعبہ)

السُّؤَالُ الْعَظِيمُ حَقُّ الشَّيَاطِينِ مِنْ بَعْضِ أَصْحَابِهِ

۱۱۰۔ عَنْ قَائِلَةٍ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا أَهْمُهُ بِالْعَطَا

انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ کا شیطانوں پر خوف اور ڈر

۱۱۱۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے کہ دُغتہ بہت بڑھ چکا تھا

واقعیہ نوٹ صفحہ ۱۳۹

تھی کئی آدمی اسے غریب فرماتے ہیں کہ اس قسم کی بات
کاہل انسان کی اندرونی خاموشی سے پہچانی جاتی ہے
شخص میں یہ سنا سمیت جتنی زیادہ ہوتی ہے
اس کے سنا سب اس کو زیادہ شگ و گیسو
ہوتی کہ جس درگاہ کو گزرتے ہوئے اس کے اسلوب
کے ساتھ اس کی سادہ سادگی ہوتی ہے کہ صاحب
ادب و رفیعہ میں ان سے دعا کی حاجت ملتی ہے
پھر وہاں سے ہر دور اور ہر دور میں

ہو لی شیخ اکمل الدین الہاجری نے معنی کی شرح الشارح فی حوائج
وہی "الاجازۃ" یا شخصیں ملاحظہ فرمادے حاصل مایہ اللہ و درگاہ
اصول کثیرۃ الاثر کہ فی التراتیب والی صنفہ نصائحہ والی اللہ والی
دری لڑائی و کس بہ عقل من الماسہ بین ششیں ادا شدہ لا یخرج من بہ
اکثر من وجہ قوت علی ایاہ الاموات و عندہ کثیرہ منہ و عقل و قوت و کما
من عندہ و تقویٰ الحیوۃ بحیث یجادہ مشغولان لا یفرقان و تہ کجور
بکس و من حصل بالاصول الحسنۃ و ثبتت النامہ سیرہ بن ادراہ
بکس الماخصین و من جمیع ہستی شادادہ الحارثی ص ۱۲۳

حافظ ابن تیمیہ نے یہی بات فرمائی ہے کہ شیطانوں کا یہی وجہ ہوتا ہے کہ وہ انکار نہ کر سکیں۔

ایسا سمجھتا ہوں کہ یہاں کی حالت میں، کیجئے دے شخص کو یہ گمان ہو کہ
جس کو اس نے دیکھا تھا، یہی یا کوئی نہ گناہ کی صورت خطرہ اسلام تھے اور
واقعہ یہ ہے کہ یہ بیان بہت عجیب ہے۔ یہ بھی ہے کہ میں نے خواہ
میں کو دیکھا اس سے شک ہے کہ کوئی دیکھا کہ شیطان میری صحبت میں جاتا
تھا کہ کوئی کہ خواب میں کسی کی روئے دونوں صورتیں میں بھی کر رہا تھا
انسان کی پروردگار نے بھی گواہ کیا ان سے اس کی صورت اختیار کر لی ہر اس سے
مشرقی نے انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت کے خلق شیطان سے یہ بات
مسلک ہوئی ہے کہ وہ کسی کو خواب میں آپ کی صورت میں نظر آنے کے گواہ ہے
صرف خواب ہی کے ساتھ ایک حد ہے کہ آپ راہ ہدایت کا معاملہ تو میں نہیں
کوئی یہ گمان وہاں سے لے لیا غلط ہو شخص کو دیکھا کہ یہ صورت اس کا پہل ہے۔

یہ بھی سمجھتا ہوں کہ اس میں اس کی صورت اور اس کی
جو کہ وہ کوئی نہ گناہ کی صورت خطرہ اسلام تھے اور
واقعہ یہ ہے کہ یہ بیان بہت عجیب ہے۔ یہ بھی ہے کہ میں نے خواہ
میں کو دیکھا اس سے شک ہے کہ کوئی دیکھا کہ شیطان میری صحبت میں جاتا
تھا کہ کوئی کہ خواب میں کسی کی روئے دونوں صورتیں میں بھی کر رہا تھا
انسان کی پروردگار نے بھی گواہ کیا ان سے اس کی صورت اختیار کر لی ہر اس سے
مشرقی نے انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت کے خلق شیطان سے یہ بات
مسلک ہوئی ہے کہ وہ کسی کو خواب میں آپ کی صورت میں نظر آنے کے گواہ ہے
صرف خواب ہی کے ساتھ ایک حد ہے کہ آپ راہ ہدایت کا معاملہ تو میں نہیں
کوئی یہ گمان وہاں سے لے لیا غلط ہو شخص کو دیکھا کہ یہ صورت اس کا پہل ہے۔

۱۱۲۔ ایک منہ عام جینی صورت کا اس وقت خوب کے عام و مشرق کے ملاحین، قضاۃ و خلفاء اور عوام کا اس کے
اندہ گروہ ہوا کہ ان کو یہ معمولی بات نہ تھی کہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ کوئی نہ گناہ کی صورت خطرہ اسلام تھے اور
واقعہ یہ ہے کہ یہ بیان بہت عجیب ہے۔ یہ بھی ہے کہ میں نے خواہ
میں کو دیکھا اس سے شک ہے کہ کوئی دیکھا کہ شیطان میری صحبت میں جاتا
تھا کہ کوئی کہ خواب میں کسی کی روئے دونوں صورتیں میں بھی کر رہا تھا
انسان کی پروردگار نے بھی گواہ کیا ان سے اس کی صورت اختیار کر لی ہر اس سے
مشرقی نے انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت کے خلق شیطان سے یہ بات
مسلک ہوئی ہے کہ وہ کسی کو خواب میں آپ کی صورت میں نظر آنے کے گواہ ہے
صرف خواب ہی کے ساتھ ایک حد ہے کہ آپ راہ ہدایت کا معاملہ تو میں نہیں
کوئی یہ گمان وہاں سے لے لیا غلط ہو شخص کو دیکھا کہ یہ صورت اس کا پہل ہے۔

۱۱۲۔ ایک منہ عام جینی صورت کا اس وقت خوب کے عام و مشرق کے ملاحین، قضاۃ و خلفاء اور عوام کا اس کے
اندہ گروہ ہوا کہ ان کو یہ معمولی بات نہ تھی کہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ کوئی نہ گناہ کی صورت خطرہ اسلام تھے اور
واقعہ یہ ہے کہ یہ بیان بہت عجیب ہے۔ یہ بھی ہے کہ میں نے خواہ
میں کو دیکھا اس سے شک ہے کہ کوئی دیکھا کہ شیطان میری صحبت میں جاتا
تھا کہ کوئی کہ خواب میں کسی کی روئے دونوں صورتیں میں بھی کر رہا تھا
انسان کی پروردگار نے بھی گواہ کیا ان سے اس کی صورت اختیار کر لی ہر اس سے
مشرقی نے انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت کے خلق شیطان سے یہ بات
مسلک ہوئی ہے کہ وہ کسی کو خواب میں آپ کی صورت میں نظر آنے کے گواہ ہے
صرف خواب ہی کے ساتھ ایک حد ہے کہ آپ راہ ہدایت کا معاملہ تو میں نہیں
کوئی یہ گمان وہاں سے لے لیا غلط ہو شخص کو دیکھا کہ یہ صورت اس کا پہل ہے۔

نَزَلَ دَخَلَ عَمَّانَ وَهُوَ تَضَرُّبٌ شَدِيدٌ دَخَلَ حَمْرًا لَقِيَ الدَّبَّ نَحْتِ اسْتِيقَانِهِ فَصَعَدَ عَلَيْهِمَا قَالَ رَسُولُ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّيْطَانَ لَيَقَاتِلُ بَيْنَكَ يَا عَمْرُو إِنَّ كُنْتَ جَارِلًا وَهِيَ تَضَرُّبٌ كَذَّابٌ
 أَتَوْكَ بِكَرٍّ وَهِيَ تَضَرُّبٌ شَدِيدٌ دَخَلَ عَمَّانَ وَهِيَ تَضَرُّبٌ لَقِيَ الدَّبَّ وَخَلَّتْ
 أُنْتُ يَا عَمْرُو لَقِيَ الدَّبَّ - رواه الترمذی وقال هذا حديث حسن صحيح غريب - ورواه
 ترمذیان بالسند من ۱۰۷۴۳ -

السُّوَالُ الْعَظِيمُ يَا سُلَاطِنَ الشَّيْطَانِ مِنْ عِبَادَةِ الْأَصْنَاءِ فِي عِلَّةِ الْعَرَبِ

۱۱۳۳ ابن جابر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ آمَسَ مِنْ
 وَه اِذَا طَرَحَ دَمَ بَجَائِ رَمَى اس كے بدھ کر اسے تو فوراً دفن ہے ڈال اس پر پتھر پڑے یہ دیکھ کر رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے عمر ختم سے شیطان بھی ڈرتا ہے میں نے بھی ہوا تھا تو میں یہ لڑھی جت بھالی
 رہی جب ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی یہ بجائی رہی پھر علی رضی اللہ عنہ نے بھی بجائی رہی پھر عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی بجائی رہی پھر
 اسے عمر ختم کے تو دم کو دیکھ کر اس نے دفن ڈال دیا - (ترمذی شریف)

آپ کے خاص محل بعثت میں شیطان کی مایوسی

۱۱۳۴ - جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان اس بات سے قویاں نہیں
 الہاد و النہای ص ۲۵۱
 اور اسی قوم کو بھٹاتے ہیں اس لئے کہ وہ صرف اللہ کے احکام کو صرف کرنا چاہتا
 تھا ابھی اسی صفت کے مطلق اس جا رہے تھے ابھی آپ کی برائیت وہیں پر چوٹی پہنچا ہو گی - چکر آپ کی بھگت مایوسی کی
 اوشی سنا ایک شرعی خوشی تھی اس لیے اس کی تہہ پائی بھی درست تھی آپ نے اس کی بھگت سے لڑی کرنا تھا
 اور صاف دیکھ کر دیکھ کر ہنسی بھی تھی تو پھر اس کی ہی اعانت دے دیا جانی - اب یہ وہ محل ہے جہاں شیطان
 کی کوئی اصل نہیں - کفار کے بھی جہاں کو کھادات کی حیثیت حاصل ہے تو ہر جگہ ہیں - اسلام میں اس کا کوئی نام نہیں
 رہا کہ کہہ سکتے ہیں شیطان کے طوفان کا علم ہے جو وہاں ہمارا دست انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس
 کی مقصودیت کا کارہا ہے پھر جب ماحول ہی شیطانی، شرارت سے پاک و صاف ہے جہاں تو اس میں سمیٹوں کا وجود
 بھی شاید نہ ہو - ہاں اگر ایسا جہم اسلام صحت اپنی ذات ہی میں مصوم نہیں رہتے بلکہ جس ماحول میں وہ پھر نہیں
 ہیں بلکہ ان کی مصیبت کے اثرات پہنچتے تھے ہیں - اور اگر اس ماحول میں صلاح یا نافرمانی کوئی صلاحیت نہیں ہوتی تو پھر
 اس کا نتیجہ پاکست اور قوم کی تباہی کی صورت میں نظر آتا ہے -

۱۱۳۵ - جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان اس بات سے قویاں نہیں
 بناوہ و نہایت میں سب سے پہلے تو جبرائیل علیہ السلام کی تہہ پائی بھی تھی تو پھر اس کی بھگت مایوسی کی
 بھی جس جہم کے شوق غریبی ہو کر وہ نازی لوگوں کا ملکہ ہے پھر اس بات سے ایسی کی خبر دی گئی کہ وہ نازی ملکہ کی تہہ پائی

أَنْ يَغْفِرَ لَهُ الْفُتُوْنُ فِي حَيَاتِهِ وَالْعَرَبُ وَكَانَ فِي الْخَيْرِ تِسْتَمُّ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَصَاحِبُ الْمُشْكُوفِي
بَابُ الرُّسُوْمِ

السُّغْلُ الْعَظِيمُ لِمَطَا فِطْرِنَا سَلِمَةً

۱۱۱۳۔ عَنْ شَيْبٍ بْنِ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَهْلِكَ رَمَزُوا اللَّهَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى صَلَاةِ الْغُزَاةِ فَتَمَرُّ الزُّبُرُ وَالْأَنْفُسُ تَقْلِقُهَا عَلَى
أَذَلِّ مَا بَالٍ أَكْوَاجُ يَصْعَقُونَ مَعْنَا لَا يَحْسِبُونَ الظُّهُورَ وَدُمَا بِلَيْسَ تَلِيْنَا الْفُرَاتِ أَوْ لِيَاك
دَوَاهُ النَّسَائِي

اگرچہ کہ نمازی لوگ کہیں آئمہ جزیرۃ العرب میں اس کی عبارت کو سمجھیں۔ اس لیے اب وہ صرف
ایک دوسرے کو ابھارنے پر ہی راضی ہو گیا ہے۔ (مسلم)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فطرت سلیمہ کی پاکیزگی

۱۱۱۳۔ شیبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی سے ناقل ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے ایک مرتبہ صبح کی نماز پڑھائی اور اس میں سورۃ دوم پڑھی تب اس میں کہیں آئمہ جب نماز سے فارغ
ہوئے تو فرمایا: لوگوں کا بھی یہ حال ہو کہ نماز تو ہمارے ساتھ پڑھتے ہیں اور پھر حضور شہید ہو رہے
ہوتے نہیں۔ یہی لوگ ہیں جو ہمارے قرآن پڑھتے ہیں رکاوٹ کا باعث بن جاتے ہیں۔ (نسائی شریف)

جو اور یہ غرضی ان الفاظ سے نہیں دی گئی کہ میں کوئی مبتدیان نہیں کرتا بلکہ معرفت شیطان کا اپنی ماویا کا ذکر
کرنا اس بنا پر مذمت کا حاصل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان سلیمہ تو بہت بلند ہے آپ کی اہمیت کا
آثار آپ کے فم میں تمام جنت پر بھی اتنا قمر طریقا تھا کہ شیطان بھی وہاں کے خاص بندوں پر اپنی کامیابی سے جنت
کے لیے اڑس ہو رہا تھا۔ اھم شہادہ کہ آپ کی جنت کوئی حزن و غم نہ تھا آپ کے اقامت و جنت کی طرف ہر چیز کی
آغواہہ لوگ جو شیطان سے بہت پرہیز کے رہی تھے اسلام کے بعد ان کو ایک بہت سی بات تھی کہ فخر میں کہ دوسرے
صحابہ کے خلاف بھی اتنے غمزدہ ہو گئے۔ ان کے غمزدہ نہ بھرنے پر ان کا ذکر کیا ہے۔

۱۱۱۴۔ حدیث مذکور میں اس کی شکایت کی جا رہی ہے وہ بے حضور نماز ادا کر کے کی نہیں بلکہ ناقص و حضور
رسول کی شکایت ہے قرآن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فطرت کا تقدس تو دیکھیں کہ دوسروں کا قصور بھی آپ پر
اس درجہ باعظیم ہے کہ جتنی آپ کی قرآن قرآن میں بھی ملل کا باعث بن گیا ہے جس جب دوسروں کا قصور
آپ کی فطرت کے لیے اتنا بار آور ہو چکا کہ کیا براہ راست قصور کی

یاد کر لی تھا جس میں ملل کی ہے سمجھتے کا ذکر

کیا ہے۔

الرَّسُولَ الْعَظِيمَ وَقَفَّ فِي الدِّينِ صَفَا لِيَقِينِ

۱۱۱۸۔ عَنْ أَنَسٍ سَعِيدِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ أَتَيْتُمْ وَمَتَابِعُ الشُّرُوقِ قَدْرًا لِمَعْنَى وَأَصْنَعُ تَسْمَعُونَ وَحَتَّى جَبَّحْتُمْ مَعِيَ يُؤْمِرُ بِالسَّيْرِ فَسَافُوا بِأَرْسُولِ اللَّهِ وَمَا مِنْ مُرْمَاةٍ إِلَّا فَزَلُوا أَحْسَبْتُ اللَّهَ وَيَعْلَمُ التَّوَكُّيلُ . رواه الزهري

۱۱۱۹۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ عُبَيْهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُخْرِجُ الْمَاءَ فَيَسْتَسْقُو بِالنَّارِ مَا يَأْكُلُونَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ الْمَاءَ مِنْكَ قَرِيبٌ يَقُولُ مَا أَيْدِي رُبِّي تَعْلَمُ لَا أَتْلَعُهُ . رواه في شرح السنن ابن الجوزي في كتاب الوفاء

۱۱۲۰۔ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ مَرَرْنَا بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاوَأَ الْوَقْفَ فَنُكِّلَتْ شَيْئًا فَقَالَ مَا أَهَذَا يَا عَبْدَ اللَّهِ قُلْتُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ قَالَ الْإِمْرَأَةُ تَرَى

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم آخرت کا استحضار اور اس کا یقین

۱۱۱۸۔ ابوسعید خدری روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے نبیوں کو تو اس سے بھلا کر نہ کر سکتا تھا کہ انہوں نے جہاد کیا اور میں نے ان کو یہ فرشتے کے (یعنی صراطِ مستقیم کی نیاری میں) صواب سے منع کیا ہے۔ اسی پیشانی جھکا لی کہ وہ دکان لگا رکھے ہیں کہ ان کو نفع و ضرر کا حکم ملے اور ان کو اس نے عرض کی فرمائیے اس حالت میں میں کیا حکم پر ارشاد فرمایا میں جس نے اللہ و نفع کو کیل کرتے رہے۔ خدا تعالیٰ انہیں کافی جزا دے گا اور دہی ہمارا بہترین کارساز ہے۔ ترمذی شریف

۱۱۱۹۔ ابن عباس روایت فرماتے ہیں کہ ایسا بھی ہوتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیشانی سے فارغ ہوتے اور مٹی سے خم فرماتے میں کہتا یا رسول اللہ! ابی تو آپ سے یہاں قریب ہی موجود ہے تو آپ فرمادیتے کیا خبر ہے شاید میں پانی تک پہنچ نہ سکوں (اور اس سے قبل ہی موت آجائے) (شرح السنن)

۱۱۲۰۔ عبد اللہ بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمارے گھر سے گزر ہوا اس وقت میں اور میری والدہ گھر کی سیپ پر تھ اور دست کرتے نہیں مشغول تھے۔ آپ نے فرمایا عبد اللہ! یہ کیا کر رہے ہو! میں نے عرض کی کچھ دیر تھ کر رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ میں تم کو دینی اس سے پہلے تیری کے ساتھ

۱۱۲۱۔ ابن عباس روایت فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عالم آخرت کا استحضار اور دنیا کی بے ثباتی کا اندازہ سمجھنے کے لیے کافی ہے۔ اگر کسی انسان کے سامنے یہ نقشہ بر وقت سمجھ کر نہ ہو تو وہ دنیا کی طرف ہٹ کر رہے گا۔ ایسا ہی اللہ تعالیٰ کے شان میں تعزیر ہے۔ (پیشانی کی بات) (لاکھ بھلائی) (بہ وقت معہ حسن اور حسن سے بڑھ کر)

خَلِيقٌ - رواه ابن جرير والترمذي وقال هذا حديث غريب .

الرَّسُولُ لَعَلَّ يَكُونُ الدُّنْيَا أَهْوَىٰ عِنْدَهُ مِنْ جَنَاحِ عَوْصَةٍ

۱۱۳۱- عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَسَلَّمَ أَنَّ مَرْجَانَةَ أَسْأَلَتْ رَسُولَ اللَّهِ قَالَ أَلَيْسَ بِشَيْءٍ أَنْ تَقُولِي
أَنْ هَذَا لِرَبِّهِمْ فَقَالُوا مَا لِحُبِّهِمْ أَمْ لِمَا رَضُوا قَالَ قَوَامُهُ لِلدُّنْيَا أَهْلُهَا عَلَى اللَّهِ
مِنْ هَذَا عَلَيْهِمْ كُفْرٌ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

[illegible]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک نظروں میں ساری دنیا کی حقیقت

۱۱۳۰ء۔ چار شہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مردار بکری کے بچے کے پاس سے گزرتے ہیں۔ تاکہ وہاں بھی کئے ہوئے تھے آپ نے فرمایا غم میں ہے کوئی جو اس کو ایک درم میں لینا قبول کرے۔ نوگوں نے کہا میں تریت لیتا ہوں پسند نہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ بخدا بقتابہ مردار بکری تم کو ذلیل نظر آکر ہے اللہ تعالیٰ کے سامنے ساری دنیا اس سے زیادہ ذلیل ہے۔ (مسلم)

۱۱۲۲- سہل بن سعد کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ کے میرا دنیا کی قدر جھوٹے پرکے برابر بھی ہوتی تو کسی کا ذکر وہ اس کا ایک گھونٹ بھی نہ چکھاتا۔ (ترمذی وغیرہ)

مختلف کے ساتھ شہوت کا لہر چلیا۔ وہ روایہ کی وجہ سے اس شخص کے تمام نفسی سے پروردگار کا جتنی بڑے بڑے شخصیت و کردار کا ہر لایہ لایہ کہ جہاں غائب اگر شہزاد ہوا تو اس پرانے پھول پر جس کے آئینے کی صورت کی کہ نہیں۔

۱۱۲۶ء - دوسرے مغلیں کی حکومت کا۔ ظہیر قریں کھانہ کے خاں۔ چنگ و چاہے اس بات کے خلاف کہ لے لے گا
 دیتے ہیں جو عروج و زوال کے اندامی خزان کے خلاف ہو خدا، و کئی ہی کی سے جس بات جو بیک شاعر نے حضرت علی
 میر تقی میر کی نظر میں تھا۔ اور ذیل کے اندام کی حیثیت کی ہی جو گراس کو ایک طلب قریں کہ عجب انسان خود اس کو دیکھ کر
 چونکہ اس دنیا سے باہر منتقلی نہیں ہیں وہ اس کے طلب کا نام ہو مگر وہ نام ذہنی سے نہیں ملوں ذہنی سے دوا
 آخرت پر تعلق ہے کہ قریں بیک شاعر کا مدح کر اس میں کہ اس میں دینی ترقی سے دور کہ نہیں کیونکہ انہوں نے ملک
 عفت کو دیکھا ہے۔

۱۳۶۲: مسلمانوں پر بنیادی وسعت دیکھ کر کراچی کی انتظامیہ ان کے قریب کا دوسرا علاقہ جس میں عیسائیوں کی کشتی بڑھ کر تھی، درست کا صوبہ گاؤں کی قدر و منزلت نہیں جگہ خود منافع دینا کی بنیاد پر تھی۔

۱۱۳۳۔ عن المشهور بن سنان قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول والله ما الذي نيا في آخره الا اقول لا تجعل كمنه انما جعل في النيران فليظنوا يومئذ مردوا مسلم
 ۱۱۳۴۔ عن عائشة ؓ انها قالت كان لرسول الله صلى الله عليه وسلم عبيد في غرضه يشق ذنابهم او صنعته كما امر في رسول الله صلى الله عليه وسلم ان افرقوا قتل علي بن ابي طالب رضي الله عنه صلى الله عليه وسلم ثم سألوني عنها ما فعلت اليه او انسيبه قلت لا والله لقد كان شاكرا وجادا قد عايناه وصنعها في كونه فقال واهل بي يظفون الله عز وجل وهذا يسند
 رواه احمد

۱۱۳۳۔ مستور دین خدا میں کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ دنیا کی مثال آخرت کے مقابل میں اتنی بھی نہیں جتنا کہ تم اگر مندہ میں اچھی ڈالو پھر دیکھو کہ اس میں کتنا پانی لگتا ہے۔ (مسلم)

۱۱۳۴۔ حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الوفا میں میرے پاس آپ کے چھ لباس تھے دنیا و مافیہ کے طور پر رکھے ہوئے تھے آپ نے فرمایا تھا کہ میں ان کو تقسیم کر دوں، مگر آپ کی بیماری میں مجھ کو اس کا خیال نہ رہا آپ نے ایک بار پھر پوچھا وہ چھ لباس دنیا تقسیم ہو گئے یا نہیں میں نے عرض کی خدا کی قسم تقسیم نہیں ہو سکے اور صرف آپ کی فلاح کی فکر کی وجہ سے چھٹت ہو گئی۔ آپ نے ان دنیا و مافیہ کو منگوا کر اپنے ہاتھ پر رکھا اور فرمایا اللہ کے اس نبی کے متعلق کیا گمان ہے جس کی اپنے رب سے ملاقات کا اگر وقت آگیا ہو تو وہ اس حالت میں چلے کہ یہ دنیا اس کے پاس موجود ہو۔ (احمد)

(بقیہ صفحہ ۳۹۰) ان کی مدد و ہمد کی رہ گئی اور جو آخرت کے طالب بن گئے دنیا کے لیے ان کی مساعی کسی شے سے نہیں ہٹاں جا سکتی تھیں چہ جائیکہ ان میں کسی ایک کی کو اختیار کرنا ہے تو پھر آپ ہی فیصلہ فرمائیے بہتر کیا ہوگا؟
 ۱۱۳۶۔ ان جو احادیث کا خلاصہ ہے کہ میں دیکھتا ہوں انسان خود پیدا ہوتا ہے جس کے تمام اعضاء اس کے ساتھ ساتھ ہیں اس کے اعضا نامت و مشرق اور کائنات و ملکات سے وہ ہر وقت آشنا ہے اور اس کی ضرورت اپنی زندگی کے گوشہ گوشہ میں محسوس کر لیتے وہ ان تمام بات میں ڈاکر ہیں اس آخرت کو بھول دیا ہے جس میں اس کو ہر شے رہنا ہے مگر اس کے شیخ حسان سے وہ بھی تک آشنا نہیں اور نہ ہی تک اس کی ضرورت اپنی زندگی کے کسی گوشہ میں محسوس کرتا ہے جس ایک محسوس کرنا دینی زندگی اور ایک محسوس کرنا دنیائی زندگی پر تکیہ ہے یہ مختلف فہمیں ہیں اور اسی لیے مختلف پیرواں ہیں دنیا کے متعلق جن کا عقیدہ یہ تھا وہ تو اس کے قیام میں کچھ اور جن کا عقیدہ اس کے پھس پر وہ کیا خود دنیا کے متعلق ہیں اس پر ان کو گمان ہے کہ وہ دنیا کے خلاف ہیں۔ مگر ہر جہم گنت ہیں۔

فرماتے ہیں کہ وہ دنیا کے خلاف نہیں

مردہ ہیں جو راہ کو چلی جاتے ہیں

۱۱۲۵۔ عَنْ ابْنِ أُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرِمَ عَلَى رَبِّي لِيُجْعَلَ لِي بَهْلَةٌ مَعَكُمْ وَهَبًا فَقُلْتُ لَا أَبِيتُ وَلَكِنْ أَشْبَعُ يَوْمًا وَأَجُوزُ يَوْمًا فَإِذَا جِئْتُ تَقَبَّلْتُمْ لَيْتَ لَكُمْ وَذَكَرْتُكُمْ وَإِذَا أَسْبَغْتُ تَجَمَّلْتُكُمْ وَشَكَرْتُكُمْ . رواه احمد والترمذي

۱۱۲۶۔ عَنْ ابْنِ مَرْبُوطَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانُوا فِي مِثْلِ أُحُدٍ هَبًا لَشَرُّ فِي بَنِي آدَمَ عَلَى ثَلَاثٍ لَيْلٍ وَيَعْنِي فِي مِثْلِ نُسْأَةٍ زَاكَاةٍ شَيْءٍ أَوْ صِدْقٍ لَدُنَّ بَنِي آدَمَ . رواه البخاري وعبد اللہ بن عمر عن ابن عمر

۱۱۲۷۔ عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَامَ عَلَى حَصِيَّةٍ وَقَامَ وَقَدْ أَتَرَفَ فِي جَهَنَّمَ فَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَوْ أَنَّكَ لَمْ تَفْعَلْ لَقَالَ مَا لِي وَلَوْلَا بَنِي آدَمَ

۱۱۲۸۔ ابوالاسود دایت کہ جس کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حق تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کے سرچرچہ میدان کو میرے سلسلے کے لیے کھدوا دیا تھا اگر میں پسند کر لیں تو وہ اپنی قدسیت سے اس کو سونا بنادے میں نے عرض کی پروردگار! میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ایک دن شکم میری ہڈی تو ایک دن بھوکا بھی رہوں۔ جب بھوکا ہوں تو میرے سلسلے گریہ و زاری کروں اور تیری یاد کروں اور جب شکم میری ہڈی تو تیری محبت کا گروں اور تیرا شکر بجا آؤں۔ (احمد و ترمذی)

۱۱۲۹۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کہ جس کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میرے پاس اُحد ہمارا کب بڑا بھی سنا ہوتا تو بھی میری خوشی اسی میں ہوتی کہ میں راتیں بھی نہ گزرتے پائیں کہ اس میں سے کچھ بھی میرے پاس باقی رہ جائے۔ اُن صوفیہ اتنی عقدا جتنی کہ میں اپنے رخص کی ادائیگی کے لیے رکھ لوں۔ (بخاری و ترمذی)

۱۱۳۰۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار چٹائی پر سو رہے جب آپ گئے تو آپ کے جسم مبارک پر چٹائی کے نشانات پڑ گئے تھے۔ یہ دیکھ کر بن مسعود غولے یا رسول اللہ! بازت ہو تو ہم آپ کے لیے ایک بھونٹا تیار کر لیں آپ نے فرمایا مجھے دنیا سے کیا کام

۱۱۳۱۔ انبیا علیہم السلام کی دنیا کی ستارح عیس کی طرف بھی نہیں اُٹھیں۔ ان کے تھوڑے سا کی دنیا کی قدر و قیمت ایک پھر کے پر کی باڑی میں ہوتی کہ ان کے ہاں نیست کی تشریح اور ذکر اللہ کی اس کی حمد و ثناء اور ذکر اللہ کی ہے۔ حاکم کی ضعیف تعلقات سے پرست حضور اچھے ہیں اور بجا تھے ہیں کہ وہ جیسا بھوک کی بھلا شائیں کو کھاتا اور نہ جیسا شکم بھری کے کھل کر حوا سے حضور خوار و مکشاکو اس میں بھوکا ایک طرف بھوک کے ساتھ بھوکا نہ کھاتا اور نہ کھاتا ہے۔ اگر وہ بھوکا نہیں جو بھوکا نہیں دیکھنا کہ کی یاد اور اس کے سلسلے تضرع و دعا کی کو فرمیں کہ کچھ اسی صوفیہ طرف شکم سیریں میں شکم سے مرنے کی دعا بھی فرماتے ہیں۔ مگر وہ شکم میری جوت بھولنے کے بعد بھی ہوتے الکل کھانا و عیس کے شکم سے داخل ہوجاتے۔ اس طرح کی بھوک اگر وہ خود بھی موت کی حالت پر وہ شکم میں ان شکم سیریں اگر وہ خود بھی عیسائے شریک جب تک انسان مادی دنیا سے بے نیاز نہ ہو جائے وہ افراد و غیرہ کے ان حالات میں غلطی یا دوسری حالت میں نہیں رہ سکتا۔

رَمَا نَا وَاللَّهُ بَيِّنٌ لِّكُلِّ شَيْءٍ مُّسْتَقِلٌّ تَحْتَ تَحْفُوتِهِ مُرَرَّ رَحْمَةٍ وَتَوَكَّلْهُ. رواه احمد بن الحنفی و ابن ماجہ
ابو داؤد الطحاوی باسناد صحیح

۱۱۲۸. عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ أَخْبَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْضُ جَسَدِي فَقَالَ كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيْبٌ أَوْ غَائِبٌ سَبِيلٌ وَعَلَى هَذِهِ أَهْلُ الْقُبُورِ. رواه البخاری

السُّؤَالُ الْعَظِيمُ لِبَتَعَادٍ عَنِ الْإِسْلَامِ

۱۱۳۵. عَنْ عَائِشَةَ ؓ قَالَتْ مَا خَيْرُ رَسُولٍ لِلَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَهْلِ بَيْتِهِمْ قَطُّ إِلَّا خَلَّاسٌ أَسْرَفَهُمَا وَإِنْ كَانَ الْإِسْلَامُ أَنْفَعًا مِنْهُ وَمَا أَسْطَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِبُخَيْرٍ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يَنْفَعُهُ اللَّهُ قَبْلَ نَفْعِهِ لِبُخَيْرٍ هَذَا. متفق عليه

۱۱۳۶. عَنْ عَائِشَةَ ؓ قَالَتْ مَا خَيْرُ رَسُولٍ لِلَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْفَعُ بَيْنَ أَهْلِ بَيْتِهِمْ قَطُّ إِلَّا خَلَّاسٌ

میری آمد، ناک مثال میں اس مسافر سار کی سی جو وقت کے سایہ کے نیچے خلاصی دیر بیٹھے جھوس کر چھوڑ کر رہیں
دیکھئے۔ احمد بن حنبل، ابن ماجہ، ابوداؤد الطحاوی

۱۱۳۸. اس میں عرض کیا ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے مجھ پر بعض صفت کا ذکر فرمایا کہ اگر کوئی دنیا میں اس طرح بسر کرے جیسے تم ایک مسافر ہو اور مسافر بھی وہ جو منزل طے کر رہا ہو اور اپنے نفس کو ایسا سمجھو جیسے قبر کا مردہ (بخاری شریف)

حرف گناہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طبعی نفرت بیزاری

۱۱۳۹. آنحضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب مجھ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ باتوں میں سے کسی ایک بات کا اختیار دیا گیا ہے تو راست کی بسولت کی خاطر آپ سے بڑھ کر کوئی شخص نہ تھا جو اس سے دور رہنے والا تھا۔ آپ نے اپنے نفس کی خاطر کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا۔ نیز اس صورت کے کہ جس میں خدائی احترام پر کوئی نہ ہٹتا جو بھی توہم خالی کے احترام کی خاطر آپ اس کا انتقام نہ کر رہے تھے۔ (امامی حیدر)

۱۱۴۰. آنحضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عرض کے بلکہ کسی نے اٹھ سے کسی کو

۱۱۳۸۔ ان روایات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نبی کریم کے غلام پر غلبہ تھا اس وجہ سے کہ انھوں نے انھیں ہر جگہ اور ہر حال میں اپنے لئے ملاحظہ کیا اور ان کے غلام پر اس بنا پر کہ ان کے ساتھ جو ان میں صحبت کا ایک ہی بیٹا ہو سکتا ہے۔

۱۱۳۰۴۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قُلْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَبَّتْ مِنْ صَفِيَّةَ كَذَّاءٌ وَكَتَرَتْ
 نَفْسُ قَيْصَةَ فَقَالَ لَقَدْ قُلْتُ بِكَ لَوْ مَرَّ بِهَا الْبَحْرُ لَمَرَّ جَسَدُهَا وَاهِ ابْنُ دَاوُدَ
 ۱۱۳۰۵۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَحْبَبْتُ إِلَىَّ تَحَكُّمْتُ أَحَدًا وَآتَى
 فِي كُنْ أَوْ كَذَا۔ رواه الترمذی وصححه۔

۱۱۳۰۶۔ عَنْ أَنَسٍ قَالَ بَلَغَ صَفِيَّةَ فَأَلَتْ بِهَا بَنَاتُ بَنِي مُجَرَّدٍ فَجَاءَتْ عَلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ بَيْنَ بَنَاتِهِ فَقَالَ مَا تَكْنِيكَ فَقَالَتْ قَالَتْ لِي حَفْصَةُ بِنْتُ أَبِي رِبْعَةَ بَنِي مُجَرَّدٍ فَقَالَ
 النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكَ لَبِنْتُ بَنِي مُجَرَّدٍ فَجَاءَتْ عَلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 ۱۱۳۰۷۔ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ ایک موقع پر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا اشارہ
 کر کے کہ آپ کو بس بس وہی صبیہ کافی ہیں یا بیٹی چاہتے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا تم نے ایسا کلمہ منہ سے
 نکالا جو اس کو سمجھ میں نہ آتا تھا۔ اچھا اب دیکھ اس کا پانی تخت پر نہ رہتا ہے کہ وہ اس کا سر بھی بدل
 دے۔ احمد ترمذی، ابوداؤد۔

۱۱۳۰۸۔ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے کسی کی عقل اتنا پسند
 نہیں اگرچہ اس کے مقابل میں میرے لیے بڑی سے بڑی بھی کوئی چیز ہو۔ (ترمذی)

۱۱۳۰۹۔ انس سے روایت ہے کہ حضرت صفیہ کو بچہ پہنچا کر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے متعلق عرض فرمادی کہ لفظ
 کہتی ہیں۔ اس پر وہ رونے لگیں جب اتفاقاً حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آئے تو اس وقت وہ وہ
 رہی تھیں۔ فرمایا کہیں روتی ہو؟ انہوں نے عرض کی کہ میں نے کوفہ سے مجھے یہودی کی لڑکی کسی بھی نام سے
 فرمایا تو نبی کی اولاد میں ہو اور غصہ ہے مجھ میں ایک نبی تھے اور اب تم ایک نبی کی بی بی ہو۔ پھر حفصہ کو فرمایا

۱۱۳۱۰۔ ایک شخص کے گھر سے دو گھوڑے ہلے کاسب سے بچا گیا۔ اس کی اندر دلی زندگی ہوئی کہ اس میں سے بھی بیویوں کو
 سناٹا بھی سب سے اچھا ہے۔ ہذا منبری فطرت انسانی میں ماہیت کی دو سے کہیں کسی کی حرب زیادہ پیدا ہوئی ہو سکتی
 ہے اور اجتماعی بات پر اس کو طاقت بھی نہیں کہ اس کو کچھ نہ کہ یہ بات انسان کے اعتقاد کی نہیں ہوئی پھر اس بیان کے
 اثرات وہم و گمانات میں بھی نظر آتے ہیں۔ ہذا منبری فطرت انسانی میں ماہیت کی دو سے کہیں کسی کی حرب زیادہ پیدا ہوئی ہو سکتی
 کسی نبی کی اندر دلی زندگی ہوئی ہو سکتی ہے۔ ہذا منبری فطرت انسانی میں ماہیت کی دو سے کہیں کسی کی حرب زیادہ پیدا ہوئی ہو سکتی
 میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ اس سب سے بڑا مقام کہ جس میں صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ کے متعلق
 اس کی زبان سے فرمایا ہے کہ وہ بچہ اور بچہ میں اس سے نکلا تو آپ نے فرمایا میں پرہیزگاری کی طرف حضرت
 حضرت عائشہ کو فرمایا کہ میں نے اس سے نکلا تو آپ نے فرمایا میں پرہیزگاری کی طرف حضرت
 کہہ کر اس کی طاقت و غرض میں کچھ بھی نہ تھی۔ پھر انہی میں سے ہوا کہ اس کی زندگی میں اس کی اصلاح فرمادی کہ جو کچھ پہلے
 حکمت کا باعث تھا اب وہی غلطی نہ ہو کہ اس کے بعد نہ تھک کر رہے۔ ان اس کو فرمایا کہ عاقلانہ حکمت والا

تَقْبِلُ وَتُكْفِلُهُ فَقَالَ إِنَّكَ أَرَدْتَ هَذَا يَا رَسُولَ اللَّهِ . رَوَاهُ ابُو داود .

السُّؤَالُ الْعَظِيمُ كَانَ سُؤَالُ حَسَنِ بْنِ قُرَيْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَجُلٍ

۱۱۳۹۔ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَانَ بْنَ عَمْرٍو عَنْ رَجُلٍ طَافَ بِأُيُوبَ فِي غَمْرَةٍ وَلَمْ يَطْعَمْ
يَعْنِ الشُّعْبَةَ وَالْمَكْرُوهَ سَبْعًا أَوْ ثَمَانِيَةً فَقَالَ قَدِيمُ الشَّيْءِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ الْيَتِيمُ
سَبْعًا وَمَنْ خَلَّفَ الْمَقَامَ رَغْنَتَيْنِ وَكَافَتْ بَيْنَ الشُّعْبَةِ وَالْمَكْرُوهِ سَبْعًا وَفَدَّ كَانَتْ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ

اور آپ کے رسول کو سہار دیتے چلتے اور دیکھتے چلتے یا رسول اللہ میری ریڑھ پر تھامنا پس یہ بھی ۔ (ابو داؤد)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق کے یا اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ نمونہ تھے

۱۱۳۹۔ مردوں میں دینا دیکھتے ہیں کہ ہم نے دین عمر سے ایک شخص کے متعلق سنتی ہو چھا جس نے اللہ کا احرام باندھ
کر بیت اللہ کے طواف تو کر لیا تھا مگر وہی صفا اور مردہ کے درمیان سات چکر نہ لگاتے تھے ، کیا وہ ایسا ہی
ہم سے ساتھ صحبت کر سکتا ہے اس پر انہوں نے یہ جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ذکر کر رہے تھے
تو آپ نے بیت اللہ کے گرد سات چکر کیے اس کے بعد مقام ابراہیم پر آکر دو گھبراہٹ کی امداد
فرمائی پھر صفا اور مردہ کے سات چکر لگائے اور شمار سے واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہی جتنی

ملاں جتنی مردوں کا نظر پر بھی وہ کافر سے گراں دے کر آؤنگے کی عکس کو کسی ایک مقام پر بھی آپ کا قدم ہمارا
افراد سے ایک ایک بھی دھڑکا دھڑکا رہا ہو ، معلوم ہے کہ آپ کی ذات : یک کیا تھی جو سکون کا ایک ہے یا
سندھ تھا جس کو کچھ تر کیا مگر یہاں بھی تھا کہ قال دو تو بھی اس میں ذرا جوش نہیں ہو سکتی حضرت اسی آپ کے پیش
خادم بیان کرتے ہیں کہ اس طرح مدت میں مجھے سب سے زیادہ آپ نے کس نقصان کرنے پر بھی مجھ کو کلاما ہو بلکہ اگر
کسی اور شخص نے بھی کچھ کہا ہے تو اس کو مجھ پر کہہ کر رہا ہو ، خود معاملات ہو کر یہ ہیں اسی کو کچھ نہ ہو ۔

۱۱۳۹۔ اس میں رسول کی شخصیت کے متعلق ایک اصول اور سب سے خاص قصہ یہ ہے کہ اس کی ذات اور اس کی ایک
اداس کی اُمت کے لیے مرثیات اللہ کے مردود و رسوا حسنا بنا کر بھی جاتی ہو اس کا مطلب اس کے سوا اور کچھ نہیں
کہ خالق کی نظر میں پسندیدہ صفات ہیں وہ سب اس کی ذات میں جمع کر دی جاتی ہیں اور جتنی صفات ناپسندیدہ ہیں
وہ ایک ایک کر کے اس کی ذات سے علی و ردی ہوتی ہیں کہ نہ کسی چیز کے نقصان کے کا مطلب ہے ، ہر آئی کہ وہ صاحب غور
کی پسندیدگی کا سبب ہے ۔

حق تعالیٰ نے اس اُمت کو ہر اپنی خاصیت سے اپنی کتاب دے کر سرورِ قلوب و اافا اسی کے ساتھ اس کتاب کا
ایک علی مرتضیٰ حمایت فرمایا تھا جس میں اس کی کتاب قرآن کے لیے نقص سے محفوظ تھی اسی طرح اس کا خود بھی ہر
بیب و نقص سے ہرانا جاوے ات خالق نے رسول کی ذات کو کئی خاصیت کے لیے سبب حسنا فرمایا اور صفا نے
اسی رحمت کے لیے اس کو اپنا اسوہ بنا لیا ۔ پھر اس طرح اس کے لیے سبب احکام کے لیے آپ کو اپنا رسول بنا کر فرمایا

اَسْمُهُ حَسَنَةٌ وَقَالَ دَعَوْهُ مِنْ دِيَارِهَا مَا لَنَا جَارٌ مِثْلَ غَيْبِ اللَّهِ فَقَالَ لَا تَقْرَبُهَا حَتَّى يَطُوفَ بَيْنَ الصُّغَا وَالْكُرُوغَةِ دَعَا اَبُو اَدَى -

۱۳۱۱۔ عَنِ زَاكِيٍّ قَالَ اَرَادَ ابْنُ عُمَرَ الْخَجَرِ عَامَ حَجَّتِهِ لَمْ يَرَوْهُ فِي عَمَلِهِ ابْنُ الزُّبَيْرِ فَيَقِيلُ لَهُ اِنَّ الدَّيَّانَ كَانَ بَيْنَهُمَا فَسَالُ وَتَحَاتُّ اَنْ يَصُدُّوكَ فَقَالَ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ اَسْمَةٌ حَسَنَةٌ اِذْ اَنْتُمْ كُنَّا مَعَهُ رَسُوْلُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَشْهَدُ كُنَّا اِيَّاهُ قَتَدًا اَوْ جَبْتًا عَثَرَهُ حَتَّى كَانَ بِطَاحِرِ الْبَيْدَاءِ قَالَ مَا سَأَلَنِي اَنْتَ بِهَذَا الْعَمَلِ وَارَاكَ دَلِيلًا اَشْهَدُ اِيَّاهُ قَدْ جَمَعْتُ حَجَّةً مَعَ عَمْرِو وَارَاهُ دِي هَذَا مَا مَعْلُومٌ اِلَّا شَرَاهُ جَعَلَنِي فَيَدِي قَطَاعًا بِالْبَيْتِ بِالصُّغَا بَوَالْمَرْوَةِ وَكُلُّهُ يَزِدُّ عَلَى ذَلِكَ وَلَمْ يَخْلُفْ عَنِّي شَيْءٌ خَرَمٌ مِنْهُ حَتَّى يَوْمَ الْفَجْرِ فَخَلَفَنِي وَتَحَوُّوْا اِيَّاهُ

مترجمہ: عمرو بن زکریا کہتے ہیں کہ ہم نے ماہرے میں ہی مسئلہ پرچا کر انہوں نے طراپ جب تک صفا و صوفی کے درمیان پردی کسی سے فاسد نہ ہو سکے لیکن کے قریب نہ پہنچے۔ (بخاری شریف)

۱۳۱۲۔ فی بیان کرتے ہیں کہ جس سال خوارج کے ساتھ جنگ تھی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ارادہ فرمایا یہ عبداللہ بن زبیر کا زمانہ تھا۔ لوگوں نے کہا کہ سامنے جنگ کھڑی ہے ہیں اندیشہ ہے کہ دشمن کہیں آپ کو جھٹے نہ دیں۔ انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات منج البرکات میں قتل سے بے خطر ہونے سے موجود ہے اگر ایسا ہوگا تو یہی وہی کہہ گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے موقع پر کیا تھا یہ فرمایا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا اگر وہ میں عمر کی نیت کر چکا۔ اس کے بعد جب مقام بیداء پہنچے تو فرمایا کہ حج اور عمرہ کا معاملہ کیا ہے میں نے یہاں تک کہ لوگوں کو گواہ کرنا ہوں کہ عمرہ کے ساتھ حج کی بھی نیت کیے لیتا ہوں اور جو حدیث آتے وقت مقام ثبیدہ کو خرید لی تھی اس کا قدر چھٹا کر ساتھ لے چلے۔ کہ عمرہ کو حج کرنا انہوں نے بہت اشتداد و سخاوت کا طواف کیا اس کے بعد اور کچھ دیکھا اور عید قربان کے دن تک یہ طور و رسم سے عید و سوسے تاریخ جوئی تو

اس پر مشدداً وہی کا چاندورج کیا اور ان کا

اسی طرح آپ کی ذات کو نور و سوسہ منہ بھی نور ہی بنا کر بھی تھا اور اس طرح آپ کے علوم کی قدرت خاص تھی، اسی طرح آپ کے اعمال و انہماکی کی بھی عظمت تھی اور انہوں نے رسول کا مصلحت سے دیکھا اور کچھ نہیں۔ خدا اسے عذرا کر اور اس کی عظمت کا دوسرا اصل عنوان یہ تھا چاہے اس اگر میں اس کے قول و عمل میں عصیت کی توبہ میں نہیں کر لی ورنہ تو وہ انہوں سے ایک بات کہانی لازم ہوگی یا رسول کی ذات و سوسہ منہ سے عصیت بھی اس کا جزو میں ملکہ اور اس کے حق میں عصیت کا عمل بھی نہ سوسہ منہ ہے۔ کیونکہ یہ عصیت خدا کے نور میں موجود ہے تو اس کی توبہ میں اس سے باز نہیں کر سکتے۔ اور وقت اس ایک لمحہ کے لیے بھی قابل قیام میں اس لیے یہی بات نہیں کر لی کہ رسول پر تو سوسہ منہ ہی اس لیے اس کے عمل میں عصیت کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ اس کا یہی عمل نظریہ بہت نہیں مستند الہی شاعر تھا کہ جو۔ نیکی میں وہ جس کو نور نہ کہ جانتے۔

مَنْ لَمْ يَزِدْ عَلَى رِجَالِهِ - رواه الترمذی وقال حدثنا حسن صحيح
 فَقَالَ كُنْتُ تَقَالَ لَيْسَ لَكَ فِي رَسُولِ اللَّهِ شَيْءٌ حَسَنٌ رَأَيْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزِدُّ عَلَى رِجَالِهِ

الرَّسُولُ الْعَظِيمُ وَجْهَ الْإِسْلَامِ بِأَعْيَانِ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا

۱۱۳۸ أَخْبَرَنَا عَطَاءُ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ فِي أَقَابِ سَعْدٍ قَالَ أَهْلُنَا أَصْحَابُ
 رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَجِّ خَالِصًا لَيْسَ مَعَهُ عَمْرَةٌ قَالَ عَطَاءُ قَالَ جَابِرُ
 فَقَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُبْجُوحًا رَأْبَةً مَضْفً مِنْ دَوْلِجَةٍ فَلَمَّا أَوْدَعْنَا أَمْرًا لَيْسَ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ يَحِلَّ وَقَالَ أَحِلُّوا وَأَمْسِرُوا مِنَ الْقِتَالِ قَالَ عَطَاءُ قَالَ جَابِرُ وَلَقَدْ نَزَّ
 عَلَيْنَا وَنَكُنَّا أَصْحَابُ نَحْنُ فَبَعَثَهُ أَنَا نَسْأَلُ لِمَا لَمْ يَكُنْ يَسْتَأْذِنُ عَنْ قَدِّ إِلَا نَحْنُ أَمْرًا
 انہوں نے پوچھا کہاں وہ گئے تھے نے عرض کی مجھے اذکر وقرطہ نے لگا تھا اس پر انہوں نے فرمایا کیا تم
 اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہی میں ہنر خود سجدہ تھا میں نے آپ کو اپنی سوز کی ہی بہتر
 پڑھتے دیکھا ہے۔ (ترمذی شریف)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہر عمل میں لازم ہے

۱۱۳۸ عطا کہتے ہیں میں نے چند اہل خاص کے ساتھ جابر کو فرماتے فرمنا کہ ہم جو آنحضرت صلی
 اللہ علیہ وسلم کی جماعت تھے ہم نے صرف حج کا احرام باندھا تھا اور اس کے ساتھ عمرہ کا احرام نہ باندھا
 تھا عطا ذکر کرتے ہیں کہ جابر نے بیان فرمایا ذی الحجہ کی چار تا ساتھ چوکی تھی۔ جو تھی کی صبح کو رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ جب ہم حاضر ہوئے تو آپ نے ہم کو حلال ہونے کا حکم دیا اور فرمایا احرام سے
 نکل جاؤ اور عورتوں کے ساتھ صحبت کرو۔ عطا کہتے ہیں کہ جابر نے فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس حکم
 سے مقصد صرف یہ تھا کہ اب یہی عمل ہے تو آپ نے ہم کو حلال ہونے کا حکم دیا اور فرمایا احرام سے
 نکل جاؤ احرام میں رہتے اس لیے قبل از وقت حلال ہو جائیں کہ کوہت شافعی گروہ آخر رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پہنچ گئی کہ ہم لوگ کہتے ہیں کہ حج میں تو صرف پنج دن ہی باقی رہ گئے اور اب آپ نے
 ذات وادع یعنی وہ عبادت میں بھی اسوہ حسنہ تھی جو مطلب یہ تھا کہ جس آپ نے ترک عبادت ثابت ہے وہاں
 عبادت کرنا بھی اوقات میں سمیت تھا جیسے عیدیں کا روزہ سمائی ہوا اس کے عدم جواز کا نفی دینا جو اس کے
 لیے صحت کے لئے لازمی تھا بلکہ بیان کرنا جو کہ ان ایام کا روزہ اسوہ حسنہ میں ہم کو نظر نہیں آتا۔ اب یہ بات سمجھو کہ انھی ہم کی
 اور صحابہ کرام کے درمیان فرقہ وارانہ کے اس عنوان اور خاص آپ کے من لطف کی کمی سمیت تھی۔

صلی علیہا و آلہا و سلم و علیہا نزل العقیقۃ فاستحیی فی أصل المذبح ثم عاد فلما فرغ أقبل علی الناس فقال ایہ الناس إنما صنعت هذا لئلا تشاؤن ولتعتزوا بأصلی - رواہ البخاری فی باب الخطب علی المذبح

الرَسُولُ الْعَظِيمُ بَلَّغَ عَلٰی مَنْ تَزَوَّجَ الْاِتِّبَاعُ بِالْفِعَالِ اَنْ تَلُوْنَ كَاتِبًا

۱۱۵۳ عین امس قال حکماء غلبت رطلی الی آذواجر النبی صلی اللہ علیہ وسلم من ان یؤن سن یتدوہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قائمہ الخیر وایہ کا ترجمہ تھا لہذا تھا انہوں نے عرض میں النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقد غفر اللہ ما نعتہ من منہ ومان آخر فقال أحدہم انما سئل امس علیہ وسلم فی خبرنا ان اس طرح پر کہ جب تک میری تو آپ اس کے اور بھی تھے پھر جب عید کا وقت آیا تو مجھے پیروں نے گئے اور ذکر سنری میں سے کچھ روٹ کر میری تشریف لے گئے جب نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: گو! دیکھو آج میں نے اس طرح نماز ذکر اور پڑھ کر اس لیے ادا کی ہے تاکہ تم سب کے سب دیکھ کر میری نماز سیکھ سکو اور میری قدامت کو سیکھ سکو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی عمل میں اتباع کرنے میں پس پس میں کیا آپ کے قصہ کا موجب ہے

۱۱۵۴ مسند ابن فرات ہے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اذواج طہات میں آپ کی عبادت کا حال دریافت کرشمہ کے لیے حاضر ہوا۔ جب ان سے اس کی تفصیل بیان کی گئی تو ایسا اذواج گویا دہائے حق میں اس کو کہہ سکتے۔ انہوں نے کہا بھلا! اذواج غشت کساں اذواج کی شان و طبع کساں آپ کے تو غشت اور آئندہ سب مسلمات کی مغفرت ہو چکا ہے۔ اس لیے ان میں ایک بولا میں تو ہمیشہ

ناراس ہے اور کہ ہے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کا یہ کامل نماز کی مستقر سنت تھا۔ اس سے ہی نتیجہ نکلا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل اذواج طہات میں آپ کا یہ نماز اس حد نماز اور کر کے کو بھی ایک منہ بھی بالمشافہا صاحب نے کہلے جس عمل کی وجہ آپ نے خود بیان فرمادی ہر نماز پر آئندہ تجویز کی ضرورت ہی کہ میں چل نہیں تھا بالکل کثیر و کثیر اذواج کے ساتھ کیا ہے جس کی ایک ایک وقت وصمت کے سامنے آئے کی ضرورت ہو اور اس سے آئندہ کسی کو حق پہنچا ہے کہ وہ میرے اس طریقہ نماز کو نہ کر سکے اور لیے اس عمل کو عہد رسالت ہی ختم کر دیا جائے۔

۱۱۵۴ مکرر یہ حدیث پر غور فرمائیے کہ صحابہ کرام نے یہ کلمات فرمائے کیوں: حضرت آپ کی شان کی بڑی اور اپنے اس سنہری کی عبادت پر کہ اس دھیمی کی توبہ کی گئی۔ بات یہ بھی کہ جس طرح خدا سے دایم انسان کو میں ہم کر رہا ہے وہی جودا کر رہا ہے۔ اسی طرح ان کو بھی یہاں اذواج طہات میں نماز اور دیکھ کر ایسا عہد سلام کی کیفیت کا قصہ کی کہ

٥٥ عَنِ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ رَافِعٌ عَلَى الْمِائِذَةِ أَدْنَاهُم
يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَضِيحُ حُجْبًا وَأَنَا أُرِيدُ الْعِيَامَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا
أَضِيحُ حُجْبًا وَأَنَا أُرِيدُ الْعِيَامَ فَأَعْيِشُوا أَمْوَالَكُمْ فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَكَ نَشْرَةٌ فَلَمَّا
قَدْ عَفَرَتْهُ لَكَ مَا تَعَدُّكَ مِنْ ذَلِكَ وَمَا خَرَفَ عَصِيبَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ
قَالَ وَاللَّهِ إِنِّي لَأَكُونُ أَحَدًا كَرِهِيهِ وَأَعْلَمُ كَرِهِيهِ أَتَيْتُ رَوَاهُ ذَلِكَ

١١٥٦ - عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّ رَجُلًا قَبِلَ امْرَأَةً تَدْعُوهُوَ مَا يُطْرَقُ فِي رَحْمَتِهَا فَوَجَدَ مِنْ ذَلِكَ
وَجَدَ مَشِيدًا يَدْعُوهُ فَادْرَسَ امْرَأَتَهُ فَتَنَسَّسَ لَهَا عَنْ ذَلِكَ فَدَخَلَتْ عَلَى أُمِّ سَيْلَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ ذَلِكَ لَهَا فَأَخْبَرَهَا أَنَّ سَيْلَةَ رَأَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَقُولُ وَهُوَ صَامٌ ثُمَّ فَرَّجَتْ إِلَيْهِ زَوْجَهَا فَأَخْبَرَتْهُ فَرَأَاهُ ذَلِكَ ثُمَّ قَالَ لَنَا كَوْنُ

۱۱۵۵۔ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر کے دروازہ پر کھڑے ہوتے تھے اس وقت ایک شخص نے آپ سے پرسہ پوچھا اور میں نے یہی کہی یا رسول اللہ اگر میں کہوں "یا آپا کیا کھنڈی" اور میرا زادہ دیکھنے کا ہوتو کیا میں جنابت کی حالت میں روزہ کی نیت کر سکتا ہوں آپ نے جواب دیا اگر میں کہوں جنابت کی حالت میں ہوتا ہوں اور میرا زادہ روزہ دیکھنے کا ہوتا ہے تو میں اپنے غسل کرتا ہوں پھر اس کے بعد روزہ کی نیت کر لیتا ہوں اور میں اس میں پر دشمنی ہوں۔ بھلا آپ کی شان حالی کہاں آپ کے لئے کھانچے کھانچے سب معاملات بخشنے جائز تھے ہیں۔ اس کا یہ کہنا تھا کہ آپ کو سخت ناگواری ہوئی یا آپ نے فریاد کیا کہ قسم اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا اور رحم سب سے زیادہ بخشنے والی کی راہ کا علم رکھنے والا ہوں گا۔ (راکب)

۱۱۵۷۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ فِي دُفْعَيْنِ فَصَامَ أَحَدُ الْيَوْمَيْنِ أَوْ كَثُرَ الصَّوْمُ فَصَامَ النَّاسُ ثُمَّ دَعَا بَعْدَ ذَلِكَ مِنْ دُونِ الْيَوْمَيْنِ فَقَالَ مَعْنَى قَوْلِهِ النَّاسُ الْيَوْمَيْنِ الْيَوْمَيْنِ ثُمَّ قِيلَ لَمْ يَجِدْ ذَلِكَ إِلَّا بِبَعْضِ النَّاسِ فَقِيلَ لَوْ أَنَّكَ لَمْ تَصُومْ إِلَّا يَوْمًا لَمْ يَكُنْ لَكَ صَوْمٌ

۱۱۵۸۔ جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سال میں کہ نہ کر کے نہ فتح ہوا رمضان المبارک میں صوم کر کے لیے نکلے اور آپ نے روزہ رکھا اور لوگوں نے بھی روزہ رکھا لیکن جب مقام کربلا کے لیے نکلے تو آپ نے ایک پرانے والی سنگی اودھنے لکھی اس کو اٹھا دیا اور اٹھا لکھ کر لوگوں نے دیکھ لیا اس کے بعد رات بھر کوئی نہ صوم سے اس کو پی لیا اس کے بعد آپ کو یہ اطلاع موصول ہوئی کہ بعض لوگ تو اب بھی روزہ دار ہیں اس پر آپ نے فرمایا یہی لوگ ہیں جو افواہ ہیں یہی لوگ ہیں جو افواہ ہیں۔ (مسلم)

دعوتِ حق ص ۱۸۱، زبان مبارک سے کہا انا زکھاب یہی ہوا چاہیے پھر کسی ایک مقام پر بھی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ صحابہ کے نزدیک اس قدر اتنا سبب آپ کے علم میں نہیں آ سکتا کہ کوئی احتمال تھا عشاء تک اس روایت میں صاف تصریح ہو چکی ہے۔ اس کی اصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا کس اس لیے بھی ہو سکتا ہے کہ وہ صوم آپ کے حق میں حلال ہے اس کے علاوہ ان کے راویوں میں کوئی دوسرا قصور نہ تھا۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اذان کے صحابہ کی جانب سے یہ خیال نہیں نکالا گیا تو کیا یہ اس کا ثبوت نہیں ہے کہ رسول کی ذات ان کا صلہ ہی نہیں ہوتی۔

۱۱۵۹۔ اب خود فرمائیے کہ یہاں معاملہ ایک عبادت یعنی روزہ کا تھا اور روزہ بھی رمضان کا پھر اگر لوگوں نے اس کو نہ سمجھا تو کیوں وہ اس کے سختی سے گرج کر آپ کے اس علی اللہ علیہ وسلم کے کہ بھی روزہ نہ تو لیا یا آپ کی ابتداء میں کرتا تھا اس لیے اب وہی اہم عبادت نہ سمجھتے ہیں کئی معلوم ہوا کہ رسول کی صحبت ہی وہ چکر کر وہ عبادت کہتے توجس طرح عبادت میں اس کی ابتداء کرتا عبادت جو اسی طرح اگر وہ عبادت شروع کر کے تو شملہ پھر اس کا تو روزہ ہی عبادت ہے۔ تو یہ عبادت کی حقیقت کیا ہے؟ انہار رسول اللہ و صحبت کی حقیقت کیا ہے؟ رسول کی اخلاقی اس لیے قرآن کریم نے یہ فیصلہ اسلام کی احکامات پر ضابطہ قرار دیا کہ ان کی صحبت سے منفعت پر بھی اتنا ہی زور دیا ہے۔ تو جس طرح احکامات و عبادت اور رسول کی احکامات میں کوئی تفریق نہیں ہے اسی طرح اس کی صحبت اور رسول کی صحبت میں کوئی تفریق نہیں ہے اگر انہار و فیصلہ اسلام کے کسی شخص میں بھی صحبت ہوئے یا احتمال ہو و ملیا ذابہ قرآن کی ہر حالت و درزی کو صحبت کیسے کہا جاسکتا ہے اور ان کی اخلاقی سے علی الاطلاق منفعت کیسے درست ہے۔

اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اخلاقی کی اور اس کی طہارتی پہلی حد سے باہر کر دیا اور اللہ سے منافی ہوا اور اللہ کا چہرہ ہر شے ہی مانتا ہے اور اس کے لیے عبادت کرنا عذاب ہو گا۔

اس دن وہ حضرت زکریا سے ملے تو کہنے لگے لاہی نہیں ان کے اور برابر ہو چکے اور اس دن یہ اللہ سے اپنی کرتی بات کہہ دیا

سینے کیسے اور جس کسی نے اللہ اور اس کے رسول کی اخلاقی کی وہ کھلی ہوئی گڑھی میں جا پڑا۔

وَمِنْ بَعْضِهِمْ ذُو الْقُرْبَىٰ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا
تَبَارَكَ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقَيُّومُ
الَّذِي لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ لِّهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَ رَبِّهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَ أَيْدِيهِمْ وَلَا يُحِيطُ بِشَيْءٍ إِلَّا بِمَا شَاءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ

وَمِنْ بَعْضِهِمْ ذُو الْقُرْبَىٰ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا
تَبَارَكَ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقَيُّومُ
الَّذِي لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ لِّهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَ رَبِّهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَ أَيْدِيهِمْ وَلَا يُحِيطُ بِشَيْءٍ إِلَّا بِمَا شَاءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ

الرَّسُولُ الْمُطَهَّرُ كَوْنًا تَقَرَّرَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحُجَّتِهِ الْإِلَهِيَّةِ

۱۱۵۸۔ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ أَنَّهُ خَفِيَ بِبَيْتٍ لِمَخَارِبٍ مِنْ خُرَيْبٍ أَهْدَتْهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبْحًا وَآصِيًا أَهْدَتْهُ لَيْلِيٌّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأُجِلْنَ عَنْهُ مَا يَدْرِيهِمْ ثُمَّ كُنَّ الْمَيْمَنَةُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَنَّهَا تَقْدَرُ لَهُ وَلَوْ كُنَّ خُرَيْبًا مَا أُجِلْنَ عَنْهُ مَا يَدْرِيهِمْ لَكَ أَمْرًا يَأْتِيهِمْ . رواه البخاري .

۱۱۵۹۔ عَنْ حَابِرَةَ قَالَتْ كُنَّا نَسْتَعِينُ وَالْفُؤَادُ يَزِيدُ رَهْتًا عَلَيْهِ وَزَادَ مُسْلِمٌ قَلْبَهُ ذَلِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَنْفُتَا .

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی بات پر خاموشی بھی خیریت میں اس کے عباد کی اطاعت میں ہے

۱۱۵۸۔ انہی معارف و روایت فرماتے ہیں کہ ام حبیبہؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضورؐ سامنے بکھڑے ہو کر چہرہ گواہ کیا جانور ہے، بطور ہم پیش کیا آپ نے ان کو سگوانا اور آپ کے دسترخوان پر دھڑکے لوگوں نے ان کو کھانا لیکن خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس طرح نفرت سے چھوڑ دیا جیسے گمنام کی چیز چھوڑی جاتی ہے اور ان کے کھانے کے لیے بھی کسی کو نہ فرمایا۔ اگرچہ حرام ہوتی تو آپ کے دسترخوان پر لوگوں کے کھانے میں داخل نہ ہوسکتی۔ (نہادی شریف)

۱۱۵۹۔ مآثر بیان کرتے ہیں کہ ہم عزری کیا کرتے تھے اور اس وقت قرآن نازل ہوتا تھا (مفتی علیہ السلام کی خدمت میں) یہاں پر بات اور زیادہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے اس عمل کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اس کو منع نہیں فرمایا۔ (عزل کا مطلب یہ ہے کہ نازل کے وقت حضورؐ پر کوئی جہالت نہ ہو کہ صورت حال نہ ہو)

۱۱۵۸۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرنے کا یہ تو بہت بڑا ہے جو آپ کی آنکھوں کے سامنے پیش کیا۔ اور اس پر آپ سکوت فرماتے تو آپ کا بیگنوت بھی جہاد کی قطعی حجت سمجھا جاتا جو کہ کبہ یا مکہ آپ کے سامنے کرتی یا جہاد فعلی ہو۔ وہ آپ اس پر سکوت فرماتے۔ اب اللہ عز ورا بھیجے کہ وہیں سے یہ میں کسی آجائزات پر جہاد سکوت کا امکان بھی نہ ہو اور اس کو کسی شخصیت کے ارتکاب کرنے کا جھوٹا مکان ہو سکتا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کی سرگزشت کا ایک اجماع میں بھی جو شخص اپنے گزشتہ

۱۱۵۹۔ صحابہؓ کے سر اسٹال کا حصہ بھی ہے کہ اگر یہ بات درست ہو تو اس کے علم میں آجائے کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ کیسے سکوت فرما سکتے تھے میں جس طرح آپ کو منع دینے کے لیے میں حجت تھا اس طرح آپ کا سکوت بھی حجت تھا کہ میں سے وہ سکوت و سکون کی ایک ایک اور میں وہاں میں حجت بھی جاتی تھی۔

۱۱۶۱۔ عَنْ صَلَاحِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَى بِشَرَابٍ قَتِيرٍ وَعَنْ يَمِينِهِ
عَلَامٌ وَعَنْ يَسَارِهِ أَلَمٌ فَقَالَ لِيْلَهُ قَلَامٌ إِنَّ أَدْنَى لِي أَنْ أُعْطِيَتْ هَؤُلَاءِ فَقَالَ مَا كُنْتُ
لَا فَرْخٌ يَنْفُخُ مِنِّيكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَخَذَ أَقْلَكَ فِي يَدِي وَ . رواه البخاري .

الرَّسُولُ لَنْ لَوْ كُنْ مَعْصُومًا فَكَيْفَ بِاللَّهِ عَلَى أَهْلِ الْأَرْضِ

۱۱۶۲۔ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ خَيْبَرَ أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنِّسْمَةِ

۱۱۶۱۔ سنن ابن سعد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پانی پیش کیا گیا آپ نے اس
کو پی لیا اس وقت آپ کے دائیں جانب ایک نوجوان اور بائیں جانب عمر اور بن مسعود و اصحاب موجود تھے
آپ نے اس نوجوان سے مخاطب ہو کر فرمایا: امانت دو تو میں جب پانی ان لوگوں کو دیدوں وہ بولے یا
رسول اللہ! آپ کے بھیلے پانی میں قسمت نے جو میرا حصہ لگا دیا ہے میں کسی کے لیے بھی اس میں بخاوت
نہیں کر سکتا۔ اس پر آپ نے ناگوری سے اپنے لہجہ کو جھکلا دے کر پانی ان کے ہاتھ دیا کہ دیکھنا بخاری

رسول اللہ صوم نہ ہوں تو اللہ تعالیٰ تمام دینے زمین کے حق میں ان پر کیسے اعتماد کر سکتا ہے

۱۱۶۳۔ عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ جنگ خيبر کے موقع پر جب مال تقسیم کرنے کی نوبت آئی تو انھوں نے صلی

۱۱۶۱۔ جذبات کا بھی دوری کے ایک شخص سے مشعل انسان کو بھی ہے قابو نہ دیتے ہیں یہاں قسمت سے صبر
نوجوان کو ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ کا حکم میں پانی سے مل گیا وہ علیہ السلام کا دین مبارک لگ چکا تھا خدا اللہ میں وہاں
اگر یہاں اس کے جذبات بھل گئے تو کس حد تک قابو نہ دیتے ہیں کی شان اخلاق میں سب سے
گہری تھی وہ چلتے تھے کہ ان کے رفتارہ اصحاب بھی ان ہی اخلاق سے دیکھیں ہو جائیں لیکن اس طرح کسی کی
ناہ پورا یا مکمل حالی فصاحت کی ترغیب بھی ہو جائے۔ اگر آپ یہ پانی عرقِ مبارک سے سرور کوں کو کھلا
روائیں جاننا بیٹھے والے نوجوانوں کا آئینہ میں کوئی حق ہی نہ تھا اور اگر انھوں نے ناگوری کیجے میرا پانی حوالہ خوا
و سرور پر یا شکر کوئی حسن نہ دے۔ اس لیے پانی دیا تو گردن میں ناگوری کے ساتھ اس قسم کے متقاضی پر
خلاق کا ہو سکتا تھا اس کا سبب مل جلتے۔ آپ کی یہ دونوں روائیں دو حکم شرعی کی تفسیر و تفسیر و تفسیر و تفسیر
ہیں یہی کہ صرف قرنی و فصل ہی نہیں بلکہ اس کا مطلق و سکوت بھی بلکہ اس کے مطلق و سکوت کی نوائیں
یکہ حکم شرعی بخانی ہیں۔ اگر دنیا و قبا اللہ ان کے قول و فعل میں صحبت کا کوئی لفظی سا امتیاز بھی ہو تو کیا اللہ
یت حاصل پرستی ہے۔ مستغنیوں کی اور باخیر میں بھی ہوں گر ان کی ایک یہ بات ہے کہ کوئی ہواں پسند ہو
مطلقاً عمل لائے۔ میں انہوں کے افعال میں کوئی دوسرا امتیاز ہو سکتا ہے تو پھر ان کے قول و فعل کو بھی
روح حاصل نہیں ہو سکتا

۱۔ روایت ہے کہ سب اللہ کو سامنے رکھ کر نبی آپ کو واضح ہو جائے رسولوں کی شان کیا ہونی چاہیے۔

أَعْطَى الْاَرْضَ مِنْ حَاسِبٍ وَإِثْمَ مِنَ الْإِثْمِ وَأَعْطَى عَمِيَّةً وَمَثَلُ ذَلِكَ وَأَعْطَى كُنَاثَ امْرِئٍ شَوْفٍ
فَالْكَسْبُ وَآخِرُ حُكْمِهِ ثَلَاثٌ فِي الْقِسْمَةِ قَالَ وَحَلَّ وَكَلَّمَ إِنْ هُوَ وَتَقْسِمُهُ مَا عُدَّ لِي فِيهَا أَوْعَا
الْزَيْدُ فِيهَا أَوْعَا اللَّهُ فَعَلَتْ وَاللَّهُ لَا خَيْرَ مِنَ اللَّهِ فَصَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُمْ
فَعَلَتْ حُكْمِي إِذَا لَمْ يَعْدِلِ اللَّهُ وَرَسُولُهُ رَحِمَهُ اللَّهُ مُؤْمِنِي فَقَالَ أَوْ ذِي بَأْكَتَرِ سَمِ خَلَا
فَصَبَّرَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِي الْمَجَاهِدِ وَفِي كِتَابِ الْأَدَبِ وَبِطَلِّكَ مِنْ بَعْدِي إِذَا لَمْ يَأْعِدْ لِي وَ
فِي الْمَخَازِي وَبِطَلِّكَ أَوْلَسْتَ أَحَقَّ أَهْلُ الْأَرْضِ أَنْ يَتَّقِيَ اللَّهَ وَفِي بَابِ عِلَالَةِ الْخُذُ
قَدْ خَبَرْتُ وَخَبَرْتُ أَنْ لَمْ يَكُنْ أَعْدَلُ وَفِي كِتَابِ الرِّدَايَا عَمَلٌ فَقَالَ مَنْ يَطِيعُ اللَّهَ
إِذَا عَصَيْتُ أَيُّهَا عَصَى اللَّهَ عَلَى أَهْلِ الْأَرْضِ وَلَا مَا مَنُونِي -

اللہ علی وسلم نے، قرع بن حابس و ایک شخص کا نام کو سوا دس دیکھے اور اتنے ہی اونٹ صید کر کے
شخص کا نام ہے، اور اسی طرح عرب کے اور چند بڑے بڑے لوگوں کو عطا فرمائے، اور اس دن مال کی تقسیم
میں دوسرے لوگوں پر ان کو ترجیح دی۔ اس پر ایک شخص جو لا خدا کی قسم تقسیم میں تواضع سے کام
نہیں لیا گیا۔ یا یہ کہ اگر تقسیم خلوص کے ساتھ نہیں کی گئی جس سے کہا اچھا خدا کی قسم میں ضرور اس بات
کی اطلاع آپ کو دوں گا میں حاضر ہوا اور اس واقعہ کی آپ کو خبر دی آپ نے فرمایا اسے اگر اٹھا اور اس کا
رسول بھی انصاف نہ کرے گا تو پتا چھوڑ دو کون انصاف کرے گا۔ خدا تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحم
فرمائے ان کو اس سے بھی زیادہ تکلیفیں دی گئیں مگر انہوں نے صبر ہی کیا۔ بخاری شریف میں دوسری جگہ
یہ لفظ ہے نیز اس میں اگر میں انصاف نہ کروں تو دوسروں کوں کرے گا۔ کتاب المغازی کے لفظ یہ ہیں۔ کہا
روئے زمین میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے خوف کرنے کا میں حقدار نہیں۔ علامات نبوت میں یہ لفظ
ہیں۔ اگر میں نے انصاف نہ کیا تو میں تو بڑے ڈٹے میں زیادہ رست اکلام پر مستجاب الایمان کے الفاظ
یہ ہیں مگر میں بھی اللہ تعالیٰ کے نافرمانی کروں تو پھر دوسروں کوں جو جس کی حکم پر لاری کرے گا۔ بھلا یہ ہو سکتا ہے
اگر تم کو مجھے قابل اعتماد نہ سمجھو اور اللہ تعالیٰ ہی ساری روئے زمین کے حق میں جھوٹا خدا کرے۔ (بخاری شریف)

یہاں سے شخص نے چپکے سے سن کر کہا کہ اس سے نکالا تھا آپ نے اس کے حق میں اہل زنا سے کہ لفظ نوا یا کسی کو جنسی قسم
نہی بلکہ منصب و رسالت کی توہین تھی۔ پھر آپ نے اس کو اس طرح فریاد میں بھی قرار دیا کہ میں کو نہایت قابل اعتماد و متبع
کہا حق تعالیٰ ہی ساری مخلوق کے حق میں اس کو قابل اعتماد سمجھے پھر یہ دوسروں کی قسم میں قابل اعتماد ہو کر ہے
تو ایسے اور احوال میں بھی ان کا حق نہیں ہوتا کہ کوئی دہانت سے کہیں نہایت نہیں ہو۔ لیکن اگر کام نے کہیں آپ کے
کسی عمل پر مصیبت کا گمان کیا ہو اور جب کسی ناشائستہ شخص کی زبان سے ایسا کہہ دیا جو برا نہیں آتا تو کہیں آپ نے اس پر
اعجاز کر دی نہ ہو یا پھر پھر سب تب تک کا بار بار دعا و تحفرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اپنے کسی خاص عمل پر مصیبت
کا لفظ صدق میں آیا ہو تو بعض حق پر غور کرنے کا اس پر مصیبت کا وہ علاقہ نہ کہنے درست ہو گا۔

اَلْحَدَّثُ الْحَقُّ عَنْ اَمَامِكَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

الْوَسْطَى مَا بَيْنَ الْعِصْمَةِ وَالرَّسُولِ الْعَظِيمِ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا لَيْسَ مِنَ الْهَالِكِ

۱۱۶۳۔ اخیر میں بتایا کہ میں نے اُن صغیرہ کو دیکھ کر کہنے لگا کہ اے اللہ علیہ وسلم! آخر کونسا تھا
 آجائے گا، اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ترورہ کی اینٹ کا پیر فی المکعبہ فی العشر
 الاخر من روضان فتوح شد عینہ و ساعدہ شد فی اُمتہ شقیبت فقد نعم الشیخ حق اللہ علیہ
 وسلم معہ انبیلہم کما حقہ ادا ابکعت باب المکعبہ عند باب اُم سیدہ ممر و جلالہ

لے لیے تو بخاری ساری اُمت گزرا، جو باقی۔ بخاری شریعت:

آپ کی عصمت کے خلاف قلب میں دوسو بھی ایسی خطرناک باتیں ہیں جو آپ کی خطرہ پر

۱۱۶۴۔ علی بن حسین رضی اللہ عنہما کہ حضرت صغیرہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بی بی سے بیان
 کیا کہ ایک مرتبہ وہ دو زبان احکامات میں تپ کی زیارت کے لیے مسجد میں آئیں، یہ وہاں المبارک کے
 آخری عشرہ کے موقع تھا، تھوڑی دیر آپ سے بات چیت کی پھر فرصت ہونے کے لیے کھڑی ہوئیں تو نبی
 کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کو فرصت فرماتے کیلئے ان کے ساتھ ساتھ تشریف لے چلے یہاں تک
 کہ جب وہ مسجد کے اُس دروازے کے پاس پہنچیں جو حضرت ام سلمہؓ کے دروازہ کے متصل تھا تو دیکھا کہ

کے لیے صبر و درگزر ہوتا ہے، صبر کے بلا کمالات نہیں ہے جس کے کمال کا فیض ہونے میں، یہی ہے جو افضل موملین
 کی اُمت خیر الامم کلمات۔ اب اگر میں اصولی لحاظ سے کسی صحبت کا امکان ہو والی بات تو پھر یہی طبعی عامی
 ہوں ان کی کیا بات میں کر رہا ہے۔ اسی لیے نبی کو صبر و محبت پر کیا ہوا، تاکہ اس کی اُمت کی شان و کرامت سے
 معصومیت کا رنگ اختیار کرتی چلی جائے اور اس طرح پھر اس بات کی سختی بن جائے جس کی تباہی کے لیے صغیرہ
 خرواہوں پر آدم علیہ السلام سے درسی غلطی ہو گئی تو عصمت کے باوجود جنت چھوڑ لے پھر وہ جگہ پھر وہ تک
 عامی انسان اپنی صحبت کی منزلت کو صبر و محبت کا رنگ اختیار نہ کرے جنت میں بھلا کچھ داخل ہو سکتا ہے
 خدا تعالیٰ کے مقدس رسول جو کبھی اس عالم میں جنت کی غنیمت پر لے ہیں، اس لیے وہ اہل جنت کی طرح معصوم بھی
 جاتے ہیں، تفصیل پہلے کر دی جائے گی۔ اب اس امتحان کا آغاز، صبر و آپ کی نصرت کی صحبت کے انجام کے لیے تھا۔
 اسی لیے، اسی صبر و محبت کی غرض سے یہاں آیا ہے تاکہ نبی اور اس کا باہمی اندرون کا ماحول معلوم ہو جائے اور
 میں حضرت سیدہ عائشہؓ کو تو دیکھتا ہوں اس کی خوب نصرت و قربانی جو عوام کے دوست و سر کا حق کرنا اس سے ملتا ہے، کچھ نہیں
 کوئی ایسی عورت نہ ہے، والدین و باپ بھائی جنت سے تسانی میں گفتگو اور بات چیت کر معصیت بھی تو کس درجہ
 کی صحبت بھی اس کے بعد آپ کا کس اہتمام سے اس کا بھی ازالہ فرما رہا ہے اس لیے نہیں رہا ہے اس سے بچاؤ

النَّاسُ قَدْ خَرَجَ مِنْ عِلْمِهِمْ لَمْ يَخْرُجُوا فَقَالَ رَجُلٌ أَكُلَ عَامٍ بَارَأَ مَوْلَى اللَّهِ فَكَتَبَتْ حَتَّى
 كَالْمَاءِ لَا تَقْدِرُ أَنْ تَقُولَ قَوْلًا تَمُوتُ لَوْ كُنْتَ وَكَمَا اسْتَطَعْتُمْ تُعْرَفُونَ وَتَقُولُ مَا كُنْتُمْ عَوَاقِبَ
 هَذَا عَنْ قَتْلِكُمْ بِكَرْمَةِ سُورَةِ الْيُحُودِ وَاسْتِغْلَا بِفِعْلِهِ عَلَى أَيْدِيكُمْ قَوْلًا أَمْرًا كَرَمًا مَشَى عِلْمًا وَ
 بِمَنْ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَرَأَى أَنَّهُ يَكْفُرُ عَنْ مَنَى وَفَدَعُوهُ - رواه مسلم

۱۶۶- عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى نَجْمًا مَجْمُورَةً فِي السَّمَاءِ بَيْنَ جَبَلَيْنِ
 فَصَلَّى فِيهَا لَيْلًا إِلَى حَتَّى رَاجَعَتْ عَلَيْهِ نَاسٌ ثُمَّ فَقَدُوا صَوْتَهُ قَلِيلًا وَطَوُّوا اللَّهَ اخْتِلَامًا

نوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر حج فرض فرما دیا ہے اس لیے حج ادا کیا کرو۔ اس پہلے ایک شخص نے پہچان
 یا رسول اللہ کیا ہر سال آپ خاموش رہے یہاں تک کہ جب آپ نے تین یا چار سوال کیا تو آپ
 نے فرمایا اگر میں اس کا اقرار کر لیتا تو وہاں کہہ دیتا تو ہر سال تم پر حج فرض ہو جاتا۔ پھر ہر سال حج ادا
 کر سکتے اس کے بعد اصولی طور پر یہ نصیحت فرمائی کہ جب تک میں خود تم سے کچھ نہ کہہ کر دوں تم بھی مجھ سے
 کچھ نہ پوچھا کرو کیونکہ تم سے پہلے انہیں جو ہلاک ہوئی ہیں وہ ان کی یہی باتیں سوالات اور اپنے آپ میں ہمیشہ
 کے سامنے یہی اختلافات کی بدولت ہی ہلاک ہوئی ہیں۔ لہذا جب میں تم کو کسی بات کا حکم دیا کروں تو
 اپنے مقدمہ بھروسہ کو بھالنا یا کرو دو جس بات سے روک دیا کروں اس کو یک لفظ چھوڑ دیا کرو و مسلم

۱۶۷- ذیہ بن ثابت سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دہ روزہ رمضان میں اپنی مسجد میں
 ایک چور دیکھا کہ چھوڑا بنا لیا تھا چند شب آپ نے اسی کے اندر نماز ادا کی یہاں تک کہ لوگ بھی آپ کے
 پیچھے آکر نماز میں شریک ہوئے شروع ہو گئے۔ پھر ایک دن ایسا ہوا کہ لوگوں نے آپ کی آواز نہ سنی اور گنا

خود دے کہ اس کا رسول دے ہے۔ اور حکم علی الاطلاق کو مقصود بھی تھا کہ تطہیت کے جس مرتبہ میں عام قرآن کی تلاوت
 ہو اس دور میں ہر حدیث کی حفاظت و جہاد اس طرح حفاظت کی نوعیت کے فرق سے کہیں کہیں ان کی تطہیت
 میں ہی فرق پڑے گا۔ اس طرح کثرت، نعمت کی تقصیرات میں یہ کچھ صحت کا سبب بن جائے گا کہ کسی چور یا کسی مرتد
 میں اتنا اجماع ہے کہ قرآن پاک کی آیات نہیں تو شاید میں اس کے عاصیوں کا معاملہ بہت زیادہ نازک ہو جائے گا۔ گوشت
 لہے صروت لے لے بھی یہ کفایت نہیں کی بلکہ اپنے رسول کے ساتھ زیادہ، کمزور کر کے کی مخالفت بھی لڑائی کا حکم ہے اور وہاں
 سے کثرتوں کو جتنا فائدہ پہنچ سکتا ہے وہ اور کچھ خواستہ نہیں رسول کو روکتے تو بعض میں داخل ہو کر جو تعصبات و عقائد
 ان کو وہ خود اپنی جائز سے بڑی مخالفت کے ساتھ بیان کر دے کہ اس کو کہیں ہی کی حیثیت سے کہہ سکتا ہے
 ہے۔ میں جہاں میں سے سکوت اختیار کروں تم کو بھی چاہیے کہ اس سکوت اختیار کرو اور زیادہ سوال و جواب کی عقلیت
 میں نہ جھرو نہ اس پر بھی کوئی تہمت دیکھ الزام کے صروت ہو گا۔ دوسرے رسول و وحی کے سامنے میں جتنی زیادہ تعصبات
 و رہنے نہ گئے وہ سب بھوں دی جائیگی۔ پھر وہ تمہارے ہی حق میں تکلیف کا سامان بن جائیگی و لہذا غرضی کے ساتھ
 سکوت کرنے میں رسول کا احترام بھی تھا و اس کا وہ تہمت ہی نہیں تھی اسی میں غرضی ضروری بات تم سے یہ شہ نہیں
 رکھی جائیگی غیر ضروری بات کا سوال مجھ سے نہ کرو۔ رسول کی عظمت کا اس سے اندازہ فرمائیے کہ اس کی ایک جگہ میں اسے

فرض و وصیت بھی پہنچا کر سکتی ہے

۱۶۸- عن عبد الله بن مسعود قال لعن الله الزنايات والمستوثبات والمختصات والمفتحات
 المختبرات كلن الله فجاءت امرأة فقالت اذ بكفنني اذك لعنت كبت وكنت فقال
 ما لي لا ألعن من لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم ومن ههنا في كتاب الله وقال تعالى
 لقد قرأت ما بين اللوحين وما وجدت فيه ما تقول قال لعن النبي قرأ فيه لقد وجدته
 اما قرأت ما انا كوامر رسول فقد و ما انا ككفره قال قلت بلى قال فانه قد
 لعن الله . متفق عليه

۱۶۹- عبد الله بن مسعود نے فرمایا اللہ تعالیٰ ان عورتوں پر لعنت کرے جو عجم کو گودتی ہیں یا والدانی ہیں یا
 فرجہ روتی کے لیے بال بچہ الٹی ہیں یا دانتوں کے درمیان چھری کھلواتی ہیں یہ سب اللہ تعالیٰ کی خلقت پر
 پابندی میں مبتلا نہیں ایک عورت آئی اور اس نے کہا مجھے مغموم ہوا ہے کہ آپ اس قسم کی عورتوں پر لعنت فرماتے
 ہیں مومنوں نے فرمایا جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اور اللہ تعالیٰ نے بھی لعنت فرمائی ہیں میں ان
 پر کیوں لعنت نہ کروں۔ اُس نے کہا کہ قرآن شریف تو میں سے بھی پڑھا ہے مگر اس میں میں نے تو بات
 کسی نہیں پڑھی جو آپ فرماتے ہیں انہوں نے فرمایا اگر تو قرآن ذکر کر بھی تو حجابات میں کتاہوں ضرور
 حرد اس میں دیکھ لیتی کہ اتنے ہی آیت نہیں پڑھی ما انا لکرم الرسول الا حجابات تم کو رسول بتائے اس کو
 قبل کر لو اور میں بات سے ہلکے اس سے ترک ہاؤ۔ اُس نے کہا یہ آیت تو پڑھی ہے اس پوچھوں نے
 فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان احوال کی ممانعت فرمائی ہے اس لیے اُن کو ذکر قرآن ہی حاکم
 کہا جائیگا۔ متفق علیہ

۱۷۰- جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے قبل کہ مومنوں کی جان حال پر نہایت مائل تھی اور اس لیے آپ کو ان کی جان
 میں جو قسم کے نقصان کا حق حاصل تھا۔ اگر آپ چاہیں تو کسی کو جناح فرما دیتے تھے اور اگر کوئی اپنے ظلم پر غور کرے
 تو آپ اس کو اپنی مایوسی سے باز بھی کر سکتے تھے جن حدیث کی وجہ سے اس قسم میں کچھ حذر کی وجہ سے اس طرف بھی کسی سے
 تواضع نہ ملے۔ حدیث سے اس قدر شرم کی نوبت نہیں ملے جو یہ لکھا ہے کہ بعض مقامات پر رسول بھی غصیت کو بھی آنکھ پر
 اندازے کا کوئی حق نہیں ہوتا۔ اس کی بجائے اب اس کو اس میں درست فرمایا جیسے یہاں بھی کہ رسول بھی غصیت کی ممانعت
 اندازے نہیں کرتی اور صورت بھی ہے کہ اپنی والدہ کا ہمارا کر دے اور میرا دھندلے۔ بعض حدیثوں میں ہے کہ
 شخص کے لیے نادر کے شعلے بھی آپ کے استغفر فرماتے تھے۔ ایک واقعہ اس سے دلچسپ ہے کہ یہ نو جوان لڑکی کا
 اپنے بے کار دھندلے کی وجہ سے غلام لے ان دلوں و احوال کو بھی اسی غصے کے واقعات میں شامیر کیا لیکن اس کے شعلوں
 جوشہ افش ہوا تو بھی ہم پہلے اس کا انکار کر دیتے ہیں۔ دیکھو ترجمہ اس حدیث ۱۷۱

۱۷۱- امارت سے کسی نہایت نہیں ہوگا جو اس نے احکام یا غیر احکام میں خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کے درمیان کسی قسم کی
 ال برہن کر دے کہ یہ حق بات ہے کہ اگر اس میں احکام میں رسول کا کوئی مقام ہے یا ہم نہیں کہتے اور اس میں ہر شخص پر اللہ
 تعالیٰ کے احکام کو بھی دست بردار ہونا چاہیے۔ حالانکہ کتاب اللہ اور احادیث ہی نہیں بلکہ رہن کوئی ایچ از اول تا آخر اس کے

۱۱۶۹۔ عن مسلم بن الحجاج عن أبي حذيفة أنهما ذكرا لرسول الله صلى الله عليه وسلم
سألا ما توفي أبي حذيفة ودخل عليه عليهما فأمرهما أن كزيعته فأرغمته وهو رجل
كثير فبعد ما شتمه بذكرنا أخرجه ابن سعد والحاكم في الخصائص ۳۶
۱۱۷۰۔ عن أم سلمة قالت أتت مسابرة أبا ذر الغفري صلى الله عليه وسلم فأنشدت له
أخذه هذا الرصاص وتلقاها هذا الرخصة من رسول الله صلى الله عليه وسلم
سألا ليرجأ أصدة أخرجه الشيخان .

۱۱۷۱۔ عن أبي الثعالب الأندلسي قال روى النبي صلى الله عليه وسلم امرأة على سورة
من القرآن وقال لا يكون لأحد من بني آدم مقفرا رواه مسدد بن منصور ومروان
وفيه من لا يعرف وأخرجه أبو داود عن مسدد قال ليس هذا أحد بعد النبي صلى

۱۱۶۹۔ اس سلسلہ ابو ذر رضی اللہ عنہ کی بیوی نہیں کہتی ہیں کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صائم کے
متعلق تذکرہ کیا یہ ابو ذر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے کیا وہ ان کے گھر اب بھی آباد و شہرہ رکھتے ہیں تو آپ نے
فرمایا: ہاؤن تو اپنا دوسرے کر لیا دو چاچا انہوں نے اپنا مقفرا زادہ دھندھ نکال کر ان کو بولا دیا اس
وقت یہ پورے صبر سے تھے اور جنگ بد میں شریک ہو چکے تھے ۔ (حاکم)

۱۱۷۰۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہیں کہ اس قسم کی مضامین کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس اوراق
نے افکار میں رائے ظاہر کیا تھا وہ یہ کہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے یہ خاص عالم کی
کے لیے اجازت تھی عام مسئلہ نہیں تھا۔ (محقق علیہ)

۱۱۷۱۔ ابو ثمان ازہری کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کا نکاح قرآن کی ایک
سورت پر طلاق اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ تم لاشہ جود یہ ہر کسی اور شخص کا نہیں ہر سیکنگ اس حد
کی اسناد ضعیف و ضعیف میں لیکن ابو داؤد میں ہے کہ کھول کی زانی نے کسی بھی قسم میں واقعت میں

۱۱۷۰۔ یعنی عتہ رضاعت کے بعد دوسرے ہاؤن نہیں اور اس کا کوئی اثر بھی نہیں ہاؤن دوسرے آدمی کو رضاعتی
دلدار رضاعتی ہاؤن کا اسکا ہر مسئلہ کی روایت اگر صحیح کی نہ ہو کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے اس کی تصدیق
ہوئی ہاؤن یہ بھی ثابت ہے کہ بعض مواضع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عام قوانین سے مستثنیٰ کر کے لاشی میں
بھی حاصل تھا۔

۱۱۷۱۔ ہر کے لیے ہیں ایک شخص کو عام قانون سے مستثنیٰ کر سکتے ہیں دوسری مثال یہ کہ ہاؤن راست رسول خدا صلی
اللہ علیہ وسلم سے اس کے جنت میں کھم ہو کر کھول طریقہ کے بیانات سے کسی درجہ میں اس کی تائید جماعتی ہو چکی
غرض یہاں ان مسائل پر روشنی ڈالنی نہیں ہو کہ یہ ثابت کرنا ہے کہ ہر عام قاعدہ سے استثناء کر کے لاشی میں آپ کو کھول
تھا اور یہ حقیقت صحیح احادیث سے بھی ثابت ہو چکی کہ ہاؤن پر غلبہ دیتے ہوئے جب آپ نے حرم کوئی گھاس کھانے کی تھا

قَالَ جَاءَهُ الْإِسْرَافُ أَوْ صَاحِبُ الْحَاجَةِ قَالَ اشْفَعُوا لَنَا وَجَرَّاهُ نَقِصُ اللَّهِ عَلَى لِسَانِ
رَسُولِهِ مَا شَاءَ . دواء الجحاری قند ومن هذا الباب ما رمى مرفوعان شأن عمر بن عبد
الفضل عن علي بن الحسن عن

صاحب ضرورت آثار راوی کو غلطی میں شک ہوا تو آپ فرماتے تم لوگ تو ضرورت مندوں کی سزا
گروہ یا گروہ اور اس پر ثواب کما لے جاؤ ورنہ اس کے فیصلہ کا معاملہ تو اللہ تعالیٰ اپنے رسول کی زبان سے جو
فیصلہ چاہے گا اور فرما دے گا (بخاری شریف)

۱۱۔ دیکھئے حدیث مذکور جس میں فرمایا کہ تم سب مومن کیے جاؤ اور رسول جو چاہے وہ فیصلہ فرما دے گا جو چاہے
فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کی زبان سے جو فیصلہ چاہے گا اور فرما دے گا اس میں یہ اشارہ ہے کہ رسول
اور سب مومن کی طرح صرف اپنی رائے سے فیصلے نہیں فرماتے بلکہ ان کی زبان خداوندی احکام کے ہمارے
جسے صرف ایک آدمی ہوتی ہے حکم و حقیقت یہاں اللہ تعالیٰ ہی کاربہا ہے یہی وجہ ہے کہ رسولوں کے سب فیصلے
ناطق اور ناقص پہلے ہوتے ہیں ان سے سزا دینا کفر و ایمان میں خداوندی حکم و احکام کی زبان سے پیدا ہوتا
ہو۔ اس سے یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ رسالت کی حقیقت پر کیا اور جو عقائد و مسائل کھلے ہیں وہ اس کو کچھ لکھ دیجیے۔

وَقَالَتْ ثَوَالِثُ الْيَهُودِ لَا تَشْفَعُ إِلَّا أَقْصَى
اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْ أَرَأَيْتُمْ يَكُونُ لَهُمْ
الْخِطَابَةُ مِنْ أَشْرِهِمْ .

دوسری جگہ ارشاد ہے ۔
فَلَا تَدْرِي لَوْ لَمْ يَشْفَعْ خَلْقُكَ لَكُنْتَ
فِي سَحَابٍ مَطْمُوحَةٍ فِي الْيَوْمِ الْآخِرِ
أَنْتَ بَعْدَ خَلْقِكَ جَاهِلٌ أَقْصَى
يُسْتَكْبَرُ أَتَنْبِئُهُ .

تیسری جگہ ارشاد ہے ۔

إِنَّمَا أَتَى النَّبِيُّكُمْ إِلَهُكُمْ فَاسْمِعُوا لَكُمْ
كَلِمَةَ رَبِّكُمْ فَإِنْ أَفْتَضَلْتُمْ بَعْدَ
كَلِمَةِ رَبِّكُمْ فَسَبَّحُوا بِحَمْدِ رَبِّكُمْ
وَقُلُوا رَبِّكُمْ عَسَى أَنْ يَبْعَثَ
رَبُّكُمْ رَسُولًا مِمَّنْ لَمْ تَدْرِكُوا
بِهِ الْبَرْقَ وَاتَّخَذُوا حُجُجًا

پہلی آیت میں خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کا فیصلہ ایک ہی قرار دیا گیا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ یہاں خود حاکم
برکھت ایک ہی ہے تو سب سے پہلے جو حکم و نظر آئیں اسی طرح یہاں فیصلہ بھی ایک ہی ہے تاہم اگرچہ اس کی نسبت ایک
الکھم رسول کے فیصلوں کی اس نسبت کے بعد خود اس سے بھی زیادہ اہم بنائی گئی ہے یہ ہے کہ اس کے
فیصلے کے بعد سب اعتراضات مغلط ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ اس کی آراوی نہ بنے بلکہ سب پر جاتی ہے اور ہم اس لیے کہ
خلف کے فیصلے کے سلسلے میں فرق کو اداسی میں رہا کرتے تاکہ کوئی حق ہی نہیں پہنچد رسول کا فیصلہ جو کہ ہمیں نہ
خلف کا فیصلہ سمجھا جائے اس لیے جو حق خالق کے فیصلے کے ہیں وہی رسول کے فیصلے کے سمجھے جاتے ہیں

اس سے پہلے قیامت ہوا میں خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کے امین کوئی تفریق نہیں کی گئی۔

دوسری بات میں اس سے زیادہ یہ بات بھی کی گئی ہے کہ مخلوق کے ذریعہ اس سے پہلے ایک فرض اور حالت ہو چکا ہے وہ یہ کہ پہلے جو حال کا فرض ہوا وہ باہمی انکسالات ہی کا گھیرا رہا جو رسول کی خدمت میں کر کے رسول کی موجودگی میں کسی کو بھی نہیں ہو سکتا کہ وہ پہلے نہ حال کا فرض اس کے سوا کسی اور شخصیت کے ساتھ نہ ہو سکتا اور یہی خصوصیات اس کا یہ حق ہو کہ وہ رسول کی موجودگی میں کوئی فیصلہ نہ کر سکے صرف ذریعہ نہیں بلکہ اس سے بھی باہم نہیں ہو سکتا اور یہ فرض بھی طاعت ہو سکتا ہے کہ وہ اس کے پرستار بنائے قلب میں کوئی تعلق بھی محسوس نہ کرے اور اس سے بڑھ کر یہ کہ اس میں جرم کے مجدد وہ سب سے انتہائی جرم کا فرض بھی ادا کرے یعنی اپنے اعزاز و تسلیم کا بھی سرغرم کرے مگر ذریعہ اہمیت بلکہ فیصلہ فرماتے ہوئے ہوتے ہیں کہ کسی جرم کا حاصل فیصلہ یا جرم کا اور مثبت جرم کا حاصل فیصلہ یا جرم اور دوسری چیز کا فیصلہ یہ ہے کہ رسول کے فیصلہ کا حق یہ ہے کہ وہ اپنے جسم و جان سے اس پر رضی ہو جائے اس سے جہاں جس میں انفرادی یا گروہی تعلق کا کوئی سا شائبہ بھی نہ رہے۔

واقعہ رہے کہ ظاہر کے فیصلہ کا ایک مرتبہ تو اختیار اس سے بھی پہلے ہوتا ہے اور اس کا ادنیٰ مرتبہ یہ ایمان و سلام و بیعت اور اس نشان کے صورت ہوا اور نظام تک محدود رہتا ہے پھر شدہ شدہ اس کے باطن میں مساویہ کرنا یا حق کرنا یا انسان کا باطن ایمان کامل کے رنگ سے رنگین اور اس کے نور سے نور ہو جانا یا تو فیصلہ یا جرم کا اثر ہو کر اس کے جوار پر بھی نظر آئے لگتا ہے کہ اختیار کا مرتبہ کمال ایمان کے اندر سے پیدا ہو رہا ہے عرب اختیار ہی نہیں بلکہ مخلوق پر تسلط کے مثال کے طور سے یوں سمجھئے کہ ایک تو اعلیٰ نور ہے جو انسان کے اعضاء پر اس کے عمل و عقلی شعور کا نتیجہ پرتی ہے تو اختیار تو اختیار ہی ہو لیکن ایک تو واضح وہ ہوتی ہے جو انسان کے باطنی قیود و انکسالات اس کے باطنی نفس و اختیار کے دائمی اختصار کا فرو ہو رہی ہو یہ اختیار ہی ہوتی ہے یا مثلاً ایک علم تو مصنوعی ہوتا ہے یا اور ایک ہوتا ہے جو انسان کے باطن پرستولی پر چلنے کی وجہ سے اس کے ظاہر پر بھی نظر آتا ہے۔ یہ خوف اتنا خطرناک ہوتا ہے کہ انسان اگر اس کو چھو جائے گی کسی بھی کرے تو بھی نہیں سکتا۔ یہ اختیار ہی صفت ہے۔ اسی طرح اختیار یا باطن کامل ہو جانے کے بعد اس کے جو اثرات انسانی جوار پر نظر آتے ہیں یہ بھی اختیار ہی ہوتے ہیں۔ یہی انسان کے صانع اور اختیار کو کوئی دخل نہیں ہوتا اس بنا پر آیت کا ظاہر یہ ہے کہ رسول کے فیصلہ پر انسان کا نہیں اس طرح مضافہ ہو جاتا چاہے کہ بعد اختیار کا ظاہر ہی کوئی تصنیع نہ رہے بلکہ وہ اس کی ایک صفت اختیار ہی بن جائے۔ ظاہر و باطنی کے درمیان تسلط قائم اس وقت کہ رب العالمین میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اسلام کے کسی فیصلے کی اعلیٰ مرتبہ کا مطالبہ کیا گیا ہے۔

تیسری بات کے الفاظ بہت زیادہ قابل غور ہیں یہاں انا انزلنا الیک الکتاب کے بعد لفظ کوہ میں انزلنا کے بعد انزال لفظ کے لفظ لڑنے ہیں اور جو نہیں فرمایا کہ لفظ کوہ میں الناس بنا آیت میں کا ترجمہ ہو گا کہ یہ کتاب جو پہلے آپ پر اس لیے نازل فرمائی ہے تاکہ آپ لوگوں کے حالات کا فیصلہ وہ فراموش نہ رہے آپ کی رائے سمجھا جائے بلکہ اس کی بجائے جہاں انزال لفظ کے لفظ فرماتے ہیں جس کا ترجمہ یہ کہ جو ارشاد تعالیٰ آپ کی رائے میں اُنزلنا اس سے ثابت ہو کہ رسول کی رائے بھی ارادۃ الہیہ کے تابع رہتی ہے اسی لیے اس کو مصداقیت کا مقام حاصل ہوتا ہے۔ دوسرے کسی انسان کی رائے کو یہ مقام حاصل نہیں۔ اسی لیے رسول کے فیصلہ کے سوا کسی کے فیصلہ کو باطنی فیصلہ اور نفسانی نہیں کہہ جاسکتا اور وہ رسول کے فیصلہ کے علاوہ کسی اور شخص کا فیصلہ کہہ سکتی ہے اگر نہ ہو سکتا ہو اور اس لیے رسول کے علاوہ جہاں ان کے فیصلہ پر دل و جان سے رضی ہونا لازم قرار دیا نہیں جاسکتا۔

غیر آیت اللہ کے خلاف ہیں یا تو جو کہ وہ غیب کی شے ایک ہی ہے، وہ یہ کہ رسول درمیان میں صرف ایک پیر چلے گا اور
اس کا جو فیصلہ ہو گا وہ حکم ربانی کے تحت ہو گا، چنانچہ اگر کسی کی رائے بھی ہو کہ وہی دروازہ اللہ کے نام سے ہوتی ہے
کسی دوسرے انسان کی رائے کو یہ رہا جس میں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اجہاد کا ذکر کرتا ہے، افسوس کہ
کبھی کسی دینی عالم بھی اسی کی مخالفت نہ کرتی تھی لیکن اس کے متعلق بھی یہ دینی نہیں کیا جا سکتا تھا کہ وہ جی امان دینی
سے پیدا ہوئی ہے اور کوئی دوسرا احتمال اس میں نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ ایک مرتبان مکلفی نے اس کو ایک فیصلہ کی
مثالی پر بیان کیا کہ یہ "یہ فیصلہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے خیال میں ڈالا ہے" تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمایا میں مت کہہ
یوں کہ "یہ فیصلہ ہے جو میرے خدا ربی نے ڈالا ہے" اور یہ خیال کے مطابق کیا ہے اور جان سنت چاہئے دوسرے مقام
پر اس کی وجہ بھی خود بیان فرمائی ہے "تو گو دو کہو دین کے باشندے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے میں اس صلیب
کی صوابی کئی کہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوئی تھی، چاہی رائے تو ہماری جانب سے صرف ایک غلطی ہوئی ہے جو خدا

عن حماد بن عمار قال قيل لعمر احمك يا اوزارك
او قل فقال ان هذا الطبق على الله عليه
سلم خافته وروى شمس ۱۲۹

عن ابن عباس قال اياك هو الرأى فان
لقد تعاقبوا قال لست بعلى الله عليه وسلم
لنحضر من الناس بما اذ لك الله ولما نقل
وما رايت
رد مشرق ۲۱۳ (۲۵)

یہاں حضرت محمدؐ کے زمانہ میں خاکساری کے غرور و فتنہ بکھڑا جس میں حقیقت کی طرف اشارہ تھا جو اس میں جیسی آیتیں رسولؐ اور فیصلہ کی اطلاع کے فرقہ کے متعلق کیا گیا ہے وہ یہ تھا اچانک تھے کہ رسولؐ کی رائے کے سوا قطعی طور پر جو کسی حکم کو دے دے وہ اس کے خلاف نہیں لایا جا سکتا اور اس لیے نہیں لایا جا سکتا کہ کسی انسان کے متعلق دینا انہی سے یہ نصیحت نہیں کی کہ اس کی رائے ہمیشہ ارادۃ الہی کے تابع ہے اور نہ اسے اس کی رائے پر عمل کرنا چاہیے۔

[illegible]

حافظ احمد نجفیہ سے تقریر کی وجہ یہ تحریر ہے کہ رسول کی عظمت اسی معنی پر مبنی ہے کہ اس کے ساتھ جہاں
 اتصال کو کھولنا اہتمام ہی نہیں ہے اور دوسروں کی عظمت خواہ کتنی ہی بلند کیوں نہ ہو مگر وہ ان عظمت کے ساتھ اس
 اقدار کی بنی نہیں کہ جاسکتی ہے۔ دوسرے انسانوں کی عظمتیں ہر حال یہ احتمال ہے کہ کسی راستہ سے
 اس میں شہدائی نہ دراصلت ہو سکتی ہے۔ مگر وہ عہدہ خود مختار ہے اور اس وجہ سے قابل سوا خود بھی نہ ہو جس قدر

آیت واقعہ موجب بھی افلاک میں ایمان باشد اور اس پر استقامت موجود ہوگی ان کے طہالہ کے ساتھ ہو کر حضرت
کا اقبال بھی ممکن ہوگا اب جن مزاروں پر پہلی مناسبت دینی ذیل ہوگئی ہے کہ ان میں دوسری مناسبت کاظم
ہی نہیں رہا جیسے کفار ان پر حضرت شیخین کا نزول ہوگا۔ تاہم اللہ کے نزول کا بیان کوئی اذنیال نہیں ہوگا۔
خاتمہ پہلی آیت میں ہی ہے لہذا آیت دوم میں سے اس کے استعمال کیے گئے ہیں اس کے برخلاف جن افراد
میں الزام ہو بہت کی سخت انتہا درجہ غالب آگئی ہے ان پر نزول ملے جتا کر جو کہ دوسری صلاحیت کی
تقصیر کے ساتھ ان سے نفی نہیں کی جاسکتی اس لیے یہاں ان کی ملنے میں مداخلت شیطان کا احوال لکھا
رہتا ہے۔ دوسری آیت میں دینا اللہ کے ساتھ استقامت کی قید لگائی اس کی صلاحیت کے غلبہ کی طرف
اشارہ ہے۔ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ ہر انسان کے ساتھ دو قسم کی طاقتیں پیدا کی گئی ہیں ایک فرشتہ اور دوسرا
شیطان۔ آپ فرماتے ہیں کہ یہ شیطان بھی اسلام لا چکا ہے، اس لیے وہ بھی محمد کو غیب کے سوا اور کچھ
نہیں دیتا۔ چنانچہ نزدیک اس کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ ہر انسان جو کہ مکلف بنایا گیا ہے اس لیے اس میں کم و
بیش دو نوع صلاحیتیں پیدا فرمائی گئی ہیں۔ اس میں سے ملے جتا کر جو کہ دوسری سعادت اور دوسری جانب کا
غلبہ شفاقت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام جو کہ ہر ایت خلق کے لیے مبعوث ہوتے ہیں اس لیے یہی
بھی کہ دوسری طاقت پیدا تو کی جاتی ہے مگر یہ طاقت بھی ان کی قوت قدسہ کے سامنے سرگرم نہیں ہوتی چنانچہ
سوا فرمود بھلائی کے کہ ان کو دوسرا مشورہ ہے نہیں سکتی پھر جس فرد است سے ابھرا ہوا شیطان کی نسبت منہ نہیں
ہوتی جلی جا سکتی اس قدر اس کے احوال کی نسبت اللہ تعالیٰ سے قریب تر ہوئی جلی جا سکتی حتیٰ کہ کوئی کوئی اس
سورج کو بھی پہنچا کر جس کا نام وحدانیت ہے جیسا کہ حضرت عمرؓ نے اپنی نظری استعداد کی وجہ سے حجر محمدؐ شیتہ کے
درجہ پہنچے اس لیے ان کی رائے کا درجہ بھی کی خاطر سے دوسرے خبر را چکا تھا، حتیٰ کہ بعض اوقات وہی الہی ہون
ہی کی رائے کے مطابق نہائی تھی۔ اور درحقیقت رائے کے کسی مناسبت کی طرف اشارہ تھا لیکن حدیث کا حکم نہ
تو تقصیر کے ساتھ کسی خاص فرد است پر لگا یا جاسکتا ہے اور اس لیے نہ کسی خاص فرد کے فیصلہ کو قطعیت کے
ساتھ قضا و اللہ کا جاسکتا ہے یہی حقیقت کی طرف حضرت عمرؓ اور حضرت ابن مسعودؓ نے اپنے اپنے انداز میں فرمادیا ہے۔

تفسیر بالا سے یہی واضح ہوگئی کہ آیت لعلکم دین الناس جملا والک اللہ مایطلب جس پر کہ وصول کے لیے اجتماع کا
مدعا نہ ہو سکے اور اس کے لیے فیصلہ کی صورت صرف وہی ہے جس شخص کی گئی ہے بلکہ آیت باہر صراحت کوئی ہے
کہ وصول کو اجتماع کی بھی گنجائش دی گئی ہے کیونکہ جہاں یوں نہیں فرمایا گیا کہ انا انزلنا الیک الذکر لعلک تجتنب
الاناس بلکہ جملا والک اللہ فرمایا گیا ہے کہ اس کے لیے یہ دست دیدی گئی ہے کہ وہ کتاب اللہ کی روشنی میں اجتماع
کو نہ کہ دین کا بھی حقدار ہے کہ جو لوگوں کی رائے کو بہ طریق حاصل ہو کہ وہ فیصلہ لائزل فیصلہ معافی ہی ہوتی ہے
اور اگر کسی کو یہ دفعہ قیس اس کی رائے میں دینی ہی گئی ہوگی جس سے تو اس پر غور و ادھی کی عیاض سے تنبیہ کر دی گئی
ہے اس لیے اس کی رائے کو بہر گز متجاوز نہ کیا کہ کسی دوسرے انسان کی رائے کی۔ لہذا امت دینی کی طرف
سے نہیں ہوتی اس لیے اس کی رائے کو الہی رائے نہیں کہ جاسکتا ہے خصوصاً جبکہ اس میں شیطان مداخلت کا احوال
بھی موجود ہے حضرت علیؓ نے آیت بالا کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

لہذا حدیث کی روشنی میں ان کے سامنے دو امور نظر آئے ہیں۔

اَنْ يَّكْفُرَ اُولَٰئِكَ وَتَقَالِ اَيْضًا الشَّيْطَانُ مِنْ اَقْبَعِ دَعْوَتِ عَلِيٍّ لِيُجْعَلَهَا لَهٗ مَخْزِيَةً ۝ واما بعد رجالہ
 دہاں العاصم۔ وَاخْرَجَنِي الْغَضَا اَهْلُ بَيْتِ ص ۲۳۱۴۔ وراجہ فی القرحان شہر میں واقع
 ۱۱۷۷۔ عَنِ ابْنِ الشَّوَّازِ عَنْ خَالِدِ بْنِ اَبِيٍّ رَوَى عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۝ وَاَكْثَرُ مَا يَتَوَدَّ
 مَا تَلَبَّثُوا مَعَهُمْ قَالَ فَيَقْبَلُنِي الْقَوْمُ يَسْتَعْمُونَ قَالَ وَاللَّهِ الْقَوْمُ قَالَ فَاِنْ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
 بِاللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهَرَبَنِي فَهَرَبَنِي اِلَى اَبِيٍّ اَوْ قَضِيبٍ اَوْ سَوَّادٍ اَوْ عُمَى قَالَ مَعَهُ
 قَالَ فَاِنْ هُوَ مَا اَرَادَ جَبِيْنٌ قَالَ فَيَمُتُ بِبَيْتِهِ قَالَ اَوْ لَوْ اَنَّكَ مَعَهُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
 رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ اَبِيٍّ رَوَى عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا
 اُفْتَحَتْ قَالَ فَارْتَدَّ جَبَرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَى الشَّيْطَانِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّكَ
 زَايِعٌ لَوْ كُنْتَ قُرُونٌ زَيْدٌ قَالَ فَلَمَّا صَلَّيْنَا الْعَدَا اَوْ قَالَ سَخَّطْنَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَمْ تَهْدِ اِنَّ اَنَا لَيْلِي عَرِيٌّ وَلَا تَجْعَلُنِي اَنْ يَتَوَدَّ اِلَى اللَّهِ فَيُخْرِجَنِي

اپنے رب سے یہ دعا کی ہے کہ اپنی رحمت میں میں کے لیے بھی میرے مرتبہ بدعا کے کلمات نکل گئے ہوں
 اتنی تو اس کے حق میں ان کو مغفرت و بخشش کا سبب بنا دینا۔ (احمد)

۱۱۷۷۔ ابوالسوار اپنے ماموں سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ لوگ
 آپ کے پیچھے پیچھے لگ رہے ہیں وہیں بھی اُن کے ساتھ آپ کے پیچھے پیچھے لگ گیا یہ بیان کرتے ہیں کہ
 اتنے میں ناگ، خرگوش، بیل، بکری، اونٹ، بڑے اور چھوٹے۔ یہ بیان کرتے ہیں کہ آپ لوگوں کو چھوڑ کر
 میری طرف تشریف لائے اور کھجور کی ایک فرشہ یا چھری یا مسواک یا کوئی اور ایسی ہی چیز جو کہ
 اس وقت آپ کے پاس تھی، آپ نے اس کو لے کر مجھ کو پیچھے سے مار دیا۔ بخاری کو اس سے ذرا بھی
 نہیں ملتی۔ یہ کہتے ہیں کہ میں نے بڑی بے چینی اور کٹ کٹائی، یا میں نے یہ بات کہی کہ رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کی پیروی ضرور کسی ایسی نامناسب بات کی وجہ سے ہوئی کہ جانشین تعالیٰ کے ظلم میں میری نفس
 میں جھڑپ ہوئی۔ پھر میرے دل نے کہا کہ کسی طرح صبح چوتھوں اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ اور صبح
 جبریل علیہ السلام وحی سے آ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آگئے اور فرمایا کہ آپ قوم کے
 گمراہ ہیں اپنی رہا یا پھر پختی فرمایا کریں۔ یہ کہتے ہیں جب صبح کی نماز ادا کر چکے یا یہ کہنا کہ جب صبح ہوگئی
 تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ اَنْ تَجْعَلَ عَلَیَّ رِجْلَیْکَ اَوْ رِجْلَیَّ

تسبیح اور اس روایت کے الفاظ "صلی بیک" اپنا ہاتھ پیچھو کر دو۔ اس کی تائید کرتے ہیں کہ ان دعائوں کا اثر آپ کے ظاہر
 برے نہیں پایا تھا۔ اس جملہ حدیث میں اس وقت کا تشریحی نوٹ ضرور ملاحظہ فرمایا جائے۔ یہ حقیقت اپنی بے گہر

اللہ تعالیٰ کلاماً تکلیفی تھا علیٰ شیعہ کثیر مکررۃ القبول فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
لستم اذا . والہادی .

منہا استغفار النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۱۱۸۳۔ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واللہ انی لا استغفر
اللہ واکتوب فی النیوم اکتراً من سبعین مرۃ . رواہ النجاشی

۱۱۸۴۔ عن ابی ذر الغفیری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ایھا الناس
توبوا الی اللہ فانی اکتوب فی النیوم ماہاً مرقم . رواہ مسلم

۱۱۸۵۔ عنہ وکان قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واللہ لیغان علی حکمی
وہو ہرگز نہیں یہ تو ایک سخت بول ہے کہ تیرا بھروسہ ہے اور اس کو قبرستان بھی اگر ہرگز مجھ سے پرک
نے لگاویں سے فرمایا اچھا تو یہ بھی سی ۔ (نجاشی)

استغفار صلی اللہ علیہ وسلم کی شان استغفار

۱۱۸۳۔ ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ۔ مجھ میں بھی ایک ایک
دن میں ستر ستر بار سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے سامنے استغفار اور توبہ کرتا ہوں۔ (نجاشی حریف)

۱۱۸۴۔ ابو ذرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو! اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ
کیا کرو گیو کہ میں بھی ایک دن میں سو سو بار توبہ کرتا ہوں۔ (مسلم)

۱۱۸۵۔ ابو ذرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے قلب پر ایک بادل
سا چھا ہے

بیشک گرفت کا غلو پر مکتبہ ہے۔ قدرت چاہتی ہے کہ جو اس کے ساتھ توبہ نہیں اس کے ملان بھی نظاہر ہو جائے اگر توبہ
نہ کرے جو جائے اور اس کے سامنے اس پر ہلکا ہے ان کو ادب کا سبق بھی ملتا ہے۔

۱۱۸۵۔ ابولکھب صلی اللہ علیہ وسلمؓ فرماتے ہیں کہ جب صلی اللہ علیہ وسلم نے توبہ کی تھی تو اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے
آفرین ہا کہ وقت اللہ تعالیٰ کے حضور میں میری قسم کی مخلوق تھی۔ تو اس نے فرمایا کہ وہ معصوم تھے اس لیے اللہ کا

صاحب صرف ایک شخصیت سے قابلِ بخشش نہیں کیا۔ سبحانہ و سبحانہ اولا ما علق اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جات و خلائق
انہوں نے بڑائی اور اس کے بڑائی کی چال چلانی استکبروت ام کتب من الدانین تو اسی نے کہا کہ وہ لوگ انہوں نے بڑائی

حقانی یعنی آدم علیہ السلام انہوں نے مجھ سے بڑا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے توبہ کی تھی۔ تو وہ استغفار کی توبہ انہوں نے دی اور اپنے رب
کے سامنے عزت و شہرہ کے سبب دیا۔ و سائلین انفسہ وان لو تغفروا لہم من ذنوبہم من انہم یسألون

تِلْكَ لَآسْتِغْفِرُ لِقَدِّهِ فِي الْيَوْمِ وَآخِرَتِهِ . دُعا مسلسل

اور میں بھی اللہ تعالیٰ سے دل میں سوتلوں اور استغفار کرتا ہوں . (مسلم)

اس دُعا اور دعا بہت و استغفار کے مسئلہ میں حدیث خلافت ان کو پہنچا دیا گیا یہی مرکزِ خشتِ پھر آئے و خلوت کی استغفار
یا استغفار کیا دہرائی یعنی اولاد و بیس میں ، سنگا راہ دہی کو کم میں ، استغفار کی صفت کا کم چاہی اس لیے نبی آدم میں جو
مخصوص افرادِ خلوت پر پہنچا دیا و ولایت ہی پر قائم ہے ، تو وہ استغفار کرنا ان کی خلوت کی بجا بھی اور اس کے
بر خلاف میں چلتے وہ انہیں کے قدم پر کھلے ، اس لیے انہیں علیہ السلام کی استغفار فرشتوں کی تسبیح کی طرح غلطی
ہوتی ہے وہ ان کے صفت بشری کا تقاضہ جو ہے وہ حقیقت کسی گناہ کی وجہ سے نہیں ہوتی بلکہ صفت کا تصور
اور بشری صفت اس کا دعویٰ ہوتا ہے ، جو غرور استغفار کرنا نہیں جانتے وہ وہیوں کو استغفار کی تعلیم دینا بھی نہیں
جانتے ، رحمت چاہتی ہے کہ سنت آدم علیہ السلام کو تازہ رکھنے کے لیے ایسے نفوسِ قدس آتے ہیں جن کی دنیا میں
تو وہ استغفار کے لیے شب و روز کھلی ہوئی اور اس طرح غفلت رحمت میں بنی آدم کے لیے اپنے کبابی وطن کی ولایت
کا استغفار پر قائم ہو جائے آخری حدیث میں کھرا اشارہ اس طرف بھی ہے کہ میری آنکھوں کے سامنے بھی
کبھی ایسا سامنے نہ جاتا ہے کہ میری استغفار بھی صرف مجازی نہیں رہتی بلکہ آدم علیہ السلام کی طرح اس وقت
ان کی ولایت پیدا ہو جاتی ہے ، غرض یہ کہ استغفار کو صرف صفت ہی میں منحصر سمجھ لیا جاتا ہے ، دلی ہے وہ دنیا میں
نفسانی صفتیں بدلنے کے لحاظ کی بجائے صفتِ صفت کا لحاظ کیوں نہ لیا جائے ، استغفار انہیں علیہ السلام کے
کمال کی معلوم ہے اولیٰ کے لیے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا وقت نزدیک آیا تو رسول اللہ صلی اللہ
آپ کو بھیج دیا استغفار میں متک رہنے کا حکم دیا گیا ، ضمیمہ بھی دیا ، استغفار کے وسیع و استغفار کے وسیع
یع فرماتے ہیں انسان کی شانِ جامعیت کی طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے ، یعنی استغفار کے ساتھ حق نکاس میں
ملکوتی صفت بھی ہے اس لیے ان کا وسیع وسیع و استغفار کا بحر ہے ، اور اس لیے صرف تسبیح کہنے والوں کی ساری
اس مقام تک نہیں ہوتی جہاں تک کہ تسبیح کے ساتھ استغفار کرنے والوں کی رسائی ہوتی ہے ۔

ہاں اس بیان سے آدم علیہ السلام کی غرض کے نگرانی اسرار بھی کچھ دینی چلی ہے اور جو بات اس علمی
حقوق کے حلیہ بننے میں فرشتوں کی قسم میں ، ذرا کمالی وہ بھی کچھ کچھ میں تسبیح ہے اور یہ بات ظاہر ہو جاتی
ہے کہ ان ہر بات میں غفلت کا استغفار کیس کو چھوٹا چاہیے ، فرشتوں کی نظر صرف جو آدم کی صفت تک نہیں بلکہ
ہی اور اسی حد تک ان کی صفت کا تقاضہ ہونا چاہیے ، وہ صفت سے آگے نہ گئے ، اس لیے استغفار وہ تو بہت
حقیقت پر آتے تو یہی پہچانتے رہتے تھے ، کہ کرمہ دکھلا دیا کہ صفت صفت کے ساتھ اگر استغفار وہ تو بہت
جنت سے پہلے اب وہ نہیں وہ غلو کی بشارت ہے ، اور اس کا تقاضہ خلافت الہیہ ہی اس لیے ضروری تھا کہ
زمین بر وقت کے سب سے بڑے اور آخری خلیفہ ہوں ان کی زبان سے مخلوق خدا ایک ایک مجلس میں سوسہ بار بھی
استغفار میں رہے ۔

غرض یہ کہ غلو صفت سے نہیں غلو ہے کہ یہ صفت کے بعد استغفار نہ ہو اور جب استغفار نہ ہو تو یہ غلو
صفت ہی صفت ، دیکھو اور اس طرح انسان بنی آدم کی ضرورت سے نکل کر اولاد و بیس میں شام نہ ہو جائے
وہ آپ ہی اذکار فرماتے ہیں کہ جب ان کے عالم میں مخلوق الہی میں مقبول و محدود کی قسم کی بنیاد استغفار بھی اور اذکار
بھی اس درمیان مخلوق کی اس طرف ، اس طرف مردم شامی کا دہرائی استغفار پر منحصر تو یہ استغفار کرنا کہ نہ ہم غلو
رہا چاہیے اور غرض کہ انہیں علیہ السلام کے حق میں یہ دلیل صفت ہوئی یا بران صفت ، و اذکار تجدیدی و غلو

منها عبادة النبي صلى الله عليه وسلم

١٨٧ بحسب المعجزة فقال قائم النبي صلى الله عليه وسلم حتى تروى قد والله فصيل
له لم تصنع هذا أو هذا غيرك ما هتدم من ذنوبك ما أحقر قال أفلا
أكون عبدك استكثرا متفق عليه

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ عہدِ امت

۱۱۸۶۔ منیہ سے حدیث بزرگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا طویل طویل قریب قریب کہ ہر خط پر دم چڑھ گیا اس پر لوگوں نے عرض کی آپ کے تو آنکھ پھیلے معاملات سب درگزر ہو چکے آپ کس لیے یہ مشقت اٹھاتے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا تو کیا میں اس کا مشک کرنا بندہ نہ ہوں۔ متفق علیہ

۱۱۔ اجماع جہم اسلام کی نقل و عبادت کا معیار نبوت بلند ہوتا ہے، وہ فرض میں امت کی خاطر تعینات کا لفظ کا معنی نہیں لیکن جہاں ان کا انفرادی سامع آیا پھر وہ ان کی شان الگ نظر آتی اور حقیقت یہ ہے کہ عہد کی ترقی کا ساما مارا تو یہ عبادت میں نہیں بلکہ جو عہد بزرگ عہد ہوا اس کی شان عبادت بھی اتنی ہی اونچی کیوں نہ ہو۔ جہاں قرآن کا حکم بھی یہی تھا۔ قصہ اللیل الا قلیلا۔ آپ کی عبادت کی ایک صورت یہ کہ رات بھر مصروف عبادت وہیں اور صرف تھوڑے سے حصہ میں استراحت ہو۔ پھر حکم بڑی کی نقل میں آپ کی جدوجہد تھی بھی وسیع چوسپ بجا تھی۔ پھر آپ کی تہلک میں آئندہ بھی بعض ائمہ نے اس سنت کو تانہ دکھایا ہے۔ اس حدیث میں یہ بات خوب واضح ہو گئی کہ عبادت کی کثرت صرف اس میں مختصر نہیں کہ تانہ و مرجہوں جتنے بندہ کی شکل گزرا دی کہ جی سے بڑی صورت میں آپ کی یہ بخشش و ذکر کا انجام جتنا زیادہ ہو عبادت کی شان بھی اتنی ہی اونچی ہوئی چاہے یہاں آپ نے دو لفظ فرماتے ہیں عبادت، مشکوہ۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ عبادت پہننے تو غافل عبد میں ہے، پھر قافلہ شکر گزرا دی بھی یہی پر جب میں عہد بھی عہد شکوہ نظر تو دیکھتے مگر یہ ہے کہ میری عبادت اس کے مناسبہ ذوق تھی۔

اقرضاتی کے غیر مسبب ہی ہیں، اس لیے اس نعمت کا شکر سب ہی کے فورا واجب ہو سکتا ہے۔ یہ عہد ناجہری جو عہد بھی ہوں اور شکور بھی ہوں۔ و قدیل من عبادہ الذل شکور من تغزل نعمت کا شکوہ ہے۔ یہ حاجت انبیاء علیہم السلام کی ہر گز خالص ہے کہ وہ پیر انبیاء طویر شکر گزارا جوتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جو شکور نہیں وہ گویا عہد ہی نہیں۔

[illegible]

الانبياء والرسل عليهم الصلوة والسلام واعل انهم

عہ ۱۱۔ عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال قلت یا رسول اللہ کثر الانبیاء فقال ما ثلث اربع
نبي واربعه وعشرين ألفا قلت یا رسول اللہ کثر الرسل منہ فقال ثلث واشیو ثلاثہ
عشر جملہ عظیمہ فقال یا ابی ذر: اربعہ سائر یاریون آدم وشیث و نوح وحوخ وھو
ادریس وھو اول من عطر بھم واذبحہ من العرب ھود وصالح وجعب ویشاک وادریس
فتی من انبیاء بنی اسرائیل موسی و اخیو ھرعیس واول النبیین آدم و اخیو ھرمیلک
واخرجہ ابن حبان فی صحیحہ وقال صاحب الدلائل المنقوش والصوام: انہ ضعیف لا یصحیح
ولا یحسب (اخرجہ عبد بن حمید و النجیم العزیزی فی نوادر الاصول وابن حبان فی صحیحہ
والحا کر و ابن عساکر) فقد نکحہ یحیٰ لفظ ابن کثیر فی اسانیدہ وضعفہا فی التلخیص ابن ابی الخضر
وہشام و یحییٰ

حضرات انبیاء علیہم السلام اور ان کی تعداد

عہ ۱۱۔ ابو ذر رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ کل دنیا کی تعداد کتنی تھی۔ آپ نے فرمایا ایک لاکھ چوبیس
ہزار میں سے پچھپا یا رسول اللہ اس میں رسول مکتے تھے۔ آپ نے فرمایا تین سو تیرہ کی بڑی تعداد اس کے
بعد آپ نے فرمایا ابو ذر: ان میں چوبیس تو مریانی تھے۔ آدم، شیث، نوح، فرخ، علیہم السلام، یاروس
علیہ السلام کا نام پر احبہ پیچھے دو نبی ہیں جنہوں نے تم سے کھلا۔ اور چار ان میں عرب کے ہیں۔ ہود، صالح، جعب
علیہم السلام اور قہار انبیاء و رسول اللہ علیہ وسلم اور بنی اسرائیل میں جو سب سے پہلے نبی تھے وہ موسیٰ علیہ السلام
تھے اور سب سے آخری عیسیٰ علیہ السلام تھے غلام صبیحہ نے یہیوں میں سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام
تھے اور سب سے آخر میں قہار انبیاء و رسول صلی وسلم وبارک علیہم۔ یہ حدیث منسوخ تو نہیں مگر ضعیف ہے۔
(دوقطوب)

عہ ۱۱۔ دیکھ رہے کہ انبیاء علیہم السلام کی سب سے زیادہ شمار یہ تین کران سب کو فارسی زبان کا ایک روئے عظیم
پر جن کا نام بیان میں آچکا ہے اس کے نام کے ساتھ اور جن کا نام بیان میں نہیں آیا ان پر ان کے ساتھ یہاں انبیاء علیہم
اسلام کی ذات کو سب کے مشابہ ہیں موجود ہوتے ہیں مگر ان کی ثبوت کا سواطع ہر اسی طرح قائم نہیں ہیں داخل ہو کر
بیچے اللہ تعالیٰ اس کے قرینہ اور جنت و دوزخ کا۔ اسی لیے انبیاء علیہم السلام کو فریادی اور موجود انبیاء علیہم السلام
کی نیچوں پر انان لانا ضروری ہو گا کیونکہ جو چیز مشابہ ہیں ہوتی ہے وہ صورت ان کی ذات پر ان کی ثبوت اور ثبوت
ہوتی ہے اور وہ مشابہ کوئی کے چینی ہے۔ پس میں فرخ اللہ تعالیٰ کا انکار کو نہ رہتا ہے اسی طرح انبیاء علیہم السلام میں

کھا جاتا اور موت اس لیے کہ اس کو فریاد نہ ہو شیطان ہوتا ہے۔ جس میں ہر کام میں ہے وہ اپنی بات کھلوانے کے مستحق نہیں ہو سکتے لہذا رسول کو بھی یہی پرہیز کرنا چاہیے رسول اللہ بھی صرف اس کی کھانا مانگے جس کو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہو جس کا پیچھے وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کا رسول ہو کسی چیز کا رسول نہیں ہو سکتا اور کسی دوسرے کا حکم دینا سکتا ہے اسی طرح اپنی بات بھی غیر اللہ کا نہیں بن سکتا اور وہ کسی اور کی غرض و بات نہیں ہو سکتا جب حقیقت یہ تھی کہ اس کی غرض یہ تھی اُنہی غرض میں منحصر چھٹس تو ان پر ایمان لانا بھی لازم ہو گیا کیونکہ اس کے متعلق یہ بھی یہی ہیں جو سکا کہ جو نہیں ہے۔ ایتھے اس میں شیطان کی دلی کا کوئی اعتنا ہو سکتا ہے غیر غرض کی بات نہیں۔ اولیٰ اللہ کی عیب کی غرض نہیں ہے اس پر جو کہ وہ اپنی بات نہیں کہتا اس لیے کہ ان کی خبروں پر ایمان نہیں ہو سکتا کہ اس میں شیطان کی دھوکہ ہے کوئی نہ وقت نہیں ہو سکتی۔ ہر وقت بھی اللہ کی خصوصیت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ غیر اللہ کی خبر چاہی نہیں کہ اس کے عطا کردہ دوسری کی خبر نہیں ہے۔ امکان موجود ہے اس لیے وہاں حق و باطل مشتبہ ہو سکتے ہیں۔ اس لیے ان کی خبر پر ایمان لانا واجب نہیں ہوتا اور اسی لیے رسول کی طرف ان کی اطاعت کرنی واجب نہیں ہو سکتی کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو رسول اور نبی نہیں بنایا تو اب اس کی کتب ضالہ سے کہ غیر اللہ سے اس کے عیب کی بات اٹھانے کی پھر ان کی اطاعت کو جب اللہ تعالیٰ کی اطاعت کیسے کہا جاسکتا ہے۔ رسول چاہے کہ اس لیے رسول بنایا جاتا ہے کہ وہ اللہ کی احکامات اور رسولان تک پہنچا دے اس لیے وہاں یا ان میں ہو سکتا ہے اور اسی لیے دوسروں کو اس کی اطاعت کرنے کا حکم دیا جائے۔

وَمَا لَكُمْ ذُلًا يَا آلِ زُهَيْرِ الرَّسُولُ لَا يَأْذُنُ اللَّهُ لِمَنْ يَكْفُرُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ
الْآخِرِ وَالْعَمَلِ

انہیں اللہ کے فرمان سے۔

اللہ ارادت بھی گو اللہ تعالیٰ ہی کی حکمرانی اور اسی کی اطاعت کی دعوت دیتے ہیں اور کفران کا حکم درست ہی ہوتا ہے۔ مگر جو کفران کو غیر اللہ کی اطاعت پر اللہ کی اطاعت سمجھنے کی غلط فہمی ہو سکتی ہو اس لیے اللہ تعالیٰ میں وہ غیر اللہ کی اطاعت کا حکم بھی دے سکتے ہیں اسی لیے علماء کی اطاعت کو جب اللہ تعالیٰ کی اطاعت قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اسی حال میں اللہ کے حکم میں اللہ میں کلمہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اللہ تعالیٰ جرتے ہیں وہ بھی معلوم نہیں ہوتے اس لیے ان کے ایمان میں بھی شیطانی مواد اس کا احتمال ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ ان کے ایمان کے حق و ناحق ہونے کا میاں دینا جیسوہ اسلام کی وہی سے مفاہمت و مخالفت قرار دیا گیا ہے۔ شیاطین کو جو کہ انہی علیہم السلام کے ساتھ بودی عداوت ہوتی ہے اس لیے وہ خوب پہچانتے ہیں کہ جو کس کی وہی کیا ہے وہ شیطان کا قرب کیا ہے۔

انہی انبیاء علیہم السلام

شیخ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے یہ احکامات رسول کے واسطے سے ہر وقت ہوتے ہیں وہ تو کسی شخص کے طبع پر چڑھتا ہے اور قابل تسلیم نہیں اور جو ہم خود اللہ تعالیٰ سے سنیں یعنی اللہ کے طور پر وہ اس وقت تک قابل اعتماد نہیں جب تک کہ رسول کی وہی بات ہو جو نقل کیا جائے۔ چنانچہ رسول کی شان میں ارشاد ہے۔

مَا نَنْتَظِرُ إِلَّا رَسُولَ اللَّهِ وَنَاظِرًا كَرَّ عَيْنًا

تسے چھڑاؤ

الحسن

آیت اللہ علیہ السلام کہ رسول کی بات مطلقاً نہیں کر لینی غرض یہ کہ اب کسی عیب کی بات نہ کر دوسرے اللہ کی بات

خود توحید کو ظاہر ہے کہ انسان ہر قسم میں متعصب ہے اپنی ذات میں بھی اور اپنی صفات میں بھی اگر اس کا حکم اناطہ ملتا
 واجب ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات کو خود تو مطلق ہے مگر اس کے علاوہ واسطہ احکام کا قبول کرنا متعصب ہے یعنی اس کو
 میں ان شریعت پر تو ان ضروری ہے پھر اس کی تفصیل کرتے ہوئے قرآن فرماتا ہے کہ رسول جو کہ خود معصوم ہوتا ہے
 اور اس کو کسی ایسے بھیجا جاتا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے احکام مخلوق کے سامنے بیان کرے اس لیے جب اس کی پشت
 کا متعصب ہے یہ ہے تو پھر اس کی عبادی کا حکم مطلق کیوں نہ ہو۔ رسول کے علاوہ کسی کو اس لیے مقرر نہیں کیا
 جاتا کہ وہ احکام ربانی و رسولی لکھا پہنچائے اس لیے کہ میں کوئی بھی آزمائش ہو قدرت کو یہ امتحان ظہور ہو کہ اعتقاد
 رسول کی بھی پرستے یا اپنے الہام پر چھوڑ کر اپنے الہام پر اٹھنا دیکر یا کہ یہ ہے تو کیوں؟ قدرت نے جب ان کو نبی
 نہیں بنایا تو ان پر شیطان دشمن کی طرف سے دسی کیوں نہیں آسکتی اور ان کے پاس اس کی شناخت کیا چکے ہیں
 کہ انہوں نے الہام محض سمجھا ہے وہ درحقیقت الہام وحشی ہی ہے۔ یہ شناخت صرف ایک رسول کے حق میں
 ہے ان کے علاوہ کسی کا نہیں ان کے علوم کے نیچے میزان نبی علوم نبوت میں۔ البیاقیت والجمہور ص ۲۸۷-۲۸۵

نبی اللہ و رسول کا فرق
 حافظ ابن تیمیہؒ نے اور رسول کا فرق لکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو غیب
 کی خبریں نہ کرے نہ نبی نہ رسول نہ وہ تو وہ نبی نہیں جاتا ہے۔ اور جب تک کسی کا فرق کو خدا
 تعالیٰ سے پہنچنے کا اس کو حکم نہ ملے اس وقت تک وہ صرف نبی استثنائی رہتا ہے خواہ وہ کسی پہلی شریعت پر کسی
 عمل کو تارے یاں جب اس کو کسی کا فرق کو خدا تعالیٰ احکام پہنچنے کا حکم ہو جائے تو اب وہ نبی اللہ ہے نہ کہ
 ساتھ رسول اللہ بھی بن جاتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان اس سے
 بزرگ یہ ہندسہ فرق ہے وہ سب انبیاء تھے۔ رسول اللہؐ ان ہی کوئی نہ تھا۔ ان کا وظیفہ صرف یہ تھا کہ وحی
 ربانی پر خود عمل کریں اور رسولوں کی جو حدیں ان کے سامنے تھیں ان کو بھی عمل کرنے کا حکم دیں جب حضرت جبریل
 علیہ السلام کا دور آیا اور کفر ظاہر ہوا تو اب ان کی اصلاح کے لیے حضرت نوح علیہ السلام مبعوث فرمائے گئے
 اور وہ رسول اللہ کہلائے۔ اسی لیے ان کو حد رسول میں سب سے پہلا رسول کہا گیا ہے۔

علماء اہل اہل کا نبیاء یعنی اسرائیل کا مقصد
 اس بیان سے ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی تذکیر و نصیحت
 کا تعلق صرف مومنوں کے دائرہ تک محدود رہا ہے اللہ
 تعالیٰ کی طرف سے ان پر احکامات آتے اور وہ ان کو مومنوں کو سناتے ہیں جیسا کہ انبیاء علیہم السلام اسرائیل تھے وہ خود
 تو رات کی شریعت پر حامل تھے اگرچہ خاص خاص معاملات میں ان پر خدا تعالیٰ کی طرف سے خاص خاص وحی بھی
 آتی تھی۔ مگر وہ اس وحی کی روشنی میں اسرائیل کے مقدمات کے فیصلے اسی طرح فرما کر کرتے تھے جیسا کہ آج علماء
 قرآن کی روشنی میں امت کے معاملات کے فیصلے کرتے ہیں یہی نکتہ تھا کہ آپ نے اپنے علماء امت کو نبی اسرائیل
 کے انبیاء سے تشبیہ دی کہ اور علماء امتی کا نبیاء بھی اسرائیل فرمایا ہے اور نبی اسرائیل کے رسولوں سے تشبیہ کر
 یوں نہیں فرمایا علماء امتی کو مثل نبی اسرائیل۔

اس کے بعد حاکم موصوف لکھتے ہیں کہ رسول کے لیے جدید شریعت لانا قطعاً ضروری نہیں۔ دیکھو حضرت
 یوسف علیہ السلام رسول اللہ تھے و باوجودیکہ وہ ملت ابراہیمی پر تھے اسی طرح حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت
 سلیمان علیہ السلام بھی رسول اللہ تھے اور شریعت تو راستہ پر داخل تھے۔ کتاب النبیات ص ۱۸۷-۱۸۵

ہو کر پیغمبر پینچا پاجندہ کی صاف خطا جھٹکا ہے ۴۱ کا استعمال بھی جھٹ جھٹ کرئی اور دھڑلہ کرئی اور وہی ہے کیا ہے۔
 یہاں گفتگو کے مقام صاف ہی نہیں، بلکہ خاص ذہن النبیۃؑ اور رسول اللہؐ کا خلعت کے خیر
 یہاں ہے اور جو تشریح اور دلیل کی گئی ہے وہ ان مفید الفاظ ہی کی ہے ہے۔

یہ واضح ہے کہ نبی اور رسول کے الفاظ اسلامی تھا نہیں جس وقت کے اکم مباد کہ کے بعد دوسرے دور کی ضرورت
 رکھتے ہیں حتیٰ کہ علمی بحثوں میں مثلاً یہی کوئی کتاب ایسی ہوگی خواہ وہ کسی فن کی کیوں نہ ہو جس میں ان الفاظ کی
 تشریح کی گئی ہو مگر آپ کو حیرت چھڑے کہ مسئلہ طاعت کی برافضت نے اس بدیہی مسئلہ کو بھی اتنا اٹھا
 دیا ہے کہ اس میں اضافہ مسئلہ بھی بہر طور ظہری بنا ہوا نظر آتا ہے۔ حالانکہ موصوف نے جس طرح
 بیان اس کو سلیحہ پایا ہے اتنا صحت ہماری نظر سے دور نہیں رہیں گے۔ حضرت استاد
 قدس سرہ فرماتے تھے کہ وہ افکار موصوف کی پوری کتاب الفیوض میں ایک ہی مسئلہ
 قابلِ فتنہ ہے۔

اس لیے اگر آیات قرآنیہ اور صحیح حدیث کی روشنی میں یہ تحقیق درست ثابت
 ہوئی کہ تو کسی ضعیف روایت کی بناء پر اس کو ترک کرنا صحیح نہیں
 ہو سکتا۔ مگر علیہ السلام کے تعلق بہر طور جو ہیں نبی علیہ السلام
 قطعاً آتے ہیں۔ مگر کسی راوی نے یہاں رسول کا صفا نقل
 کر دیا کہ تو انہی میں شریعت تحقیق کو صرف راوی کے
 ایک غلط سے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا اس
 لیے اس روایت کی بناء پر جہاں اجنبی کا
 نے مافکار موصوف کی زبان اٹھایا
 ملے تو ایسا ہی نہیں ان کے
 ساتھ اتفاق نہیں۔
 واللہ تعالیٰ
 بحسب

سیدنا و سید عالمی الرسول الاعظم محمد بن الامام طہ الطہاشمی

اَوَّلُهُمْ خَلْقًا وَآخِرُهُمْ بَعَثًا صَلَوَاتُ اللہِ وَسَلَامُہِ عَلَیْہِ

مندی قطعیہ سرور کو نہیں مانی امتہ علیہ وسلم کی ضروری کا کچھ اندازہ کہنے کے لیے یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ قرآن
شرعیہ سے کچھ ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ نبوت کی ابتداء و انتہا بشکل دائرہ ہوتی ہے۔ اس لیے یہ بات معلوم کرنی ضروری
ہے کہ ایک دائرہ کے لیے کیا باتیں ضروری نہیں۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ دائروں کی ابتداء و اس کی
انتہا بالکل یکساں ہوتی ہے۔ اس کے دھن سروں میں اگر ذرا سا بھی فرق رہ جائے تو دائرہ تمام نہیں
ہو سکتا۔ پھر ہر دائرہ کے لیے ایک مرکز کا ہونا بھی لازم ہے۔ مرکز کے بغیر کسی دائرہ کا موجود نہیں ہو سکتا۔
کیونکہ جب تک مرکز متعین نہ ہو جائے اس وقت تک دائرہ کا خطا کھینچا ہی نہیں جاسکتا۔ پھر جب مرکز متعین
ہو جائے تو دائرہ میں جتنے بھی نقطے فرض کیے جائیں ضروری ہے کہ ان سب کا رخ اسی مرکزی طرف ہو
اگر کوئی نقطہ اس مرکز سے ذرا علیحدہ حاصل ہو رہے گا۔ اس لیے اس سے دائرہ ٹوٹ جائیگا۔ پھر جس طرح وجود
دائرہ کے لیے مرکز کا تعین پہلے ضروری ہوتا ہے اسی طرح ظہور مرکز کے لیے دائرہ کے وجود کی ضرورت ہوتی
ہے یعنی جب دائرہ کھینچا جائے تو ضروری کسی مرکز سے کھینچا جائے۔ مگر جب تک دائرہ تمام نہیں ہو گیا اس
وقت تک مرکز کا وجود معرض ظہور میں نہیں آتا۔ پھر یہ کہ کسی دائرہ میں دو مرکز نہیں ہو سکتے۔ البتہ ایک ہی
مرکز ہو چھوٹے بڑے بہت سے دائرے کھینچے جاسکتے ہیں۔ سب سے پہلے کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے اِنَّ
مُحَمَّدًا یٰۤاٰیُّہَا عَلٰیہِ سَلَامٌ عَلٰیہِ سَلَامٌ اَدَمٌ اِسْمُہُ عَلٰیہِ سَلَامٌ اور اس کا انتہائی نقطہ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام
دونوں کو یکساں فرمایا تھا ہے۔ یہ صفت دائرہ ہی کی ہوتی ہے کہ جس کا انتہائی نقطہ ہوتا ہے وہی آخر میں
اس کا انتہائی نقطہ بن جاتا ہے۔ خط مستقیم میں پھٹ نہیں ہوتی اس کے ابتداء و انتہا کے دونوں نقطے
بالکل علیحدہ علیحدہ ہوتا ہے۔ یہاں جب دائرہ کے انتہائی نقطہ کی طرف نظر کی جاتی ہے تو وہ حضرت
آدم علیہ السلام نظر آتے ہیں جن کے نہ دائرہ تھیں نہ دائرہ۔ ان کے بعد حضرت خوار کا وجود ہوا جو حضرت آدم
علیہ السلام کی پہلی سے بنائی گئی تھیں اس لیے اس کو ولادت سے تعبیر کیا نہیں جاسکتا جیسے کسی شخص سے
اگر اس کا لہو الگ کر لیں تو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ اچھٹا سے پیدا ہوا ہے۔ اسی طرح حضرت خوار کو چونکہ
صلح آدم علیہ السلام سے بنایا گیا تھا اس لیے ان کو آدم علیہ السلام کی ذریت میں شمار نہیں کیا جاسکتا لہذا

ادب ان کو بھی سلسلہ تخلیق میں اسی مرتبہ میں رکھنا چاہیے جس میں کہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں یہ بات دوسری
 ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام پر نسبت والدہ کے نہ کسی پر نسبت اصل پہنچنے کے حضرت حواء سے اشراف ہیں
 مگر یہ نسبت صرف ان دونوں کے درمیان رہی ہوگی یعنی آدم کے لیے دو قویٰ ہی مہذب ہو گئے۔ حضرت آدم علیہ
 السلام سلسلہ خلافت کے لیے اور اجسام انسانیت کے سبب اول اور حضرت حواء صرف اجسام انسانیت کے
 لیے سبب مگر مبدیہ زمانی ہو گئی۔ اب اگر ان پر غور کیا جائے تو حضرت حواء کے لیے والدہ کوئی نہیں اس حضرت
 آدم علیہ السلام ان کی اصل پہنچنے کی وجہ سے والد کی جگہ کے پاس گئے ہیں۔ پس جب تخلیق کے ابتدائی نقطہ
 میں ایک مذکر اور ایک مؤنث میں جن میں مؤنث کے لیے اس کوئی نہیں تو چونکہ دائرہ میں انتہائی نقطہ
 جو اس کے مقابل میں اگر دائرہ کو پورا کر سکتا ہے ایسا ہی ہونا چاہیے جس میں ایک مذکر و ایک مؤنث ہو
 مگر یہاں والدہ جو مکملہ کوئی نہ ہوتا لہذا اطراف دائرہ میں ایک طرف کی کمی اور دوسری طرف کی زیادتی بالکل
 آجائیں یعنی اگر والدہ میں والدہ کی کمی ہو تو انتہاء میں والدہ کی زیادتی ہو اور والدہ کی زیادتی سے
 توازن میں والدہ کی کمی اور اس طرح اطراف دائرہ کے تشبیب و خزانہ دونوں مل کر ایک دائرہ پیدا
 ہو سکے۔ یہاں جب تمام انبیاء علیہم السلام پر نظر ڈالی جاتی ہے تو اس صفت کا انسان جو حضرت عیسیٰ علیہ
 السلام کے اور کوئی نہیں تھا سلسلہ تخلیق میں اگر ایک طرف حضرت حواء ہیں کی والدہ و جنس خود دوسری
 طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں جس کے والدہ تھے۔ شاید یہ خیال گزرتے کہ اس بنا پر تشبیہ ان دو میں کوئی
 لحاظ اٹھا کر آیت یوں چوٹی چاہیے تھی کہ ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل حواء تاکہ جو نقطہ مقابل خود ہی
 معروض بیان میں آتے اس کا جواب یہ ہو کہ اس آیت سے مقصد یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت
 کا والد کے بغیر صرف اپنی قدرت کا واسطے ظاہر کرنا منظور ہے اس لیے اس میں حضرت آدم علیہ السلام
 ہی کے ساتھ تشبیہ دینی زیادہ مؤثر تھی اگر کمثل حواء فرماتے تو حضرت حواء کے لیے حضرت آدم علیہ السلام
 والدہ کے قائم مقام موجود اور یہاں منظور یہ تھا کہ اکل قرۃ العین کا کہ طرح قیاس کر دیا جائے لہذا اسی کو ہی کے ساتھ
 تشبیہ دی جن کے لیے نہ والدہ تھے نہ والدہ تاکہ خدا تعالیٰ کی قدرت کا واسطہ بھی پورا ہو تو حواء و حضرت عیسیٰ علیہم
 السلام کے ساتھ کسی باہمی تشبیہ سے بھی والدہ خاطر زمین میں نہ گزر سکے۔ اس بیان سے ظاہر ہو کہ دائرہ
 نیت جو حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا تھا وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اگر ختم ہو گیا۔

حفظہ اللہ العزیز امین کثیر فرماتے ہیں:

وقولہ ادعہن منکون انبیاء اہی کما اختلفتہی اللہ تعالیٰ کے قول ادعہن منکون انبیاء کی تفسیر یہ ہے کہ ایک
 قائم فیکر میں جس میں ایک اور اہم الی نحو کی لفظ ہوتی ہے دوسری میں کے قائم مقام

من بعدہ وہ کوفات کا نوالہ پانی فہم
الانبیاء بدعوتی فی اللہ ویخبرون
نفسہ حقاً ختموا بعینی علیہ السلام
(تفسیر ابن کثیر علیہ السلام)

آجائے کھانا والد حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہ یہ کھانہ
مستور اور اسی طرح انبیاء علیہم السلام جیسے اللہ تعالیٰ کی کاف
مستور اور اسی طرح انبیاء علیہم السلام جیسے اللہ تعالیٰ کی کاف
مستور اور اسی طرح انبیاء علیہم السلام جیسے اللہ تعالیٰ کی کاف

اب سوال یہ ہوتا ہے کہ اس تصور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت کیا تھی تو اس کا جواب ظاہر ہے
 وہ کہ آپ کی حیثیت مرکز کی حیثیت پر اسی لیے آپ کو مرکز کی طرح ظاہری طور پر بھی مسلسل نبوت باطل
 انگ مسلسل میں پیدا فرمایا تھا اور تھجیب ہے کہ یہاں بھی اس کی رہایت رکھی گئی کہ جس طرح مرکز ایک ہی ہوتا
 ہے اسی طرح حضرت انسلی علیہ السلام کی ذریت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی اور دوسرا
 رسول بھی پیدا نہ ہو۔ پھر جس طرح آپ کو دائرۃ نبوت کا مرکز بنایا گیا تھا اسی طرح آپ کی ولادت کے لیے
 بھی وہی مقام پسند فرمایا گیا جو زمین کا مرکز کہلاتا ہے یعنی مکہ مکرمہ اور جس طرح بیت اللہ کعبہ زمین کا مرکز
 قرار دے کر سب سے پہلے وجود میں لایا گیا تھا اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نشین بھی سب سے
 پہلے عقد رہی تا کہ زمین مرکز جیسے تو دائرۃ نبوت اسی کے اندر گھسٹتا جائے لیکن مرکزیت کا تصور چونکہ
 دائرہ کی خاصیت پر موقوف ہوتا ہے اس لیے مقدسوں ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حسی طور پر وجود
 قدسی جملہ انبیاء و علیہم السلام کی آمد کے بعد ہوا اور جس طرح محیط دائرہ کی نسبت ہر طرف سے اپنے مرکز سے سادگی
 ہوتی ہے اسی طرح جملہ انبیاء و علیہم السلام کی نسبت مرکزی حیثیت سے آپ کے ساتھ برابر ہے حتیٰ کہ
 اگر مومن علیہ السلام جیسا بڑی مشریت والا رسول بھی آپ کے دور میں آتا تو اس کو بھی آپ کی اتباع کیے
 بغیر کوئی اور راستہ نہ تھا۔ اسی مرکزیت کے اعلان کے لیے جملہ انبیاء و علیہم السلام سے آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم کی سادگی کا قولاً و عملاً عہد لیا گیا تھا اور اسی کے اظہار کے لیے شب معراج میں جملہ انبیاء و علیہم
 السلام کی امانت کا شرف آپ کو ہی عنایت ہوا اور اسی حقیقت کے عالم آشا کا رنگہ کے لیے مشرین مولایم
 عہد یعنی حدیث جھڈا آپ ہی کے اٹھائیں ہوا جس کے نیچے آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک
 سب انبیاء و علیہم السلام پہنچے تفصیل کے لیے ترجمان السنۃ ص ۱۲۰ حدیث ۱۲۰ کا تشریحی نوٹ ضرور ملاحظہ
 فرمائیے۔

اس بیان کے اہم کلمہ دو ہیں، نگوینی نغمہ کی تخلص، شکل رائے ہوئی اور آپ کی تخلص چیت
مرکز ہوئی ان دونوں کی طرف توجہ آیات میں اشارہ موجود ہے اس لیے ہے اس بیان کو گویا بیان کا
اور محاسن نہ مگر محض خیالی بھی نہیں کہنا ہو سکتا۔ پہلے مذکورہ بالا بیان سے اب حدیث انا انزلہ

مختلفہ اور آخر ہر حال پر ہی ختم ہوئی اس شخصوں کی تائید قرآن کریم کی ایک روایت کو بھی ہوا۔ اسی طرح
 کان الناس ائمة واحداً فیہدھلہ الذبیہین بعشرین وھذین میں ابتداء و تخریص دین ایک ہی تھا پھر
 جو جزا اخلاص دینا چاہئے وہ انھوں کی کج رویوں سے نہ ہوئے۔ اسی طرح عدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت
 عیسیٰ علیہ السلام کے دوڑیں دین بھر ایک ہی رہ جائیگا جس کی بنیاد انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے دست
 مبارک سے ڈال چکے ہیں۔ مذہب سادہ میں بنیادی لحاظ سے قبلہ دو رکھے ہیں: بیت مقدس، بیت
 اللہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے خود بیت مقدس کا بھی استقبال فرمایا اس کے بعد پھر بیت اللہ کو
 قبلہ تھیں فرماد: بسوچ جب آخر کار قبلہ کی جو بات تھا تو بیت مقدس کے عارضی استقبال کی شکست کی
 تھی! بیشک ایک حکمت یہ بھی تھی کہ آخری رسول کے دوڑیں سادہ سب اختلافات کو ختم کر کے پھر ایک
 دین پر جمع کر دیا جائے اور اس کی صورت بھی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بتادیں کہ اصل دین ہمیشہ سے ایک
 ہی تھا۔ قبلہ کے مسئلہ کو صرف انھی سے اختلافات کی بنیاد بنایا گیا۔ اس لیے مدینہ طیبہ میں اگر پہلا آپ
 نے بیت مقدس ہی کا استقبال فرمایا اور علماء نے ثابت فرما دیا کہ یہ مسئلہ کوئی بنیادی اختلاف کی حیثیت
 نہیں رکھتا۔ اسی لیے جو رسول وحدت ادیان کا اہم مقصد کے کرایہ سے رو اپنے عمل سے یہ ثابت کر دیا
 چاہتے تھے کہ قبلہ کی تقسیم صرف ایک وقتی مصیبت کے پیش نظر ہی ہے ورنہ اصل مقصد تو جہاں اللہ
 ہو اور کبھی خاص سمت کے ساتھ مخصوص نہیں فرمایا تھا تو کو اہم وجہ اللہ۔ اس حقیقت کو آپ نے
 اتنا واضح فرمایا کہ استقبال قبلہ جو نماز کی صورت کی شکل میں شمار ہوتا ہے فعلیہً خود اس میں بحالت سفر
 سافری صورت پچھڑا دیا۔

الفرق جب ابتداء میں دین ایک تھا تو چونکہ دائرہ کی ابتداء اور انتہا یکساں ہوتی ہے اس لیے
 عالم کی انتہا میں پھر دین ایک ہی ہو جانا چاہیے اس لیے اس کی صورت یہ مقدمہ ہوئی کہ جس طرح ایک
 اسرائیلی رسول نے آکر اسرائیلی قبلہ کا استقبال کیا تھا اس طرح ایک اسرائیلی رسول آکر اسرائیلی
 قبلہ کا استقبال کرے اور یہ بات پورے طور پر واضح ہو جائے کہ نہ تو اصل دین میں کوئی اختلاف ہو
 بعد از انبیا و پیغم اسلام میں تاہم کوئی اختلاف ہو جو اختلافات بھی ہوئے یہ سب ائمہ کی کج روی کے
 نتائج تھے۔ کان الناس ائمة واحداً فیہدھلہ الذبیہین بعشرین وھذین میں۔ اب اگر اس مقصد کے
 یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پہلا الش انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ہوتی تو جہنم نبوت کے خلاف تھا
 اس لیے سفدریوں پر اگر آپ سے پہلے وہ جہنم نبوت ان کا ظہور بھی ہو جائے پھر اس مقصد کی
 تکمیل کے لیے آپ کی دوسری آمد جہنم نبوت امامت بھی ہو ظاہر ہے کہ جو اسرائیلی کے لیے رسول بنا کر بھیجا

ایک تھا، اب بنی ساعیل میں اس کی قبر ہے۔ اس کے نبی ہونے کے بعد اس کا رسول ہی پیدا نہیں ہوتا وہ اپنے وہ نبی
نبوت کو پورا کر کے۔ اب حقیقت امامت است محمدیہ شریعت لائیکے اور ہم پہلے زمانہ السنہ ۱۱۸۸ میں بیان
کر چکے ہیں کہ یہ مقام وہ تھا جس کی ادوار العزم نبیائے بھی تھا کہ ہے اس لیے یوں مقدم ہوا کہ اس اہم
مقصد کے حصول کے لیے عالم کے خاتمہ پر وہ رسول آئے جو جسے نبی سے مشابہت کے جس طرح میں پہلے ایک تھا
آخر میں پھر ایک ہی رہ گئے اور جب اس طرح محمد ص کا کام مکمل ہو جائے تو پیدائش عالم کا جو مقصد تھا وہ
پورا ہو جائے گی و جسے عالم کی صفت لپیٹ کر رکھ دی ہوئے اور قیامت آجائے۔

اللہم صل وسلم علی سیدنا محمد و آلہم خلفا و آخرہم و بعث

۱۱۸۸۔ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَا أَوَّلُ شَيْعَةٍ فِي الْحَيَّةِ تَصِدَّقُ كَيْفَ
مِنْ الْأَنْبِيَاءِ فَاصْبِرْهُمْ وَرَأَى مِنْ الْأَنْبِيَاءِ نَبِيًّا فَاصْبِرْ لَهُ مِنْ أَعْيَادِهِ لَكَ وَاحِدٌ
رواہ مسلم۔

۱۱۸۹۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ
الْقِيَامَةِ وَكَأَنَّمَنْ يَتَشَوَّقُ عَنِّي الْقَبْرُ وَأَوَّلُ مَنْ يَفْجُرُ وَأَوَّلُ مَنْ يَقْبَلُ۔ رواہ مسلم۔

۱۱۹۰۔ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَا أَكْثَرُ الْأَنْبِيَاءِ سُبْحًا يَوْمَ
الْقِيَامَةِ وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ يَقْرَأُ بِابِ النَّبِيِّ۔ رواہ مسلم۔

۱۱۹۱۔ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّي بَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

۱۱۸۸۔ میں جنت کے لیے سب سے پہلا شفاعت کرنے والا ہوں۔ انبیاء و صالحین میں اس کثرت
کے ساتھ کسی کی تصدیق نہیں کی گئی جتنی کہ میری بعض انبیاء تو ایسے بھی ہوئے ہیں جن کی تصدیق
صرف ایک شخص نے کی ہے۔ (مسلم شریف)

۱۱۸۹۔ ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ روزِ محشر تمام نولادہ، کم کا سرو، میں ہونگا۔ قبرِ نبوت کو جسے پہلا
شخص اپرا آگاہ وہ میں ہوں، پہلی صفحہ کی شفاعت کر چکا وہ میں ہوں اور جس کی شفاعت
سب سے پہلے ہوں گی وہ میں ہوں۔ (مسلم شریف)

۱۱۹۰۔ انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت میں جس نبی کے لئے دوائے
سب سے زیادہ ہو گئے وہ میں ہوں اور جسے پہلے جنت کا دروازہ کھولنے کے لیے دنگ دیگا وہ میں ہوں
۱۱۹۱۔ انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن میں جنت کے

دروازہ پر آؤنگا

الْبَيْتِ مَوْعِدَهُمْ ثُمَّ لَا يَخْرُجُ وَلَا يَدْخُلُ وَلَا يَأْكُلُ وَلَا شَاغِرٌ وَأَوَّلُ مُشْفَعٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ لَا يَخْرُجُ
وَأَوَّلُ مَنْ يَخْرُجُ خَلْقُ الْجَنَّةِ فَيُخْرِجُهُمُ اللَّهُ فِي جَنَّاتٍ جَنَّاتٍ وَمَعْنَى تَعْرَافُ لِلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَخْرُجُ
بِأَيِّ أَكْرَمِ الْأَقْوَامِ وَالْأَخْيَرِينَ عَلَى اللَّهِ وَلَا يَخْرُجُ - رواه الترمذی والداری -

۱۱۹۴۔ یقیناً تم یوں نہیں کہیں گے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یخْرُجُ الْأَخْيَرُونَ وَيَخْرُجُ
الْمَشَاجِرُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَإِنِّي قَائِلٌ أَنَّهُمْ يَخْرُجُونَ أَمَّا هَؤُلَاءِ الَّذِينَ هُمْ فِي الْأَرْضِ جَنَّاتٍ جَنَّاتٍ وَاللَّهُ وَمُؤْمِنِيهِمْ أَشَدُّ
أَمَّا حَبِيبُ اللَّهِ وَمَعْنَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَانَ اللَّهُ وَعَلَى فِي الْأَرْضِ وَأَجَا وَخَطَرِمْ
لَهُمْ لَا يَخْرُجُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يَدْخُلُ وَلَا يَأْكُلُ وَلَا يَشْرَبُ وَلَا يَخْرُجُ وَلَا يَدْخُلُ وَلَا يَأْكُلُ وَلَا يَشْرَبُ - رواه الدارمی -
۱۱۹۵۔ وَعَنْ جَابِرٍ أَنَّ الشَّيْخَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَنَا قَائِدُ الْمُرْسَلِينَ وَلَا يَخْرُجُ أَنَا

روح اللہ کے لقب سے فرائض کے لئے تھے اور اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام منظر پر بیت میں
خلافت کے لئے منتخب ہوئے لیکن تم کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ جس حبیب اللہ ہوں اور یہ غور ہونا
نہیں ہے اور قیامت میں محمد و ثناء کا جھنڈا میرے ہی ہاتھ میں ہوگا۔ آدم علیہ السلام اور ان کے
سوا سب مخلوق اس کے نیچے ہوگی اور یہ بھی غور بات نہیں کہ نور قیامت میں سب سے پہلا
مخلوق کی شفاعت کرنے والا رسول ہیں ہوں اور سب سے پہلے جس کی شفاعت قبول ہوگی وہ رسول
بھی ہیں ہوں اور یہ بھی غور بات نہیں ہے۔ جنت کی کنڈی جو سب سے پہلے نکلتی ہے وہ رسول ہیں ہوں
اللہ تعالیٰ سب سے پہلے میرے لئے جنت کھولے گا اور مجھ کو اس میں داخل فرمائے گا اور اس وقت میرے ساتھ
ساتھ مخلوق مومنوں کی جماعت بھی ہوگی اور میں اللہ تعالیٰ کی نظر میں گزری ہوئی اور لئے والی تمام مخلوق میں
سب سے زیادہ معزز و کرم ہوں اور اس میں نور کا کوئی شائبہ نہیں ہے۔

۱۱۹۶۔ عمرو بن قیس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا میں گویم جسکے بعد میں آئے
ہیں لیکن قیامت میں ہم سب کے لئے ہے اور تم میں سے ایک بات کہنا ہوں اور کسی غیبت نہیں کہنا اور ہم علیہ
السلام غیب اللہ ہیں اور رسولی علیہ السلام صغی اللہ ہیں لیکن جس حبیب اللہ ہوں۔ قیامت میں محمد و ثناء کا
جھنڈا میرے ساتھ ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ نے میری امت کے ساتھ میں مجھ سے وعدہ فرمایا کہ وہ میں یا تو اس
ان کو پناہ دیتی ہے کہ ایک یہ کہ تمام قسط میں ان کو بتلا نہیں کرے گا۔ دوم یہ کہ ان کا دشمن نبی خدا میں سے ان کو ہلاک
نہیں کرے گا جیسے کہ میری پاری کی ہادی نعمت گزاری میں پڑا ہے ایسے بھی نہیں ہوگا۔ رداری -

۱۱۹۷۔ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام رسولوں کا قیامت میں ہوں اور یہ غور

صعید بن حیثی اخی السماء الرابعة فما استظفوه قبل من هذا قال جابر بن عبد الله ومن معك قال
 محمد بن قبل وقد ارسى له النير قال نعم قبل مرحبا به في هذه الجيوشة بالفتح لما اخلصت
 واذا اذو بس فقال هذا اذو بس فسلم عليه فسلمت عليه فخرجوا فخرجوا قال مرحبا بالاجر الطاهر
 والقبلي الضابط ثم صعد بن حيثی اخی السماء الخامسة فما استظفوه قبل من هذا قال جابر بن
 عبد الله ومن معك قال محمد بن قبل وقد ارسى له النير قال نعم قبل مرحبا به في هذه الجيوشة
 فخرجوا فلما اخلصت فاذا اذو بس قال هذا اذو بس فسلم عليه فسلمت عليه فخرجوا فخرجوا قال
 مرحبا بالاجر الطاهر والقبلي الضابط ثم صعد بن حيثی اخی السماء السادسة فما استظفوه قبل
 من هذا قال جابر بن عبد الله ومن معك قال محمد بن قبل وقد ارسى له النير قال نعم قبل
 مرحبا به في هذه الجيوشة فاذا اذو بس قال هذا اذو بس فسلم عليه فسلمت عليه فخرجوا فخرجوا

ان کو سلام کیجیے جس نے سلام کیا انہوں نے جب سلام دیا اس کے بعد فرمایا اے باراد صل اللہ علیہ صل اللہ علیہ
 خوش آمدید پھر جبریل علیہ السلام کو لے کر اور اوپر چلے یہاں تک کہ چھ تھکان پہنچے اور وہاں کھول دیا پھر گیا
 کون انہوں نے فرمایا میں ہوں جبریل پوچھا گیا آپ کے ہمراہ کون ہیں انہوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرشتوں
 نے پوچھا کیا ان کو معلوم ہوئی ہے انہوں نے کہا ہاں اس پر کہا گیا خوش آمدید کیا مبارک تشریف آوری ہے
 یہ کہہ کر دروازہ کھول دیا جب میں آگے بڑھا کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت اویس علیہ السلام ہیں۔ جبریل علیہ السلام
 نے فرمایا اریس ہیں ان کو سلام کیجیے جس نے سلام کیا انہوں نے جواب سلام دیا اس کے بعد فرمایا اے باراد
 صل اللہ علیہ صل اللہ علیہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر اور اوپر چلے یہاں تک کہ پانچویں آسمان پہنچے اور وہاں
 کھول دیا۔ پوچھا گیا کون انہوں نے فرمایا میں ہوں جبریل۔ پوچھا گیا آپ کے ہمراہ کون ہیں انہوں نے کہا محمد صلی
 اللہ علیہ وسلم فرشتوں نے پوچھا کیا ان کو معلوم ہوئی ہے انہوں نے کہا ہاں۔ اس پر کہا گیا خوش آمدید کیا مبارک
 تشریف آوری ہے یہ کہہ کر دروازہ کھول دیا۔ جب میں آگے بڑھا کیا دیکھتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جبریل
 علیہ السلام نے کہا اے باراد میں ان کو سلام کیجیے جس نے سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا اس کے
 بعد فرمایا اے باراد صل اللہ علیہ صل اللہ علیہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر اور اوپر چلے یہاں تک کہ چھٹے آسمان
 پہنچے اور وہاں کھول دیا۔ پوچھا گیا کون انہوں نے جواب دیا میں ہوں جبریل۔ پوچھا گیا آپ کے ہمراہ
 کون ہیں انہوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرشتوں نے پوچھا کیا ان کو معلوم ہوئی ہے انہوں نے کہا ہاں
 اس پر کہا گیا خوش آمدید کیا مبارک تشریف آوری ہے یہ کہہ کر دروازہ کھول دیا گیا جب آگے بڑھا کیا
 دیکھتا ہوں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ جبریل علیہ السلام نے کہا یہ موسیٰ ہیں ان کو سلام کیجیے جس نے سلام کیا

عَلَيْهِ قَوْلُهُ ثُمَّ قَالَ مَرْجُوا بِالرَّيْحِ الصَّالِحِ وَالشَّيْءِ الصَّالِحِ فَلَمَّا جَاوَزْتُ بَنِي قَيْلٍ كَرَّمَا بَيْنَهُمَا
قَالَ أَيْنَ رَأَيْتَ غُلَامًا بِهَيْتٍ تَقْدِرُ أَنْ تَدْخُلَ الْجَنَّةَ مِنْ أَمْسِ الْكُرْمِ وَمِنْ يَدِ خُلْعَانٍ مِنْ أَمْسِ
ثَوْبٍ صَدْرِي إِلَى السَّمَاءِ انْشَاءً بَعْدَهُ فَأَسْتَفْخِرُ جِبْرِئِيلَ قَيْلٍ مَنْ هَذَا قَالَ جِبْرِئِيلُ قَيْلٍ وَ
مَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قَيْلٍ وَقَدْ نَبِيتُ رَأَيْتَ قَالَ تَعْمَلُونَ مَرْجُوا بِرَيْفَةِ الْعَوْنِ جَاءَ فَلَمَّا
خَلَفْتُمْ كَوَادِإِ إِيَّاهُمْ قَالَ هَذَا إِذَا جِئْتُمْ فَلَمَّا كُنْتُمْ عَلَيْهِ فَمَنْ لَكُمْ قَوْلُهُ الْإِسْلَامَ تَعْمَلُونَ تَعْمَلُونَ
لِلصَّالِحِ وَالشَّيْءِ الصَّالِحِ ثُمَّ رَفَعْتُ رَأْيَ سِدْرَةٍ الْمُنْتَهَى قَاوَادِإِهَا بَيْنَ قَيْلٍ وَبَنِي هَجْرَةَ إِذَا
وَدَعْتُمْهَا بِمِثْلِ إِذَا بِنِ الْفَيْلِ قَالَ هَذَا سِدْرَةُ الْمُنْتَهَى قَاوَادِإِهَا بَيْنَ قَيْلٍ وَبَنِي هَجْرَةَ
وَقَدْ رَأَيْتَ ظَاهِرًا كُنْتُ مَا هَذَا بِنِ يَاجِبِ قَيْلٍ قَالَ أَتَا الْبَاطِلَانِ فَكُفِرُوا فِي الْبَيْتِ وَآمَنُوا

سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا اس کے بعد فرمایا آئیے براہِ صلح اور نبی صلح آئیے خوش آئیے جب
میرے لئے جو کچھ تو میری سلام پر گریہ جاری ہو گیا توں سے ہوجا گیا آپ کیوں روئے فرمایا اس نے کہا ایک لجان
جو میرے بعد مبعوث ہوئے ہیں ان کی اُمت کے لوگ میری اُمت سے بھی زیادہ جنت میں جائیں گے اس کے
بعد مجھ کو ساتویں آسمان کی طرف لے کر چلے گا وہاں پہنچا دیا کروں۔ انہوں نے کہا میں جہنم چلے۔ پوچھا
ایا آپ کے ساتھ لوگوں میں ہیں کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم خشتوں نے پوچھا کیا آپ کو معلوم ہوئی ہے انہوں نے
کہا ہاں۔ کہا گیا خوش آمدید کیا مبارک تشریف آوری ہے۔ جب میں آمد گئے تو کہا کیا دیکھا ہوں کہ حضرت
ابوہریرہ علیہ السلام ہیں۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ آپ کے والد ابوہریرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام میں ان کو سلام
کیجیے۔ میں نے سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا اس کے بعد فرمایا آؤ فرزندِ صلح اور نبی صلح آؤ خوش
آئیے اس کے بعد مجھ کو سِدْرَةُ الْمُنْتَهَى نظر کیا دیکھا ہوں کہ اس کے چل قدم ہر ایک شے کے پوچھو پوچھو اس کے
پتے اچھی کے کانوں کے مانند تھے۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہ سِدْرَةُ الْمُنْتَهَى پر وہاں چار دروازے تھے دائرہ کی
جانب اور دو بائیں کی جانب۔ میں نے پوچھا جبرئیل پر خبر یہ کیسی ہیں۔ انہوں نے کہا جہانم کی جانب

۱۲-۲- صحیح کے دائرہ پر اہلِ قمر اور اہلِ بکاء کے لئے خاص میں مسلمانوں کے ساتھ چکے ہیں کہ ان کے بعد اس کی
تفصیلات کی ضرورت ہاں نہیں رہتی۔

حافظ ابن جریر نے یہاں چند باتیں تحریر فرمائی ہیں جو عام طور سے ہادیِ نظریہ نہیں مگر میں اس لیے ہم اس اہم موضوع
کو صرف ان کی مختصر تفسیرات پر ختم کر رہا ہوں۔ عام لوگ تو کیا خاص لوگ بھی خال خال یہ علم رکھتے ہیں کہ حضرت علی
اللہ علیہ وسلم کی سراج کو مذکورہ پستے میں بھی آچکا ہوا ہے حضرت سولی اللہ علیہ وسلم کی دیگر علامات میں اس کے
بھی ایسا ایک علامت کے ساتھ رکھا گیا ہے۔ چنانچہ حافظ موصوف نے لکھتے ہیں۔

قال و قال انہی ابطا سائل اللہ و نضرہ امہ حضرت دائل نے کہا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ
ان میں سے ایک ان میں سے نہ اس پر بل قدر کثرت نہ ملے۔ علی مروی ہے کہ حالِ حج سے بیان فرمایا ہے تو اس نے ان کے

رَحْمَتِكَ قَالَ سَأَلْتُ رَبِّي عَنِّي اسْتَجَبَ لِي وَكَفَى اَوْسَى رَأْسُكَ خَالَ فَلَمَّا جَاؤَ رَسْمُكَ نَادَى مَتَانًا
اَسْتَجَبْتُ فَرَقِبْتَنِي وَخَفَعْتَ عَنِّي عِبَادَتِي . متفق علم -

اعلم ان الاسراء ورد مطولا ومختصرا من حديث انس والى بن كعب وزيادة وجابر بن عبد الله
وحذيفة بن اليمان وشجرة بن حذوب وشهل بن سعد وشاذان بن اوس وشهاب بن ابراهيم
ووشح بن عمار بن حمزة والى بن مسعود وعبد الله بن اسحق بن زوزة وعبد الرحمن بن قسط وعلي بن ابي
طالب وعمر بن الخطاب ومالك بن صعصعة والى امانة والى ثيوب بالاخرى والى ابي حبة و
ابى الجراح والى زید والى سعيد الخدري والى سفيان بن حرب والى علي الاضرابي والى حميرة و
عائشة واهما بنتى ابي بكر وام هاني وام سلمة رضى الله عنهم كذا فى النصاب المكي ص ۱۳۰
مقال فى الاشفا وذهب معظم السلف والمسلمين الى ان اسراة ابا الجسد فى البقعة وهذا هو الحق
وذهب اليه من الصحابة ابن عباس بن جابر بن ابي اسحق بن حميرة وشاذان بن سعد
حالى شمة البجلي والى بن مسعود رضى الله عنهم اجمعين ومن التابعين الشاذان وشاذان بن جابر بن
ابى السيب وابى شهاب والى زيد والحسن البصرى وابراهم الغضائى وشاذان بن جابر بن حميرة
وابى جابر بن زوزة تعالى عنهم وهاهنا عظماء من المسلمين وهو قول اكثر الناس خروا من القصور و
الحسين والمسلمين واللفظ من -

آپ نے فرمایا میں نے پہلے یہ سب سے بار بار درخواست کی اب اوپر یادہ درخواست کرتے ہیں کہ اگر تم آتی ہو
تو اس میں اسی پر ماضی میں اندر خوش ہوں۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا جب میں آگے چلا تو ایک شاہی
نے اٹھ کر اب میں اپنا آخری حکم جاری کر چکا ہوں یہ ہندو پر چڑھتے کرتے تھے کہ اس کا متفق علیہ

نکاح میرے لئے آیا ہے... مکان کی بار بار ہلکا
لیبر میں آتا ہے ان اعدای میں آیا ہے کہ
وہ قتل فی السورۃ الاطرى دانہ راہی ہلکا
ہندو سورۃ التی محمد بن عبد اللہ... و
اندای اندر کتات رہے کہ ہندی واکر کانی
تک اس سورۃ التی محمد بن عبد اللہ ان تہم
ہلکا۔ واپس اچھ متو

کی ہندی اندر کتات کو انھوں سے دیکھا اندر سورہہ
میں بہت مقدس ہے کہ اس طرح اس لیے ذکر کیا کہ اس کا
تھی جس کے متعلق بہت نام کرنا سکتی تھی۔

ابو البشر سینا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اول نبی باللہ فی الارض

حضرت آدم علیہ السلام کے معاملہ میں جو اختلافات قابل ذکر ہیں ان میں سب سے پہلا یہ ہے کہ جن جنت میں ان کو مکہ جنت کا حکم دیا گیا تھا وہ جنت علییٰ ہی بہشت بریں تھی یا اس زمین پر کوئی بلا تھا اس میں جس کا قول پہلا ہے۔ امام قرطبی نے اپنی تفسیر میں اسی کو اختیار دیا ہے اور جنت کے کسی بزرگ کا مولد میں مستقر کا قول قرار دیا ہے۔ صحیح حدیثوں سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ جنت سے غلبہ بریں ہی ملا ہے۔ چنانچہ آدم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے معاملہ میں مرنے والے آدم علیہ السلام نے یہ فرمایا ہے کہ آپ نے اپنی لذیت کو جنت سے نکلیا۔ اور حدیث شفاء میں خود حضرت آدم علیہ السلام کا بیان بھی ہے کہ میری ہی دم سے تم غلبہ بریں سے نکلے۔ اس کے لیے آج شفاء کیسے کر رہے۔ قرآن کریم کی آیت و لکم فی الارض مستقر متواتر الیٰ حق سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ تعجب ہو کہ ان جیسے صحیح اور صحیح و فاضل کے باوجود یہاں حال اظہار میں جیسے شخص کا رجحان پھر حضرت کے قول کی طرف ہی۔ ملاحظہ ہو کتاب النبیات

دوسرا اختلاف ان کے موضع جد کے متعلق ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ وہ دھانی تھا چچ کہو کہ مر اور طائف کے درمیان کوئی مقام ہے حسن سے۔ روایت ہے کہ آدم علیہ السلام کا اصل بہو ہند تھا اور ان کا جہد، بلطیس کا دھیمسان (جس کو کے قریب ایک جگہ ہے) اور سانپ (دھیمان تھا) آدم علیہ السلام کے اصل جد جد کے متعلق شہدی کی روایت بھی یہی ہے۔ ابن عمرؓ کا بیان یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا جد جد کہو ہند تھا اور حضرت حماد علیہما السلام کا کوہ مرہ پر ہوا تھا۔

ہو موسیٰ الشوریٰ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام تمام مصنفوں کی تعلیم کن ہیں پڑھتے تھے اور جنت کے پہلے ہی ان کے ہمراہ کیے گئے تھے۔ حضرت انسؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں آنے کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام کو بتایا اور حضرت حماد علیہما السلام کو کائنات کی تعلیم دی تھی۔ آدم علیہ السلام پہلے پڑھنے لکھنے جہد اور حور علیہما السلام کے لیے ایک کرتی تھیں اور ایک کائنات تیار کیا تھی اور ان کی پہلی پیشکش ان کی تھی (العبادۃ ص ۹۸)

کعب احبار بیان کرتے ہیں کہ جنت میں حضرت آدم علیہ السلام کے علاوہ سب سے بڑے درجہ کے صرف ان کے بڑے بیٹے ہو گئے۔ اسی طرح سب اپنے ناموں کے ساتھ پکارے جاتے تھے اور یہ کیفیت کے ساتھ ان کی کنیت (ابو محمد ہوگی) ملاحظہ فرمائیے (ص ۹۸)

امین عباسؓ سے روایت ہے کہ کہتے تھے کہ پہلے بانی ہی تھے۔ ان کو حکم دیا گیا تھا کہ عرش انبی کے مساوی

میں زمین پر وہ میت اشد کی تعمیر کریں اور جس طرح انسانوں نے لما نکاتہ اشد کو عرض الہی کا طواف کرتے دیکھا ہے اسی طرح خود اس کا طواف کریں۔ (الہدایہ ص ۱۶)

حضرت آدم علیہ السلام کے موضع دفن کے متعلق مشہور تو یہ ہے کہ چند میں جس جگہ ان کا بیہوش ہوا تھا اسی جگہ کسی پہاڑ کے قریب ان کا دفن مبارک ہو کسی کا خیال ہے کہ کمرہ میں جہاں باقیہیں مشہور پہاڑ میں آپ مدفون ہیں کوئی کہتا ہے کہ بیت مقدس میں ان پر وہ اصل انسانی کے مولانا ہیں۔ حافظ ابن کثیر نے اپنی مشہور تاریخ البیہادۃ والہدایہ میں ان تمام اختلافات کو ذکر کیا ہے انہوں نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ حضرت حواء کے ہمیشہ ایک لڑکا اور لڑکی ایک ہی محل سے پیدا ہوتے تھے اور ان دونوں کے درمیان شادی کی رسم ممنوع قرار دی گئی تھی، مگر یہ تھا کہ ایک محل کے لڑکے کی شادی دوسرے محل کی لڑکی کے ساتھ کی جائے۔ بائبل وقابیل کے قتل کے وقت میں قتل کا ایک سبب یہ بھی ہو گیا تھا۔ اہل تاریخ و سیرے اہل کے قتل پر حضرت آدم علیہ السلام کے ہواشعار غفلت کیے ہیں حافظ ابن کثیر نے اس میں گلام کیا ہے اور اس کی یہ تاویل کی ہے کہ نظر میں ان کے مدد و غم کی کسی اور شخص نے ترجمانی کی ہو۔

یہ اہل نام تہذیبی نے ہاں اس میں عن معمرہ ایک حدیث نقل کی ہے کہ حضرت حواء کے کوئی اولاد نہ تھی تھی شیطان نے ان کو بہکا دیا کہ اس مرتبہ جو لڑکا پیدا ہو تو اس کا نام عبدکامث رکھ دو وینا وہ زندہ رہے گا۔ انہوں نے شیطان کے کہنے پر اس بد کا نام عبدکامث ہی رکھ دیا تھا۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے مرفوع میں نہیں کلام کا ظاہر ہے کہ کسی جو قوت پر مبنی صحابی کا قول ہے اور یہ کہ جس طرح بعض اور مسوئیات روایت فرمائی ہیں یہ بھی مسوئیات ہی کی روایت معلوم ہوتی ہے۔ اس پر قرینہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کو منظور تھا کہ اصل بشری کے اس جوشت سے تمام نسل انسانی کو پھیلائے تو یہ کیسے قرین قیاس ہو سکتا ہے کہ حضرت حواء کی کوئی اولاد ہی زندہ نہ رہی۔ پھر یہ کہ جس آیت کی تفسیر میں حضرت حسن سے یہ روایت نقل کی گئی ہے خود حضرت حسن سے اس کی دوسری تفسیر موجود ہے۔ اگر حسن کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے یہ تفسیر موجود ہوتی تو یہ ایسے ممکن تھا کہ وہ اس مرفوع تفسیر کے خلاف کوئی اور دوسری تفسیر اختیار فرماتے۔ (الہدایہ ص ۱۶)

شامین نے حدیث مذکور کی اور توجیہات بھی ذکر فرمائی ہیں وہ اپنے محل میں دیکھ لی جائیں۔ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سلسلہ نسب صرف شیث علیہ السلام سے چلا ہے۔ شیث کے معنی بہت اشد ہیں یعنی عطاء الہی۔ چونکہ ان کی ولادت بائبل کے مقول ہونے

کے بعد ہوئی تھی اس لیے ان کا نام شیث رکھا گیا تھا۔ محمد بن اسحاق روایت کرتے ہیں کہ آدم علیہ السلام نے قریب وفات میں حضرت شیث علیہ السلام کو چند باتوں کی تعلیم دی تھی اور شب درود کی ساتیں اور ہر صبح ایک خاص عبادت کی۔ تعلیم بھی دی تھی اور بعد میں طوفان آسمانی اظہار بھی فرمائی تھی المبدیۃ والنہایۃ وغیرہ

۱۲۰۱۔ سمعت ابا امامۃ انک یخبرنا قال یا رسول اللہ اقبی کان آدم قال نعم یخبرنا قال لکن کان یخبرنا وہما بن لوط وبن قحطان قال عتشرۃ قرون۔ ورواہ ابن حبان فی صحیحہ قال ابن کثیر فی المبدیۃ والنہایۃ ۱۲۰۲۔ علی شہرہ مسلم ولہم مخرج۔ ورواہ الطبرانی قال العیثی ورجلہما لعل الصحیح غیر احمد بن حنبل وھو ثقتہ و فی الملل المفسور عتشرۃ اباۃ مکان عتشرۃ قرون۔ ۱۲۰۳۔ عن ابن کثیر قال قلت یا رسول اللہ کذا الانبیاء قال یا شاعر الھن واذ یخبرنا عتشرۃ بنی انا قلت یا رسول اللہ وکذا الرسل یتخبرنا انک انما اتیتہ لکلک عتشر

۱۲۰۴۔ راوی کشاف میں نے ابا امامہ سے خود سنا ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ یا رسول اللہ کیا آدم نبی تھے۔ آپ نے فرمایا جی ہاں نہیں تھا اور ایسی ہی تھے جس کی طرف ہم نکلائی سے مشوق تھے۔ پھر اس نے پھر اچھا ان کے اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان کتنا فاصلہ ہے۔ فرمایا دس قرون۔ (امین حبان)

۱۲۰۵۔ ابو ذر کہتے ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ کل انبیاء کی تعداد کتنی تھی علی ایک لاکھ چھ ہزار میں نے عرض کی ان میں رسول کتنے تھے فرمایا میں سو تیر کا بہت بڑا رقم تھا۔ میں عرض کی یا رسول اللہ

۱۲۰۶۔ انا لفظ ان کی کثرت نے ہر روایت بخاری ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ حضرت آدم اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان دس قرون کی مدت گزری ہے جن میں سب لوگ اسلام ہی پر تھے ان کے بعد کرب بہت بڑی جنگ ہوئی اور ان کا ظہور ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اصلاح کے لیے حضرت نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا آپ دس لاکھ تین سو تیس سے پہلے رسول کیا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے جن سورہ میں نے لکھا ہے کہ تاویل آدم کی اور اسے اللہ تعالیٰ پر حق شریعہ کو دیا تھی۔ یہ قابل قبول نہیں ہو سکتا۔ ابن عباس کی روایت میں اس کی تردید کرتی ہے۔ حدیث شکیہ میں قرون کا لفظ ہم پر لغت میں قرون کا اطلاق سو سال کی مدت پر ہی آتا ہے اور لوگوں کے ایک طبقہ پر تو قرون کے لفظ کے لگنا سے اس قرون ایک ہزار سال کے ہوتے ہیں اور دوسرے سمجھتے ہیں کہ قرون سے مدت ہزاروں سال کی ہوگی کیونکہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں غمر بہت طویل ہوا کرتی جس میں اس لحاظ سے ایک طبقہ کے گزرنے کے لیے ہی بہت طویل مدت درگاہ ہوگی پھر اسی نسبت سے دس قرون کا اطلاق کر لیا جائے وہاں بہت بڑا شمار دس قرون کی جگہ دس پشتوں کا مفہوم ہے۔

۱۲۰۷۔ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش حسب بیان قرآن شریف مرتب حق تعالیٰ کے ایک نیکوئی معاہدہ کے تحت ہوئی تھی یہاں مسئلہ ارتقاء سے متعلق ہر قرآن کریم کی تاویل کرنی غلط تعلیم پر اس مسئلہ کے متعلق اسلام کے

لَعَنَهُ خَلْقُهُ وَاللَّهُ بَيِّنٌ وَ نُوْهُ لَنَعَمَ فَيَذَرُ مِنْ مَّرْجٍ جِدْرًا مَسْوَاهُ قُبُلًا . رواه ابن حبان في صحيحه
 كذا في البداية والنهاية ۴

۱۸۵۔ عن أنس بن مالك عن النبي صلى الله عليه وسلم قال لما قصرت دابة الله الأدم في الجنة رحلت
 عنه . (رایحی ہاں اشارت ہے ان کو اپنے دست مبارک سے پیرا کر لیا تھا ، پھر ان میں اپنی دھم سے چھڑک
 اور اپنے سامنے ان کو ہر طرح سے پس کر دیا تھا۔ ابن حبان)

۱۲۰۔ حضرت انس سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جب جنت میں
 پہنچا کہ وہ علاقہ تھا تو یہیں کی طرح کچھ دیکھ بھی تھا لیکن اس کا تصور حیات جزا کر بحیثیت اہل قافل بیان تھا لہذا
 یہ مشیت رسالت تھا۔ انسانی پیداوار کے بعد جو ہر مسئلہ سے آگاہ ہے وہ فعال حیاسیات کا خاکہ کمر
 انہی پر اس کے بقا و فساد کا تھا۔ یہاں اصولی عقائد میں ابھی کوئی تعریف کا عمل ہی نہ تھا۔ اطلاع کے اند میں
 خدا اور اس کی توحید کے سوا کوئی دوسری آواہی نہیں پڑی تھی گویا اس وقت عقائد کا مقام وہ تھا جو نظری ضابط
 کو ہر مسئلہ سے اس کے باوجود جب کہیں صفت انبیاء عظیم اسلام بھی ہے تو اس میں حضرت آدم علیہ السلام کا ذکر
 ضرور کیا ہو گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آیا ہے کہ وہ مشابہہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں جب
 انہوں پر انبیاء عظیم اسلام کا تذکرہ کیا جا رہا تھا کہ سب بڑی عادت یہ اجتماع ہست میں حمد و پاؤں تھا لیکن اس پر بھی
 حضرت آدم علیہ السلام وہاں پر جو نظر آتے ہیں عیش و سرور کے سوا کسی کو لب کثیف کی کوئی مثال دیکھ کر
 حضرت کی طرف سے شفاعت کے لیے رسول کی طرف آنحضرت کی ترغیب پہلے حضرت آدم علیہ السلام کی طرف اس صفت
 و تمیز کی گئی ان کی وصالت انسانی حضرت میں مگوں تھی پھر جب حضرت آدم علیہ السلام کی طرف نظر کی جاتی ہے
 تو ان کا چہرہ بھی وہاں ٹھیک کسی انداز کا نظر آتا ہے کہ دوسرے انبیاء عظیم اسلام کا ہے۔ بلکہ خدا و بھی اپنے نفس کو
 اسی مسئلہ کی ایک کڑی سمجھتے ہیں لیکن یہ حقیقت کتنی ظاہر ہے کہ جو سامنے انسانوں کی دنیا و ظہور کا ہر
 لقب کے لیے دنیا و آخرت میں ابراہیم علیہ السلام کے لیے کرادہ کو شائع ہے ہو سکتا تھا۔

حیث ہوتی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی نبوت۔ یہیے اور اس کو نبوت آگئی جو جس میں کرشن ہی کی نبوت قرین قیاس
 بھی جاری ہے۔ اہل نظر جو جانتے ہیں کہ کس طرح ممکن ہو کرشن کی نبوت کا عقیدہ اس طرح باطن میں
 آتا ہے کہ کسی ملاقات کے فکر کو کہ اندیشہ بھی نہ ہو نہ ان کی زبان بھی ثابت ہو جائے۔ اور خود قرآن و حدیث کی
 حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق اس طرح جہان سلسلہ لائے ہیں کہ ان پر کوئی گرفت بھی نہ ہو سکے۔ لہذا یہی کی
 نبوت کا عقیدہ وہیوں سے اگر نکلے کہ تو کہہ کر اس میں شہادت تو ضرور پیدا ہو جائے۔ یہیں یہ کسی فرد کی نبوت
 و عدم نبوت کی تحقیق کرنی منظور نہیں ہو بلکہ انسانی جہت پسندی کا نادر ہے اور اس پر ہمیں سے تیسہ کہنی ہو کہ نبوت کے
 پس مقدم نہیں جو جس میں کسی کی بنا ہو کر جس سے حق پر ہو کر وہاں جہان اس کا قدم میں ہے جو کہ جس رسول کے ہر
 کو تعلق ہے جیسے ہیں ان پر عام حیاں ہو جائے۔ وہاں کے سوا دوسرے کو خدا اس کے متعلق اس جانب کسی دھماکا
 انداز پر جائے اس جانب۔ دوم یہ بھی تیسہ ضروری ہے کہ نبوت کسی انسان کی خدا ہی اس کی نبوت کا ثبوت نہیں ہے کہ
 اس کے حق میں نبوت کی من گھڑی بھی پیدا کر لی جائے۔ ۱۰۔ ہر مہربان کتنی ہی انسان کرے جس میں کے مستحقین نے بھی
 حریف ان کی چیزوں کو عبادت نہ کرے جس بنا پر ان کے حق میں۔ سات گاہے دلیل کوئی زبان بھی دانی و سطر بھی

قَالَ اللَّهُ أَنْ يَنْزِلَ كَذَلِكَ لِيُخْلِقَ الْإِنْسَانَ بِصُورَةٍ أَهْوَىٰ كَمَا أَرَادَ أَجْرُكَ عَرَفْتَ مَا أَنْتَ خَلَقْتَ
خَلْقًا لَا يَمُوتُ ۚ إِنَّكَ مُرْءٍ مُّسَلِّمٌ

۱۳۰۶۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيُعَذِّبُنَّ الْأَوَّلَامُ يُعَذِّبُونَ بِأَبَائِهِمْ
وَالَّذِينَ بَيْنَ مَاؤُنَا إِلَّا نَسَاخَهُمْ فَخُذْ مِنْ بَحْمَتِهِ أَوْ لَيْسَ كَوْنُ أَهْوَىٰ عَلَى النَّفْسِ مِنَ الْجَعْلِ الَّذِي فِي
بَيْتِ تَيْبَةٍ الْخُرَاءِ بِأَخْفِضِ لَكُمْ نَبُوَ أَدَمَ وَأَدَمَ مِنْ ثَرَابٍ دَوَاهِ التَّمَلُّدِ وَالْجَوَادِ

۱۳۰۷۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَخَّرْتُ لَكُمْ طَلْعَتِ فِيهِ
صَفَرِ أَدَمَ كَأَنَّهُ نِيَارٌ كَرِيحُ نَبِيٍّ كَسَمِّهِ كَوْنُهُ نَحْوُهَا أَسَىٰ صَوْنِ بَرَّاسٍ كَوْنُهُ اس ورمیای میں جس
اس کے گرد و گرد لگا تا اور دیکھتا کہ یہی مخلوق ہے جب اس نے دیکھا کہ وہ تو اندر سے کھوکھلی ہر شخص
تسلی ہے، تو سمجھ لیا کہ یقیناً یہی اسی مخلوق بنائی گئی ہے جو اپنے نفس پر قابو نہیں رکھ سکتی۔ مسلم شریف۔

۱۳۰۸۔ ۱۱ ہجریؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کہ آپ نے حبیب کے بعد میں فرمایا یا تو
لوگ جو اپنے ان مرد یا پ، والدین پر چہر کر جنم میں کوئی نہ پہچنے میں غرکن چھوڑ دیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک
وہ پافان کے اس کٹر سے بھی زیادہ غصہ و ذلیل ہو گئے جو غماست کو اپنی ناک سے ہٹا کر کھینکتے ہیں
سب آدم کی اولاد ہیں اور آدم کی پیدائش مٹی سے ہوئی ہے، پھر غر کر اس بات کا اتنی دہم والو۔

۱۳۰۹۔ (ابو ہریرہؓ سے روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سب آدم کے اولاد ہیں اور آدم کی پیدائش مٹی سے ہوئی ہے، پھر غر کر اس بات کا اتنی دہم والو۔
بقدر کوشش (۳۶) نہیں کیا جاسکتا، ہم یہ بات بھی قابلِ ملاحظہ نہیں ہوگا کہ اگر ہم کے عام سلمات جو متعدد ہیں علماء حق
کے نزدیک صحیح اور دیکھا جیسی جیت اور باہمی ثروت کے بغیر غریب و غریبے جانیں تو پھر کیا یہ اسلام ازادلی بناؤ فر
بنا جاسکتا ہو۔ وہیں ہماری صورت کتابوں سے حاصل نہیں ہوا اس کے کچھ بدیہی سلمات ہیں جو تورات سے ثابت ہیں
اس مقام پر عقلی دلائل کے ساتھ قورث کا خیال رکھنا بھی لازم ہے فیصلہ صرف عقلی بحث سے کرنا غلط پند ہی
خود اور جدت قرار ہے۔

۱۳۱۰۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آدم علیہ السلام کی صورت غلہ بریں میں ہی بنائی گئی تھی، مگر جنت کمر اور
دنیا کا کوئی باغ جو تاقور کوئی خوشی و ہریت و لذت میں کا ذکر مذکور نہیں ہے، ان کی صورت ہی تو دیکھنا
ہیں ان کی صورت بھی ہوگی اور اسی وقت جنت کو آدم علیہ السلام کی وراثت کتنا بھی پیچھے ہو سکتا ہو۔ قرآن کریم میں
ایک آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کوئی دنیا کا باغ تھا، آدم علیہ السلام کی وراثت کتنا بھی پیچھے ہو سکتا ہو۔ قرآن کریم میں
ہے کہ اگر کسی ایک مقام پر ہی، کہ حضرت ایشہؓ نے کہا تھا۔ آج بھی بہت سے اشراف و غلوں میں رہتے ہیں اس لیے
یہ کوئی اتنی دہم بات نہیں جس کا قرآن کریم بار بار اس دنیا سے ذکر فرماتا ہو، زیادہ ان قدرت کی طرف سے بہت بڑا
تعلیم خیر و برکت کے بعد پھر اس سے چھٹا کوئی بہت بڑی غریبی نہیں جو پیشہ فاسد یا راجہ رقی۔

يَا بَنِي آدَمَ لَا يَفْنِيَنَّكُمْ الشَّيْطَانُ كَمَا
أَخْبَرُوا بِوَيْكُمُ مِنَ الْجَنَّةِ

النفس يوم يجمعهم فيه خلق ادم وفيه اذ دخل الجنة وفيه يخرج منها رواه مسلم وفي الصحيح
ودنه تقوم الساعة -

۱۳۶۸- عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلق اللہ ادم علی صنودید
خلوئہ سینون وادنا اقلنا خلقہ قال اذہب فلیک علی اولیاءک النضر ولہم نضر من نضرک
جلوس ما یتقیتم ما یحیو ذلک فاما نعیمک وبعثہ ذریۃک فذہب فقال المسلمون یتقیہ
ظنوا کہ لہ جمعہ کا دن ہوا اسی دن آدم علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اسی دن جنت میں داخل ہوئے اور اسی دن
جنت سے نکلے اور قیامت بھی اسی دن آئیگی۔ (مسلم)

۱۳۶۹- ابوہریرۃ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی
خاص صفات پر پیدا فرمایا، ان کا قدر شہ کو لیا تھا۔ جب ان کو پیدا فرمایا تو اس نے کہا جاؤ یہ جو
فرشتوں کی جماعت تھی جو اس کو سلام کرے اور جواب دے کہ تم کو دیں اس کو غور کے ساتھ سننا کہ تم
نہادی اور تمہاری اولاد کی آئندہ سلام کی وہی سنت ہوگی۔ بگئے اور انہوں نے فرمایا السلام علیکم
۱۳۷۰- قرآن کریم میں جایا چھ دن میں عالم کی تخلیق کا تذکرہ آیا ہے اس کے بعد پھر دستور علی العرش کا ذکر ہے۔ سدا
تقول کے لحاظ سے عالم کی پیدائش ہفتہ سے شروع ہو کر عورت پر ختم ہوئی ہے اور اس بعد میں کچھ اور پیدا نہیں
کیا گیا۔ اسی لحاظ سے ہم سے یہاں بعد کا دن تھیل کا دن شمار ہو سکتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کو معلوم ہو کہ تخلیق کے بعد
اسی دن بعد میں آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے ہیں۔ لہذا یہاں بعد سے مراد عالم کی تخلیق کے بعد حاصل ہندو دنیا کا ہے
جس دن میں قدرت کے لئے اہم افعال جمع ہوں ظاہر ہے کہ وہ کتنا عظیم الشان دن ہوگا۔

۱۳۷۱- فصل النبی کو جو وہ اس وقت کو سکھائے تھے وہ ابتدا سے ہی اصل انسان میں اور طبع فرمادے تھے
ان کے انسانی نظریات کا جز بن جائیں۔ پھر جب اس کو اپنی خلافت خاصہ سے نوازا کر کے ارضی پر چنانا نائب بنایا تو یہ
بھی ضروری ہو کہ غلبہ لینے اصل مالک کے کمالات کا مظہر ہو۔ اور اس لیے یہ بھی مناسب ہو کہ تخلیق پوری کی رسم
کے لیے ایک یا غلبہ کے حق میں بھی انقیاد و تسلیم کا وہ نقشہ دکھایا جائے جو اصل مالک کے لیے مخصوص تھا یعنی
سودہ حقیر خیر جب آدم علیہ السلام کو غلبہ بنایا تو ضروری ہو کہ ان کی امانت مخلوق کی فطرت میں و نہایت انہماک کا نظم
بھی دی جائے۔ اس لیے سب سے پہلی مخلوق کو جو حقیر تمام مخلوق پر خیراں بنائی گئی تھی سودہ کا حکم دیا گیا تاکہ
بقیہ تمام مخلوق میں آدم علیہ السلام کی اطاعت شعاری ان کی سرپرست بن جائے اور کسی کو سرکاری کا حوصلہ نہ رہے۔
اسی عام تغیر کو جو انسانوں سے لے کر انسانی مخلوق تک نظر آتی ہے قرآن کریم میں بھی بطریق امتنان ذکر فرمایا گیا ہے
وہ یہ فلسفہ کشا ہے کہ یہ قوی کے ضعیف پر غلبہ ہو ورنہ ان کے تسلط کا خیر ہے مگر یہ سب یہ بتانا ہے کہ یہ قدرت کی طرف
کا فرمایا گیا ہے۔ پھر جب یہ عام تغیر مقدم ہوئی تو یہ بھی ضروری ہو کہ اس ضعیف کو اصل کے فاسد کمالات کا مظہر
بنایا جائے اور اس کے خاص صفات میں سے صفات عمومی سب سے ممتاز بنایا جائے حتیٰ کہ خدا کو۔ شریعت بھی اسی وقت
سے پھیلنے لگی کہ انہوں نے اسی نسخہ و قدیس اور ہدایت کو پیش کیا مالا کر یہ اگر کمال تھا تو مخلوق اور

فَقَالُوا السَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللَّهِ قَالَ قَرَأْتُوهُ وَرَحْمَةُ اللَّهِ الْخَيْرُ بِهِ. (متفق علیہ)

کند دعاۃ القرمذی ابط منہ وغیرہ قصہ اعطاء آدم ابنہ داؤد علیہ السلام من عمرہ
۱۲۸۹۔ عن ابن مہزیارہ رَوَّعَهُ قَالَ لَمَّا خَلَقَ اللَّهُ آدَمَ عَقَسَ رَأْيَ لَمَّا دَخَلَ الْمَوْجِدَ (فَرَأَاهُ)
فَقَالَ اللَّهُ فَقَالَ كَذَبْتُكَ وَجَعَلْتُكَ كَرِيمًا يَا آدَمُ۔ رواہ البزار قال الحافظ ابن کثیر
فی البدایہ طہ۔ وهذا مستلزم لما في ابن حبان في صحيحه عن انس بن مالك
۱۲۱۰۔ عن ابن عباس رضي الله عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم (إِنَّ أَوَّلَ

انسان في حسابي السلام عليكم ورحمة الله كما ينبغي رحمة الله كالحفظ اور زیادہ کر دیا۔ (متفق علیہ)
۱۲۸۹۔ بخبر روئے سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام
کو پیدا فرمایا (اور روح ان کی ناک تک پہنچائی) تو ان کو جھینکائی انہوں نے کہا اے محمد! ان کے پروردگار
نے اس کے جواب میں فرمایا یا آدَمُ جَعَلْتُكَ كَرِيمًا آدم تمہارا رب تم پر رحم فرمائے (البدایہ النہایہ ص ۱۲۱۰)
۱۲۱۰۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے سب سے پہلے نکاح

کے کال تھا، حاکم اور ظالم کا تو نہ تھا۔ آدم علیہ السلام اگر کسی دوسری مخلوق کے خلیفہ ہونے کی بات خایہ
پر عمل ہوئی مگر میں خلافت الہیہ کا منصب عطا ہو رہا تھا، یہاں عبودیت کی خاص صفت کی بجائے اصل ملک
کی خاص صفات کا مظہر ہونا لازم تھا۔ حیات، قدرت، سمیع و بصیر، مشیت و ارادہ، کلام کے تمام دوسری مخلوق
میں ایسا کم و بیش موجود ہے ان سب میں نمایاں اور خاص صفت علم کی صفت تھی اس لیے اسی کو مہیا و مقرر
کیا گیا اور اسی پر خلافت کی بحث علم کی کوئی اور اس وقت یہ بڑا مخلوق پروردگار پر کیا جو اصل خالق کے کلمات
کا سب سے بڑا مظہر ہو وہی اس کی خلافت کا سب سے زیادہ متحقق ہونا چاہیے۔

اب یہی بحث کہ ساتھ ذریعہ شرعی جو مہیا ہے میں خلع ہوتے ہیں اس طرف کے انسان کا دنیا کے کسی دور
میں ہونا عصری تحقیقات کے خلاف ہے قریم صوف ایک قیامی بحث ہے اور اس پر عقلی طور پر گفتگو کرنے کی بہت
گنجائش ہے۔ اب میں پرانی تحقیق کا خلیفہ ہو گا وہ اسی طرف جھکتا رہیگا اور جس پر خدا شریعت کا خلیفہ ہو گا وہی
پر اہتمام و توجہ کرے گا۔ صرف عقلی حیثیات میں کسی کو بازی لے جانا مشکل ہے۔ اس کے علاوہ ایک روایت میں مقرر
نہ تھا فی السماء کی تصریح ہے حضرت شیخ اس کی مراد یہ بیان فرماتے تھے کہ آدم علیہ السلام کے قدر کی یہ روایتی حجت
میں تھی جب ان کو زمین پر لایا گیا تو اس میں مناسب تخفیف کر دی گئی۔

۱۲۸۹۔ اس روایت سے ثابت ہے کہ جب تک آثار حیات میں سے جو اس لیے آج تک اس پر محمد اللہ کہنا
سنت آدم شمار ہوتا ہے۔ اسی طرح اس کے جواب میں یہ حکم اللہ کہنا اسی قدیم سنت کے مطابق ہے۔ ان
احادیث سے حین و حقیقہ کے الفاظ کی اہمیت سمجھنی چاہیے اسی لیے حدیثوں میں اس پر ایک سستی یا ظلم کیا
جیسا کہ چلے آج میں ایسا۔ انہوں نے مسلمانوں نے آج ان دونوں مقامات پر سنت آدم کو زور دینا شروع کر کے نئے
مذہب اپنی جان سے تعلق لیے ہیں اگر کسی نے تو جھینک کو برکت کی بجائے اس کو اور اہل حرمت تک بھول دیا ہے۔
۱۲۸۹۔ حضرت آدم علیہ السلام جس طرح تخلیق انسانی کی اس سے اسی طرح قدرت کے بہت سے امور کو جھینک

مِنْ جَعَدَ اٰدَمُ قَائِلًا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمَّا حَفَظَ مَسْمُوعًا ظَهَرَهُ فَاَحْسَرَجَ
وَوَيْسَهُ اَعْرَضَ عَنْ عِلْمِهِ فَوَرَّاهُ فِيْهِمْ عَزَّ وَجَلَّ اَنْ يَّرْجِعُوْا اِلَى رَبِّهِمْ وَقَالَ لَا اِلٰهَ
اِلَّا اَنْ تَزِيْدَ اَنْتَ مِنْ عَمَلِكَ فَوَادَّهٖ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً مِنْ عَمَلِهِ لَكُنْتُ اِنَّهٗ كَانَ عَلَيْهِ كِتَابًا
وَالْحَقُّ عَلَيْهِ لِللّٰهِ اَنْ يَّعْزِزَ رُوْحَهُ قَاتِلًا يَقُوْا مِنْ اَخِيْ اَرْبَعُوْرَ

کہا وہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ آپ نے یہ جملہ تین بار فرمایا۔ بت یوں ہوئی کہ حبیب اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ اگلا آدمان کی پشت سے ان کی ذریت بچان کر ان کے سینے کی تو جھٹوں نے ان میں ایک شخص دیکھا جو چمک رہا تھا۔ انہوں نے عرض کی پروردگار اس کی عمر کچھ اور بڑھا دے۔ ارشاد ہوا یہ نہیں ہو سکتا۔ اس صورت سے کہ تم اپنی عمر سے کچھ دن کو رہو۔ آدم علیہ السلام نے بنی عمر کے چالیس سال کی دس کو دیدیے اللہ تعالیٰ نے ان کے اس معاملہ کی فوٹو دیکھ کر بعد اس پر فرشتوں کی نگاہیں لے لی۔ مگر جب ان کی بعض طرح کا وقت آیا تو آدم علیہ السلام نے فرمایا ابھی تو میری عمر کے پورے چالیس سال باقی ہیں۔

ایک مرکب سوچا جئے۔ اس کا ذریعہ خلط و کھوکھلی مٹی سے بنائی جان کی ذریعہ میں ہر رنگ کا انسان دوس
رے نرمی و گرمی ہر قسم کی خرید و بیعتی۔ اسی طرح سب سہو فیساں اور عموماً خطا کا جسم کی کوئی بیشک چاروں میں جو دیا
تو دوسری قسم کے قدر و کمالات کے لیے بنایا یعنی حسود و سیان بن گیا یعنی خلط و کھوکھلی مٹی کے جسم میں کئی خطائے نرمی
کی نوع کی صورت ظاہر ہو گئی اور جب محمود کی خلعت برقعہ سے تھوڑا سا ہوتا گیا۔ والہا زبان شد کہ طبیعت نرم و عفو
میں مختلف رنگوں کی مٹی شامل ہوئی تو تو فیصل انسانی کے رنگوں میں اختلاف نظر آتا اور ان کے خصائص و
طبیعیات میں سب ایک ہی بات کی اولہ دیکھتے اور اس سے پہلے رنگ دیکھیں بھی سب یکساں چہلے اسی طرح گولوں
میں بنیادی طور پر ان فی صنف رنگ کا پانچوں انسانی میں بھی گہری کا اثر نظر آتا۔

درج مذکور کے حسب مشکوٰۃ نے مذکورہ بالا واقعہ کو اپنی تالیف میں ذمہ ذکر فرمایا اور کتاب الفوائد میں مذکورہ بالا مقام
میں علامہ دوسری جلد اس میں اسی بات کی جوتیس سال کے بعد نقل فرمایا ہے یعنی آدم علیہ السلام کے حضرت داؤد
علیہ السلام کو اپنی عمر میں سے ساٹھ سال بڑھ کر لے گئے تھے مگر اس روایت میں دلائل علیہ السلام کی عمر چالیس سال مذکور
ہوئی ہے اور پہلی ہجرت میں ہاں آدم علیہ السلام کا چالیس اپنی عمر میں سے بڑھ کر لے لیا مذکور ہے سوال والی علیہ
السلام کی عمر ساٹھ سال بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ نزدیک دو سو برس روایتوں کا خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ آدم علیہ السلام
کی عمر ساٹھ سال ان کی عمر پوری سو سال پہلے کے متعلق ہے۔ پس میزان کی عمر ساٹھ سال تھی تو اس میں چالیس
کی عمر تھی اور اگر چالیس سال تھی تو ساٹھ سال کی عمر تھی۔ دونوں صورتوں میں ان کی عمر پورے سو سال
ہو جاتی ہے۔ فرمایا کہ یہاں اس میں اختلاف ہو کر آپ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی اصل عمر کیا بیان فرمائی تھی
اس لیے سو سال کی تکمیل میں بھی اسی حساب سے ان کو نصف رہا چاہے تقدیر یا حدیث کی جو جو جملہ مسلم
روایات حضرت داؤد علیہ السلام کے نقل فرمائی ہے وہ مشکوٰۃ کے حواشی میں یکجہ رہا ہے۔ اس کے حساب سے ان کی عمر ۱۳۰
سال بن جاتی ہے۔ اسی واسطے ناقص پر بیان کر چکے ہیں چنانچہ ان کی نظر میں صرف آخر حصہ پر کوئی کوہنہ پر آدم
علیہ السلام نے ان کو چالیس سال لے گئے تھے یا ساٹھ سال یا کسی پر بخت شروع کر دی ہو۔ اگر اس طرف کسی مان کی نظر

سَنَةِ ثَمَانٍ لِّإِسْرَافِ قَدِّ جَلَّتْ أَعْيُنُكَ دَاوُدَ قَالَ فَجَعَلْتُكَ قَالَ فَخَلَّيْنِي اللَّهُ الْكِتَابَ وَ
أَقَامَ عَلَيْهِ السَّيِّئَةَ فَأَمَّا بِلَالُ بْنُ رُوَاحَةَ فَسَنَةٌ وَأَخْرَجُوهُ مِائَتَ مِائَةٍ سَنَةٍ وَدَوَاهِ
الْإِسْلَامِ (صحیح)

۱۳۱۱۔ عثمان بن حنیفہؓ فرماتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے اللہ کی مخلقت میں

ان سے کمال کیا آپؐ کو اپنے فرزند اور گوشہ نگار بنائے۔ آدم علیہ السلام کو وہ بات یاد دہی اس لیے کہ اس نے
انکار فرمادیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو نام نہ رکھا کہ ان کے سامنے کیا اور اس کا نبوت دے دیا جس اصل انسانی
کے اس انکار کا اثر نسل انسانی میں بھی چلتا رہا اور نسیان کی طرح انکار بھی انسان کی سرشت بن گئی
اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کی عمر بھی سو سال پوری کر دی اور آدم علیہ السلام کی عمر بھی پچتر
ہزار سال پہنچے دی۔ (مسند احمد)

۱۳۱۲۔ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت (یا نبی) اپنی سے بنائی گئی ہے

یعنی باقی کے یہاں دوسرا خلقت اس سے پہلے اور وہی جسم کی اصل عمر میں ہی مرد و عورت کے ساتھ ہو جاتی اور اختلاف
اور ہمبستگی۔

قرنیہ شریف: اس دوسری روایت میں یہ الفاظ بھی آتی ہیں: "فمن بعد انما خلقوا من نطفہ امویہ الکتاب والجنود۔"

تفسیر کے بیان میں اس روایت کے تمام اجزاء پر غور کیا گیا ہے جو ملاحظہ فرمایا جائے۔ یہاں مسند احمد کی روایت
خاص اس لیے نقل کی گئی ہے کہ اس روایت میں یہ تصریح ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی عمریں پوری
کی پوری ہی عطا فرمادیں اور حساب سے جو کچھ پیش ہوئی تھی اس کی رعایت نہیں کی۔

اس سے زیادہ کہ کیا چاہیے کہ وہ نسیان پر وہ انسان کی مذہب کو گنہگار نہیں سمجھیں کہ وہ نسیان کی گنہگار بھی آگئی ہے
اگر اس میں اس کی حیثیت کیا ہوگی کہ ان کے سوا نسیان اور عورت ہی رحمت کی اتنی باز نہیں کرتی ہیں۔ حضرت
شہید عبدالقادرؒ قرآن کریم کے فوائد میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام اپنی ذریت کے لیے توبہ و توبہ
تھے۔ یہ وہ نسیان اور عورت و عیسائی کی جو خصوصیتیں ان کی مذہب میں مقدر تھیں وہ مسلمان کے آئینہ میں پہل
کے نظر آگئیں۔ یہ بات دوسری ہے کہ شدت و خفت کے لحاظ سے اس کی نوعیت میں یہاں اختلاف پیدا ہو گیا
جو صورت و حیثیت میں ہوتا ہے۔ یہاں صرف ان کی صورت ہی صورت تھی اور رنگ کے پہلے کہ وہ صورت قرنیہ
کو کہ حقیقت کا رنگ اختیار کرگئی یہ بھی ایک اور تقاضا حرکت سمجھنا چاہیے۔

۱۳۱۳۔ حضرت عروہؓ بنی نضیر کے متعلق قرآنی اسعد بنی ہار سے پاس صرف ایک ہی ہے اور اس کے خلاف کوئی
وہ سوا بیان موجود نہیں۔ حضرت عروہؓ کی پہلی سے پیدائش گونہم سے بالاتر بات ہو سکتی ہے مگر حدیث کے الفاظ اور
خبر کر لیا جائے تو پھر اس میں کوئی الجھن باقی نہیں رہتی۔ حدیث میں حضرت عروہؓ کے متعلق "ولدہ" کا لفظ نہیں بلکہ
"ولفق" کا لفظ ہے۔ چونکہ ان دونوں بیان میں دونوں کا ترجمہ یکساں ہے اس لیے یہاں ہے کہ ابھی پیدائش کا لفظ
نہیں گئی کہ حضرت عروہؓ کی ولادت پہلی سے پہلی ہی ہو گئی ہے کہ ان کی خفت پہلی سے ہوئی ہے یعنی یہ اصل آدم جو
وہ اسلام ہی سے بنائے گئے حضرت عروہؓ کا اصل آدم یعنی ان کی پہلی سے بنائی گئی تھیں۔ چاہے یہ کون سا انسان کی ایک

يُثْبِتُهَا كَثْرَتُهَا وَكَثْرَتُهَا أَطْلَقَ لَهَا هَذَا. راجع ۱۰۱ مسلم و فی الجہن آری غیور۔

۱۲۱۲۔ عن ابن عمر یزید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو ان ہجرۃ یوسف

اس کے سیدھا کرنے کا ارادہ کیا تو یہ دیکھو کہ تم اس کو توڑ دو گے یعنی اس کو طلاق دینی ہوگی۔ مسلم طبرانی

۱۲۱۳۔ ۱۰۱ پر پڑھئے۔ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر جی اسرا نبیل نہ ہوئے تو

طرف ہونے اس خلقت کو غیر مطلق بھی تو عالم کی ایک یا کبار ترین صورت کو ضم کرنے سے باز نہ آئے۔ بے گئی

حضرت عواد کی شخصیت تو وہ حضرت آدم علیہ السلام کے ہم و اخوات ہیں اس طرح تم ہے کہ یہاں نئے نئے تفسیر کے

صاف طور پر ملتے اگر کوئی بات تو میں کسی گزرتے دونوں کے اندر ہی انکسین کی اس طرح میں بہت و جملات

کھٹک رہے ہیں۔

پہلے نزدیک مذکورہ بالا حدیث قرآن کریم کی آیت خلق منها ذکرا و بیانا کہ اور اس طرح تخلیق کا نکتہ بھی

طریقہ کریم سے یہ ظاہر ہو رہا ہے۔

تو انہی خلقت کریمہ و اجلی و ذکا دی جہاں میں کجا جس نے تم کو اپنی جان سے پیار کیا۔

جہاں میں نہاد و کھا ایتھنکی اللہ اذاعوان) اسی سے اس کا جہاں بنایا گیا کہ اس سے تخلیق حاصل کرو

سورہ نسا اور سورہ اعراف میں وہ لوں جگہ حضرت عواد کے حق میں ایک ہی لفظ میں خلق منها ذکرا و بیانا اشارہ

فرمایا ہے۔ مگر یہاں اس کی نکتہ بھی بیان فرمادی گئی ہے یعنی یہ بھی اسی طرف اشارہ کرتی ہے کہ حضرت عواد حضرت

آدم علیہ السلام سے بنتی گئی تھیں۔ یہ کہ انسان کو جنسی شش اپنے جنس کی طرف ہوتی ہے اس سے لیا کہ شش

اس کی طرف ہوتی ہے چرچہ اسی سے پیدا شدہ ہو اس لیے جو بہت اپنی اولاد کے ساتھ پہلی بچہ کو کسی دوسرے

کے ساتھ نہیں چھتی۔ یعنی مرد و عورت کے درمیان عقد نکاح کے لئے نہاد جس بہت کا شہادہ ہوتا ہے اس سے

یہ اندازہ کرنا کہ عید میں کنان کے اصل میں اس وقت کی ایسا ہی جڑت ہوتا چاہیے نام دینی نظر فرمائی ہیں کہ

آدم علیہ السلام کو حضرت عواد کی اس طرح تخلیق سے قبل کوئی تکلیف نہیں تھی اگر ایسا ہوتا تو نسل انسانی میں

کسی مرد کو کسی عورت کی طرف سے نہ ہوتی اور اصل انسانی میں تکلیف کے لئے نسل انسانی میں بار بار

بہتر نہ ہوتا۔ واللہ سبحانہ اعلم

۱۲۱۴۔ عن ابن عمر یزید عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہی تھیں کہ وہ کچھ بچا کر دیکھا کریں

تو انہی نے کچھ عدلی کی۔ آخر یہ رسم بدلتا ہوا نسلوں میں گئی پہلی ٹیٹا اور اپنی حاجت سے داخل گوشت میں کرنا

شرع ہو گیا کہ مشرک کی ذہنیت اسے لگی۔ کیا عجیب ہے کہ انسانی اطلاق کی زبان میں گوشت میں سے جب بچہ کا

حرف سے زیادہ کچھ کر دیکھتے ہوں۔ یہاں طلاق کی جہت کی وجہ سے اس کو جس کا شرع ہو گیا جو انہی کے

مشورے کی ذہنیت تھی جو۔ آج بھی جنس طالع حاجت مندوں میں کھا ایتھم کرنے سے اس کو شرعاً باجتر سمجھتے ہیں کہ

انہی اصل میں اس رسم بدلی گیا نہ دیکھتے تو دنیا اس عمل کی عادی نہ ہوئی۔ اسی طرح ہندی حضرات آئندہ نسل میں

نہاد رہا کہتے ہیں۔ حضرت عواد علیہا السلام کو جو سال حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ پیش آیا تو اس کی

ذہنیت تھا کچھ بھی ہو مگر اس شخصیت کا علم بھی غور تھا کہ ایک جزو لازم بن گیا یہ دوسری بات ہے کہ حضرت کی

اپنی حضرت کی ذہنیت کی ذہنیت سے اس کی نوعیت میں فرق ضرور پڑتا رہا۔ مگر جوہر کے ساتھ حاجت مندوں کی

سیدنا ادریس علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت ادریس علیہ السلام کے متعلق نثر میں کوہ قنات ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام سے پیشتر وہ
ہیں یا بعد میں۔ اس تاریخی بحث کی اہمیت اس لیے ہے کہ اگر وہ پہلے ہیں تو پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عباد
میں سے ان کا جتنا پیشی ہے۔ حالانکہ ابن کثیر نے اسی کو مجبور کا قول قرار دیا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام، حضرت
شیث علیہ السلام کے بعد یہ پہلے وہ شخص تھے جو نبوت سے سرفراز ہوئے۔

وہ حضور میں حاکم کی روایت سے ان کا علیہ مبارک یتل کیا جا، گوارا تک، اور انعامت، بھاری ٹیٹ
چلا سینہ، جسم پر ہلکی کم سوس کے بل گئے۔ ایک آنکھ زیادہ تر افرات و فریب سے بڑا سا سفید دھبہ۔

مذہب میں صرف وہ نہیں کے متعلق اسلمن پر اختلاف بدلنے کی ضرورت تھی بلکہ یہ وہ ہے حضرت
عیسیٰ علیہ السلام بن وہ فعل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رتبہ تو توہر کے ساتھ ثابت ہے اور ادریس علیہ
السلام کے رتبہ کے متعلق کوئی مروج روایت صحت کو نہیں پہنچی۔ البتہ صحابہ اور تابعین میں اس کی کو
حضور پر جو چرکہ حضرت ابن عباس اور ابو سعید خدری وغیرہ سے ان کا رتبہ آیت تفسیر خداوند سبحان علیہ
تسبیح میں منقول ہے اس لیے اس کو بے اہل اسرار تعلیقات میں ضار نہیں کیا جاسکتا حالانکہ ابن کثیر نے یہاں
ان روایات پر تنکیر ہے کہ ان کا حکم لایا ہے کہ اس حد کی وجہ سے جس پر بلکہ ان روایات میں وہ بہت سی عجیب
و تیس روایات ہیں جو بے اہل ہیں۔ چنانچہ ان کے قول وہی جسد نکاح میں اسی طہارت اٹھانے کی تعلیم پسندوں
نے یہاں یہ سمجھ لیا ہے کہ انوں نے چوڑی روایت پر تنکیر ہے کہ حکم لگا دیا کہ ماسی لیے صاحب کے حق آیا
حالانکہ اس نے ضعیف قرار نہیں دیا اور ان کو تنکیر کیا کہ اپنی ہمت میں خود ان کو قتل فرما دیا چوڑا اس پر
کوئی کلام نہیں کیا اور اس لیے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رتبہ کی طرح اس کو حاکمانہ کی طرف سے شامل
کیا جاسکتا ہے اور اس کو بے اہل کیا جاسکتا ہے۔ یہ بھی واضح ہے کہ اسرار تعلیقات کو مطلقاً بے اہل سمجھنا بھی صحیح
کے لیے ان دونوں کا وہ حضور علیہ السلام پر افسانہ عالم کو عالم نہ لگا لیا جاتی ہی خصوصیت پر چینی کسی شخص کو دینے
کے لیے خصوصیت ہوئی کہ نہیں بلکہ کسی شخص سے غور قیاس کے۔ ان دونوں صورت کا انکار نہیں مگر بہت صحت سے تنکیر
جو ماسی میں مروج ہے۔ مگر کسی میں وہ ان سے نہیں اربعہ و اعلیٰ میں جو غور قیاس میں پہنچائی گئی ہے۔ بہت اوجہ حالت تالیف
مستات میں حضرت عیسیٰ اور مروج کی ناک انعامت کی صحت میں نہیں بلکہ ملتہ یوں کی صحت قول میں شامل کرنے
کی صلاحیت میں نہیں اور اس سے بھی زیادہ یہ کہ اس کا موقف تمام صفات و احوال کے لیے ہے غرضی بقدر تنکیر سے
غور قیاس کے مواد کے ساتھ ہیج حقوق میں مسابقت کی ہے تو کوئی اصل معلوم نہیں ہو سکتی۔ پھر معلوم نہیں کیا
اور تنکیر یافتہ مسئلہ قرار میں ہے۔ چنانچہ وہ اعلیٰ اس کے ہے۔

خداوند ہمارے والدین، سعید الخدائی فی السماء، الراجد، و عی جاحد و فہم ادریس، کما دفع عیسیٰ و لہم
حیت کل فی الدن المنفرد فی البدایہ عن ابن عباس ان دعوات جہاد نزلت عن کعب -

تھا۔ ابن عباس نے یہ جہت کے لئے چھ آسمان کا لفظ کہا ہے، عہاد فرماتے ہیں کہ جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ
السلام اٹھنے لگے اسی طرح حضرت ادریس علیہ السلام بھی اٹھنے لگے تھے۔ پھر ان کی وفات سنیں
بولی کہ میں جہاد ان کی شہادت سے نقل فرمایا ہے کہ آسمان پر ہی ان کی وفات ہو گئی کہ جہاد بھی
آسمان پر ان کی وفات کے قابل تھے۔

کی طرح ایک مسلم دستہ تھی۔ یزید کے نزدیک اس میں بھی کوئی اشکال نہ تھا کہ کوئی انسان اگر آسمان میں وفات پا جائے تو
اس کی قبر جو کنکسین، درون کی صحت کے ہائی موت، ارض اور جسم کی صورت بخود ہی کا نام ہے، اتنی بات گورستانوں پر
ہو جائے تو اس میں عقل کے نزدیک بھی ایک طمانی ہو۔ پھر یہ ایسا عظیم سلام کے جسم اس میں دفن ہونے کے بعد
بھی کون و خدا سے محفوظ رہتے ہیں تو آسمان پر ان کے رہنے میں بھی کوئی اشکال نہیں ہے۔ بات دوسری ہے کہ انسان کا جب
کسی بات کا انکار کرنا چاہے تو وہ ہر پر رات کو اپنی عقل نہ سما کے لیے ناقابل عمل ہو جاتا ہے۔ ہم سب اس پر تسلیم کرتے
ہیں چاہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام کے متعلق راجح کیا ہے کہ وہ براہ راست، حضرت علی اشرف علیہ السلام کی جانب سے
اس تکلفی واضح و مستند سامان پہلے ہم میں نہیں ہے۔

سیدنا نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام اول رسول اللہ الی الارض

حضرت نوح علیہ السلام کو نبیاً عظیم السلام کہا جاتا ہے ایک امتیازی خصوصیت حاصل ہے اور اس خصوصیت
کی بناء پر بعد میں میں ان کو اقوام و صفا کہا گیا ہے۔ عاقبت ان کی شہادت جاری سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ
السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان اس قرن گزرنے میں جو سب وہی حق پر قائم تھے۔ اس وقت
کی وجہ سے انہوں نے مویشیوں کے اس خیال کی تردید کی ہے کہ قبیل کی نسل میں ان کی پڑوسی شروع ہو گئی تھی ان کی
تحقیق یہ ہے کہ گور و شرک کی بناء حضرت نوح علیہ السلام کے عہد ہی کے قریب میں پڑی تھی اور اس کے ابطال
و تردید کے لیے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے جو رسول بھیجا وہ حضرت نوح علیہ السلام تھے۔ اس لیے جس رسول
کو کفر و شرک کے عقاب سے سب سے پہلے واسطہ پڑا ہے وہ حضرت نوح علیہ السلام ہیں اور اسی لیے ان
کو ہر خد میں، اول رسول کہا گیا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ اصولی مباحث کے مسائل و بیضنح میں
انہوں نے بہت بڑی جدوجہد فرمائی تھی۔ حتیٰ کہ جاں کا فتنہ بردہ نیل کے آفریں خود ارجوئے حالہ تھا اس
سے بھی پانی، صحت کو بوری طرح خبردار کر رہا تھا۔ حافظ ابن حجر نے ان کی گزارشہ تحفہ کے مطابق ان کے اول
رسول ہونے کا مطلب کسی قوم کے بغیر واضح ہو جاتا ہے۔

حافظ بن کثیر نے ابن جریر وغیرہ کے حوالہ سے ان کی قوم کا نام بنو راسب نقل فرمایا ہے۔ حافظ سیوطی نے
درختہ میں حضرت لوح علیہ السلام کا شجرہ نسب اس طرح تحریر فرمایا ہے۔

لوح بن قحک بن موشع بن ادیس و ہجو غنوخ بن یرد بن مثنائل بن تین بن بن النوف بن شہد
بن آدم علیہ السلام۔ اس کے بعد لکھا کہ ان کا اسم مبارک لوح استن تھا۔ و چونکہ حضرت آدم علیہ
السلام کے بعد دنیا کی آبادی نے بن ہی کے زیر سایہ اطمینان و سکون کا رہنا پس لیا تھا۔ پس بنی ان کو
نحس مکن کہتے تھے۔ اور ان کے لوح کہنے لگے کہ وہ یہی تھی کہ سازش سے بنو ساس تک پہنچی است کہ تہنیغ
و ارشاد فرماتے رہے اور جب وہ اپنی مگرشی سے بزدلی (ان پر ہونے علم کے انسو بہاتے ہے) درختہ (مک)
حضرت لوح علیہ السلام کی جہات کا سب سے مشہور بنا۔ یعنی واقعہ طونان کا جو خود میں جینے نظم و
شعر میں ضرب المثل کے طور پر استعمال ہوتا رہا اس کے تعلق میں کتاب اور تہن بن کا تعلق ہے۔ اس سے وہ
اہل چند قوم سے ہے اس کا انکار کر دیتے ہیں۔ ہم ذیل میں صرف حافظ ابن کثیر کے الفاظ نقل کرتے
ہیں جو بالاتفاق مسلم حدیث بھی ہیں اور معتبر طور پر بھی۔

وقد ارجع اہل العباد انما حق من اول النعمان مع لوانہ تمام وہ بن سادہ کا دوسرا دوسرا نام ہے کہ ساتھ لوانہ کا
عناں اس فی سائر الانان علی خروج الطونان و قد فرم
بھی البہرہ و لم یبق الا وہ من کثر العباد استجابہ لہ
نیلہ للہ للعصوم و نسیۃ النما سوزی القدر محتوم حبیبہ سے اللہ تعالیٰ نے سب کا فرد کو پاک کر دیا تھا۔
حافظ ابن تیمیہ بھی اسی کی تصحیح فرماتے ہیں کہ طونان لوح علیہ السلام جو ہے کہ انہی کو محیط تھا۔
لوح ابوالہریرہ بن النعمان حدیث عبد الطونان اس سے لوح علیہ السلام ان سب حنائی کے والد قرار پائے
توان و طہ افرق ولد آدم و اہل اہلیت و جو طونان کے چھ پیدا ہونے کے بعد ان کے کشتی رالوں
قال فی لوح و جلا ذیت ہم بن قہین کے سولہ نام بولا آدم علیہ السلام کو کوثری کر دیا تھا چنانچہ ارشاد
الحی اب الصبیح مشابہہ کہ جو جینا اور جینا بھی ہے صرف ان کی نسل کو باقی رہو

و لا رکھا۔

حقائق ابن خلدون کی رائے بھی اسی ہوتی ہے۔ دیکھو مقدمہ منشا و مولانا رحمت اللہ صاحب کی تحقیق بھی
یہی ہے۔ دیکھو تمہارے بنی سب سے اس کے علاوہ اکثر مشرین و مغیرین کہ شمار بھی یہی ہے۔ ان لسانی ضرور
اس کا مذاق ڈالتے ہیں۔ البتہ یہ بھی نظر سے اس جہاں سے کہ اس سے ان کی جہت کا علم ثابت ہوتا
جو دوسری طرف چھٹے گئے ہیں۔ وہ نہ قرنی علوم و حقائق کا ہمارے ہی کہ طونان نام نہ رہی جو محیط تھا و انہی کا علم

اس تحقیق کی بنا پر یہ کہ دنیا کی نشاۃ ثانیہ ان ہی کی ذات سے ہوئی اس شان کو آدم ثانی کہا جائے گا
موصوف نے ان کی قبر کے متعلق زیادہ صحیح یہی قرار دیا ہے کہ وہ مسجد حرام میں ہو اور اکثر تاضین کے اس
خیال کو مرجع کر لے ہے کہ وہ مشہور مقام کرب فوج میں ہو۔ جہاں لوگوں نے ایک بڑی مسجد بھی تعمیر کر دی ہے
شیخ جلال الدین سیوطی نے ایک روایت پیش کی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ چاچیریں کی قبریں نذر مالدکن
یعنی مجر سور اور مقام ابراہیم کے درمیان ہیں۔ حضرت لوح و ہود و شعیب صالح علیہم السلام و خضر
شیخ جلال الدین سیوطی نے اس سلسلہ میں ایک مرفوع روایت بھی پیش کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جب کسی نبی کی امت بڑک ہو جاتی تھی تو وہ کمر راکر اپنا وقت عبادت میں پورا کیا
کرنا تھا اور نوح ہود صالح اور شعیب علیہم السلام کی قبریں نذر مالدکن اور مجر سور کے درمیان ہیں مثلاً
اور ایک ضعیف روایت میں حضرت یونس کا مرقع بھی ہے مرقع مرفوع نہیں ہے۔

۱۲۱۵۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ شَرِيحٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَجِي تَوْفِي عَقِبَ الْكَرْمِ وَأَنْتَ
فَيَقُولُ أَفَعَزَّ وَجَلَّ هَلْ بَلَغْتَ قِيَمَ نِعْمَائِي رَبِّي يَقُولُ لَا تَبْهِنُ هَلْ بَلَغْتَ قِيَمَ نِعْمَائِي
أَلَمْ أَجَاءْ تَابِينَ نَبِيٍّ لِيَقُولَ لِيُخْرِجَ عَنْ يَشْهَدُ أَنَّكَ قِيَمُ مُحَمَّدٍ وَأَمَّا رَفَقَتُ هَذَا أَكْثَرُ مَا يَكُونُ
وَهُوَ قَوْلُهُ تَعَالَى وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا كَوْنَهُمْ أَمْثَ وَوَسَطًا لَيْتَ كَوْنُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ
الرَّسُولُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا ۱۔ رواه البخاري

۱۲۱۶۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ شَرِيحٍ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَلَا أَحَدٌ يَكْفُرُ عَنِ النَّاسِ
۱۲۱۵۔ ابوسخیف سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت میں جب حضرت
نوح علیہ السلام اور ان کی امت آئیں تو اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام سے سوال فرمائے گا تم نے
پیغام رسالت پہنچا دیا تھا وہ عرض کرے گا میرے پروردگار! جی ہاں۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کی امت
سے سوال کرے گا۔ اچھا تم بتاؤ تم کو پیغام پہنچایا تھا۔ وہ کہیں گے نہیں، ہمارے پاس تو کوئی نبی نہیں آیا
اس پر نوح علیہ السلام سے پوچھا جائیگا آپ کے پاس کوئی گواہ ہے کہ آپ کی گواہی ہے وہ کہیں گے ہر
گواہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ان کی امت ہے۔ یہ امت گواہی دیگی کہ حضرت نوح علیہ السلام نے پیغام
رسالت پہنچا دیا تھا۔ قرآن کریم کی حسب ذیل آیت کا مطلب یہی ہے۔ وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا كَوْنَهُمْ أَمْثَ وَوَسَطًا
۱۲۱۶۔ ابوبرزخہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا وہ حال کے متعلق ہیں

۱۲۱۶۔ حدیث مذکور میں آپ نے وجہ کے متعلق کا ذکر فرمایا ہے اور اس کی اہمیت کا اظہار
اس طرح فرمایا ہے کہ اس طرح فتنہ کی ہولناکی اظہار ہو رہی ہے وہی ہے۔ پھر ان انبیاء و مرسلین نے حضرت نوح
علیہ السلام کا نام خاص طور پر لکھا ہے کہ یہ نبیوں میں سے پہلے رسول تھے یہ شہر

أَكْبَرُ الْحَشَى وَيَا ذِي الْقُرْبَى وَهَذَا مَا قَامَ إِسْحَادُ الْتَرْمِذِيِّ مَعَهُ

سالم کی اور حبش عام کی آمد دوم بالمش کی نسل سے ہیں۔ (ترمذی)

مدنی بن ابی بن یزید بن یافث بن نوح علیہ السلام۔ اس کے بعد حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک مرفوع روایت حبش کی
 پر کر رہے۔ اس کا دور دوم یہ سالم کی اولاد میں ہیں۔ یاد رہے کہ ابو ہریرہؓ سے ایک روایت ہے کہ اور صاحب یافث کی
 اولاد میں یاد رہے کہ ان کا نام نہ ہوگا۔ اور قطب پر پڑا۔ سو ان سے عام کی اولاد ہیں۔ مگر حافظ موصوف نے اس روایت
 کو حضرت حبشیؓ کا قول تسلیم نہیں کیا اور فرمایا ہے کہ سعید بن المسیب کا قول ہے کہ عام و سام و یافث کے
 متعلق جبریل کا خیال ہے کہ یہ تینوں جو کمان کے بعد کہ پیدا ہوئے ہیں مگر حافظ موصوف نے اس کو تسلیم نہیں کیا۔ اور
 طوفان سے جس کی پیدائش قبلہ و پس ہے اور جو بریلو ہے کہ تالیف کی نصرت کے مطابق ان تینوں کا تعلق کسی موجود
 نہایت ہے۔ حافظ موصوف فرماتے ہیں کہ موجودہ پسہ ارض کی تمام آبادی صرف ان تین ہی کی نسل سے ہے۔ اور
 البتہ ان کے لوگ یہاں اختلاف دیکھتے ہیں وہ ممکن نوح علیہ السلام کے علم چومنے کے نکل نہیں ہیں۔ ممکن
 حافظ ابن کثیر اس نظریہ سے حقیق نہیں ہیں۔

مَسِينَانَهُونَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ

حسب بیان حافظ ابن کثیر ان کا نسب نامہ یہ ہے محمد بن شافع بن یافث بن نوح علیہ
 السلام۔ ان کے نسب میں اس کے علاوہ بھی اور چند اقوال ہیں۔ حضرت ابن ندیم کی روایات کی بنا پر چار
 علیٰ نبیاؤں سے پہلے عربی نبی ہو گئے۔ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے عربی ہونے والے نبی ہی تھے مگر حافظ ابن
 کثیر کا میلان اس طرف ہے کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام تھے۔ ان کا قبیلہ عاد بن عرس بن سام
 بن نوح علیہ السلام تھا۔ تاریخ میں ان کو عاد اولیٰ کہا جاتا ہے۔ عاد ثانیان کے بعد چوتھے ہیں۔ اور ان کے
 آثار کو کتب میں مذکور ہے۔ اہل العباد میں اسی کا تذکرہ ہے۔ طوفان نوح کے بعد سب سے پہلے
 انہوں نے ہی بیت پرستی شروع کی تھی۔ ان کے بتوں کے نام صد و صمد و صواخے۔ اللہ تعالیٰ
 نے ان کی اصلاح کے لیے حضرت ہود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور جب انہوں نے سرکشی کی راہ نہ چھوڑی
 تو ہذا اب الہی سے نیست و نابود کر دیے گئے۔

حضرت عقی سے منقول ہے کہ ان کی قبر بلو دین میں ہے کوئی کہتا ہے کہ دمشق میں ہے اور دمشق کی
 کی جامع مسجد کی قبلہ کی دیوار کی طرف ایک قبر ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ یہی ہود علیہ السلام کی قبر ہے۔
 البتہ یہ مسئلہ

١٢١٩. عَنْ أَبِي ذَرٍّ عَنِ الْحَارِثِ وَهُوَ ابْنُ حَسَّانَ وَهَذَا ابْنُ مَيْزِينَ الْبَكْرِيُّ قَالَ خَرَجْتُ لَشُكْرِ
الْعَلَاءِ مِنْ أَهْلِ كَرْبَلَاءَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَرْتُ بِالرَّيْبِ وَفِي ذَلِكَ عَمُورٌ مِنْ
بَنِي تَيْمٍ مُنْطَفِعِينَ فَقَالَتْ يَا عَبْدَ اللَّهِ إِنَّ إِلِيَّ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
حَاجَةٌ فَهَلْ أَنْتَ مُسْلِمِي يَا أَبَا الْقَاسِمِ قَالَ فَخَلَّتْهَا وَأَمْسَكَتُ الْمَدِينَةَ فَيَا ذَا السَّجْدِ عَالِي يَا هَلِيلَ
قَوْمِ أَوْ أَيْنَاكَ شَوْءٌ تَعْلَمُ وَرَدَّ ابْنُ الْوَلَدِ مُتَقَفِّدُ الشَّيْخِ بِلَيْدِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ وَأَسْأَلُكَ الدَّائِرَ كَأَنَّهُ يُرِيدُ أَنْ يَجْعَلَ عَمْرُو بْنُ الْقَاسِمِ وَبَنِي الْقَاسِمِ لِحَاجَتِهِ
قَالَ هَلْ خَلَّ حَزْرًا لَنَا قَالَتْ رَحِمَ اللَّهُ شَأْنَهُ عَلَيْهِ فَإِنِّي قَدْ خَلَّيْتُ فَسَلِّمْتُ فَقَالَ قَبْلَ هَذَا
بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ بَنِي تَيْمٍ حَتَّى أَفْعَلْتُ لَكُمْ وَهَاسَتْ لَكَ الدَّجْرَةُ عَلَيْهِمْ وَمَرَدْتُ بِخُزَيْمٍ مِنْ بَنِي
تَيْمٍ مُنْطَفِعِينَ هَاسًا لَتَبْتُ أَنْ أَتِيَهُمْ أَيْنَاكَ وَهَاسِي بِالْبَابِ وَأَذِنَ لَهَا فَدَخَلَتْ فَقُلْتُ
يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ رَأَيْتُ أَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ بَنِي تَيْمٍ حَاجِرًا أَوْ تَجْعَلَ بَالِدَةً أَوْ لَهَا

نے مکانات بنائے خضرؑ کو یہ پتھے۔

ایک دن حضرت صلح علیہ السلام ان کو مدعا نصیحت فرمایا ہے تھے وہ ان کی قوم نے یہ خواہش کی کہ اگر آپ اس پتھر سے ان ان صفات کی ایک ناقہ نکالیں اس قوم آپ کو مان بیٹھے ان کی دعا سے بھر پور ہو جائے اس سے ان ہی کی مخلوق صفات کی ایک ناقہ برآمد ہوئی۔ اس پر ایک جماعت تو ایمان لے آئی مگر اکثر افراد بدستور اپنے منہ پر قیام ہے۔ ایمان قبول کرنے والی جماعت کے سردار کا نام جنسود بن عمر بن لبید تھا چونکہ یہ فیصلہ اپنے ہو چکا تھا کہ جس دن یہ ناقہ پانی پیتی اس دن قوم کا کوئی فرد گنہگار سے پانی نہیں لے سکیگا۔ اس لیے اس دستور کے مطابق ایک مدت تک یہی عمل چلتا رہا آخر اس میں ان کو سختی محسوس ہونے لگی وہ ان کے رئیس قدر بن رافع نے اپنی قوم کے مشورے سے اس ناقہ کو بکری کر کے مار دیا اور اس کی پاداش میں عذاب الہی سے ہلک کر رہی گئی۔ انھیں الباءۃ والہناۃ۔

اس پر آپ رسول کرنا کہ پتھر سے کیسے پیدا ہوئی تو یہ چند کہ بیان کوئی قرآنی بیان نہیں ہے تاہم کتب حدیث سے جو صورت بیان منقول ہے اس کی تفسیر کی گئی کوئی وجہ ہمارے سامنے نہیں ہے یا مخصوص جبکہ قرآن کریم نے اس کو سمجھ کر ہزار ہزار حجرات کا اپنی حقیقت کے لحاظ سے اس قسم کے عجائبات پر عمل کوئی حیدیات نہیں۔ ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ جن تفصیلات کی تعدیل کے لیے اجمالی سامان موجود ہو اعلان کی تفسیر کے لیے کوئی دلیل نہ ہو تو اس کو صرف اپنی عقل کی بناء پر ہر جگہ ملاحظہ اعتبار قرار نہیں دینا چاہیے۔ سوئی حدیث اسلام کے عمال کی ایک ضرب سے پانی کے چشمے پھوٹ نکلنا اور پھر پھٹ کر ناقہ کا نکلنا دونوں باتیں غلاتِ غایت میں اور قدرت کے سامنے وہ توں یکساں ممکن ہیں اس لیے ان کے انکار و تردید کی جگہ نہیں ہے۔

۱۳۲۔ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ خُطِبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَرُّ النَّاسِ وَذِكْرُ الْإِنِّ عَنِّي عَقْرُهَا فَقَالَ رِزَاؤُ الثَّبَعِ أَشَقُّهَا وَأَبْعَثَ لَهَا جُلًّا مِنْ خَدَّيْهِ عَنِ تَحْقِيقِ فِي دَهْلِيٍّ مِثْلَ آيَةِ رَمْعَةٍ (رواه الامام احمد) اخراجہ من حدیث ہشتم کن فی البدایہ ص ۱۲۵

۱۳۳۔ عبداللہ بن زید بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دینے کے وقت صلح علیہ السلام کی اونی کا ذکر فرمایا اور جس نے اس کو نفی کر کے ہلک کیا تھا اس کا بھی ذکر فرمایا جس نے کہہ کر قرآنِ خریفہ کی اس آیت میں کیا جیسے اذ ابعث اشقاءھا قریبا یثخنن اپنی قوم میں بڑا معززا اور سردار تھا جیسا کہ میں میں یہ ابو زید ہے۔ ۱۴

لَا تَنْتَحِلْنَا عَنْ لَهْوِ لَهْوِ الْمُعَدِّ بِأَيِّ الْإِلَاحَاتِ تَكُونُوا يَا كَيْفَ قَوَانِ كَرْتَكُونُوا يَا كَيْفَ فَلَا تَنْتَحِلُوا عَيْنَيْنِ
 أَنْ تَقْبَلْتُمْ كَيْفَ مِثْلَ مَا أَصَابَ بَعْضَهُ (رواہ الامام احمد) اخراجہ فی الصحیحین من غیر وجہ
 وفی بعض الروایات اِنَّہ علیہ السلام لَمَّا سَمِعَ بِمَنَّا رُحْمَةً وَرَأْسَهُ وَآسَرَهُ رَاجِلَتَهُ وَتَحَنَّنَ
 عَنْهُ وَتَحَنَّنَ عَنْ رُحْمَتِهِ اَنَّ تَكُونُوا يَا كَيْفَ وفی روایت قَوَانِ كَرْتَكُونُوا اَفْتَابَا كَوْنَهُمَا حَسْبَانِ
 اَبِیْصَبْتُمْ مِثْلَ مَا أَصَابَ بَعْضَهُ

۱۲۲۴ھ تک حضرت اختر بنی اسرائیل نے اُمّیہ سے کہنے لگے اَللّٰهُ عَلَیْہِمْ وَصَلَّمَ مَرَّةً بَعَثَ
 دیکھو ان مذہب شیعہ میں داخل دھونا مگر گریہ و زاری کرتے ہوئے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو چہرہ میں
 داخل نہ ہونا کہیں تم بھی اسی عذاب کے پیٹ میں نہ آ جاؤ جو ان کو ہو رہا ہے۔ احمد شیعہ
 بعض روایات ہیں اس طرح ہے کہ جب آپ ان کی بیٹیوں سے گزرے تو اپنا سر مبارک جھکا لیا
 اپنی لڑکی تیز کر دی اور صاحب کرام کو مسح فرمایا کہ ان بیٹیوں کے لہر نہ جائیں، مگر گریہ و زاری کے ساتھ اور
 اگر یہ نہ ہو سکے تو کم از کم گریہ و زاری کی صورت ہی بنائیں۔ مبادا جو عذاب ان کو ہے کہیں تم بھی اس
 کے پیٹ میں نہ آ جاؤ۔

۱۲۲۴ھ۔ اسماعیل بن اُمیہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بورقہ ان کی قبر سے گزرا
 ہوا تھا کہ ان بیٹیوں پر بھی عذاب آیا تھا وہ بے رحم ہوئی تو صاحب نبوت نے خیمہ فرائی کا کسب مقفات ہیو صاحب ہی ہوئی
 وہ اور میں طرح وہانی کہہ رہی تھو دست تو کی بھی جلتے ہوئے خوف تھا کہ اس طرح صاحب بیٹیوں میں بیرونی
 کے لیے جا بڑی غلطی ہو کہ غریب کے مقفات نہیں۔ یہ لیے خوف اور بڑی عبرت کے مقفات ہیں۔ ان لفظوں میں
 عذاب الہی کی آگ پیٹ بھڑکنی رہتی ہے۔ اس لیے بیرونی غریب کے جلتے ہوئے صورت ہو رہا تھا اور بعض خشیت کی
 بنائی ہوئی ہے بعد اس ماحول کی امید بھی استعمال میں لائی نہیں جا رہی۔ اور ان سے اسی طرح پرہیز کیا جا رہا ہے
 کہ وہانی غلاموں کی اشارے دینا آج پرہیز کر رہا ہے۔ وہانی امر من سے مخالفت میں آج تو انسا ہلے کہ غلامی کا
 کے سطر کے لیے جس مختلف قسم کے انکس اور ڈاسی یا ستر طینہ لازم قرار دیا گیا ہو اس سے بڑھ کر کسی اور سطر داغ
 جب ان مقادیر عذاب اللہ سے گزرتے ہیں تو یہاں اٹھ کھڑا نہیں دیکھ رہی تھیں۔

اسی طرح مسرت و مسو کے ملاقات میں بھی کہ سلطان محض و خور کا لٹہ پیکر سکائی تو جسے مانگا وہیں نہ
 جانا چاہیے کہیں ہوا کا رخ پھر نہ جلتے اسی لیے بنی اسرائیل کو یہ حکم ہوا تھا کہ بیت المقدس میں جب داخل ہوں تو
 تو جسے دعا جاری کی عقل بنا کر سر جھکا دے ہوئے داخل ہوں مگر اس ستر کو ملے اس کے ہر کسی کی کیا اسی سنت کے
 مطابق جب کہ رخ ہوا وہیں مقام سے مسلمان کسی بڑی کسی میری سے نکالے گئے تھے کہ پھر شہر شان سے فغان
 داخل ہوئے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تو جسے کا عالم تھا کہ انہی پر ستر تھے اور اسے تو جس کے
 ستر جھکا ہوا تھا کہ میں مبارک کے بال کھار کی لکڑی سے جا جائے تھے۔ دیکھو عبادہ و انہا یہ مکتب

أَقْبَرُ عَالٍ فَقَالَ أَتَقْدِرُونَ عَلَى هَذَا؟ قَالَ اللَّهُ وَمَنْ مَوْلَاهُ؟ عَلَيْهِ قَالَ هَذَا قَوْلُ إِبْرَاهِيمَ دَعَا إِلَى
 زُجُلٍ مِنْ نَعْمَةٍ كَانَ فِي حَرَمِ اللَّهِ فَتَنَّهُ حَرَمُ اللَّهِ بِعَذَابٍ لَعَلَّ قُلُوبًا تَلْقُوا فَمَا أَتَى خَرَجَ أَصَابَهُ سَا
 أَصَابَتْ قَوْمَهُ قَذْفٌ مِنْ هَبْطٍ وَأَذْفٌ مِنْ مَسَدٍ غُلْظٌ مِنْ وَهَبٍ فَكَفَلَ الْقَوْمُ مَا بَيْنَ مَدُونِهِ
 بِأَسْبَابِهِمْ فَجَعَلُوا عَهْدَهُمْ فَاسْتَقَرَّ جُزْءُ النَّفْسِ . رِوَاهُ عَبْدِ الرَّزَّاقِ . قَالَ ابْنُ كَثِيرٍ هَذَا
 مَرَّسٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ وَقَدْ جَاءَ مِنْ وَجْهٍ آخَرَ مُتَصِلًا كَمَا رِوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَهِيَ تِلْكَ
 يَكُونُ رَفْعُهُ وَهِيَ يَكُونُ فِي هَذَا الْمَرَّسِ وَفِي حَدِيثٍ جَاءَ بِرِشَاءٍ لَهُ كَقَوْلِي لِلْعَبْدِ بْنِ
 تَوْبَةَ لَمْ يَلَايَا . مَلَنَ بِوَيْسٍ كِي قَبْرِهِ ؛ لَوْ كُنْ لَمْ يَلَايَا . رِوَاهُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ . رِوَاهُ ابْنُ
 إِسْمَاعِيلَ . قَوْلُهُ رِوَاهُ ابْنُ إِسْمَاعِيلَ . رِوَاهُ ابْنُ إِسْمَاعِيلَ . رِوَاهُ ابْنُ إِسْمَاعِيلَ . رِوَاهُ ابْنُ إِسْمَاعِيلَ .
 تَوْبَةُ اس وقت حرم کی زمین میں موجود تھا . خدائی حرم کی وجہ سے اس وقت تو عذاب الہی سے
 محفوظ رہا . پس حرم الہی سے اس کا نکلنا تھا کہ جو عذاب اس کی قوم پر آیا تھا اسی نے اس کو کھلا
 اور وہ بھی ٹھاک ہر گیا . اور جب دفن کیا گیا تھا تو اس کے ساتھ سونے کی ایک شاخ بھی دفن
 ہو گئی تھی . پس کرنگ لکھے اور اپنی تلوار اس سے اس کی قبر کھود ڈالی دیکھا تو سونے کی وہ شاخ بھی
 تھی چنانچہ اس کو نکال لیا . عبد الرزاق

سَيِّدُنَا إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ خَلِيلُ اللَّهِ وَجَلَّتْ سَيِّدُنَا أَحَبُّبُ اللَّهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شخصیت تمام انبیاء علیہم السلام کی جماعت میں بہت ہی حیثیات سے
 نمایاں ہے اور اس عالم سے لے کر عالم آخرت تک اپنی گونا گوں خصوصیات سے معمور ہے ان کے ہر
 نبوت کا ان کی قدیمیت میں خصوصیت ہو جائے اور قرآن کریم کا بیان ہے ابراہیم علیہم السلام کو سب عنایت تھے مگر
 یہاں بھی ان کو یہ امتیاز حاصل تھا کہ ان کی امت کا نام ہی خلیفہ ہے . اس جگہ ترجمان السنۃ ص ۳۵
 ۳۵۷ دلاس کا شعر بھی نوٹ ضرور ملاحظہ فرمائیں . شریعت محمدیہ کی زمین طہ خلیفہ ہی ہے ہم نے پہلے
 چائیں وہاں حکام نقل کر دیے ہیں جو دونوں شریعتوں میں مشترک ہیں . اس کے بعد میں قیام کی مشورہ کرتا
 تاویل ملتفت الحمد بیٹہ ہماری نظر سے گزری اس میں چند اشتراک احکام کی ضرورت سامنے آئی مثلاً
 قرابت و صہر کچھ حد سے قربات ایک اور دو طلاق کے بعد شوہر کو وجہ کا حق . چنانچہ نفس کی دیت سنہ
 اور نہ ہونا چاہت سے غسل کرنا اور غلطی میں مذکر و مؤنث کی غالب علامت کا اعتبار کرنا . دیکھو ان کی

اس حدیث سے اس لحاظ سے اب مشرک احکام کی تعدد چاہئیں کی بجائے پتہ چلتا ہے۔

حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں عبادت و صنام یعنی بت پرستی اور کونکے پتھی کی ممانعت ہوئی تھی اور کفر کا اس درجہ غلبہ ہو چکا تھا کہ حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کی ہوجی اور ان کے پیچھے حضرت لوط علیہ السلام کے سوا کوئی فکر کو موجود نہ رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے مقابلہ کے لیے ان کو مبعوث فرمایا۔ اس سلسلہ میں بادشاہوں کے ساتھ ان کے متفرقہ قوموں کی تعلیم اور اصلاحات توحید اور ایمان شریک کے قائلانہ برائے کا ذکر خود قرآن کریم میں موجود ہے۔ اسی لیے ہم نے آپ کے حالات زندگی کے تفصیلی تذکرہ کی کوئی ضرورت نہیں سمجھی۔ وہ آفتاب عالم تاب کی طرح سب دین سادہ پر کی نظروں میں ہمیشہ درخشاں رہا ہے۔

آپ کا سولہ باپ یا غوطہ تھا، آپ کی والدہ ماجدہ کا نام اسیلہ یا مینونا تھا۔ والدہ ماجدہ کا نام سراجہ حافظ ابن کثیر آذر تھا، جو رسا ب تارخ اور اہل کتاب تارخ کہتے ہیں اور زبانوں کے اختلاف سے ناموں کی نقل میں اختلاف ہو جاتا کوئی بعید بہت نہیں ہے۔ پھر علم اور عقب کا فرق بھی اگر غوطہ لکھا جائے تو بہت سی الجھنیں ختم ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح اگر مصطفیٰ نام بھی اسما کی فہرست میں آسکتے ہیں تو پھر دیگر گویوں میں جو بے وجہ مباحث پیدا کی گئی ہیں وہ سب آسانی سے حل ہو سکتی ہیں۔ آپ کی کنیت ابوالمضیضات تھی، نہ آپ کی ایک اہم ضیافت کا ذکر بھی قرآن کریم میں موجود ہے کہ آپ کی جہاز طیبہ میں بنا رکھی اور آدمی مینا لوز میں آپ کا صبر و استقامت اس کا سب سے نمایاں حصہ ہے فریق عظیم اور آپ پر آتش کے بروہہ سے عظیم الشان واقعات تو زبان زد عام و عام ہو چکے ہیں اس سلسلہ میں جبریل علیہ السلام کے اصرار پر آپ کا قرآن الہامیک اظہار حسب بیان حافظ ابن کثیر حضرت بعض سلف کا مقولہ ہے۔

آپ کی جہاز حضرت سادہ شاہ حزان کی بیٹی تھیں۔ حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ جس کسی نے یہ کہا کہ آپ کی بیٹی تھیں یہ بالکل بے بنیاد بات ہے اس پر یہ دعویٰ کرنا اور زیادہ بے اس ہے کہ پہلے بھی سے کلام کرنا درست تھا۔ اگر تسلیم بھی کر لیا جائے تو بھی یہ ان جہازات میں سے ہوگا جس کا انبیاء علیہم السلام بھی اس کا جیسے قرآن حضرت سادہ کا منسوخہ تھیں، شاہ کے ساتھ پیش آیا تھا حسب بیان بعض اہل تاریخ و محدثان عالم کو بھائی تھا اور اس کا نام بن بن سوان تھا۔ ابن ہشام نے اپنی کتاب التیجات میں اس کا نام عمرو بن امرہ انیس بن مایون یا مایون لکھا ہے۔

حضرت برادریم و حضرت سمیہ و حضرت عقیقہ علیہم السلام کی خود مبارک شہرہ جوں میں موجود

١٢٢٩- عَنْ زَيْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَعَنْ مَالِكٍ قِيلَ لَكَ مَا لَمْ يَسْمَعُوهُ قَالَ ذَلِكَ
لَهُمْ يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى عَنْ كُرْسِيِّهِ قَبِيضَةً كَمَا يَأْخُذُ الرَّجُلُ الْمَجْرُودُ مِنْ لَتَايَتِهِ وَهُوَ كَعَتَرِ
سَابِقِ الشَّجَرِ وَالْأَرْضُ وَأَوْبَاقُهَا يَكُونُ عَرَاءً لَا يَكُونُ أَقْوَمُ مِنْ يَكُونُ إِبْرَاهِيمُ يَقُولُ
اللَّهُ تَعَالَى أَكُونُوا خَلْقِي قَبْلُ قِيَمَتِي بِكُلِّ مَنْ يَكُونُ مِنْ رِيَابِهَا النَّهْيَةُ ثُمَّ أَكُنِي عَلَى أَرْوَعِ
أَقْدَامٍ عَنْ يَمِينِ اللَّهِ مَقَامًا يُقْبَلُ الْأَوَّلُونَ وَالْآخِرُونَ رِجَاءُ الدُّلْهِى مَا خَرِبَ الْحَافِظُ مَوْلَاهُ
لِيَهْجَى مِنْ كِتَابِ الْأَسْمَاءِ وَالصَّفَادَاتِ نَحْوَهُ كَمَا فِي الْفَتْحِ مَسْبُوكٍ وَالْحَافِظُ الْعَيْنُ فِي حِمَاةِ الْفَارِغِيِّ
١٢٣٠- عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي كِتَابَاتِ إِبْرَاهِيمَ الْأَشْرَفِ

۳۹۱۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چھ گیا۔ مقام محمود کیا چیز ہے۔ فرمایا یہ ایک مقام ہے جہنم کو اس دن نصیب ہوگا جبکہ اللہ تعالیٰ عرض عظیم سے اپنی کرسی پر قبلی فرمایا تو وہ اس طرح آواز کر گئی جیسا نیا کپڑا وہ کسی بڑی چیز کے وزن سے آواز کرنے لگا۔ واللہ کہ اس کرسی کی وسعت آسمان و زمین کے درمیان فاصلہ کی برابر ہے اس کے بعد پھر تم سب مخلوق کو حاضر کیا جائیگا اور سب با برہنہ برہنہ جسم اور غریختوں ہونگے۔ پھر جن کو سب سے پہلے جنت کا لباس پہنایا جائیگا وہ ابراہیم علیہ السلام ہونگے۔ ادا شد ہوگا۔ میرے ضلیل کو پوشش پہناؤ۔ خورج جنت کی چادر وہیں سے دوسفید رنگ کی چادر ہیں لاکڑن کو پہنائی جائیگی اس کے بعد ہی پھر جہنم کو پوشش پہنائی جائیگی اور میں اللہ تعالیٰ کے دائیں اکر ایسے مقام پر کھڑا ہونگا جہاں سب اچھے اور حسین عہد رخصت کریں گے۔ (ردہ می)

[illegible]

لَا تَجْعَلُ مَثَلًا مَّا وَفَّقْنَاكَ فِي الْأَقْصَىٰ مِن مَّا عَنَّا وَذُنُوبُهُمْ عِندَ اللَّهِ سَاحِقَةٌ ۚ إِنَّ هَٰؤُلَاءِ خِزْيَانُ اللَّهِ يَتَلَوُّونَهَا فِي لَيلٍ مُّضِيَّةٍ ۚ وَرَبُّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۚ

میں اسلام کی زبان سے نقل نہیں فرمایا کرتا کہ میں ایک بات بھی ایسی نہ بھیجوں جس سے ان کا مقصد
اشرفیٰ کی کے دین کی تائید کرنی نہ ہو۔ (ابن ابی حاتم)

قرآن کریم نے بیان فرمائی ہے اس کے بعد پھر مغز میں اُن سے چنی اس کی اہمیت کتنی رہ جاتی ہو لیکن اس کے بعد
قرآن نے اس صورتی فرمودہ داشتہ کو ارادہ کی نوکراشتہ کے انداز میں ذکر کیا ہے، اور حضرت آدم علیہ السلام کی جانب
مصلحت کی نسبت فرمادی ہے اسی طرح انبیاء علیہم السلام کی بھی جماعت پر نظر فرمال جائے۔ آپ کو کسی ثابت ثابت
جائے گا انبیاء علیہم السلام کی شان میں افضاء کروہی استعمال ہوتے ہیں جو عورت عام میں متعلق ہوتے ہیں قرآن کے معنی
میں خدا سا بھی، شریک نہیں ہوتا، ترجمان اللہ سے جس میں اس کی وضاحت کی جا چکی ہے، پس حدیث میں تو یہ
پر کذب کا اطلاق اسی ذرا کہ ہے جیسے قرآن کریم میں ایک زلت پر مصیبت کا، انکشاف حقیقت کے بعد اطلاق
سے انبیاء علیہم السلام کی کس شان میں بخشنی ہوگا اور ان کی عظمت کا ثبوت ملے گا۔

ہم اس وقت یہ بات اور تیار دینی چاہتے ہیں کہ کذب کا اطلاق صرف اس معنی میں منحصر نہیں ہوتا جس کو عام لہو
پر جھوٹ کہا جاتا ہے، بلکہ صحیح نہیں ہے، بلکہ عام لہو میں جیسے نے جو حقیقی فوائد کو کہہ رہا ہے، وہ جھوٹ
ہے اس کو بھی لیا جاتا ہے۔

ما ظاہر فی حقیقت کے ہے کہ کذب کا اطلاق جیسے ارادہ کی کذب پر نہیں ہوتا بلکہ ایسی خلاف واقع بات پر بھی چلا
ہو جس کے کہنے کا انسان کو شرعی طور پر حق نہ ہو خواہ اس میں دھوکہ دہی کوئی کا ادا نہ ہو۔

(۱) یہ ایک بڑا ایک عالم عورت کے شر پر کے انتقال پر مسئلہ دریافت کیا گیا اس کا جواب میں ہر جگہ دیا گیا ہے
وہ جدید تعلق کر سکتی ہے اس پر اہل انسانی صحابی نے جواب دیا "انت ما کوہی حقیر عیبک اور ہر خیر و شر میں
جب تک تو چاہا وہ اس حد کی صحت کو گوارا لے کر جو کوہی حق نہیں جب اس بات کی کہ کوہی حق ہے تو
آپ نے فرمایا "کذب ایہو اسما علی" اور اسما علی نے جھوٹ کہا۔

۳۔ اسی طرح ہر حال کی اپنی تلوامات افعال اور پر لگے جانے کی وجہ سے جب ان کو صحت واقع ہوئی تو لوگوں نے کہا
عامہ کہ جہاد تو جہاد ہو گیا آپ نے فرمایا "کذب من قالہا" جس نے جہاد کہا جھوٹ کہا۔

عرب اشع کے معنی پر بعد ہر جہاد کی زبان سے یہ کلمہ نکل گیا "الیم یوم الملوہ" آج ہے جنگ کلن تو اپنے
فرمایا "کذب منہ" جھوٹ کہا۔

۴۔ حدیث میں ماسم کے سنے کسی نے بیان کیا کہ ابو جہول کہتے ہیں کہ زور عیب پر تو انہوں نے فرمایا "کذب منہ" جھوٹ
کہا۔

۵۔ حضرت ابن عباس سے کسی نے کہا کہ زور کہتے ہیں کہ حضرت علیہ السلام کے ساتھ جس روز کا واقعہ پیش آیا تھا وہ
سورہ بنی اسرائیل کے کوفی اور عربی تھے تو فرمایا "کذب منہ" جھوٹ کہا۔

(۶) اسی طرح جو شخص ایسی خبر بیان کرے جس کی تصدیق شرعی طور پر شہادت کے بغیر نہ ہو تو وہ بھی جھوٹ کہلاتی ہے
پہلے کسی پر مشتمل لکھنے کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

لَا يَجِدُ أَصْلًا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّيسَ كُلَّيْهِ وَلِيُثَبِّتَ لَكُمُ الْبُيُوتَ الَّتِي بَنَيْتُمْ لَكُمْ فَبَلَّغُوا مَقْلَدَ اللَّهِ فِي الْأَشْيَاءِ الَّتِي كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۚ

۱۲۳۳۔ عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم عشر من الفطرة فلعن الشارب ورافع الماء على يديه والشعثان والذو وقص الأظفار وغسل البراجير و شئت الإبط وحلق العانة وتقليم أظفار الأظفار . رواه مسلم واهل السنن و في الصحيحين ذكر الختان والاستحواض أيضا .

۱۲۳۴۔ عن ابن عباس أن النبي صلى الله عليه وسلم لما رأى الصوف في البيت لم يدخل حتى أمر بها فحيت وقرأى الزمزم وشمعيل بأبي نعيم الأزد لم فقال قال لعن الله وائلجور يستخفنا بالآذان لم قط . رواه البخاري و لم يخرج مسلم .

۱۲۳۵۔ عن نافع أن امرأة دخلت على عائشة فاذا أدمع متصوفاً فقالت ما هذا

۱۲۳۶۔ حضرت عائشة بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : دل ایسے نظرت میں داخل میں بیچہ تراشنا ، گیمش بڑھانا ، مشوک کرنا ، بک ٹیس ہانی دینا ، ناخن تراشنا ، انگوٹھے کے چڑی کو صاف کرنا ، ڈھیر میں بالوں کو گھانڑنا ، ڈیر نافت بالوں کا سونڈنا اور مشتہار کرنا چھڑ کرنا ۔

۱۲۳۷۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھا کہ بیت اللہ کے اندر تصویریں ہیں تو آپ اس وقت تک اندر نہیں گئے جب تک کہ ان کے شلے کا حکم نہ دے یا اور وہ شانہ دی گئیں ۔ آپ نے دیکھا کہ کفار نے ان تصویروں میں حضرت ابراہیم انجیل علیہ السلام کے اٹھوں میں قال وید قالی کے تیرے دیکھے تھے ۔ یہ کہ یہ نظر دیکھ کر آپ نے فرمایا خدا ان کو برباد کرے بخدا یہ خوب جانتے ہیں کہ انہوں نے اپنے اپنے کے تیرے بھی نہیں ڈالے ۔ (بخاری شریف)

۱۲۳۸۔ نافع بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوئی کہ ایک کتے پر ایک بیڑہ

۱۲۳۹۔ حاکم ابن کثیر نے اس حدیث کی شرح نہایت بڑھو اور نقل فرمایا میں حسب میں فرمائی ہے ۔
والصوفاء و رافع الماء و الشعثان و الذو و قص الأظفار و غسل البراجير و شئت الإبط و حلق العانة و تقليم أظفار الأظفار . رواه مسلم و اهل السنن و في الصحيحين ذكر الختان و الاستحواض أيضا .
عن ابن عباس أن النبي صلى الله عليه وسلم لما رأى الصوف في البيت لم يدخل حتى أمر بها فحيت وقرأى الزمزم وشمعيل بأبي نعيم الأزد لم فقال قال لعن الله وائلجور يستخفنا بالآذان لم قط . رواه البخاري و لم يخرج مسلم .
عن نافع أن امرأة دخلت على عائشة فاذا أدمع متصوفاً فقالت ما هذا
ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھا کہ بیت اللہ کے اندر تصویریں ہیں تو آپ اس وقت تک اندر نہیں گئے جب تک کہ ان کے شلے کا حکم نہ دے یا اور وہ شانہ دی گئیں ۔ آپ نے دیکھا کہ کفار نے ان تصویروں میں حضرت ابراہیم انجیل علیہ السلام کے اٹھوں میں قال وید قالی کے تیرے دیکھے تھے ۔ یہ کہ یہ نظر دیکھ کر آپ نے فرمایا خدا ان کو برباد کرے بخدا یہ خوب جانتے ہیں کہ انہوں نے اپنے اپنے کے تیرے بھی نہیں ڈالے ۔ (بخاری شریف)

۱۲۴۰۔ جامع ہے کہ جہاں دشمن فروغ کے سر پہ چارے کا ورم دے جہاں جو ان کی حمایت اور جہاں کی عداوت سے جھٹکی تعجب ہوا ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ طبیعت کی سلاخی اور خواہش یہ دونوں خواہش انسان اور حیوانات میں نظری

وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ يَنْقُصْ مِنْ رِزْقِهِ فَذَرْهُ عَلَى اللَّهِ غَافِلًا ۚ وَإِذَا نَادَىٰ رَبُّكَ الْمَلَائِكَةَ أَنْ ابْنُوا لِي مِثْرًا مِمَّا بَيْنَ يَدَيْكَ ۖ قَالُوا لَا مِثْرَ لَكَ ۚ قَالَ يَبْقَىٰ الْعَرْشُ ۖ فَبِأَيِّ آيَاتٍ لَا تُؤْمِنُونَ ۚ

رواه احمد بن حنبله خرايضاً قال ابن كثير تقرّب به احمد من هذين الوجهين وقد رواه ابن ماجه أيضاً وقد اخبرني احمد بن مسعود أيضاً

کھڑا ہے۔ انہوں نے پوچھا یہ نبیؐ کیسے ہے؟ انہوں نے فرمایا ہم میں سے چھٹکیاں مار رہے ہیں۔ اس کے بعد حضرت علیؓ نے یہ کہہ کر اسے قتل فرمایا کہ حضرت جبریل علیہ السلام جب آگ میں ڈالے گئے تو نام جانور گرجھٹنے کے لیے گوشاں پختہ ہو چھٹکی کے کہ یہ جانور جو تک مار رہے تھے۔ احمد

[illegible]

سَيِّدَنَا اَسْمَاعِيلَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِي يَوْمِ اللَّهِ

ماظہ میں کثیر گنتے ہیں کہ حسب بیان اہل کتاب حب حضرت ابراہیم کے وطن سے اجماع علیہ السلام
و اسلام کی ولادت ہوئی تو اس وقت تین سو چوبیس ہجرت قبل از اسلام کی عمر مبارک چھ ماہ کی تھی۔
مگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ولادت کے تیسروں میں بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وطن مبارک سے

نزدی میں اود دیکھتی جاؤں۔

عن صفية بنت شيبة قالت أخبرني امرأة من بني سليم قالت أوسد رسول الله صلى الله عليه وسلم في عثمان بن عفان وقال مرة أوسد عثمان بن عفان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال إني كنت رأيت في الكعبة حين دخلت البيت فسميت أن امرأ أن تحبها فحسبها ذمته لا يسعي أن يكون في البيت كفى فيشعل المنصلي قال سفيان لم يقل قرأ الكعبة في البيت حتى أحترق البيت فاحترقا رواه أحمد قال في البداية وهذا مروي عن ابن عباس بن أوس الكعبة لم يزل معلقا عند معمر ابن الكعبة فمريس مشا

۱۲۳۸۔ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جَبْرِ قَالَ إِبْنُ عَبَّاسٍ أَوَّلُ مَا أَخَذَ الْإِسْلَامُ الْمُسْلِمُونَ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُسَمِّيَ الْجَنَّةَ مُنْفَعًا لِيَعْلَمَ أَقْرَبَهَا عَلَى سَائِرَةِ الْمَجَازِ مَا إِذَا جَاءَهَا إِبْرَاهِيمُ وَبَارِئُهَا إِبْرَاهِيمُ وَهِيَ تَرْجِعُهُ عَنْهُ وَصَعْبُهَا جَدُّ النَّبِيِّ عِنْدَ رَوْحِهِ فَوْقَ وَشْرَمٍ فِي أَعْلَى الْمُشْتَعِبِ وَ

۱۲۳۹۔ صلیہ بنت حبیبہ روایت کرتی ہیں کہ جو کچھ قبیلہ کی ایک عورت نے مجھ سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن عفان سے کہا بھیجا یا خود انہوں نے عثمان سے پوچھا تھا راوی کو شک ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو کون بلایا تھا۔ انہوں نے کہا یہ کہنے کے لیے بلایا تھا کہ جب میں بیت اللہ میں داخل ہوا تھا تو میں نے اس میں زرع عظیم والے مینڈھے کے دو سیگ رکھے دیکھو تھے مجھے ان کے تعلق تم سے یہ گمان نہ ہو کہ ان کو دُعا تک دینا۔ تو اب جا کر ان کو دُعا تک دو کہو کہ بیت اللہ کے اندر ایسی کسی چیز کا کھلا رہنا خاص نہیں ہے دیکھ کر غنا ز پرہے والے آدمی کا دل بٹے سفیان راوی حدیث میں کہہ رہے ہیں کہ وہ دونوں سیگ بیت اللہ میں ہمیشہ موجود رہے یہاں تک کہ جب بیت اللہ کے جلنے کا حادثہ پیش آیا تو وہ بھی اس میں جل گئے تھے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ جب کے یہاں کے پاس اس مینڈھے کو مر لگا ہو تھا حتیٰ کہ لٹکے لٹکے وہ سوکھ کر رہا تھا۔

۱۳۳۸ھ میں سید بن حبیہ نے روایت پر کر ابن عباس فرماتے تھے سب سے پہلے جس نے منظر کا لباس بنایا تھا وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ اُمّ القیسؓ نے یہ لباس اس لیے بنایا تھا کہ زمین پر اس کے گھسنے سے ان کے تشانات قدم بخور جائیں جو حضرت سارہ کو ان کا بہنوئی کے لیے حضرت اسماعیلؑ کو روایات میں گوروت میں ایک روایت حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بیچ بے کمال کی تھوکر دو طرفہ سے بھی لڑکھوڑی میں ہے اور چاروں طرف سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی منظر میں بیان آنے میں ثابت نہیں۔

لَيْسَ بِمَكَّةَ يَوْمَئِذٍ أَحَدٌ وَلَيْسَ بِهَآئِنَا قَرْصَةٌ مِّمَّا لَكَ وَوَضَعْنَا عَنَاهُ إِجْرًا بَآئِنًا مِّمَّا تَكْرَهُ
سِقَاءً يَنَزَّلُهُ لَكَ فَتَقَىٰ إِثْرَهُمْ مُّطْلَقٌ فَتَبِعْتَهُ أُثْمُ بْنُ شَيْعِلٍ فَقَالَتْ يَا أَرْبَابَهُمْ آيَاتُ
مَنْ هَؤُلَاءِ تَتَعَرَّكُنَّ فِي هَٰذَا الْوَادِعِ الَّتِي لَيْسَ فِيهِ أَيْمُنٌ وَلَا شَيْءٌ فَقَالَتْ كَذَٰلِكَ
يُرَادُوا وَجَعَلُوا لَا يَكْتُمُونَ إِلَيْهَا فَقَالَتْ كَذَٰلِكَ أَمَرَكَ اللَّهُ هَٰذَا قَالَ لَعَنَهُ قَالَتْ إِنْ لَا
يُضِيْعُنَا ثُمَّ رَجَعَتْ فَأُتِيَتْ بِإِمْرَأَتِهِمْ عَشَىٰ إِذَا كَانَ عِنْدَ الثَّيْتَةِ حَيْثُ لَا يَرَوْنَ شَيْئًا مُّشْغِلًا
بِوَجْهِهِ الْبَيْتِ ثُمَّ دَعَا بِعُلُوِّهِ الدُّعَاوَاتِ وَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ رَبِّ إِنِّي أَشْكُنْتُ مِنْ دُورَتِي
بِوَادِعِ غَيْرِي وَفَرَجَ عِنْدَ بَيْتِكَ الْخُرُوجَ حَتَّىٰ تَكْفُرَ بِي كُفْرًا جَعَلْتَ أُثْمُ بْنُ شَيْعِلٍ وَفَتَرَتْ
مِنْ وَدَايِكَ الْمَاءَ عَشَىٰ إِذَا قُبِدَ قَابِي الْبَيْتَاءِ سَطَطْتُ وَخَطَّسْتُ إِلَيْهَا وَجَعَلْتَ سَعْفًا إِلَيْهِ
يَتَلَوَّىٰ وَقَالَ يَكَلِّفُكَ أَفْعَلْتَ كَرِهِيَّةً أَنْ تَنْظُرَ إِلَيْهِ فَرَجَدَتْ الْمَسْعَا أَقْرَبَ جَبَلٍ فِي

ابراہیم علیہ السلام ان کو اذان کے پھر کچھ اس وقت تک دودھ پینے سے کہیں یہاں تک کہ ایک سو
دو دھرت کے پچھلے زمرہ کے پاس مسجد کے بالائی حصہ میں لا کر ان دونوں کو چھوڑ دیا۔ اس وقت کو کہہ کر
یہ نہ کوئی آب دی تھی اور نہ وہاں کہیں پانی تھا۔ حضرت ابراہیمؑ نے ان دونوں کو وہاں چھوڑا اور ان کے
پاس گھوڑا ایک تھیلہ اور پال کا ایک مشکیزہ رکھ دیا اور پھر رخ پھیر کر روانہ ہو گئے حضرت اسماعیل علیہ
السلام کی والدہ ان کے پیچھے چھپے کیستی ہوئی تھیں ابراہیمؑ کو ایسی وادی میں چھوڑا کہ ہر طرف بے ہوجا
نہ کوئی چیز ہے اور نہ کوئی تنخواہ۔ بار بار وہ یہ فریادیں تھیں اے حضرت ابراہیم علیہ السلام تمہے کہ ان کی طرف
ذرا التفات نہ فرما لے مجھے آخر انہوں نے کہا کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے انہوں نے
وگردن کے اشارے سے فرمایا ہاں۔ اس پر انہوں نے کہا تو پھر وہ ہم کو پریشان ہونے نہیں دیگا۔ یہ کہہ کر
واپس لوٹ گئیں۔ ابراہیم علیہ السلام جب گھٹی سے تھی اور محل گئے جس سے ان کے اہل و عیال
ان کو دیکھ نہ سکیں تو قبلہ رو ہو کر اور ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی۔ ہائے پروردگار! میں نے تو اپنی کچھ اولاد
تیرے حضور گھر کے پاس ایک ایسی وادی میں لا کر بادی ہے جس میں کہیں کہیں کا نام و نشان نہیں
ہے ہائے سب یہ اس لیے کہ وہ طرز قائم کریں مآثر آیت تک اور ہر جا جو تھیلہ کی گھوریں لکھی ہیں اور
مشک کا پانی پتی رہیں یہاں تک کہ جب مشک کا پانی ختم ہو گیا تو وہ اذان کا کچھ تشنگی سے پریشان ہو گئے
وہ دیکھ رہے تھیں کہ کچھ شہدائے تشنگی سے پیشیاں کھا رہے ہیں۔ یہ حالت دیکھ کر ان سے رونا نہ گیا اور اس کو
چھوڑ کر وہ محل میں آکر اس کی حالت ناراضی کا محفل سے نہ دیکھیں سب زیادہ قریب ان کو صحت کی

الرَّحْمَنِ تَلِيهَا فَقَامَتْ عَلَيْهِ فَمَا اسْتَقْبَلَتْ الْوَادِي تَنْظُرُ هَلْ تَرَى أَحَدًا فَكَمْ تَرَاهَا
فَهَجَلَتْ مِنَ الْقَمَلِ حَتَّى إِذَا بَلَغَتْ الْوَادِي رَفَعَتْ حُرُوفَ دُرِّهَا فَتَوَسَّعَتْ سَعَتُ
الْوَسْطَانِ الْجَبَّارِ حَتَّى جَاوَزَتْ الْوَادِي فَمَا أَتَتْ الْمَرْءَةَ فَلَمَّتْ عَلَيْهَا فَتَنَظَّرَتْ هَلْ
تَرَى أَحَدًا فَخَلَّتْ ذَلِكَ سَبْعَ مَرَّاتٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ الْكَلْبِيُّ سَلَى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَلَمَّا لَقِيَ سَقِ الْقَامَسَ بَيْنَهُمَا فَلَمَّا أَتَتْ رَمَتْ عَلَى الْمَرْءَةِ سِمَةً مَرَّتًا فَقَالَتْ هَذِهِ خُرَيْشٌ
نَفْسُهَا ثُمَّ تَمَسَّعَتْ فَمِيعَتْ أَيْضًا فَقَالَتْ قَدْ اسْتَمَعْتُ إِنْ كَانَ عِنْدَكَ عُلُوفٌ فَلَمَّا
هَجَى بِالْمَلِكِ عِنْدَ مَوْسِعٍ زَمَرَمَ فَمِيعَتْ بِعَقِيبِهِ أَوْ قَالَ يَجْتَنِيهِ حَتَّى ظَهَرَ لَنَا وَفَجَلَّتْ
أَخْرَجَتْهُ وَتَعَوَّلَ بَيْنَ هَاهُنَا أَوْ جَلَّتْ تُعْرِفُ مِنَ الْمَاءِ ابْنُ سَعْدٍ هَذَا وَهُوَ يَنْظُرُ عِنْدَ
مَا تَعْرِفُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ الْكَلْبِيُّ سَلَى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْحَمُ اللَّهُ أَقْدَمَ خُلَيْلِ بْنِ
أَبِي قُرَيْشٍ زَمَرَمَ أَوْ قَالَ تَوَلَّى تَعْرِفُ مِنَ الْمَاءِ لَكُنْ زَمَرَمَ عَيْنًا مَعِينًا أَفَلَا تَعْرِفُ وَ
أَوْضَعَتْ وَكَذَلِكَ هَذَا فَقَالَ هَذَا الْمَلِكُ لَا عَيْنًا فِي الطَّبَعِ تَعْرِفُ هَذَا بَيْتُ اللَّهِ

پہلوی لفظی ہے اس پر کھڑے ہو کر وادی کی طرف منہ کر کے دیکھ لیں، کوئی نظر آیا ہو، مگر کوئی نظر آیا
آخر صفائے اخیر اور جب وادی کے نشیب میں پہنچیں تو اپنے پیرل میں کان نہ اٹھا کر اس طرح
دوڑیں جیسے کہ ایک پریشان علی انسان وہ ڈاکر ہے یہاں تک کہ وادی کے نشیب سے نکل لیں
پھر وہ پہاڑی پر آئیں اور یہاں بھی کھڑے ہو کر دیکھ لیں کوئی شخص نظر آیا ہو، مگر کوئی نظر آیا نہ
مگر یہی طرح چکر لگاتی رہیں، ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لویا بان ہی کی
تبع میں لوگ صفاء و مردہ کے دریاں سہی کرتے ہیں، آخر میں جب مردہ پر چڑھیں تو ایک آباد
شہر، آنسوؤں نے اپنے دل میں کہا خدا رسول رہا کہ اس آواز کو غور میں لیں، پھر کان لگا کر تو پھر
کوئی آواز انہوں نے فرمایا تم نے اپنی آواز تو سنا دی اب اگر کچھ مدد بھی کر سکتے ہو تو مدد بھی کیا ہے کہ
جہاں اب چاہ و زمزم یہاں ایک فرشتہ ہے اس نے اپنی ایلری یا اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا تو پانی نکلنے
لگا، اب جو اپنے دونوں ہاتھوں سے اس کو گھیرنے لگیں اور پانی لے کر پی مشک میں بھر لگیں
مگر پانی ان کے بھرے کے بعد بھی نکل رہا تھا، ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
اللہ تعالیٰ خلیل علیہ السلام کی والدہ پر رحمت نازل فرمائے اگر کہیں وہ زمرم کہنے نہیں یا یہ فرمایا
کہ اس کو انہوں سے اٹھا اٹھا کر مشک میں نہ بھریں تو یہ آج بستا ہو ایشہ ہونا، پھر انہوں نے پانی
پیا اور اپنے پیچ کو دو دو ہلایا، فرشتے نے ان سے کہا اس بچہ کی لپکت کا خوف نہ کرو یہاں بیت

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا وَارْتَقِبْ لِحُكْمِ اللّٰهِ لَا یُضِیْعُ اَمْرُکُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ
 کَا تَرٰ اَیُّسَہٗ تَاْمِیْرُ السَّیۡوٰی فَاَتَاخُذُ عَنْ یَمِیْنِہٖ وَشِمَا لَہٗ فَاَیُّکُمَا کَانَ ذٰلِکَ حَتّٰی مَرَّتْ بِیۡہِمَا
 رُفْعَہٗ مِنْ جُزْءِہُمَا اَوْ اَھْلَ بَیۡتٍ مِنْ جُزْءِہُمَا مُقْبِلِیۡنَ مِنْ طَرِیْقٍ کَثَرًا فَاَنْزَلُوۡا فِیۡ سَفَلِ
 مَکَہٗ قَرَأُوۡا وَاذْكُرْ اَعَاثَکُمَا اَلَا اِنَّ هٰذَا لَظَہَرٌ لِّیۡنِیۡدُ عَلٰی الْمَآءِ لَعَقُدَ نَآیۡلَہٗ الْوَاوِیۡ
 وَمَا فِیہٗ فَاَرْسَلُوۡا جُرْیَاۡا اَوْ جَرَّ بَیۡنَہُمَا اِذَا اَمْسَرَ بِالْمَآءِ فَرَجَعُوۡا فَاَخْبَرُوۡہُمَا بِالْمَآءِ فَخَبَّرُوۡہُمَا
 اَحَالَ وَاَمَّا اِسْمٰعِیۡلُ عِنۡدَ الْمَآءِ فَقَالَوۡا قَاذِرِیۡنَ کَذٰبًا اَنْزَلُوۡا عِنۡدَکَ قَالَتِ لَہُمَّ وَکِنِ
 لَا حَقَّ لَکُمۡ فِی الْمَآءِ کَا تُلَۡوۡا لَہٗ قَالِ الْاِیۡمُنُ عَجَاسُ قَالِ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مَا لَیۡ
 ذٰلِکَ اَمَّا اِسْمٰعِیۡلُ فَجِیۡ نَحِیۡتُ الْاَرۡضَ فَنَزَلُوۡا وَاَدۡسَلُوۡا اِلَیۡ اٰہِلِہُمَا فَنَزَلُوۡا مَعَہُمَا حَتّٰی
 اِذَا کَانَ بِہَا اَھْلُ اَبِیۡنَاسٍ مِنْہُمَا وَشَبَّ اَنْعَلَامُ وَتَعَلَّمَا لَغۡزَ بَیۡتِہُمَا وَانۡفَسَخَا مِنْۢ بَیۡتِہُمَا
 بَیۡتَیۡنِ شَبَّ قَالَتَا اَدۡرَکَہٗ وَوَجُوۡہُہُمَا رَاۡہُۡ وَہُمَا وَفَاتَتْ اُمُّ اِسْمٰعِیۡلُ فَاَبۡرَہٰمُ اِھۡمَ یَعۡدُ

بجای اور اس کا والد اس کی تعمیر کر چکا اور اللہ تعالیٰ ان کو پریشان نہیں کریگا۔ اس وقت بیت کی
 جگہ ایک ٹیلک کی طرح ابھری ہوئی تھی جب سیل آتی تو اس کے دائیں بائیں سے ہر کھنکھاتی تھی بسی
 طرح وقت گزرتا رہا یہاں تک کہ جبریم کا ایک قافلہ یا ایک خانہ ان اس طرف سے گزرنا چاہتا ہے
 کہ اس کی طرف سے آ رہا تھا، وہ اگر کہہ کر اس کی بائیں جانب اترتا انہوں نے پندہ خطا نہ ہوا دیکھا تو کہا یہ
 پندہ تو پانی ہی پر مشتمل ہے یا کہ جبریم اس دلدلی میں پہلے ہی گزرتے ہیں مگر یہاں تو پانی نہ تھا انہوں نے
 ایک یا دو مستحقہ شخص بھیجے انہوں نے لوٹ کر پانی کا حال بیان کیا۔ وہ اس طرف آئے تو اس وقت
 اسمعیل علیہ السلام کی والدہ پانی کے پاس چھٹی تھیں۔ انہوں نے کہا اجازت ہو تو ہم بھی آپ کے پردے
 میں آئیں انہوں نے فرمایا شوق سے مگر پانی اس تہہ راکوئی حق نہ رکھتا انہوں نے کہا بہت اچھا
 ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسمعیل علیہ السلام کی والدہ نے یہ اس لیے
 منظر فرمایا کہ وہ تنہا تھیں اور اس کا کوئی سا ان خود چاہتی تھیں چنانچہ وہ قافلہ وہاں آ گیا اور
 انہوں نے بقیہ لوگوں کو بھی کھانا بھیجا وہ بھی وہیں آ کر آباد ہو گئے یہاں تک کہ جب یہاں ان کے کئی گھر
 آباد ہو گئے، اور اسمعیل علیہ السلام جوان ہو گئے تھے اور ان میں وہ عربی زبان بھی سیکھ چکے تھے ان
 کے طور طریق ماورجسن وصال کی وجہ سے ان کی فطروں میں کھب گئے تھے لہذا انہوں نے اپنے
 خاندان کی دیگر خاتون سے ان کی شادی کر دی۔ اب اسمعیل علیہ السلام کی والدہ کی وفات ہو گئی
 تھی جب ابرہیم علیہ السلام اس کے آب و گیاہ میدان میں اپنے چھوٹے بھائی کو گھر دیکھنے کے لیے تشریف لے

تَمَازُوهُ بِرُؤْسِهِمْ لِيَطْلُعَ مُرْكَبُهُ، فَلَمَّعَ نَجْدُهَا نَجْمُهَا قَسَمًا لِمَا رَأَتْهُ عَنْهُ فَقَالَتْ خَرَجَ
يَتْبَعُنِي لَنَا ثَمَرٌ سَأَلَهَا عَنْ عَيْشِهِمْ وَهِيَ تَهْتَفُ فَقَالَتْ عَنْكَ يَتْرَعُونَ فِي مَنَازِلِهِمْ وَنَحْنُ
تَشْكُوتُ إِلَيْهِمْ قَالَ فَأَوْدَعَهُمْ دُجَانِي وَغَرَضِي عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلَوْ لِي لَمْ يَكُنْ رَغْبَتِي بِنَابِيهِ
فَلَمَّا حَاجَهُ إِلَى نَجْمِهِمْ وَجَّاهَتْهُمُ شَيْئًا فَقَالَ هَلْ جَاءَكُمْ مِنْ أَحَدٍ قَالَتْ نَعَمْ جَاءَنَا
الشَّيْخُ كَذَا وَكَذَا قَسَمًا لَنَا عَمَلُكَ فَأَخْبَرَتْهُ وَسَأَلَنِي كَيْفَ عَيْشُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَسْتَعِينُونَ عَلَى
شَيْءٍ قَالَتْ أَوْصَالُكُمْ يَكُونُ قَالَتْ نَعَمْ أَمَرَنِي أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَبَقُولُ غَيْرِ
تَحْتَبُهُ نَابِيكَ قَالَ ذَالِكُ آيَةٍ وَقَدْ أَمَرَنِي أَنْ أَقَارِقَكَ الشَّيْخُ بِأَهْلِيكَ فَقَالَتْ فَكَيْفَ تَرُدُّهُمْ
وَمَنْ لَهَا لَهْوِي فَلَيْفَ تَعْلَمُونَ مَا أَهْلُهُمْ مَا شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ أَتَتْهُمْ بِعَدْلٍ فَلَمَّعَ عَيْنُهَا عَلَى إِفْرَادِهِ
لَمَّا رَأَتْهَا عَنْهُ فَقَالَتْ خَرَجَ يَتْبَعُنِي لَنَا قَالَتْ كَيْفَ أَتَيْتُمْ وَسَأَلَهَا عَنْ عَيْشِهِمْ وَهِيَ تَهْتَفُ
فَقَالَتْ عَنْكَ يَتْرَعُونَ

فَقَالَتْ عَنْكَ يَتْرَعُونَ

تو اس وقت ان کی شادی ہو چکی تھی، مگر پراسمعیل علیہ السلام موجود نہ تھے تو ان کی بیوی سے پرچھا
اسمعیل کہاں گئے ہیں! اس نے کہا ہمارے لیے رنق تلاش کرنے کی فکر میں گئے ہوتے ہیں۔ اس کے
بعد انہوں نے ان کے گردان کا حال پوچھا تو بیوی نے کہا بہت خراب اور تنگی اور مصیبت سے گزر رہی
ہی ہے غرض کہ اس نے شکایت ہی کے الفاظ کہے انہوں نے فرمایا اگر جب اسمعیل علیہ السلام آئیں تو
ان سے ہمارا سلام کہنا اور کہنا کہ اپنے دروازہ کی چوکھٹ تبدیل کر دیں جب اسمعیل علیہ السلام واپس
ہوئے تو ان کو اپنے والد کی آمد کا کچھ احساس ہوا اس لیے انہوں نے پوچھا۔ ہاں ہے اس کوئی صاحب
آئے تھے اس نے جواب دیا جی ہاں ایک بوڑھے شخص آئے تھے انہوں نے پہلے تو آپ کو پوچھا میں
نے بتا دیا پھر مجھے گردان کا حال پوچھا تو میں نے کہہ دیا کہ تکلیف دہ سختی میں گزرتی ہے انہوں نے
پوچھا اچھا انہوں نے کوئی اور بات تم سے کہی ہے۔ اس نے کہا جی ہاں یہ کہ میں آپ کو ان کا سلام
کہہ دوں اور یہ بھی فرماتے تھے کہ آپ اپنے دروازہ کی چوکھٹ بدل دیں یہ سن کر انہوں نے فرمایا۔ یہ
میرے والد تھے اور مجھ کو حکم دے گئے ہیں کہ میں تم کو طلاق دیدوں لہذا تم کو طلاق پوچھنے خاندان میر چلی
چکا تھا اس کے بعد انہوں نے اسی خاندان کی دوسری لڑکی سے شادی کر لی اس مدت میں جب تک
اللہ تعالیٰ کو منظور تھا ابراہیم علیہ السلام کا اس طرف آنا نہ ہو سکا پھر جب بعد میں آئے تو اسمعیل علیہ
السلام ان کو پھر نہ ملے۔ ان کی بیوی سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ میں باہر تشریف لے گئے ہیں تاکہ ہمارے
رنق کا سامان کریں انہوں نے کچھ اور حالات دریافت کر لے کے بعد ان سے بھی گردان کا حال پوچھا

يَا سَمِيعُ إِنَّ اللَّهَ أَمَرَنِي بِأَمْرِ قَالَ يَا سَمِيعُ كُنَّا أَمْرًا وَرُبَّمَا قَالَ وَنُفِثَنِي قَالَ وَنُفِثَنِي
كَانَ قَالَهُ اللَّهُ أَمَرَنِي أَنْ أَتَيْنَ هَهُنَا بَيْنَنَا وَأَشَارَ إِلَى أَكْثَرِ مَنَافِعِهِ عَنْ نَا حَتَّى أَقَالَ حَتَّى
ذَلِكَ نَفَعَا النَّوَا عَدَمِي الْمَيْتِ فَجَعَلَ سَمِيعُ يَأْتِي بِالْجَنَّةِ وَابْرَاهِيمُ يَتِي حَتَّى إِذَا
أَرْفَعَهُ الْمَنَاءَ جَاءَهُ بِهَذَا الْخَجَرِ فَوَضَعَهُ فَقَامَ عَلَيْهِ وَهُوَ يَتَلَوُّ وَيَسْمَعُ سَمِيعُ يَأْتِيهِ الْخَجَرُ
وَهُمَا يَقُولَانِ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ قَالَ فَجَعَلَ لِيْنِيَابَ حَتَّى يَنْفُذَا
حَوْلَ الْبَيْتِ وَهُمَا يَقُولَانِ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

سَيِّدُ نَامُوسِي عَلَيْهِ السَّلَامُ كَلِمَةُ اللَّهِ

۲۳۹۔ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ ذَكَرَ كَلِمَةً أُشْرِبَ رَجُلٌ بِهَا
مُوسَى إِذْ كَانَ طَوَالَ عَمَلِهِ ثَمَرِينَ رَجُلًا شَتْوَهُ قَدْ قَالَ يَتْلُو جَعْدًا مَرُورًا وَذَكَرَ نَائِلًا لَهَا خَارِجًا

فَرَفَعُوهَ بِحَسْبِ مَا يَكُونُ لَهَا سَكِينَةٌ اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اسمعیل! اللہ تعالیٰ
نے تجھ کو ایک بات کا حکم دیا ہے۔ انہوں نے کہا تو جس طرح آپ کے رہنے آپ کو حکم دیا ہے کیجیے انہوں
نے فرمایا تم بھی میری کچھ دکر دے انہوں نے عرض کی ضرور دے دوں گا۔ انہوں نے فرمایا اچھا تو تجھ کو اس کا
حکم دیا ہے کہ میں یہاں اس اُبھرے ہوئے شیلہ کے ارد گرد ایک گھر بناؤں اور اس کی طرف اشارہ
فرماؤں۔ اس کے بعد وہ خود نے ہی کر بیت اللہ کی بنیادیں بنادیں۔ اسمعیل علیہ السلام پھولتے
اور ابراہیم علیہ السلام ان کو لگاتے چلتے یہاں تک کہ جب تعمیر لایچی ہو گئی تو یہ مقام ابراہیم و اسمعیل
انہوں نے اس کو لے کر رکھ دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس پر کھڑے ہوئے وہ بیت اللہ کی تعمیر کرتے چلے
اور اسمعیل علیہ السلام ان کو پتھر دیتے چلے اور دونوں کی زبان پر یہ کلمات جاری تھے رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ
أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ اور یہ دعا مانگتے چلتے تھے رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ
السَّمِيعُ الْعَلِيمُ۔ (بخاری شریف)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کلمہ اللہ

۲۴۰۔ ابْنِ عَبَّاسٍ رَوَاتِی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شبِ معراج کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا
کہ موسیٰ گندم گوں رنگ اور دروازہ صاف تھے جیسا قبلہ شتوہ کے لوگ کہتے ہیں اور موسیٰ علیہ السلام گندم گوں رنگ

الذی اراد ذکر اللہ تجال . رواہ البخاری .

۱۳۳۱۔ عن ابن عباس عن قال خیر عقیقۃ اللہ علی من علیہ وسلم یومہ فقد ان شریفت علی الامم ورایت سواد کثیر من سنی الکحوف یقولون هذا مؤمنی فی قومہ . رواہ البخاری .

۱۳۳۲۔ عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لقا قریبہ الذی ینسب وجہہم یصومون یوما یعین یومہ عاشوراء فقالوا هذا یومہ عظیم وهو یوم یحیی اللہ فیہ مؤمنی واعنون ان فیہ حقون فصامہ مؤمنی شکر اللہ فقال انا اذ لی بمؤمنی منہم فصامہ واکرمہم صیامہ . رواہ البخاری .

۱۳۳۳۔ عن علی بن ابی رباح قال سمعت عتبہ بن النضر یقول کنا عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقرأ قلین اذ انکم وقصہ مؤمنی علیہ السلام قال ان مؤمنی الجرحۃ ثم انی سینبئ او عشرہ علی عقیقۃ فوجہ وطلعہم بظہیر . رواہ ابن ماجہ فی باب استیجار الاجیر حال ابن کثیر وھذا من ھذا الوجہ لا یصح لان مسلمہ بن علی الحسنی بال لومہ ما قد کہتے اور اس شہد کے عجائبات میں آپ نے ایک بار وعظہ دوزخ اور جہال کے کجگو کا بھی ذکر فرمایا . بخاری شریف .

۱۳۳۴۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور آپ نے فرمایا میرے سنے تمام وہ تیس مہینے کی گئیں تو میں نے ایک نعمت اتنی کثیر فرمادیں گئی کہ تمام امت اس نے گھیر رکھی تھا۔ اس وقت چھ کو بتایا گیا یہ مہینے علیہ السلام اپنی امت میں ہیں۔ (بخاری شریف) ۱۳۳۵۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ یہاں لوگ عاشورہ کا روزہ رکھتے ہیں۔ لوگوں نے کہا یہ بہت عظیم الشان دن ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے مہینے علیہ السلام کو نبوت عطا فرمائی تھی اور فرعون کو طوفان فرمایا تو مہینے علیہ السلام نے شکر کے طور پر اس دن روزہ رکھا تھا۔ آپ نے فرمایا میں سے زیادہ مہینے علیہ السلام سے عزیز ترین ہیں چوں پھر آپ نے خود بھی روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ (بخاری شریف)

۱۳۳۶۔ علی بن ابی رباح کہتے ہیں کہ میں نے عتبہ بن النضر سے خود ثنا کردہ بیان کرتے ہوئے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے ایسا ہوا کہ آپ نے اس وقت سورہ قلین تلاوت فرمائی جب آپ صلی اللہ علیہ السلام کے تختہ پر پہنچے تو فرمایا کہ حضرت مہینے علیہ السلام نے اپنی پاک مہینے اور اپنی معاش کی خاطر اظہار اس سال کے لیے اپنی خدمات سرور کی تھیں۔ ابن ماجہ

۱۳۴۶۔ آنحضرتؐ نے یہ بیان فرمایا تھا کہ میں نے اس آیت کو پڑھا تو مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میری آنکھیں کھلیں اور میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو پڑھ کر حضرت موسیٰؑ کو اپنا پیارا بنالیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو پڑھ کر حضرت موسیٰؑ کو اپنا پیارا بنالیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو پڑھ کر حضرت موسیٰؑ کو اپنا پیارا بنالیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو پڑھ کر حضرت موسیٰؑ کو اپنا پیارا بنالیا ہے۔

۱۳۴۷۔ یہ بیان ہے کہ میں نے اس آیت کو پڑھا تو مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میری آنکھیں کھلیں اور میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو پڑھ کر حضرت موسیٰؑ کو اپنا پیارا بنالیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو پڑھ کر حضرت موسیٰؑ کو اپنا پیارا بنالیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو پڑھ کر حضرت موسیٰؑ کو اپنا پیارا بنالیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو پڑھ کر حضرت موسیٰؑ کو اپنا پیارا بنالیا ہے۔

۱۳۴۸۔ یہ بیان ہے کہ میں نے اس آیت کو پڑھا تو مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میری آنکھیں کھلیں اور میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو پڑھ کر حضرت موسیٰؑ کو اپنا پیارا بنالیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو پڑھ کر حضرت موسیٰؑ کو اپنا پیارا بنالیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو پڑھ کر حضرت موسیٰؑ کو اپنا پیارا بنالیا ہے۔

لَقَدْ جِئْنَا وَنُوحِي بِهَا لَنُفَا أَصْحَابِ قَالَ مُوسَى يَدْعَاةَ آيَاتِكَ أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ فَمِنْ سَفَرِنَا هَذَا
 نَصَبْنَا لَكَ فِجْدَنَ مُوسَى مَثَافِئَ النَّصَبِ حَتَّى جَاوَزَ الْمَكَانَ الَّذِي أَمْرُهُ فَقَالَ لَكَ
 نَفَا أَدْرَأَيْتَ إِذَا دَوَّيْنَا إِلَى الْقَهْقَرَةِ فَإِنِّي لَنَبِئْتُ الْحَوْتَ قَالِ مُوسَى ذَالِكَ مَا كُنْتُ
 نَتَّبِعُ فَأَدْنَى عَلَيَّ إِنَّمَا هِيَ قَصَصًا فَلَمَّا أَتَيْنَاهَا إِلَى الْقَهْقَرَةِ إِذَا رَجُلٌ مُسْتَجِبٌ بِمُؤْتَبِ
 أَوْعَالَي سَجْعِي يَنْوِيهِ قَسَمَهُ مُوسَى فَقَالَ الْخَفِضُ وَأَنِّي بِأَحْضِكَ السَّلَامُ فَقَالَ أَنَا
 مُوسَى فَقَالَ مُوسَى بَنِي إِسْرَءِيلَ قَالَ نَعُوذُ فَإِنْ هَلْ أَتَيْتُكَ عَلَى أَنْ تُغْلِبَنِي مِثْلًا

میں کیلئے اور صبح ہوئی تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رفیق سے کہا لاؤ بھی ذرا ہمارا ناشتہ تو نکالو کراچ کے سفر
 میں تو ہم کو کچھ نکان ہو گیا اس سے قبل موسیٰ علیہ السلام کو سفر میں نکان محسوس نہیں ہوا تھا اور قراچ
 بھی نکان اس وقت محسوس ہوا جبکہ وہ اس جگہ سے گئے کہ کل چکے تھے جس کا ان کو پتہ نہ تھا تھا ان
 کے رفیق سفر نے عرض کی کہ میں اس جہاں پہنچے تھیں کہ پاس آدم کیا تھا چلی تو اس جگہ کم ہو گئی تھی گوجہ کو
 آپ سے اس کا ذکر کرنا یاد نہیں رہا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اسی جگہ کی تو ہم کو تلاش تھی آخر پھیلنے
 قدوس کے نشان دیکھتے ہوئے اسی راستہ پر واپس ہوئے جب اس تھیں کہ پاس پہنچے کیا دیکھتے ہیں کہ
 ایک شخص ہے جو چادر اوڑھے لیٹا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے توں کو سلام کیا اس پر حضرت علیہ السلام نے
 کہا اس دکان میں سلام کہنے والا کہاں۔ انہوں نے فرمایا میں موسیٰ ہوں! انہوں نے کہا کیا وہ موسیٰ جو
 بنی اسرائیل میں مبعوث ہوئے ہیں۔ انہوں نے فرمایا جی ہاں میں وہی موسیٰ ہوں۔ اس کے بعد فرمایا
 کیا میں آپ کے ہمراہ رہ سکتا ہوں تاکہ جو علم اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا ہے وہ آپ مجھ کو بھی عطا
 تو میرا سر صدق ہی صدق نظر آیا کہ معنی سائل بنی اسرائیل ہیں اور یہاں طلب نبی وقت موسیٰ علیہ السلام میں اس
 محاورات میں عید تفضل کا مطلب کثرت اور زیادتی کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا اب اس میں کیا شبہ تھا کہ نبی وقت
 پر حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا نبی ان سے بڑھ کر علم اور کون شخص ہو سکتا تھا انیس جب یہی معاملہ رسول اور
 خالق کے درمیان آیا تو اس صدق و در صدق میں بھی غامی کا ایک پہلو نکلی آیا اور وہ یہ کہ عید تفضل عرف عام
 میں خود کسی معنی میں شخص ہو لیکن عید تفضل اس میں انہی وسعت ہے کہ اتنی وسعت اور اطلاق کا لفظ بمشکل
 کہ ایک نبی کی شان کے مناسب نہ تھا اس لیے جب سوال ہو چکا کہ سب سے بڑا عالم کون ہے تو نبی کی شان کا بیان
 جواب یہ ہونا چاہیے کہ اس علوم و اخلاق کا علم تو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے کہ رات کو کہے کہ جگہ پر اب میں درسی غامی رہ گئی تھی
 حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے انا اعلم اور میں سب سے عالم ہوں کہ عطا عمل کیا اس لیے خود اگر نبی ہو گئی
 اور ارشاد ہوا کیوں نہیں جانا کہ یہ بندہ جو حق ہے اور وہ علم رکھ کر اس پر جب موسیٰ علیہ السلام نے ان کا پتہ نہ دیا
 کیا تو ان کے علمی نقصان کا ظہور تو میں سے ضرور ہو گیا اور اس لیے قدم پر ہی عمر کا انشا تصور رہا جو کہ جب
 اپنے بڑے علم والے شخص کے مقام کا نبی کم کو علم نہیں تو سرچشمہ علم کا مقام کیا کرنا چھوڑ دینا چاہیو

هَذَا الْعَصْفُورُ فِي الْخَيْرِ لَعَمْرُكَ لَاقِي لَوْ جِئْتُ مِنَ الْوُجُوهِ السَّيِّئَةِ فَتَزَعَنَ فَقَالَ مُوَصَّى
تَوَمَّ حَسَلُوا مَا يَبْعَثُ بِكَ كَوَلِّ بِكَ دَنَاءً إِلَى سَيِّئَتِهِمْ فَخَرَّ قَتَمًا لَشَرِّ أَهْلِهَا فَإِنِ
الْقَدْرُ أَقْبَلَ إِلَيْكَ لَمْ تَسْتَطِعْ سَبِيَّ صَبْرًا قَالِ لَا تُؤْتِيَنِي بِمَا آيَيْتُكَ فَكَأَنَّهَا الْأَوَّلَى
مِنْ مَوْصَى ذِيئًا نَاقًا لَطَفًا فَإِذَا أَعْلَامُ يَلْعَبُ مَعَ الْخِشْيَانِ فَأَخَذَ الْخُضْرُ مِرْأَسِيهِ مِنْ
أَعْلَاهُ فَأَقْتَعَرَ دَأْسَهُ بِيَدِهِ وَقَالَ مُوَصَّى أَقْبَلْتُ لَنَشَارِكِيَنَّ بِغَيْرِ قَضِيٍّ كَانَ
لَوْ أَقْبَلَ الْقَدْرُ إِلَيْكَ لَمْ تَسْتَطِعْ سَبِيَّ صَبْرًا قَالِ إِنْ عَيَّنْتَهُ وَهَذَا أَوْ كَذَلِكَ فَالْطَّلَقُ خَشْيَ

پانی کی اس سمنہ کے ساتھ ہے۔ اس کے بعد حضور ﷺ اور کشتی کا ایک تختہ اٹھ ڈھیکھا موسیٰ علیہ السلام
کوڑا بولے۔ یہ وہ شریف لوگ تھے جنہوں نے اجرت سے بغیر تم کو کشتی میں بٹھالیا تھا۔ آپ نے یہ کیا
کیا کہ ملنے تو ان ہی کی کشتی کو توڑ دیا تاکہ سامنے کشتی والوں کو یو دیں۔ انہوں نے کہا میں نے تو
پیسے ہی کما تھا آپ صبر کے ساتھ میرے ہمراہ نہیں رہ سکتے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں بھول
گیا، اور آپ بھولی بات پر مجھ سے گرفت نہ فرمائیں۔ یہ پہلی بار صبری موسیٰ علیہ السلام سے دواوا
اضیان سرزد ہوئی۔ کئے چلے تو ایک بچہ جو تپوں میں کھیل رہا تھا، خضر علیہ السلام نے اس کا سر کاٹ
کر گردن سے اکھاڑ ڈالا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا آپ نے یہ کیا کیا ایک معصوم بچہ کسے گناہ مار
ڈالا۔ خضر علیہ السلام نے کہا میں نے تو آپ سے پہلے ہی کہہ دیا تھا آپ صبر کے ساتھ میرے ہمراہ
نہیں رہ سکتے۔ ابن جریر نے راوی حدیث کہتے ہیں یہاں لفظ "اُتُكْتُ" (آپ سے) زیادہ تاکہ اس کے لڑاوا

اپنی تکلیف کا اظہار نہ کرے اور آپ یہ مذاق نہ کرے بلکہ کرنی چاہیے۔ یہ ہے ہوجھا کیوں نہیں گویا اب اگر تکلیف ہوئی
تو یہ قہار و قہور ہے۔ سبحان اللہ! جو لوگ گرفت کی اس شدت کو نہیں جانتے وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے
ساتھ رت اسبغ احب الی پر گرفت کا مذاق بولا کچھ کہتے ہیں۔ ادھر جاتے سنگھیں ہیں کہ وہ صرت تیسری
کی شدت سے انبیا و علیہم السلام کی علی اذ طریق مصمت ہیں اختلاف کر رہے ہیں۔ اگر ان لغزشوں پر پھر اس کے
خروج پر غصے نظر ڈالی جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ لغزشیں جسک و اسرار کا ایک بچہ کیوں تھیں حضرت
توم علیہ السلام کی لغزش سب سے پہلے ہے قرآن کی پادری کا ساوا راز اس ایک لغزش میں پہنچا تھا بلکہ حضرت
موسیٰ علیہ السلام کے دہن مبارک سے لغزش کا یہ کلمہ سرزد ہوا اور ان کو اس طریق صغر کی مشقت بھی سمجھنی پڑی
اگر اس صغر میں کتنے اسرار و حکمت کے دیباچے تھے اس کا اندازہ کچھ اس سے فرمایا ہے کہ اس پر سورہ فرقان کریم
نے کس تعلیم سے بیان کیا ہے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا ہے کہ اس کو سنا تو غیب بول
سفر ختم ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب مبارک میں بھی اس کی مسرت نہ گئی کہ اس کی یہ صغر کچھ دردناک
ہو جائے تو کچھ ایسا بات قدرت کچھ نہ ہو گئی تھیں۔

اس سرگزشت میں یہ معلوم کئے رہی طہرت ہے۔ ہم اپنے قصور ظہور و دھت کی فرصت کے لحاظ سے چند
ہمراہ اس کی طرف اشارہ کر رہے ہیں ایک یہ کہ واقعات کی سطح نوازندہ دلی حکم دہانی کے درمیان من سبہوں کا اور ایک

عَسَوْسَاجِدًا فَهَتَانِ اَنَّى رَبِّ اَنْ فَاسْرُوْنِ قَدْ اَذَانِي وَفَعَلَن وَفَعَلَن وَتَكْفَرَمِن
 اَنَّهُ اِنْبَايَ اَنْ كَانَ قَا قَا اَنْ فَاَوْحَى اللّٰهُ اِلَى مُوسَى اَنْ يَا مُوسَى اِنِّي وَتَدَى اَمَرْتُ
 اَنْزَلْنَهُ اَنْ تَطِيعُكَ وَكَانَ لِفَا اَرْوَنَ لَمَرْقَةً قَدْ ضَرَبَ عَلَيْهَا اَصْفَارُ الْاَلْهَبِ
 قَا اَنَا هَ مُوسَى وَجَلَسَا وَهَ فَتَانِ لِفَا اَرْوَنَ قَدْ تَكْفَرَمِن اَذَانِي اَنْ قُلْتُ كَذَا اَوْ
 كَذَا اَيَا اَرْوَنَ حَيِّنْ نَحْمُهَا حَا حَا حَا حَا اَرْوَنَ اِلَى كَفِي لِفَا فَهَتَقُوا يَا مُوسَى اَرْوَنَ
 لَسَا اَرْوَنَ اَنْ يَحْيِيَتَا سَمَا اَحْمَنَ فِيهِ قَسُوْمِيْنَ يَكْ وَتَطِيعُكَ وَتَطِيعُكَ فَتَال
 حَا حَا حَا حَا اَرْوَنَ اِلَى اَنْصَابِ سُوْقِيَهُمْ فَهَتَقُوا اَوْ اَلْوَابِ يَا مُوسَى اَرْوَنَ
 لَسَا وَتَال اَنْ يَحْيِيَتَا سَمَا اَحْمَنَ فِيهِ قَسُوْمِيْنَ يَكْ وَتَطِيعُكَ وَتَطِيعُكَ فَتَال
 يَا اَرْوَنَ حَيِّنْ نَحْمُهَا اِلَى سُرْ كَبِيَهُمْ وَتَكْفَرَمِن اَنْ يَقُوْلَ يَا اَرْوَنَ حَيِّنْ نَحْمُهَا حَا حَا
 كَلَّا بَقَعَتْ عَلَيْهِمْ وَهَلُمَّ يَهْتَقُوْنِ قَا وَحَى اللّٰهُ اَللّٰهُ يَا مُوسَى مَا اَخْطَاكَ اَمَّا اَللّٰهُ
 لَوْ كَاوَرَا اَيَايَ دَعَا اَللّٰهُ فَتَكْفَرَمِن رَوَاهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ كَمَا فِي الصَّارِمِ الْمَسْلُوْلِ فَتَال
 وَانْحَرَجَ اَمِن اِلَى مَشِيْبَةٍ فِي الْمَصْنَعِ وَابْنُ الْمُنْذَرِ وَابْنُ حَامِدٍ وَابْنُ كَبِيْرٍ وَصَحَّ

میں گئے اور فرمایا پروردگار قارون نے مجھ کو بڑی خلیفیں دیں اور جو کچھ اس نے کیا وہ کیا یہاں
 تک کہ اب اس کے تحت لگانے کی نوبت بھی آگئی۔ اسی وقت موسیٰ علیہ السلام پر وحی آئی جس
 نے زمین کو حکم دے دیا کہ تم اس سے جو کہو گے وہ تمہاری تاجدار بن کر آئے گی۔ قارون ایک بالا قاف
 میں رہتا تھا جس میں اس نے سولے کے پتر چھار رکھے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام وہاں
 تشریف لے گئے۔ اس وقت قارون کے احباب بھی وہاں موجود تھے اور فرمایا کہ تیری ایذاؤں
 کی اب یہاں تک نوبت آگئی ہے کہ تو نے اس قسم کے کلمات بھی کہے۔ اے زمین تو ان کو بکڑ لے
 زمین نے فوراً انہوں تک ان کو بھسم کر لیا۔ اس پر وہ بچ فرسے۔ موسیٰ اپنے پیروں و گاہستہ دعا کرو
 کہ وہ ہم کو اس عذاب سے نجات بخش دے تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ آپ کے ساتھ جو بچے
 اور آپ کے تاجدار بن جائیں گے مگر موسیٰ علیہ السلام نے زمین سے پھر بھی فرمایا ان کو اور گھٹنوں تک
 بکڑ لے موسیٰ علیہ السلام زمین سے برابر ہوئی فرماتے رہے حتیٰ کہ زمین اوپر سے مل گئی اور وہ اس کے
 اندر چھپنے کے چھپنے ہی دھنسنے چلے گئے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے موسیٰ علیہ السلام کے
 پاس وحی آئی۔ موسیٰ اتم کہتے تیز مزاج ہو خوب سن لو زمین میں مجھ کو دو ایک بار بھی بچا دے تو میں

کما فی الدبر المنفرد من قصۃ قمر بن مہر

۱۲۳۸۔ رعن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کان یؤنس دفعہ
ہذا الحدیث ابی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کان فلک الموت یأبى
الناس عیاناً قال فأتی مؤنس علیہ السلام فطأطأ ففأعینہ وین
آخرہ فردد اللہ علیہ عینہ وکان یأبى الناس حقیرۃ رواہ احمد ورفعه
ابن حبر مرایہ کما فی البدایہ والنہایہ

مَسْنَدُ نَافِلٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ

۱۲۳۹۔ عن عثمان بن ابی العاص قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وسئلہ یقول کانت لک اودۃ علیہ السلام من اللیل مائة یوقظ فیہا
انہا یقول یا الی الی الی الی فقوموا فصلوا حیات ہذیہ مائة یشہد اللہ

ان کو نجات دیتا۔ ورنہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۱۲۳۸۔ ابو ہریرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ پہلے ایک الموت و طعن کے
وقت آئے مائے آپؐ کے آپ نے فرمایا کہ جب وہ سوئی علیہ السلام کے پاس آئے تو انہوں نے
ان کے چہرہ پر اودان کی آنکھ پھوٹ گئی۔ پھر پورا واقعہ ذکر فرمایا اس کے بعد دستور یہ ہو گیا کہ وہ
پر مشیدہ طور پر آئے گئے۔

حضرت داؤد علیہ السلام

۱۲۳۹۔ عثمان بن ابی العاص بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرستے خود سنا
کہ شب میں ایک وقت تھا جبکہ داؤد علیہ السلام اس وقت پر اپنے دل کو میدا کر دیتے اور یہ فرماتے چلے
تھے کہ ان داؤد اٹھو اور نماز پڑھو کیونکہ یہاں سے قبول وقت ہے میں اللہ تعالیٰ مصیب کی دعا میں

۱۲۳۹۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جامع شریعت میں انبیاء و ائمہ کے درمیان عمل میں کرم کر دیے
گئے ہیں آپؐ نے رات کی اس ساعت میں حج کی وجہ سے وقت اپنی ساری امت کو نماز کی تاکید فرمائی ہے جس میں
نہایت کو نماز و عبادت اللہ کے اعجاز و کرم کی حقیقت کو کمال کا وہ کرم و عبادت

عَزَّ وَجَلَّ فِيهَا الدُّعَاءُ الْكَافِيَةُ لِجِرَارِ دُعَائِهِ . رواه احمد

۱۲۵۰۔ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ إِلَيَّ لِقَاءُ رَأِي الشُّعْرَاءَ وَأَوْدَى أَحَبُّ الْقَبَائِمِ إِلَى اللَّهِ مِثْلُ مَا دَاوُدُ كَانَ يَتَنَامُ يَضَعُ اللَّيْلِي وَيَقُومُ كُنُفَهُ وَيَتَنَامُ مُسَدِّسَهُ وَيَقُومُ يَتَوَسَّأُ وَيَقُومُ مَا مَتَّقَ عَلَيْهِ وَهَذَا مِنْ هَذَا فِي كِتَابِ الْأَنْبِيَاءِ .

۱۲۵۱۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُفِيفَ عَيْنٍ كَأَوْدَ الْعُشْرَانِ وَقَالَ يَا هُرَيْرُ إِذَا نِمَ فَتَشْرِبْ فَيَقْشُرْ الْعُشْرَانِ قَبْلَ أَنْ تَقُومَ وَتَقَامُ

قبول فرمان ہے سوائے جادو گر اور غیروہول کئے ورنے شخص کے۔ (راحد)

۱۲۵۰۔ عبد اللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نمازوں میں بھی پیاری نماز اور روزوں میں سب سے پیارے روزے اللہ کے نزدیک حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز اور ان کے روزے تھے۔ نماز کے معاملہ میں ان کا دستور یہ تھا کہ نصف شب کو پھر تہائی شب خدا تعالیٰ کی عبادت کرتے اور اگر کوئی چھٹے حصہ میں پھر آرام فرماتے اور ایک سانس روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے۔ (سنن علیہ)

۱۲۵۱۔ ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ داؤد علیہ السلام کے لیے زبور کے قرآن اتنے ہلکے اور خفیف کر دیے گئے تھے کہ وہ اپنی سواری تیار کرنے کا حکم دیتے اور اس پر زمین کسی جاتی اور زمین کہنے سے پہلے پہلے یہ زبور پڑھ کر فاسطط ہو جاتے۔ ان میں

خدا کی وسعت بھی ایک ہونے کے واسطے کہ جس راحت میں دعا کی قبولیت کا جام اللہ کی طرف سے ملتا ہے اس شخص کے لیے ناسیدی ہی نظر آتی ہو جن کی بد اعمالی خلق اللہ کے لیے موجب اذیت ہو لیکن ساتھ اور دوسرا سب کا شکر وصول کرنے والا۔

۱۲۵۰۔ اس صورت سے تمام حقوق کی ادائیگی ہو جاتی ہے۔ طاق کے حقوق کو کم از کم ادا کر سکتا ہے گریاس کی رحمت ہے کہ ہندو کے فرقہ کے عمل کو قبول فرما لیتا ہے بلکہ ہندو کے حقوق کی ادائیگی میں پران ہے حدیث مذکورہ معلوم ہے کہ جسم و جان بھی خدائی الامانت میں ادا ان کے بھی پاس ہے نہ کہ حقوق ہیں سکال یہ ہے کہ ہر اہل حقوق کے حقوق سمجھو و سمجھو اور ہوں۔

۱۲۵۱۔ حدیث کے یہاں ایک باب ملتی ان کا بھی ہے یعنی بہت سارے قول سے وقت میں ہر جہاں

وَلَا يَأْكُلُ الرِّكَابُ مِنْ عَشَرَةِ يَدَيِّهِ - رواه البخاري

مَسِيدُ نَاسِلِيمَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

۱۲۵۲۔ عَنْ أَنَسٍ مَرْبُورَةٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَتْ امْرَأَةٌ تَأْتِي مَعَهُمْ زَيْنًا هَمًّا جَاءَهُ الَّذِي تَبَّ فَذَهَبَ بِأَيِّمٍ (أَخَذَ هَمًّا فَقَالَتْ صَاحِبَتُهَا زَيْنًا فَذَهَبَ بِأَيِّمٍ) وَتَأْتِي أَرْحَضُونَ زَيْنًا فَذَهَبَ بِأَيِّمٍ فَقَالَتْ كُنْتُ أَلْفِي دَاوُدَ فَقَضَى بِهِ يُلْكُمِي فَمَحَرَّتْ عَلَيَّ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ فَأَحْبَبَ نَاهُ فَقَالَ أَفْتُونِي يَا نَسِيلِي أَشْفَعُ بَيْنَكُمَا فَقَالَتِ الصَّغِيرَى لَا تَفْعَلْ يَرْحَمُكَ اللَّهُ

بڑی خاص بات یہ تھی کہ مروت اپنے اچھے کی کوئی کھائے تھے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام

۱۲۵۲۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے بیان فرمایا کہ حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ ان کے دو بچے تھے۔ بھڑایا اور ان میں سے ایک کا بچہ تھے۔ اس پر اس کی ساتھی بولی کہ جبریل بچہ کو لے گیا ہے، دوسری نے کہا نہیں جبریل کو لے گیا ہے۔ یہ دونوں اپنا معاملہ حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس لے کر آئیں انہوں نے داؤد اور مقداد بن لوی کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ اس کے بعد پھر وہ دونوں سلیمان بن داؤد کی طرف چیں اور ان دونوں نے پھر بیان اپنا معاملہ بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا اچھا لڑکھڑائی اور چھری لڑیں اس لڑکے کو کاٹ کر ادا کر دیا تم دونوں کو لے دیتا ہوں۔ پس کہ چھوٹی بولی بڑی۔ خدا تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے، دیکھیے ایسا نہ کیجئے جسے یہ لڑکا

سنت امت کے اعلیٰ درجہ نظر میں جاتی ہے تو اس عفت کا چار ارادہ رکھنا ہو اگر عفت کی عفت کی حوائج کے لئے دوا وغیرہ کریں تو ان کو اس سے بچنے میں کوئی دشواری ہو اور حسبِ مسرغ کے طویل سفر کے بچنے میں کوئی وقت نہ ہو۔

۱۲۵۳۔ اس روایت میں اس کی کوئی تفصیل نہیں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو فیصلہ کس میں دیا تھا۔ مگر اس پر بحث کرنے کا میں کوئی حق نہیں ہے۔ اسی طرح حضرت سلیمان سے فیصلہ کی تفصیل میں بھی بیان کیا ہے۔ صرف اتنا مسرغ ہوتا ہے کہ مگر ہم جو لے کر دیتے ہیں اس لیے غنیہ و کسب کی

هُوَ الَّذِي أَقْعَضَ يَدَيْهِ لِلصُّغَرَىٰ. متفق عليه۔

اسی کا ہے۔ اس کی یہ بات سن کر انہوں نے یہ فیصلہ دے دیا کہ لڑکا چھوٹی کو دے دیا جائے۔
(متفق علیہ)

اسی تدبیر سے اصل واقعہ کا انکشاف ہو جائے ان کی اس غیر معمولی فہم کی طرف قرآن کریم کی اس آیت میں اشارہ ہے: فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ دَكَلًا نَّتَمَنَّاهُ شَكَاوَةً عَلَيَّا (الانبیاء)

نوٹ: سہ ماہی تھا اس نے وہ مومرہ دو ایڈیشن میں حذف کر دیا کیونکہ یہ تفسیر پریشان مضمون۔

سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیاتیات کی ایک اہم سرگزشت متعلق چند جدید علمی اور نصابی نکات قرآن و حدیث اور تاریخ کی روشنی میں

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سیات خبیث میں رخ ڈھرنے کی مہم نہ تھی۔
بیکار و بیکس نہ تھی بلکہ اس رخسار پر عیسیٰ مسیح پہلے پہاڑ بنے تھا
چاہے کہ پہاڑ کس دروازے کے لیے تھے ساتھ ساتھ تعلق جو کر عیسیٰ پہاڑ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول قیامت کی بڑی
علامت ہے اس لیے کہ اس کے ظہور کی توقع و تمنا
جسے عیسیٰ علیہ السلام کے ظہور میں کرنا چاہیے

سورہی واقعات بھی زمانہ اور فضیلتوں کے امتداد سے بہت قطع ہو جاتے ہیں۔ درآن کی تفصیل و تکنیک میں بڑا فرق پیدا
ہو جاتا ہے۔ اسی لیے ہم پر ایک خدشہ نہیں ایسا بھی ہے جہاں ہمیں اس کی رات اور صبحوں کا دن ہوتا ہے اور ان کا امتداد
میں ایک سمندر ایسا بھی ہے جس پر سفر و قوم سرا میں شکی کی طرح سوا میں پہنچتے ہیں اسی طرح انسانوں کا امتداد
بھی ہے۔ کیا ہر پہلو کی شجاعت و طاقت اور انسانی و فرشتگی کے ہر جہد سے پیدا ہوتا ہے جو رسم و اسخ و انجیل
اور ہلر اسٹارٹ اور لین و غیرہ کے تحت میں بے اصل تاملی تصدیق کے جاتے ہیں وہ عام انسانوں کے حق میں
بڑے نامی کے جہد بھی پیش قابل تصدیق ہو سکتے ہیں۔ پس صورت عام انسانوں کے حالات کے لحاظ سے باہر منہ
اپنے دوہا رہنے زمانہ کے حالات پر قیاس کر کے کسی صحیح واقعہ کا انکار کر دینا کوئی مستقل طریقہ نہیں ہے۔
لہذا مسئلہ نزول پر بحث کرنے کے وقت بھی سب سے پہلے اسی پر غور کر لینا ضروری ہے کہ یہ واقعہ کس دور
اور کس زمانہ سے پھر کسی شخصیت سے متعلق ہے۔

جب آپ ان دونوں پر اعتناء نظر ڈالیں گے تو قریبی واقعات سے ثابت ہو گا کہ واقعہ خرب عالم یعنی
قیامت کے واقعات کی ایک کڑی ہے اور خرب عالم کا ایک واقعہ بھی ایسا نہیں جو عالم کے قریبی دور کے واقعات
سے متعلق ہو۔ پس اگر خرب عالم کے وہ سب واقعات جو قریبی دنیا کے بعد کے واقعات سے مختلف ہونے کے
باوجود قابل تصدیق ہیں تو پھر اس ایک واقعہ کی تصدیق میں کاپ کو کمال کیوں ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ عالم کی تخلیق عموماً اس کی خرب کے دونوں واقعات اتنے مماثلت پر مشتمل ہیں کہ جو انسان
ان دونوں جانوروں سے غائب ہے وہ بجا رہ اپنے سرحد و حالات کی دنیا دیکھ کر ان کا تصور ہی نہیں کر سکتا۔ آپ
عالم کی تخلیق کے واقعات پر ذرا غور و ایں ز میں اس طرح بنائی تھی پھر اس طرح بھائی گئی۔ آسمان کس طرح بنائے گئے
آپ کس طرح پیدا ہوئے ان کا جو کس طرح پیدا ہوا پھر کس طرح خلقت انہی قائم ہوئی اسی طرح بہت سے واقعات
جس پر ایک سے ایک عیسائی ہیں اور اس سب ہی کے میں کی ذمہ داری خود قرآن کریم نے اپنے سر بھی ت اگر آپ

ان میں سے ایک واقعہ بھی عالم کے تیسری دور کے نظم و نسق سے ملتا ہے۔ لاکر انہیں تو آپ کو ان میں سے ایک واقعہ کے ہم ہیں
یہی سنت تھیں پیش آئے گی اور اسی بنا پر ایک جماعت نے دوسرے سے تعلق حاصل کیا اور ان کے قدم عالم کا
نے یہ ہے مگر چپکے نزدیک کیا اس کا طریقہ کار صحیح ہے ؟

اسی طرح جب آپ غریب عالم کے واقعات پر نظر ڈالیں گے تو وہ بھی عجیب و غریب ہی نظر آتے ہیں یہی
کبھی دیکھنے والے آسمان مکر سے مکر سے چر جائیں گے آفتاب و ستارے تمام روشن ستارے بے نور ہو کر
کر پڑیں گے اور کبھی بیش زکریا کے پڑے پڑے پیراں روٹی کے گالوں کی طرح اڑتے نظر آئیں گے اور یہ سارا
کا سارا عالم ہستی عدم جنس اور جنس ختمی کی تخت آجائے گا۔ یہ وہ ان جیسے اور بہت سے فعل سے باہر واقعات کے
بیان کی ذمہ داری بھی خود قرآن کریم ہی نے اٹھائی ہے۔ اب اگر آپ ان کی تعداد کو فیصلہ سوجوہ عالم کے واقعات
کے پیش نظر کرتے بیٹھ جائیں تو کیا آپ کو کوئی صحیح فیصلہ کر سکیں گے لیکن ہاں جب آپ عالم کی تخلیق اور ان کی
غریب کے دونوں سرے ذکر کر لیں گے تو دونوں آپ کو بالکل یکساں صورت میں نظر آئیں گے۔

یہی چوتھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا مسئلہ بھی عالم کے درمیانی واقعات کا مسئلہ نہیں بلکہ غریب عالم کے
واقعات کا ایک ہم کوئی ہے اس لئے اپنی فکر و دماغی معقول ہے ظاہر ہے کہ جب تمام مردوں کے زندہ ہو کر ایک
میدان میں جیسے چولے کا زمانہ قریب آ رہا ہو تو اس سے ذرا قبل صرف ایک ذمہ انسان کا آسمانوں سے زمین پر
آنا کوئی بڑی بات ہے بلکہ اس طرح کی زندگی کے بعد یہ مانی نزول ہو کر عالم انسانی کے مانی نشاۃ ثانیہ کے
لئے ایک بڑی اور حکم بردار ہے اسی لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان پر ارشاد ہے **وَاِنَّهُ لَعَلُّهُ لَاسِعَدَةٌ**
یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کی ایک عظیم علامت ہیں درخشندہ ہیں حضرت اور جہان اور زمین اور آسمانوں سے
منقول ہے کہ اس آیت کا مصداق قیامت سے قبل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نشریت آ رہی ہے

اس کے بعد جب آپ اس پر غور کریں گے کہ یہ بیٹھنے والے کسی شخصیت کے متعلق وہ شخصیت کسی عام بشری نسبت
کے تحت کوئی بشر ہے یا ان سے کچھ الگ ہے تو آپ کو یہ ثابت ہو گا کہ وہ صرف عام انسانوں ہی سے نہیں بلکہ قبل
نبیاء و علیہم السلام کی جماعت میں بھی سب سے الگ اور سب سے بڑا خلقت کا بڑے جتنے انسان ہیں جن کی تخلیق
صرف ایک صنف انسانی سے وجود میں آئی ہے پھر اس میں تقسیم جبرئیلی اور نفوکی اور مائکرونی المہدی کے واقعات اور
بھی عجیب تر ہیں ان کے معجزات و کچھ تو یہ بھی کچھ نرالی شان رکھتے ہیں ان میں سے ہر ہر معجزہ ایسا ہے جس میں
"بازن" مشہ کی قیہ لگائی پڑتی ہے ان کے گزشتہ و حیات میں کلیتہً کا متاثر ہے کھانے پینے سے
بے شادی و شغل کوئی نظم و نسق ہی نہیں مگر ان میں ملتا ہے کہ ان سب ضروریات سے مشغول و میرا کچھ کچھ
کے ایک فرشتہ ہیں پھر جب ان کی حیرت انگیز علامت آجائے تو یہاں بھی ان کی شان سب سے نرالی نظر آتی ہے جن

ہی زیر نگین رہی اور حقیقت بعض باتوں کی اصولی بات کاغیر ہے۔ اور اب فصل۔ کچھ ہیں کہ قرآن و احادیث و کتب اربعہ کے خلاف سب خلاف عقل ہوئے ہیں۔ اور صاحب عقل یہ کچھ ہیں کہ روایت بھی عقلی ہو وہ سب سرسب کے خلاف ہوئی ہے۔ یہ تمام وہ جملہ وہ حقیقت عقلیہ و شرعیہ کا صحیح مفہوم نہیں سمجھنے سے یہ ہو رہا ہے۔

ماخذ ابن تیمیہ لکھتے ہیں۔۔۔ کوئی نہیں جانتا کہ قرآن و سنت نے عبادی عقل کی تعریف فرمائی ہے بلکہ اپنی وجہ کا مخالف ہی صورت میں جنم دیا۔ ابن عقل کو قرآن و احادیث نے جوئیوں اور کچھ اس کی دعوت کے اصول سے ہی باہر ہو کر جس جہت بعض اہل برکت نے عقل کا وہی مسائل کو جو وہی قرآن و سنت کے بھی خلاف تھے۔ صوفیوں میں جہاں وہاں کہہ رہا تھا کہ ہم عقلیات۔ کما قلوبہا بل شرع و عقلیات کے نام ہی سے اسے نفرت پیدا ہو گئی کہ جو شخص بھی عقلی استدلال کرتا تو قرآن کا ان کے نزدیک چمکی اور عقل پرست سمجھا جاتا اور دوسری طرف جب عقائد کے تباہی سے وہ مسلمان تھے جو شرع و عقل دونوں کے خلاف تھے اس پر ان کے عقائد تھے اس پر ان کا یہ دعویٰ تھا کہ وہ قرآن و سنت کے یہاں کہہ رہے ہیں تو ان کے دلوں میں قرآن و سنت ہی کے متعلق عقائد عقل ہو گئے کہ یہ کافی عینہ کی جی کہ سب وہ قرآن و سنت سے استدلال کرتا۔ ان کے نزدیک قانون فطرت اور تعالٰیٰ عقل کے خلاف تھا۔ یہاں عقل دونوں طرف کی ہے عقائد کا عقلی ہونے کے انھوں نے تحقیق کے بغیر ہر خلاف عقل بات کا نام شرع رکھ دیا اور عقائد کی کڑائی سے کہ انھوں نے جو عقلی کچھ کا تعارض نہ تھا اس کو شرع کے جنم میں کیسے دھل کر دیا حالانکہ شرع کا ایک مسئلہ بھی ایسا نہیں ہے جو عقلی علم کے نزدیک ناقابل و کار ہو یا عقلیات کی تعریف میں۔ تاہم کچھ کچھ عقلی پر کچھ حد تک جاتی ہے تو وہ عقلی و شرع ہونے ہوتے عقائد کا، کچھ پیدا ہو سکتی ہے اور کچھ صحیح حقیقت پر قائم ہے۔ ان کے عقائد سے ہے کہ وہ عقلی پر مرتب ہونے لگتے ہیں اس لئے اگر مسلمان پر شک ہو تو عقلی و شرع کا صحیح مفہوم نہیں کر لیا جائے تو عقائد اور عقل کے درمیان بحث و جدل کا یہ وسیع میدان بہت تنگ ہو سکتا ہے۔

علامہ برہانہ عقلیات کو شرع کے جنم میں داخل کرنے کی کسی کڑائی کر رہا ہے اور عقائد شرع کی ہر بات پر عقائد عقلی ہونے کی یہ گمانی دل سے کلمہ اہل عقل و فکر کا کمال صحیح معیار مقرر کر رہا ہے۔ (کتاب الفہم ص ۱۸۰)
خلاصہ یہ کہ اگر یہ مسئلہ قابل تسلیم نہیں ہے۔ پھر آپ کو بھی ایک فیصلہ کرنا ہو گا کہ ان کے عقائد کے خلاف ہے اور سب تمام عقائد بھی قابل تسلیم نہیں ہیں اور اگر وہ سب قابل تسلیم ہیں تو پھر ہر مسئلہ کی قابل تصدیق یا نہ ہو گا۔ صرف اس لئے کہ غرض حال کے تیسری بات ہے۔ عقلی و شرعی باتیں جنہیں یہ پتہ نہیں کہ عقلی یا شرعی کی تعریف کے تحت آئے اور ان کے انہوں کا کوئی حق نہیں ہے۔ اس لئے ان سب سے صرف عقائد کے تحت لے کر ان سے صرف مستند ذوال عقل نہیں لے کر لیا جائے جس کو بھی سنا عقائد میں لکھا ہے اور وہ سوائے ان کی سوائے ان کے ہے۔

حضرت مصلی علیہ السلام
کے جزئی مسائل کی اجابت

دعا جمع ہے کہ حضرت مصلی علیہ السلام کی شخصیت میں کیا ہے جس سبب میں ممتاز ہے
کہ ان کے جزئی جزئی واقعات کو بھی قرآن کریم نے صریح معانات کی کیا اجابت دی ہے
مثلاً ان کی ولادت کا معاملہ کیا ہے؟ ایک جزئی سوال ہے کہ ان کی ولادت کا یہ ہے
یہی فرشتہ کا عبور و نثر ہے؟ اور اپنی آمد کی شخصیت و خاصیت بتانا اس پر حضرت مریم کا کھنڈانی کی حالت ہے
تعمیم فرماتا ہے کہ فرشتہ کا جہاز اور اس کے بدن کے گریبان میں پھر تک بارگاہی سبب عیسیٰ و کریم کی ان کی
ولادت کا وہ وہی پھر ولادت اور اس پر لوگوں کی چرچا کیوں بھی ظاہر ہے کہ ان سبب معانات میں سے کس
معاد کو اصول اور بنیادی کہنا چاہئے؟ ہر گز کیا ان میں سے کوئی ایک بات بھی ایسی ہے جس کو آپ صرف ایک
جزئی مسئلہ کہہ کر مال سکتے ہیں اور جس پر عقیدہ رکھنا کوئی ضروری بات نہ ہو پھر مصلی علیہ السلام کے نزول کے اہم واقعہ
کو صرف ایک جزئی مسئلہ کہہ کر آپ کی طرف سے مکمل فہرست سے خارج کر سکتے ہیں۔

مسئلہ نزول کی حیثیت
کتاب صحت خیر

یہی امر ہے کہ شروع سے لے کر آج تک کتب عقائد میں اس مسئلہ کو بھی وہ عقائد کے ساتھ ساتھ ایک
عقیدہ ہی شمار کیا ہے جس کی کھد میں نے جو نوعات ترتیب دی ہیں جو ان کو عقائد کی شکل پر ترتیب
نہیں فرمائی ان کے مقاصد سے ہیں لیکن اس کے باوجود ہم سلم نے ان کی کتاب کو بعض ترتیب بخدا کی شریعت پر بھی
وقت دی گئی ہے نزول مصلی علیہ السلام کو باب ایمان کا ایک جزو قرار دیا ہے پھر کیا کہی گئی کہ ان کی نظریہ ہے کہ نزول
مصلی علیہ السلام کا مسئلہ جو کہ ایک جزئی مسئلہ ہے اس لئے اس کو عقائد اور ایمانیات کا مقام حاصل نہیں ہو سکتا۔ یہ
پھر ان کی بحث میں ہم افکار اللہ تعالیٰ اس پر اور مہم جوئی کریں گے کہ رسولوں کی اعتبار پر ایمان رکھنا یا حسب ذاتی
مسئلہ نہیں بلکہ ایک بنیادی مسئلہ ہے۔ ہر خاص نزول مصلی علیہ السلام کا مسئلہ تو اس کو سببیت کے علاوہ راست
اور قیامت کے مسئلہ سے بھی زیادہ راست نقل ہے جیسا کہ حضرت سب اس کی تفصیل تہ والی ہے۔ یہاں ایک عجیب بات
یہ ہے کہ ذات و صفات، نعما و فخر و شرف اور وہ باری تعالیٰ و غیرہ میں مسائل کو بے چون و چرا عقائد میں داخل کیا
گیا ہے۔ ان میں تو کافی اختلافات بھی ملتے ہیں جیسا کہ حضرت ان سب مسائل میں اہلسنت و جماعت سے وپنا پیوند
خیال رکھتے ہیں جن کی کو شاعر و ذہن پر کے، بین بھی بعض مسائل میں غریب شکل اختلاف سرچ رہے لیکن اس کے باوجود
ان مسائل کو کسی نے عقائد کی فہرست سے خارج نہیں کیا اس کے برخلاف نزول مصلی علیہ السلام کا مسئلہ ہے جس میں
سلط سے لے کر آج تک ائمہ دین میں سے کسی کا اختلاف ثابت نہیں ہو سکا کہ وہ ان کی فہرست سے کس طرح خارج کیا
جا سکتا ہے۔ حیرت ہے کہ حضرت جو مذکورہ بالا مسائل میں اہلسنت سے کچھ اختلاف بھی دیکھتے ہیں اور بھی اس سلسلہ میں
جہد اہلسنت کے ساتھ متفق ہیں جیسا کہ زعفرانی نے کلمات میں اس کی تصریح کی ہے۔ ان خطی لکھتے ہیں کہ تمام اہلسنت
مسئلہ کا اس پر اجماع ہے کہ مصلی علیہ السلام اس وقت آسمان پر نہ موجود ہیں اور قرب نیابت میں اب ہم حضرت پھر

نہر میں لانے والے ہیں جیسا کہ توہمہ قدوسی نے ثابت ہے۔ (نکھ دھریا حصہ ۱۰)

مسند زول کھشت | اس بار سے میں اگر قدوسیوں پر نظر ڈالنے تو قیس صحابہ سے تقریباً سو حدیثوں میں باسیب مختلف
احادیث ہیں | اس مسئلہ کو جتنے ائمہ کرام نے لکھا ہے۔ اس بار سے دیکھو میں سے یا اسی حدیثیں تو یہی

ہیں جن کی تصحیح ائمہ قدوسی نے صراحت کے ساتھ ثابت فرمادی ہے اور بقید کے مستحق کھراہوں سے جسے منقول ہو
لیکن کوئی صاف جرات بھی انہیں نہیں اس سے اذکارہ کھا جاسکتا ہے کہ اس بیگنی کا تہذیبیہ دعویٰ ہے کہ پاکستان
ہے کہ توہمہ قدوسی کی جو بڑی سے بڑی مثال پیش کی گئی ہے اس بیگنی کا کوئی طرح بھی اس سے بچا نہیں ہے۔ پھر

جب کتب ساہتہ پر نظر ڈالی جلتے تو یہاں بھی اسی حدیث توہمہ کے ساتھ اس حدیث کا منقول بھی ہے کہ اس کو کھڑک
حیرت ہوتی ہے۔ ۱۱۔ یہ لکھنا بیکر بھی تھا کہ کبھی اہل اسلام کا زہل صرف اسی طریق سے کاسٹ نہیں بلکہ اہل ایران
سادہ کا ایک ایسا متفقہ عقیدہ ہے جس میں اصل دین کی طرح بھی کوئی اختلاف نہیں رہا

مسند زول کھشت | پھر اس مسئلہ کی حقیقت ایک عام ادبی بیگنی کے لئے ہے جس کی کوئی بڑی روایت نہیں
انہیں ہی ہائیک آہستہ ہیں ہے۔ اور جب وہ زچوں کے ہاں پر بیٹھا تھا اس کے شاگردوں نے غلٹ میں اس کے
پاس لکھا۔ ہم یہ کہہ کر کہ بچھا اور تہذیب کے آئینہ کے آخر کے خاتمہ کے خاتمہ کیا ہے؟ تب یہ دعویٰ ہم سے
اُن سے کیا۔ خیر اور انہیں نہیں گوارہ کرتے کیونکہ بہتر سے بہتر نام پر اس کے اور کہیں گے کہ میں کچھ ہیں اور بہتوں
کو گوارہ کریں گے۔ اذکارہ ایشیاد اور ایشیاد کی اذکارہ کی جو کہیں سے خبر دوست قہر ایشیاد کو کہیں سب باتوں کا ہر خاص
ہے پر اب تک آؤ نہیں ہے کہ وہ ہم پر اور اذکارہ یا اذکارہ پر چڑھ آئے گی اس کا اسی اذکارہ پر لگی اور جگہ جگہ
بہت بڑی آہستہ ہیں گے حسب کھشتوں کا شہر ہے۔

انہیں ہی ہائیک | ۲۰۰۲۔ اس وقت اگر کوئی تم سے کہے کہ دیکھو کھشتوں ہے باواں ہے تو یقین نہ کی ایک کھشت
کچھ اذکارہ ہی اذکارہ ہے جو گئے اور ایسے بڑے نشان اور عجیب حکم و کھشتوں کے اگر کہیں ہو تو بزرگوں کو بھی
گوارہ کریں۔ دیکھو میں نے پہلے ہی تم سے کہہ دیا ہے پس اگر وہ تم سے کہیں کہ دیکھو وہاں ہیں ہے تو ہر ماہانہ کھشت
دو کھشتوں میں ہے تو یقین نہ کیونکہ جیسے ہیں اور بے کو نہ کہ کچھ کھشتوں کے اذکارہ ہے ویسے ہی اہل آہم کا آتا

ان صحابہ کے ہوا ہوا کہ میں میں کی تعلیمی روایات دیکھیں ہوں تو سارا تصریح ہوا تو میں اذکارہ ہی نہ لکھتا
نہ کہ کھشتوں کے ہوا ہوا کہ میں میں کی تعلیمی روایات دیکھیں ہوں تو سارا تصریح ہوا تو میں اذکارہ ہی نہ لکھتا

۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔

ہر گاہ جہاں عزت ہے وہاں گم ہے جبر و جبریاں

اور دُور، ان دونوں کی صحبت کے بعد سورج، آدھ گھنٹہ کے بعد چاند، پھر دُور، اسی دُور سے چلے آئے اور ستارے اور
سے گریں گئے اور آسمانوں کا تو قہر جانی جان گیا اور اس وقت ابن آدم کائناتِ آسمان پر دکھائی دیں گے اس وقت
دن کا کی ساری قوتیں بھائی نہیں گئی اور ابن آدم کو ہر قوت اور جلال کے ساتھ آسمان کے دونوں پر تلے دکھائی
وہ جیل لوگ ۲۰-۳۰ برس تک زبانی اور سہمہ اور دُور کے درمیان میں پر نے دانی بلوڑا کر رات دیکھتے دیکھتے
وہ لوگ کی جان میں جان نہ رہے گی۔ اور جب یہ باتیں جو نے تھیں تو سید سے ہو کر سرورِ پائنا اس لئے کہ تھا گیا
سکھائی نہ دیکھ ہوگی انھیں مرضِ دُور میں

۱۰۰۔ | صاحبِ انجیر کے درخت کی ایک ٹہنیں سے کھوجی ہوئی اس کی اذانِ نرم ہوتی ہے اور بچے اگلے میں
 نرم جہاں بیٹے ہر گز گرمی نہ دیکھتا ہے اسی طرح سب غمِ من سب باتوں کو دیکھو تو جان کو کرو اور نزدیک ہے جگہ روزانہ
 ہے۔

۹۔ اعلانِ اہمیت: اور وہ یہ کہہ کر اُس کے ہاتھ سے اوجھڑا گیا اور جلی نے اُسے اُن کی نظروں سے چھپایا اور اُس کے جانے پر سب وہ آسمان کی حرکت تک رہ گئے ویکو وورڈ سید پوشاک پہننے لگے۔ اُس کمرے سے اور کچن گئے اے میں مرد تو کون کون کرے آسمان کی حرکت دیکھتے ہو۔ پھر یسوع جو تھا مجھے اُس سے آسمان برا دکھایا ہے اسی طرح جس طرح تم نے اسے آسمان کو جانے دیا، مجھے پھر اُس کے

مسئلہ نوزل کی حیثیت سے آخری کتاب قرآن کریم ہے جب اس پر نظر ڈالے تو اس میں ایسی معجزات
میں ہر اہل اسلام کے نوزل کی ہی حیثیت ثابت ہوتی کہ ان کے رتبہ جہان کا مسئلہ تو اس کو تو قرآن

کرم نے اس کتاب کے عقائد میں اپنی جانب سے ایک فیصلہ کی حیثیت سے ذکر فرمایا ہے جیسا کہ آئندہ اس کی تفصیل دینی ہے۔
 ۱۔ ان میں اہل الکتاب پر ایسا لکھا ہے کہ **قِيلَ لَكَ يَا جَاهِلِيَّةُ اِنَّكَ كُنْتَ شَهِيدًا** یعنی اہل کتاب
 میں کوئی ایسا نہ ہوگا جو عیسائی علیہ السلام کی موت سے پہلے ان پر ایمان لے آئے۔ آیت چالیس اس کی تصریح ہے کہ عیسائی
 علیہ السلام بھی فوت ہوئے ہیں جسے خبر ہے کہ آئندہ دہائی میں کسی شہید کے ہمزجی کتاب کو ہی پر ایمان لانا ہے یہی وجہ ہے کہ
 یہ ہمزجہ در حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ تک صحیح صورت میں رہا کرتے کے بعد فرماتے ہیں کہ اگر اسی چٹھویں کو قمر قرآن کی رو
 کی جنس میں دیکھنا چاہو تو آیت ۱۶ لکھو **فَذَلُو** اس کی ترجمہ مفسرین آئندہ آئے گی اور اس سے متعلق کو بھی ذکر وہاں کیا گیا
 گا تو ان کا قطعہ قرآن کو کرم میں کون بھیس آیا۔ پس اگر یہ مسلمہ کتبہ سا جہ سے لے کر کہا دیت ہو یہ اور خدا کا کتاب اور
 اس میں خود ان کے ساتھ آیت سے خدا کی ہرست میں نہاد رہنے کے قابل نہیں ہے (یہ وہ کسی مسلمہ کتبہ سے
 نہاد کیا جائے کہ ہے نمبر ۱۶) کرم کی کتبہ سرور کا۔ جس پر تینا امر است ہادی وہی حق کو کہتے تھے بخدا پر تہی اللہ

مسند رسول کی اہمیت اور
اصول دین سے اس کا تعلق

۱۱۱۱ء کے مبصرین کی نظر یہاں ایک اور واضح حقیقت سے بھی ہٹ گئی ہے۔ وہ صرف اس
بہت عمدہ نقطہ کو دیکھ کر رہ گئے ہیں کہ نزول نبوی علیہ السلام کی ضرورت ایک پیشگوئی ہے اور مسیح علیہ
السلام کی ضرورت مسند رسول کا ایک عیار بن گیا ہے۔ اسی نوع کی ایک پیشگوئی ہے لہذا حقیقت اس رسول
کی تصدیق پہلے سے کر چکی ہے اس کے لئے جس کی اہمیت کیا ہے اور اسی غلط فہمی میں انھوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ
جس دین سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ان کو یہ علم ہی نہیں کہ اس پیشگوئی کو ایک اصولی اہمیت بھی حاصل ہے کہ ہر
ایک کتاب کی وہ مرکزی ماحولوں کا غلط فہم انتہائی پیشگوئی ہے۔ حافظہ میں قیام دے لکھتے ہیں کہ کتب سابقہ میں وہ
مسیح کی آمد کی پیشگوئی کی گئی تھی ایک مسیح پر اہمیت کی جس کا مسند رسول حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے اور دوسری مسیح ضلالت کی
جس کا مسند رسول وہی ہے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وہ مدت چوٹی تو یہ وہی ہے یہ وہی ہے کہ تو مسیح ضلالت
نہر الیہ اور اس لئے ان کی ایذا رسائی اور قس کے رہے رہے اور جب مسیح ضلالت ظاہر ہو چکی ہو یعنی دنیاں تو اس کو
مسیح پر اہمیت کا مسند رسول نہر الیہ کے بھی دور ہے کہ تمام یہود و اہل کفر کے اس کے برعکس فہم کی جس
کو انھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح پر اہمیت کا مسند رسول قرار دیا تو ان کو یہ نہ تھا کہ ایک جزیرہ
اب یہاں ان دونوں پر ہی مبنی ہے اور جو بیسٹ ارض پر بھی مبنی ہے جس میں ایک مسیح کی آمد کا انتظار تھا اور اب یہی وہی
فہم ہے کہ ان کے نزدیک مسیح پر اہمیت کی کوئی پیشگوئی کی گئی تھی اس کا فہم وہی بات ہے۔ لہذا مسیح پر اہمیت کو ان کا فہم
اور ضلالت کو اس لئے کہ ان کے زعم میں وہی مسیح دوبارہ آکر ملکوں کا حساب لے گا اور یہی دن قیامت کا دن ہے
دیکھو اب جو اہل صحیح مسیحیت وہ ہیں۔

اس مسئلہ پر بحث کے وقت اگر اس اہمیت کو بھی سامنے رکھ لیا جاتا تو وہ صحیح ہو جاتا کہ اس پیشگوئی کی حقیقت
صرف ایک نتیجہ کی ہے اور نہ ایک جزئی واقعہ کی بلکہ اس کا تمام تر تعلق اصول دین کے ساتھ ہے جو کچھ رسالت اور
قیامت کے دونوں مسئلے اصولی مسئلے ہیں اور اس مسئلہ کو ان دونوں سے گہرا تعلق ہے۔ یہاں یہود و ان کی یہ گمراہی
مکملی اصولی گمراہی تھی کہ انھوں نے مسیح پر اہمیت ہی خدا تعالیٰ کے ایک بیٹے رسول کو مسیح ضلالت کی قبیل نہر الیہ تھا
اور ضلالت کی یہ گمراہی مکمل تھی کہ انھوں نے خدا تعالیٰ کے ایک رسول کی آمد کو ضلالتی فہم اور اس کی آمد کے
ان کو قیامت کا دن سمجھ لیا تھا۔ ان دونوں شخصوں کی اصلاح یہ کہ ان دونوں پر ہی انھوں نے ایمان کا دار
نہا ہے۔ اس لئے انھیں صلی علیہ وسلم نے ان کی آمد کی مشہور کیا۔ وہی اہمیت محسوس فرمائی ہے جو کسی اصولی معاملہ
کی گواہی ہے اور مسیح پر اہمیت اور مسیح ضلالت کی تفصیلات بیان فرمادی ہیں کہ ہر چند وہ دونوں کے فہم کے وقت
کی شناخت میں دونوں طرفوں کو کوئی معاملہ نہیں مل سکتا یہود و انھوں نے دیکھ لیا ہے کہ اس کو انھوں نے مسیح
ضلالت سمجھا تھا اور لہذا وہاں مسیح پر اہمیت وہی ہے اور ضلالتی کو یہ خوب ثابت ہو جائے گا کہ مسیح ضلالت

خدا کے تعالیٰ کا شریک نہ ہو۔ اور اس کی مخلوق تھا اور ان کی آغوش است کا
 دن نہیں بلکہ وہ ایک بڑی عمارت تھی اور مادی مخلوق غرضی علیہ السلام میں ان سے دور کر دی جائیگی
 تاکہ اختتام عام سے اٹلی تھا اور اس کے راست میں مٹی رکھا اور اس پر کھڑی تھیں وہ ایک ایک کر کے سب دور کر دی جائیں
 اور اعلیٰ سادہ کی وحدت کا مدد پر مٹی اور مسافت سے قریب پر چلتے وقت کھلت اور ان صفت اور اعلیٰ

حضرت علی علیہ السلام
 کا ذکر کہ پہلے نے نوکر والا پر لکھا کہ ان کو اللہ عزوجل سے ہمیں کا ذکر ہر دور میں
 بڑی اہمیت کے ساتھ ہوتا رہا ہے اعلیٰ کتاب کے وہ بڑے بڑے گروہ ان کی ایک ایک صفحہ تاریخ رکھتے ہیں اور
 خود اعلیٰ اسلام کے پاس میں ان کی ایک صفحہ تاریخ موجود ہے یہ کہ مٹی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضور
 نے فضل کر ڈالا ہے اس لئے ان کے نزدیک تو ان کی حیات اور دوبارہ تشریف آوری کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا
 رہ گئے تھا وہی تو وہ ان کے دوبارہ تشریف آوری کے قائل ہیں مگر وہ اس دن کو قیامت کا دن کہتے ہیں اور اعلیٰ
 طور پر ان کے سول چرمائے جانے اور صفحہ ہر کہ سماؤں پر اٹھانے جانے کے بھی قائل ہیں۔ اعلیٰ اسلام کا عقیدہ
 یہ ہے کہ وہ تو ہیں ہوئے اور رسول دیکھ گئے بلکہ زندہ ہی ہم عصری کے ساتھ آسمانوں پر اٹھائے گئے اور قیامت کے
 پہلے پھر اعلیٰ ہم عصری کے ساتھ تشریف لائیں گے اور یہ طریقہ ہی جو آٹھ تشریف اعلیٰ علیہ السلام سے ان وفات کے بعد
 مدون ہو گئے۔ اب ایسا حال اعلیٰ رسول کے متعلق بھی کسی کو پہنچتا ہے کہ وہ کبھی ایسی جہید تاریخ بنائے جو دنیا میں
 کسی جہاد کو بھی تسلیم نہ ہو۔ مثلاً کہنا ہے کہ وہ سولی پر چڑھائے گئے پھر نیچے مرنے کی حالت میں اتار لئے گئے تھے پھر
 کہیں جا کر اپنی طبیعت سے مر گئے اور کثیر یا کسی اور شہر میں جا کر اُن کی لاش کی حالت میں مدفن ہو گئے جس کی اطلاع
 کسی کو نہیں ہو سکتی۔ اعلیٰ علیہ السلام کی اس جہید تاریخ کی مثال بالکل ایسی ہی ہے جیسا کہ کوئی شخص حضرت
 علی علیہ السلام کے متعلق بیان کرے کہ ان کی وفات اور اعلیٰ کا سبب قضا ہے۔ بلکہ سبب عداوت ہے کہ نہ یاد۔
 شاید تو یہ اپنے ہم عصری کے ساتھ آسمانوں پر تشریف لے گئے۔ آئندہ پھر تشریف لائے والے ہیں کیا وہ دنیا میں
 کوئی مقلد ہیں جو اعلیٰ رسول کو کسی ایسی جہید تاریخ پر غور کرے اور اس کے لاعلمی سے کئے تیار ہو۔ ہمارے
 ذرا کہ ایک مسلم فوت شدہ رسول کے زندہ ہونا سازی پر جانے کی تیاری میں اور ایک مسلم زندہ آسمانوں پر ہر روز رسول کے
 متعلق ان کی موت اور ان کی جہید تاریخ میں کوئی فرق نہیں نہ وہ عقائد کے نزدیک سب اعلیٰ تو ہے۔ یہ قائل القات
 ہو سکتی ہے۔

حضرت علی علیہ السلام کی وفات
 کی وجہ سے اعلیٰ علیہ السلام کے متعلق کسی شخص کے بغیر اب کتاب لکھی۔ اسے پھر ان کی موت اور ان

کی قبر کا صحیح حال اب تک ان سب پر کیے گئے ہیں۔ بالخصوص یہودیوں کے نقل کے سنا گئے۔ اس احمد افسوس کے لیے
 حضرت انبیاء کو دیکھتے تھے کہ یہ کوئی حدیث علیہ السلام کے مقبول ہونے کے لیے ان کی قبر کا نشانہ ہی ان کے لیے سب سے
 اعلیٰ ہوا ثبوت تھی مگر یہاں تو یہودیوں کی قبر کا پتہ نشان بتا سکتے ہیں اور وہ اس بات میں نساہنی کے پاس ہی کوئی
 صحیح علم ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ادا حضرت علیؑ علیہ السلام کی موت کے درمیان جو مدت ہے وہ تو دنیا پر
 سال کی مدت سے زیادہ طویل مدت نہیں کہ اس میں کسی ایسی اولوالعزم یا نبی شخصیت کی قبر اتنی پتہ جو جائے
 کہ اس کے منہ والوں بلکہ چہنے والوں کو معلوم ہو اور نہ اس کے دشمنوں کو امانت میں نہ معلوم کتنے اولیاء اللہ کو پہنچے
 ہیں جن کی وفات پر اس سے کہیں زیادہ کی مدت گزر چکی ہے مگر ان کی قبریں ایک آواز یا دغا میں معلوم ہوتی ہیں پھر
 عیسیٰ علیہ السلام کی موت اور ان کی قبر کی ایسی گمانی یہ کیسے نہیں تھیں ہو سکتی ہے۔ اس سے زیادہ حیرت اس پر
 ہے کہ حضرت علیؑ علیہ السلام نے نشریہ لکھ کر ان کے خلیفہ میں بھی موت کا اعلان نہیں فرمایا اور نہ ان کی قبر کا
 ایسا نشان بتایا۔ ورنہ ان کے یہ سائل آپ کی آنکھوں کے سامنے زیر بحث ہیں۔ بے تحاشے اس کے برعکس فرمایا تو یہ کہ
 وہ زیادہ نشریہ لائیں گے اور بھی ان کی وفات نہیں ہوئی اور قبر نہائی و مستقبل عید میں اپنے پہلو کے قریب
 مدینہ طیبہ میں۔ اس سے زیادہ تعجب نیز بات یہ ہے کہ قرآن کریم نے ترویج الوصیت کے موقع پر حضرت علیؑ علیہ السلام
 کے مسمیٰ سے صریح حالات کا تذکرہ فرمایا ہے مثلاً ان کا کھانا کھانا کا یا پکانا طعام مگر ان کی وصیت کے خلاف جو سب
 سے واضح ثبوت تھا عیسیٰ پر کہ وہ ہر جگہ ہیں اس کو ایک جگہ بھی جیسا ان کے مقابلہ میں ذکر نہیں فرمایا۔ وہ کبھی ہو چکی
 ہو یا نہ مبارک ہے یہ بخلا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ہوئی وفات ہو چکی ہے۔ پھر وہ خدا کیسے پر سکتے ہیں حالانکہ
 بارہا میرا یوں کے ساتھ آپ کے مکاتبات ہوتے ہیں۔ پھر اس تحقیقاتی دور میں جہاں جیل اور سٹارٹ (starve out)
 پر رستانی ہو چکی ہو، فرعون کی لاش دستیاب ہو چکی ہو اور رفیقین فرح علیہ السلام کے ان حالات معلوم کئے جا چکے ہوں اور ان کیا
 اس مقدمہ میں رسول کی قبر غرضی رہ سکتی تھی۔ ان حالات میں جیسا کہ اپنی جانب سے ہم ان کی موت اور قیام نشانہ ہی کے مسمیٰ
 جتنے ہیں تو ہماری دنیا میں اس کی کیا قدر و منزلت بھی جاسکتی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات
 ہو چکی تھی تو عیسیٰ علیہ السلام کا
 طوطا ان کی بات کے خلاف نہیں

یہاں غور فرمائیے کہ یہاں جیسا کہ اگر بالفرض حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت
 واقع ہو چکی تھی تو پھر تمام انبیاء علیہم السلام میں سے ایک ان کی خصوصیت کیا
 تھی کہ ان ہی کے مسافر میں تعدادی سے گزر اہل اسلام تک ان کی حیات اور
 ان کے نزدیکی کے قتل کے ساتھ قائل ملے آ رہے ہیں۔ پہلے نصاریٰ کو اپنی فرض عقیدت سے کسی بے اصل بات کا
 دعویٰ کرنا ایسا تو جہاں سے بھی نہیں فرمایا ان علماء اسلام کے لئے اس کا کیا حق ہو سکتا تھا جو عہدہ ترویج الایت
 میں سرگرم رہے ہیں بلکہ اس مسئلہ میں کن کے علم سے ایسے کلمات بھی نکل گئے ہیں کہ اگر جس ان کی جرمی جس

نصرت میں ہر مسک یا غصہ جس جگہ جیانی پر نہ لگے ہوا ہے ہر اول کہ وہ اللہ کے وہ عیناً اور نہ تو ایسا بات سمجھی اور نہ
 واقعی کہ اللہ کا سب سے پہلا نام "الحی" ہے اور میں نے اللہ نام رکھے ہیں۔ سورہ آل عمران میں جو قصہ بیان کیا گیا کہ
 کہنے لڑی اس پر سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کو "الحی القیوم" کہہ کر ان کی ترویج لگی گوسا کی سورت میں ایک بار
 بھی یہی علیٰ شانہ کے حق میں سورت کا لفظ نہ لگایا۔

نصرت یعنی علیہ السلام کی سورت کا سننا یہ اچھا ہوتا ہے کہ نصرت میں علیہ السلام کی سورت کا سننا صرف عام
 علم انسان کی سورت یعنی کوئی نہ لگے نہیں۔ انسان کی سورت پر ان کی سورت کے طے نہیں کیا جاسکتا کہ جو کچھ عام انسان کی حیات
 و موت سے قریب کا راز یا مانتا ہے عقیدہ کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس لئے یہ سورتیں اس کی سورت کا قریب نہ لگایا جاتا کہ
 یہ ایک ایسے دوا اور دوا کی دوا کا مسئلہ جس کی سورت کی نصرت کی نصرت دیکھ کر انسان میں ہمیشہ سے ہی ہر چیز
 جس کی حیات کے واضح اور مستحکم دلائل ہیں وہ سورتیں اس کو صرف عام انسان پر قیاس کر کے کیسے طے کیا جاسکتا ہے
 یہ بالکل آسانی پر مشتمل ہے جتنا کہ کسی ایسے زندہ شخص کی طرف اشارہ کرتا ہے اس کی سورت کا قریب نہ لگایا جاتا کہ حیات
 کی شہادت اور شہادت کے ذریعہ بھی اور خود اس کے بیانات سے بھی سلسلہ موصول ہو رہی ہو یہاں کوئی ناقص
 ایسا نہیں ہے کہ ان حالات میں صرف اس کی دلت سلف کے غیر سورتی طوالت کی وجہ سے اس کے نزدیک وہی کہیں
 نصرت میں دلائل کے اور کوئی دلائل یہاں اس کی درایت کی تقسیم کا حکم دے سکتی ہے۔

خوب یاد رکھو یہاں کوئی معاملہ خاص و خاص کی روش میں یا یہ نبوت کا پہنچ جانے والی صرف عام تیار ساخت
 کوئی حکم لگانا چاہی ہوئی فطرتی ہے مثلاً آج جبکہ فزول کی لاش چنڈ شہرت کے ساتھ دریافت ہو چکا ہے تو اب یہ شخص
 اس بار پر اس کا انکار کرنا کہ ایک طرف شہدہ لاش کا وہ بھی میکانوں سال کے بعد بھیجے دیا جائے اور پھر کو علم و شہد
 کے خلاف ہے اس لئے فزول کی وحش کا بارادہ ہو چکا ہے قابل تسلیم نہیں یا قابل بغینہ نہیں ہے ظاہر ہے کہ اس قیاس کی
 عقل و دماغ کے نزدیک کوئی وقعت نہیں اسی طرح نصرت میں علیہ السلام کی وفات کا سننا بھی ہے یہاں صرف
 عام قیاسات اور علم و ادب کوئی غصہ نہیں کیا جاسکتا کہ کوئی سورت کا سطر قرآن وحدیث کے واضح سے واضح ہو سکتا
 طور پر قطعہ بیان میں لکھا ہے۔

سورت و موت کا سننا یہ عام | اس امر پر غور کرو کہ یہی ضروری ہے کہ حیات و موت و حیات کے تمام واقعات میں شامل ہیں
 واقعات میں شامل ہیں جو آج | بہت سے دنیاوی علم مستحکم قوت ہوئے اور بہت سے پہلی آیتوں کے ذمہ دار
 حدیث میں اس کی ایک کون ہے | شہید بھی جو ہے اس طرح مستقبل میں بہت سے بیکار اور نامبارک فرد و شخص
 کے لئے کہ چٹکے تیار کی گئی ہیں مگر ان سب میں نصرت میں علیہ السلام کی آمد اور ان کی حیات کے مسئلہ کی نصرت کیا
 جاتی کہ سب سے لے کر قرآن کو تک نے اس کے بیان و اختراع کا انجام کیا ہے اور نصرت میں علیہ السلام و مسلم

نے بھی باوجود ان کے متعلق نزول کی مشکوکیت کو ذرا دور اس کو اپنی تفسیلات بیان فرمائی ہیں یہی ان کی کسی اور سرسے شخص کے متعلق نہیں فرمایا۔ جیسا کہ اس کی وجہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ ان کے تعلق آئندہ زمانہ سے اپنی ذاتی ہے اگر حضرت مصلی علیہ السلام بھی دوسرے انبیاء و صلحہم السلام کی طرح فوت ہو چکے ہوتے تو جس طرح ان کی موت اور مروج موت کی تفسیر سے سکوت اختیار کر دیا گیا تھا۔ یہاں بھی سکوت اختیار کر لیا جانا مگر چونکہ ان کو بھی وہ دوسرے نصرت لانا باقی تھا اس لئے آپ نے ان کی آمد کی تفسیر سے کچھ خاص اہتمام فرمایا ہے تاکہ ان کے متعلق پہلے بار دوہری توہم مگر ہو چکی تھیں۔ دوسری بار اب وہ اپنی اپنی اطمینان کو مصداق طور پر سمجھ جائیں۔ اور دنیا کی حقیقت سے جس طرح وہ پہلی بار کفر و مرجع ہو چکی تھیں اس مرتبہ ایمان پر مرجع ہو سکیں اور وہ ان میں جن کتبائے ان کے سنسن پر نہیں مرنے کی مشکوکیت ہوئی۔ اب وہ اب سے پوری ہو جائے۔ حضرت مصلی علیہ السلام کا یہ واضح اور روشنی بیان جس طرح کہ اس آئندہ پر ایک انسان عظیم ہے اسی طرح دوسری آیتوں پر بھی ہے کہ ان کو موت پہنچے تھیں جس حضرت مصلی علیہ السلام کی مرجع صرف اور ان پر مرجع ایمان کا سامان نہیں رہا۔ اسی سے حضرت مصلی علیہ السلام کے متعلق یہ فیض و برتری کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ وہ مسالہ جوام کمالیجے سے پہلے آئے ہیں۔ جسے وہ آپ کے دور میں کس طرح سمجھتے پہلے جا رہے ہیں۔

ناظر فرمے یہ کہتے ہیں کہ ان کی پہلی آمد آیتوں کے ختمے کا موجب بھی ان کی دوسری آمد سے ہدایت کی کیا توضیح ہو سکتی ہے اور نتائج بھی نہیں سمجھتے کہ اس کی ذمہ داری اگر تمام آیتوں پر چاہے ہوتی ہے تو ان کی دوبارہ آمد میں ملاحظہ کیا ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ دوسرا ان کی خود ان کی پرچا ہے۔ اصل اور باقی ہے۔ یہ امر درست خدا کے ایک حکم پر موقوف ہے اور مرجع مصلی علیہ السلام کی ابتدا ہے۔ ہمارے بیان سے یہ واضح ہو گیا کہ ان کی دوبارہ آمد صرف اسی وجہ سے ہے۔ اسی یعنی حکمت کے اظہار کے لئے ہے کہ یہ بات علم و شک کا رد ہے کہ ان کو چھوٹوں نے مگر مشکلات ظہر رہا تھا۔ ان کی شقاوت تھی ہر حقیقت وہ مرکز ہدایت تھے اور اس طرح جہاں ایک طرف ان کی ہر گز ثابت ہو دوسری طرف حضرت مصلی علیہ السلام کی غلطی و تزلزل بھی ظاہر ہو۔ کہ اب جو جہاں بھر کے ناظر تھے وہ آپ کے دوسرے کہتے باہم ہو چکے ہیں۔ خاص حضرت مصلی علیہ السلام کے

من جملة نزول انہی

اور دوبارہ آمد تشریف نہیں دے میں گئے تو حدیث میں نزول کی مشکوکیت خاص اسی نام نسبت کے شخص کے متعلق کیوں کی گئی ہے اور کیوں صاف طور پر دنیا کے ہر شخص کے سامنے اس کا یہی نام ذکر نہیں کیا گیا جو اس کا اصل نام تھا نیز یہ سوال بھی اہم ہے کہ کسی ایک حدیث میں ان کے تعلق ولادت کا یہ صاف لفظ کیوں نہیں فرمایا گیا تاکہ یہ بات صاف ہو جاتی کہ جو شخص آئندہ آئے وہ وہاں اس کی طرف کسی وقت پیدا ہوگا اور وہ صحیح اس میں نہیں بلکہ کوئی اور دوسرا انسان ہے۔ بالخصوص جبکہ وہ دم بدم کی اور قابل جو بھی سہا کر وہاں تک انسان آئندہ ہی ہر ہونے والے تھے ان کے حق میں ولادت ہی کا صاف لفظ فرمایا ہے اور ان کی وہی نام نہیں ذکر فرمائی گئی ہیں جن کی

اس نام نسبتیں نہیں ہیں کوئی وسیع نہیں ہے کہ اگر مسیح بن مریم در حقیقت فوت ہو چکے تھے اور ان کی بجائے کوئی اور شخص
 ان کا ہر رنگ اس نسبت میں پیدا ہونے والا تھا تو اس کے حق میں کہیں روایت کا نسخہ پورا نہ ملتا کہ کسی ایک حدیث میں
 اس کے اصل نام نسبت کی تصریح نہ کی جاتی اور کہیں اس کے اصل شہر اور محل پیدائش کا پتہ بتایا نہ جاتا بلکہ ہر جہد میں یہی
 نام نسبت ان کا ملوث رہی تمام صفات و رویہ مندرجہ ذیل کا ہے جو در حقیقت مسیح اسرائیل کا تھا۔ کیا اس نام نسبت والے
 شخص کے متعلق عیسائی قوم وہ بات اسکا اختراع کر رہی تھی اسی نام نسبت والے شخص کی دوبارہ آمد کا پیشگوئی کر کے
 عیسائیوں کی بکلی طور پر تائید کر لی نہیں ہے اس انداز بیان کا مطلب ایک سیبی کی بات کو اور اٹھا دینا اور ہدایت کن بنانے
 اور گمراہی میں مبتلا کر لینے والی بات ہے۔ پس اگر صرف اس ایک بات پر غور کر لیا جائے کہ مدثریوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام
 کے بارے میں زیادہ دیکھ کر نازل کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اور کون ایک مرتبہ بھی وہ بات کا لفظ نہیں جو دنیا اور کون تمام
 مقامات پر نامی اسرائیل رسول بزرگ کے نام نسبت اور محل و شہر کو ذکر کیا گیا ہے اور کون اس کا اصل نام نسبت ذکر
 نہیں کیا گیا تو یہ بات بالکل صاف چو جائی کہ عیسائیوں کی نسبتاً ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئے والے ہیں جو ایک بار پہلے پہلے
 ہیں اور وہ دائرہ میں واقعہ زمانہ میں ان کا نازل ہوتا ہے۔ مدثریوں کے اس واضح بیان کے باوجود حضرت عیسیٰ
 علیہ السلام کی شان میں جو حدیثوں کی تائیدیں کرنا اور ان کو بھی دوسرے انسانوں کی طرح ایک پیدا ہونے والا انسان ثابت
 کرنا ایک ہی طرح جو حقیقت ہو گا جیسا امام ہمدی علیہ السلام و رجال کے بارے میں روایت کے صاف لفظ ذکر ہو جائے
 کہ باوجود دعویٰ کرنا کہ امام ہمدی علیہ السلام اور رجال بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح اسکان سے نازل ہونگے
 پس جس طرح امام ہمدی علیہ السلام کے حق میں ان کے نازل کی بجائے نسبت کو ان کی روایت ہی کا اختلاس ہے اسی
 طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں ان کی پیدائش کے بجائے ان کے آنے کی روایت ہی کا اختلاس ہے۔ ہم کو اس کا کافی
 حق نہیں کہ مدثریوں میں جہاں صاف طور پر نازل کا صاف لفظ آچکا ہے وہاں اس کے منہ روایت کے بارے میں
 روایت کا صاف لفظ وہ ہے اس کے منہ نازل ہو گا اور اس۔

غیر صرف پیغمبروں کا انکار یا جو پیغمبر یا مہدی نہیں ہیں ان کے متعلق قبل از وقت تک کو یہ کہنا کہ مسلمانوں کا مسیح
 ہونا وہی رسول خدا کا اختلاس ہے امام ہمدی جب تک بھی نہ آیا تو آخر تک اسے گا باطل کھاد کے جس کوئی کے متنازع ہے جو
 انھوں نے قرآن و مجسم اسلام کے مقابل میں نیاست کے پاس سے کہا تھا و دیوں حق ہو تو جس ان کیوں قریباً
 حقیقت ہے کہ اسلام جو کہ قیامت تک باقی رہے و تا نہ سب سے اس لئے اس کی پیغمبری کا جس بھی قیامت
 تک وسیع رہنا چاہیے بہت سی پیغمبریاں ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نبوی جو تکلیف ہو کہ حضرت
 صاحب کے زمانہ میں ہوا اور اس کے بعد ہی طرح ہر دور میں ان کا ایک ایک حصہ ہوا ہے اسی کو پورے وقتوں کے
 ساتھ کہا گیا ہے کہ زمانہ کوئی اور نالی نہیں گذرے جس میں آپ کی پیغمبری کا کوئی نہ کوئی شخص انھوں کے سامنے نہ

دارم مسئلہ میں جنگوں کی سرگزشت بہت مختصر اور جامع الفاظ میں اگرچہ برسی ہو تو آپ ان الفاظ میں پڑھ لیں
 جو کچھ مسلم ہر موجود چیز ایک ذرہ کے کام میں ہی جھک چکی کہ قابلِ کبریت نہ ہوگی کہ وہ کہیں قتل کر دے اور
 قتل کو غیر مقرر ہوگا کہ وہ کس جرم میں قتل کیا جائے۔ ہر نے سبھوں سے دیکھ یا کہ اس جھگڑا میں جس قتل کا یہ نقشہ تھا
 کہ ایک انسان دوسرے انسان اور ایک جماعت دوسری جماعت کے قتل کے لیے تھی اور کسی کو جس شخص کی ضرورت
 نہیں تھی کہ اس کا ساقی ہے یا مخالف قتل کرنے والا کسی گناہ میں دوسرے کو قتل کر رہا ہے اور مقتول کیوں مست اور مایوس
 ہے۔ خلاصہ مذکور کی جنگوں کو صرف گزشتہ زمانہ میں نہ کر دینا اور مستقبل میں پوری جو نئی جنگوں کا قابلِ وقت
 اتفاق کر کے تصحیح ہمارا دامن کے احکام پر گناہ مہربانہ درحقیقت یہ ایک عومِ بشریت کا احکام ہے کہ جو کچھ گزرا ہے کبھی نہایت
 کتب کے لئے ہے تو پھر اس کی صداقت کے نشانات بھی دنیا کے ہر دور کے انسان کے سامنے آئے ہیں اسی لئے
 قرآن کو ہم نے نہیں زنا کیا ہے سب جنگیں کیاں آپ ہی کی مہارت میں پوری ہو گئی۔ خود بعض دین کی کچھ نقد فرما ہے۔
 قلنا من ینک بعض الذی یفعلہ او یفعلک فالیسوا حوجہ۔ (پولس ۱)

وان ینک کا ذی فعلیہ گذریدہ وان ینک صلا قادیلیکرم بعض الذی یفعلک۔ (فقہ ۱۲۴)
 اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ بعضی غیر اصولیہ و الشکوک کے متعلق بھی آپ نے اس وقت استدلال کر کے خود خود شک یا جو اور
 پھر صرف حدیثوں کی ایسی ہیسی تاویلیں کرنے کے لئے جو ہر جا میں ہوتا ہے نہ عالم میں قابلِ شک و دہشتہ دین میں
 شیعہ کا باعث بن جائیں کہ جو کچھ دین کے نوافل الفاظ کی حقیقت ثابت ہو تو پھر کیا اہل بیت ان کو جاسکے ہے
 کلمات و صفات اور ستر و قشر و حقیقت و حاشیہ کے وسیع الفاظ کی صحیح تفسیر کیا ہوگی اور اس طرح ہر سے کے لئے
 دین پر کیا اطمینان باقی رہ سکتا ہے۔

قرآن کو ہم نے روکا کہ مسئلہ ہی! قرآن کو ہم نے کھانا سے منہ مٹا دیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے آسمان پر جانے اور
 رہنے میں کوئی عیب نہ ہو کہ مذکورہ صرف یہود کے مابہ لغت کے بیان کے ضمن میں لکھا ہے
 یہ جوں و کھم نہیں آتا۔ اس ضمن میں قرآن شریف نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہود کے عقائد ان کے قتل کرنے
 کے میں ہیں اور نصاریٰ کو یہوت سے بغض نہیں ہوتا ہے بلکہ ان کے دشمن کے قاتل ہیں اس لئے یہاں قابلِ و تر
 صرف یہی مسئلہ تھا کہ وہ مقتول ہوئے یا نہیں اور اگر مقتول ہیں تو آسمان پر اٹھائے گئے یا نہیں۔ ان کے
 نازل کا مسئلہ تو وہ کسی مقام پر بھی زیر بحث نہیں آیا۔ پھر ہم کو کسی آیت سے ثابت نہیں ہوتا کہ نازل یا عدم نازل کا مسئلہ
 کسی اہل کتاب نے آپ کے سامنے پیش کیا تھا لہذا جب یہ مسئلہ آپ سے پیش کیا گیا تو آپ نے قرآن کریم
 ہی کے سامنے یہ مقدمہ پیش کیا تو آپ صرف اس کے ساتھ نازل کا فقرہ ذکر فرمایا تو کبھی ہوتا ہے اگر نازل کا مسئلہ ہی اس
 وقت کہیں زیر بحث آتا تو اوصافِ حق بیان، دفع کا خدا صراحت کے ساتھ ذکر فرمایا تھا اور ان الفاظ میں جتنا ہی علم رکھتے

کے لئے من کی شریعت آوری لازم ہے کہ کون شہادت شہود سے شہنشاہ ہے لہذا منی میرا منہ مہ تک کہ میرا شہنشاہ اور
 اس میں سوجہ و ہواں ان پر گواہی کیسے دیکھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ قیامت میں حضرت منی میرا شہنشاہ فرما دیں گے و کنت
 علیہم شہیداً ما دامت فہم فلما فوخیلن کنت انت الرقیب علیہم لیکن جس میں ان پر گواہ تھا سب تک
 کہ میں ان میں سوجہ و ہواں اور سب تو نے کہہ کر اٹھایا تو فرمایا ان کا گواہی ملتا تھا۔

سبیت بالاس معلوم ہے کہ حضرت منی علیہ السلام پر روزے کے لئے میں ان میں سے ترکی شہادت کا زمانہ
 صرف وہ سب میں ہی کہ آپ کے مذکور ہوئے اور دوسرے دن میں ہی کہ آپ ان میں موجود تھے وہ آپ کی شہادت
 سے خارج ہے میں آئندہ اس کتاب پر آپ کی شہادت کے لئے دوبارہ آپ کی شہادت آوری ضروری نہ رہی۔ منی علیہ حضرت
 ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو حضرت منی علیہ السلام کے زوال کی دلیل فرماتے ہیں حضرت کہ وہ منی میں صلیب سے تو
 زوال کی پیشگوئی کرتا تھا کہ ایک بد نصیب جماعت وہ ہے جو اس کو عدنی پیشگوئی ہی کہے گا تیار نہیں۔

ومن یجعل اللہ له فوزاً فضالاً من نور

قرآن کریم کے روح جہانی ۱۰
 حضرت کے زوال ہونے کے
 اہتمام فرمے گی حکومت

جمیت حضرت کے حضور میں ہر بات پوری وضاحت سے لکھ چکے ہیں کہ حدیث و
 قرآن کے امین تھے و شہادت کی کی نسبت ہے۔ آیات قرآنیہ اور شہادت حدیثیہ پر
 آپ متنازعہ کر رہے ہیں چاہیں گے حقیقت آپ کا منی ہی روشن ہو جائے گی

اسی لئے آپ ملاحظہ فرمائیں کہ کجیاں کہیں قرآن کریم کی عظمت کے پیش نظر کسی مسئلہ کا ایک ہی سبب اپنے بیان میں
 لے کر ہے تو قرآن اس کا دوسرا سبب حدیث سے لے کر ہے اور اس طرح مسئلہ کے دونوں سبب وضاحت ہو جاتے ہیں جائز
 ہیں اور حقیقت حدیث کے بیان کہلانے کا خفا بھی یہی ہے۔ شہادیت حضرت لہذا علیہ شہادت کی قوم نے صنعت رجال میں
 ایک تہا کہ حق کی بنیاد ازل و قرآن کریم نے اس عمل کی حرمت کا تذکرہ بھی صرف رجال میں ہی فرمایا
 ۱۱ صنعت رجال میں ہے و جہاں اس عمل کی حرمت پر زور دیا ہے لہذا رجعت کے حذر کیا تھا کہ اگر جہاں اس عمل میں

اس طرح کا جو وہی نہ ہو تو پھر اس کا تذکرہ کر کے خواہ مخواہ ذہنوں کو اس طرف متوجہ نہ کیا جائے لیکن حق کو شرعی
 نظر میں ان دونوں عملوں کی حرمت کیساں تھی اس لئے حدیث نے صنعت رجال میں اس کی حرمت کا اسی شدہ سے
 اعطی کیا جس طرح کہ قرآن کریم نے صنعت رجال میں اس کی حرمت کا احاطہ کیا تھا اور اس طرح دونوں صنعتوں کے
 حکام و وضاحت سے ہمارے سامنے آئے۔ ہمارے اس بیان سے یہ سوال بھی مل جائے گا کہ اس عمل کی حرمت کی
 قرآن کریم میں صنعت رجال کی تفسیر ۱۱ حدیث میں صنعت رجال کی تفسیر کا سبب کیا ہے اس طرح کا منی خود کے دہم میں
 صنعت رجال کے ساتھ اور احزاب اور اسکا کا مسئلہ بھی اس زمانہ میں حریروں سے کس حد تک الگ دہنا چاہیے
 اور کھانک کے سے خطا کر کے ہاں کھانا ہے یہاں یہود نے تو جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے باب میں تاسا لہ کر کے اٹھا کر

ان آیات میں وہ اپنے گھروں میں بھی داخل نہ ہوتے تھے اور خدا ہی نے اتنی بڑی اور ایسی نصیحتیں کر لی تھیں کہ ان کو نماز سے اجتناب کرنے کا ان کے دل یا پس بیکار نہ تھا اور کچھ ایسا بے مصلحت نہ تھا کہ جب اس مسئلہ کے تعلق میں حضرت علیؑ اور علیہ وسلم سے سوال کیا تو ان کو یہاں قرآن کریم نے اپنے بیان میں اعتراض کا پہلو لے لیا تھا اور یہی صفت بشری کے مناسب بھی تھا اور معاذ فرمادے تھا کہ مَا خَلَقْتُ لِقَوْمٍ فِي الْخَيْبِ . ان آیات میں حقوق سے انکسار جو تو اس کے جواب میں آپ نے اپنے قول میں سے فرما دیا اور اختلاف بیان فرما دے . صحیح مسلم میں ہے کہ یہ آیت فاعزوا بالحق . فی الخیض نازل ہوئی تو حضرت علیؑ اور علیہ وسلم نے فرمایا اوصتوا علی حق الالہ کا حق . یعنی ان آیات میں ہم بشری کے علاوہ سب کچھ جائز ہے . اب اندازہ فرمائیے کہ قرآن کریم نے تو فقط اعتراض کا فرمایا تھا پھر اپنے اس کی تفسیر میں حدود اختلاف کیوں بیان فرمائی . حقیقت یہ ہے کہ حدود اعتراض ان اس وقت تک نہیں ہو سکتی تھیں جب تک کہ حدود اختلاف بیان میں نہ آجائیں . وجہ مذکورہا متیقن الاشیاء لہذا یہاں وہ حدیثیں جو ان آیات میں آجائیں انہیں کے ساتھ آپ کے اختلاف کے متعلق روایت کی گئی ہیں وہی روایتیں ہیں چنانچہ آجائیں تاکہ یہ بات پورے طور پر مل جو جیسے کہ ان میں آپ نے اس تاکید کے ساتھ اس کی حق وضاحت کی کیا منظور آجی حتیٰ غرض یہاں بھی قرآن کریم نے مسئلہ کلام کے بارگاہ کی حق وضاحت سے اس کا ایک پہلو بیان میں لے لیا ہے . ان اس کا دوسرا پہلو تو حدیث میں لے لیا ہے اور حقیقت حدیث کے بیان ہونے کا یہی شمار بھی ہو . اس مقام سے حدیث کی حیثیت سے اس میں اس کی ضرورت کا اندازہ کر لیا جائیگا .

اس مقام کے ذہنی نہیں کرنے کے سبب آپ حضرت علیؑ علیہ السلام کے اس صادر پر غور کریں گے تو آپ کا موقف جو اگر آپ قرآن کریم میں حضرت علیؑ علیہ السلام کے رتبہ کا مسئلہ وضاحت سے آچکا تھا تو یہاں حدیث کا فرض بھی ہونا چاہیے کہ اسی ضابطہ کے تحت رتبہ کے بعد نزول کا مسئلہ جو اس کا دوسرا پہلو ہے پورے طور پر روشن کر دے اسی لئے نزول کا دوسرا پہلو حدیث میں اتنی تفصیل تکا کہ جس سے کھٹا کر بیان کیا اور اس کو مختلف مقام اور مختلف جگہوں میں پیرایہ پر پیرایہ استاد مع فرما کر ایک طوطی علیہ السلام کے نزول میں کسی منبہ کے محل باقی نہیں رہا . دوسری طرف قرآن کریم کے فقہاء میں کسی قسمی تفریق نہ ہوگی کہ آپ اس میں اپنی ساہمیاں بھی باقی نہ رہا . اب آپ قرآنی نقطہ رتبہ اور حدیث کے فقہاء نزول کو متینا ملکر فرمیں گے اتنا ہی ان کے رتبہ جمالی اور نزول جمالی کا مسئلہ آپ کے سامنے کھٹا بیٹا جائے گا . کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ جو شخص ہم کے ساتھ آئے گا وہ بیشک ہم ہی کے ساتھ آٹھا یا لایا ہے اور ہم ہم کے ساتھ آٹھا یا لایا ہے اس کو متینا اور بارہا ہم ہی کے ساتھ آٹھا یا لایا ہے .

اب یہ متنبہ بھی مل جو کہ حدیثوں میں اس کثرت کے ساتھ نزول کا ذکر ہوتا ہے اس کثرت کے ساتھ رتبہ جمالی کا ذکر نہیں ہوتا . وہی طوطی قرآن کریم میں جس مرحلت کے ساتھ رتبہ جمالی کا ذکر ہوتا ہے اس مرحلہ پر اس کے

حضرت مصطفیٰ علیہ السلام کے سادوں میں سے
 زیادہ اور غلط رائے کا ہے تو فی کا غلط
 قرآن کریم کی تفسیر میں دینا اور نہیں

حضرت مصطفیٰ علیہ السلام کے سادوں میں سورہ ان کی قرآن میں تین الفاظ استعمال فرمائے گئے
 ہیں۔ قرنی۔ رفقہ علی اللہ اور سورہ قساص میں یہاں ان کے مقدر پر غصاں ہو
 پر محبت کی گئی ہے وہاں صرف رفقہ علی اللہ کا غلط استعمال کیا گیا ہے ان تینوں
 الفاظ میں غلطی کا غلط تو فی رفقہ کے ساتھ ہے کیونکہ لغت سے ان کی تفسیر کا مقصد ان سے ان کی غلطی کی سبب و جزا
 کسی صورت سے بھی جو اس لئے قابل محبت دوسری الفاظ ہیں۔ قرنی۔ رفقہ علی اللہ۔ ان دونوں سے جس الفاظ کو ان کے
 مقدر میں بھیجنا چاہی ذکر کیا گیا ہے ہر صورت غلط رفقہ کا ہے جس کا یہ مطلب نکلتا ہے کہ تو فی اور رفقہ کے دو عدل ہیں
 سے رفقہ کا مدد تو حضرت کامل اللہ علیہ السلام کے دور سے پہلے پہلے پورا ہو چکا تھا اور اسی لئے اس کو بھیجنا چاہی اور تو فی
 کیا ہے اور کسی آیت سے یہ ثابت نہیں ہو گا کہ تو فی اپنے مقدر کا مدد بھی دوسرے وقت پورا ہو چکا تھا اس لئے اس کو بھیجنا
 چاہی ذکر نہیں فرمایا گیا۔ ہاں سورہ ناکہ میں حضرت مصطفیٰ علیہ السلام کی اپنی زبان سے تو فی کا غلط کو بھیجنا اپنی استعمال
 کیا گیا ہے۔ مگر صیب حضرت قرآن کریم وہ ان کے غلط کے ذیل میں نہیں ہے بلکہ اس سوال کے جواب میں ہے جو حضرت
 میں ان سے چڑھا اور غلط ہر جگہ کو تیسرے سے قبل ان کی موت واقع ہو تا صیب کو قسم ہے لیکن یہاں قرآن کریم نے ان
 کے مقدر پر غصہ کیا ہے اور ان کے سادوں کے انکشاف کی حالت تو یہ (قرنی) ہے وہاں صرف غلط رائے ہی استعمال فرمایا گیا
 اور تو فی کا غلط ذکر نہیں فرمایا جیسا کہ سورہ ناکہ میں ہے۔ وما تقاتلوه یقیناً بل رفقہ اللہ الیہ۔ یہ بات غلطی ہے
 کہ انہوں نے حضرت مصطفیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی موت بخشا دیا۔ اگر تو فی کے معنی موت
 ہوتے تو ان کی موت واقع ہو چکی ہوتی تو ضروری تھا کہ یہاں بل نو قاتلہ الیہ فرمایا جاتا۔

نکاح سے کہ اس معاملہ میں اصل فیصلہ کن غلط رائے کا ہے وہی ہے مقدر کے فیصلہ میں خاص طور پر ایسی غلطی پر زور
 دیا گیا ہے اور تو فی کے غلط کو بہت سبب دی گئی اس لئے یہاں جنہوں نے غلط تو فی کی کوئی تفسیر پرانا وقت نہ خرچ کیا
 ہے وہ بالکل ضائع کیا ہے کیونکہ تو فی خواہ کسی معنی میں بھی متصل ہو مگر قرآن کریم نے اپنے فیصلہ میں نہ منسو کوئی وجہیت
 نہیں دی۔ کیا یہ امر قابل غور نہیں ہے کہ اگر کوئی غلطی علیہ السلام کی موت واقع ہو چکی تھی تو پھر ہر مقام پر اس کیفیت کا احوال
 کہوں کیا گیا ہے اور کہوں صاف الفاظ میں نہیں فرمادیا گیا۔ وما تقاتلوه یقیناً بل رفقہ

حضرت مصطفیٰ علیہ السلام کا مندرجہ ذیل خطبات ۱۰۰۰ تک کی تفسیر کے ساتھ اور کہنے کے قابل ہے کہ حضرت مصطفیٰ
 کے سادوں میں محبت آج کا ہے یہاں ان کے علیہ السلام کا یہ معاملہ تو اسے خیر کے طور پر ایک قسم کی توجہ رکھتا ہے کتب
 سادوں میں کچھ ایک قسم کی توجہ رکھتا ہے۔ سادوں سے لیکر قرآن کریم اور احادیث تک یہ ایک قسم کی توجہ رکھتی ہیں۔ انہوں نے
 ان کی تفسیر میں جو کہ یہاں کتب لغت میں صرف زور دل یا صرف غلط رائے یا صرف تو فی کے الفاظ پر غصہ و ملحدہ و محبت کی حالت
 صرف ایک ہی قسم کی محبت ہے بلکہ یہاں یہ محبت کے معنی کرنے کے مراد ہو سکتی ہیں بات یہ ہے کہ ان کے بارے میں

جسے تفصیل و اوقات عرض بیان میں آپکے جہان کی روشنی میں ان الفاظ کے معنی نہیں کئے جائیں گے جو اہل حق
صورت و اقدار کے بغیر ایک وسیلہ جو کہے ہیں بیان و ترجمہ سے قطع نظر کے الفاظ میں ہمارے اشتہار کے لیے وہ بحث کمزری
اور بی حد و درجہ غیر متحمل ہے جس کی لفظ کے سے معنی نہ ہاڑی جس میں کرنے کے لئے صرف لغت کی عام بحث شروع کر دینی
کیجے طریقہ نہیں بلکہ اپنے اس کے متحمل کامل درود سب قوانین اور عادی حالات پر غور و افہامی ضروری ہے۔ مثلاً
لفظ "سعد" عربی زبان میں "خوش" کے معنی "خیر" ہیں۔ اور اس میں بھی مشابہتیں کو عربی اور عادات میں ایک پہلو
شخص کو بھی ہمارا شیر کہہ دیتے ہیں اب کسی سے صرف "سعد" کا جو معنی رکھتا ہے۔ مثلاً "سعد" کا جو معنی ہے کہ اس کا مقصد
حسرت کی بھار و غم کی طوت، شاد و کرنا ہے اور اس معاہدہ کے لئے وہ عرب اور شعراء کے کام سے استفادہ کرتے
چلے جاتے ہیں۔ مثلاً اس کے معنی کے لئے بحث بہت بھی ہو سکتی ہے۔ یہاں اس بحث کے پہلے
پہنچ کر بی ضروری ہوگی کہ یہ خبر کس مقام پر کیا گیا ہے یعنی ہمیں اس کی عام طرح میں یا کسی بیان میں اس کا کام
کس کی حد تک لیا گیا ہے یا نہ ہو اس کا۔ ہمارے یہی معنی ہیں کہ کسی شخص کی زبان سے نکلتے ہیں کہ اس کے ساتھ شیر کہہ رہے
اس کی آواز کا نہ ہو کہ یہ ہے اور ہم لڑ رہے ہیں تو اس وقت "انصاف" فرمائیے کہ لفظ "سعد" کے ہاڑی معنی یعنی مسرت
انسان کو دینا اور اس کے لئے ہزاروں مشاعرہ اور انشائیہ ہیں کہ چلے جاتا کہ اس شخص کی مراد نہیں ہے بلکہ ایک پہلو
انسان کی طوت اشارہ کرتا ہے۔ کیا ایک صحیح معنی انسان کا کام ہو سکتا ہے اسی طرح معنی علی الصلوٰۃ والسلام کے زیر
بحث مسائل میں بھی ان تمام قصیدات کو پیش نظر رکھنا لازم ہے جو صحیح طویل سے ثابت ہیں پھر سب اس طوت میں آخر کی
جائے گی کہ قرآن و حدیث میں جو الفاظ استعمال کئے گئے ہیں وہ الفاظ کسی دوسرے شخص کے حق میں ایک وقت آج
کہ استعمال نہیں کئے گئے تو یقیناً ہمارے ہمارے اس کا سادہ ہی سب سے بڑا اور سادہ ہے چنانچہ لفظ قرآنی اور سنہ
کا مفہوم، مفہوم استعمال قرآن کریم میں ان کو بہت بعد نظر آئے گا لیکن ایک ہی شخصیت کے بارے میں دو قول لفظ ایک
ہو سکتا ہے۔ مثلاً "امری شخصیت کے معنی" ہو سکتے ہیں۔ مثلاً "امری شخصیت کے معنی" ہو سکتے ہیں۔ مثلاً "امری شخصیت کے معنی" ہو سکتے ہیں۔
اگر نشان میں ہے ہر لفظ اس طوت سے فرمایا گئے ہیں۔ مثلاً "امری شخصیت کے معنی" ہو سکتے ہیں۔ مثلاً "امری شخصیت کے معنی" ہو سکتے ہیں۔
حق میں ان دو قول غلطی کو ترجیح نہیں کیا گیا۔ اس طرح قرآن کا لفظ بھی عادات میں بہت چکر لگایا ہے۔ مثلاً "امری شخصیت کے معنی" ہو سکتے ہیں۔
لیکن قرآن کے ساتھ قرآن اور رخ کے ساتھ قرآن پھر قرآن کی اتنی قصیدات کی ایک مقام پر بھی کسی کے
حق میں ان کی نظروں سے نہیں گذر رہی گی۔ مثلاً "امری شخصیت کے معنی" ہو سکتے ہیں۔ مثلاً "امری شخصیت کے معنی" ہو سکتے ہیں۔
پس جب آپ ان تمام امور پر غور کریں گے کہ حدیث و قرآن میں جو الفاظ حضرت معنی علیہ السلام کی شان میں ایک جگہ
فرمائیے گئے ہیں وہ کسی فقرہ کے لئے ایک وقت ایک جگہ نہیں کئے گئے تو ہر حرف ایک ہی نتیجہ پر پہنچ کر آپ کے
ساتھ آجائے گا قرآن کا سادہ ہی سب سے بڑا اور سادہ ہے۔ مثلاً "امری شخصیت کے معنی" ہو سکتے ہیں۔ مثلاً "امری شخصیت کے معنی" ہو سکتے ہیں۔

۱۔ ہے یہ اگر کوئی شخص قحیحہ دعویٰ کرنے لگے کہ تمہاری پانچ بیویں موت و حیات اور اسی کے لئے دہائی تراشیدہ دواؤں کا
 ذخیرہ لگاتے تو بالکل بے سود بھی ہے اس کو یہ بھی ثابت کرنا چکا کہ انت اور سے بھی معرفت اور ہی نمازیں پڑھا کرتی تھی
 بلکہ اس کو یہ بھی بتانا چکا کہ پانچ نمازوں کی فرضیت اگر غلط ہے تو پھر اس کی بیاد کس دن سے قائم ہوئی اسی طرح مسئلہ
 جنت و دوزخ، فرشتے اور جنات وغیرہ کی حقیقتیں معرفت فعل بخیر سے ہی بنی بنا کر پیش کر لی بھی خدا پر کوئی عجز و انکار
 میں طرح اور سے منقول ہوتے چلے آئے ہیں اسی طرح ان کے معانی بھی اور ہی سے مقدم اور معلوم ہوتے چلے آئے ہیں
 اسی طرح ختم نبوت اور زول سبیل علیہ السلام کے الفاظ کا حال ہے یہ بھی ثابت ہے جیسے سے متصل ہوتے چلے آئے ہیں
 اور ہر دور میں اس کے معرفت ہی ایک معنی کیے گئے ہیں کہ حضرت علی و ائمہ علیہ وسلم کے بعد اب کوئی نبی نہیں بن سکا
 اور اسی کے ساتھ یہ بھی منقول ہوتا چلا آیا ہے کہ معنی علیہ السلام دو بار دہانے والے ہیں اب وہ اس پر قہر فرماتے
 کہ ایک معرفت ہی کا نامک اہانت بھی منقول ہے اور اسی کے ساتھ اسرائیل و زول کے نام بھی منقول ہے۔ اب اگر کوئی کہے
 اپنی دہائی کاوش سے یہ کہنے بیٹھ جائے کہ جب آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آیا جس نے علیہ السلام بھی نہیں یا اگر معنی علیہ السلام
 تو ایسے گئے تو اور نبی بھی آئیے گئے تو اس کا حال معرفت اپنی دہائی کاوش سے ایک علی بن ابی ہاشم ہو گا اس کو منقول شدہ میں
 نہیں کیا جا سکتا اور اگر عرض کر کو کہ ہمارا کہنا صحیح نہیں ہے پھر آپ کو کسی تاریخ سے یہ ثابت کرنا ہو گا کہ ظن تاریخ سے
 اس خدا عقیدہ کی بنیاد قائم ہوئی ہے مگر یہاں اسلامی تاریخ کو دیکھا تو اس بات سے میں دوسرے اہل مذہب سے
 آپ اس نسبت کا عقیدہ پوچھیں تو وہ بھی کسی نمود کے منبر یا کچھ نہیں بتائیں گے کہ ان کے نزدیک کئی نبی پیدا نہیں ہو گا
 بلکہ وہی معنی علیہ السلام اسرائیل و زول آئیں گے اس وقت یہ بحث نہیں ہے کہ یہ عقیدہ حقائق تیسرا ہے یا نہیں
 اور زول کے اہتمام کے تحت میں سمجھ گیا ہیں اور ختم نبوت اور زول میں حرج و مرج نہیں کیا ہے۔ بلکہ بحث معرفت
 ہے کہ انت میں ان الفاظ کے معنی کیا بھیجے جاتے رہے ہیں تو آپ معرفت اسی ایک مذکورہ بالا تجویز پر بھیجیں گے
 یہی وجہ ہے کہ تفسیروں میں اور شرح حدیث میں کتب عقائد میں اور دین کے تمام متفکرین و مجتہدین اسی حقیقت کو
 دہر دہرایا ہے اور وہی حقیقت کے ماتحت ہر دینی فرقہ اور ہر دینی صحبت کی تکفیر و ترویج لگتی ہے لہذا یہاں معرفت
 نیاز و استعارہ یا نا تمام منقول یا بہرہ معرفت الفاظ سے کوئی ایسی حقیقت تراش لینی جو ان تک انت کے بیان کردہ حقیقت
 کے جو کس جو دینی حکم کی کھلائے کے قابل نہیں اس کو بنیادیں کہنا بجا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام سے منقول آیات پر جو کہ میرے ذہن میں
 کے نزدیک توحید و وحدانیت اور حقانیت کے تفسیراتی
 ہے اور زمین کے آیات میں نظر رکھنا ضروری ہیں۔

قرآن کریم پر جو قرآن کے سے قبل یہاں یہ طور کر دیا بھی ضروری ہے
 کہ حضرت علی علیہ السلام کے معانی میں جو مسئلہ نہایت ہے وہ کہ اس
 ہے اور وہ کہیں نہ دیکھتا آیا ہے۔ جب آپ میں موت و ہر دین کے
 آپ کو سلام پہنچا کر سوائے رحم میں۔ بلکہ انت میں ہی ہے وہ یہ کہ جو کہ تک مذمت کے قابل نہیں تھا

اور وہ جی ہوتی تھی آخر کچل یک تخت یہاں تمام غصوں سے محروم کر دیتی اور کرباں غصوں کی بجائے صند کا سہارا بن گئی۔
 اس سلسلہ میں قرآن کریم نے اُن کے اُن بے پرواہیوں کو یاد دلایا ہے جو ایک بے پرواہی سے بڑھ کر نہ ہو جس کی کریمہ عادی بن
 گئی تھی جو جرم میں سے بیاں تیار کئے گئے ہیں ان میں کچھ تو اُن کے جہانک اقوال میں اور کچھ دشت افعال۔ اُن
 کے دشت افعال میں خدا تعالیٰ کے معذرت فیہا جہم منہم کا نقل کرنا ہے اور ان کی جہانک اقوال میں معصرت
 معصرت و علیہا السلام پر بیہوشان طرازی، اُن کے کھٹی سنت اور اندر سے شریعت میں کرنے کا دعویٰ کا وہ ہے۔ اب
 ہم کو دیکھنا ہے کہ یہاں جو معصرت بیان کیا ہے اور بحوالہ بیانات یہاں کی ماضی میں قرآن فیہا جہم پر ذکر کرنا ہے۔
 یہاں ہر جہاں کہ کتاب اللہ کی مشیت جو کہ ایک حکم اور فیصلہ کی ہے اس نے ہم کو یہ امر خاص ہم پر غور و فکر کھانا ہے کہ
 میں سعاد کے متعلق قرآن کریم نے فیصلہ فرمایا ہے اسی میں قرآن میں کے بیانات کو اس کے میں بیان کی ایک صورت کا
 اسی جانب سے اضافہ کرنا جو سند کی جان پر قرآن پر بیانات یا جہاں کا جہاں ہے۔ یہ ذات جس میں ماننا ہے کہ ہر ذات
 کے لئے یہ کتنا ضروری ہے کہ وہ قرآن میں کے بیانات کی بیانات اختیار کرے ساتھ ساتھ کہ وہ انہیں جو ہر ذریعہ قرآن
 کے ساتھ ہی اصلی روایت میں اُن کو پورے طور پر واضح کر دے تاکہ جس اگر کوئی عدالت قرآن میں کے بیانات تسلیم
 کرنے میں ایسی تفسیر کر جائے تو اس کے حق میں یہ کتنا بڑا سنگین جرم شمار ہو کہ ہے میں ہا سے نہ ایک جو ذات
 بیان صورت و اندک کو آسانی سے حل کر دے سکتی ہے۔ یہ ہے کہ پہلے ہم قرآن میں کے بیانات کو حاشیہ قرآن کے بغیر نہیں
 اس کے ہر کسی تادیبی کے بغیر قرآن فیصلہ کو یکے کی کو بخش کر رہیں۔ اس عامرہ کے قرآن میں جب ہم معصرت یعنی علیہ السلام کا
 سعاد ملنے دیکھتے ہیں تو جو بیان ہم کو بیان پر دکا تھا ہے۔ وہ صرف یہ ہے کہ یہ ان کو قتل کر دیا ہے۔ یہ وہ کہ کس
 غرض سے اُن کو قتل کیا ہے اور کس آواز سے قتل کیا ہے اس کو غصوں نے نہ یہاں بیان کیا ہے اور نہ یہاں بیان کے نزدیک
 کہ اب یہ سلیم ہوتی ہیں۔ یہاں ہر غصہ نے اپنے بیان دعویٰ میں زور دیا ہے۔ وہ صرف حضرت علی علیہ السلام کی
 ذات کی نہیں دقتیں ہیں۔ وہم ان کے قتل کرنے کا پورا جرم دقتیں ہیں۔ اسی لئے متوال کے معصرت ہم باقیب ہی ہر غصوں
 کے کفایت نہیں کی بلکہ خاص طور پر اُن کی خاص خاص لہری نیست کا بھی ذکر کیا ہے یعنی والد کے بغیر یہ دقتیں اور اس سے بھی زیادہ
 کہ یہ ہر کسی شخص کی ہے جو رسول اللہ اکبر علیہ السلام کے بعد انہوں نے نبیانی جہاں کے ہر ذات کو سکا نہ ذکر کیا ہے وہ متوال
 کا جرم ہے جہاں ہم ان کو کسی غصوں نے فیصلہ اُن سے ذکر کیا ہے جو عربی، فارسی، ہندی، عربی، سکے کے متعلق ہے تاکہ
 پر ثابت ہو جائے کہ اُن کو قتل کرنے میں کئی مرتبہ یہ وہ خاص متوال کی ذات میں کوئی شبہ ہے جس کے قتل کا
 اُن کو دعویٰ تھا اس سے زیادہ کوئی اور ذات یہاں نقل نہیں کی گئی۔ اس لئے قرآن فیصلہ میں ہم کو صرف اسی بیان
 کی دعویٰ میں دیکھنا چاہیے

خداوندی کے متعلق یہ قرآن کریم نے ہر ذات کی کہ ہے وہ وہی جہاں کی بات نہیں کہے مختلف باتیں کہتے

ہیں اور چند وجوہات کی بنا پر حقیقت کا ان کو کچھ پہنچ ہی نہیں ہے اس نے موت اکل کے تیر چلنے کے سوا ان کے لئے
 بار بار کہہ دیا ہے اس اہمال ظہر پر اس کا یہ قبل ضرور تھا کہ وہ اپنے جسم کا سولی یا نالہ قی کے ساتھ آسمان پر بٹھانے
 گئے وہ بظاہر اس بات ہے کہ قرآنی لفظ کے مقابل جو بات یہاں متاخر فیہ لفظ آتی ہے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام
 کی موت زندہ شہیدیت ہے یہود کہتے تھے کہ ہرے جن کو قتل کر ڈالا ہے اور نیکو آدمی اس خیال میں تھے کہ وہ آسمان پر
 اٹھائے گئے ہیں ان کی روح کے منتقل یہاں کوئی نہ کر رہا ہے اور ذوق کا نہ کہ وہ سوزن بحث میں آیا ہوا مسکن ہے کہ جو
 روح کا سالی ایک عرصہ میں سلا ہے وہ انسان کے دراک سے یا لا موت ہے اس پر مذہب کوئی بحث قائم کر سکتے ہیں
 اور قرآنی بیان کو وہ قبول کرتے ہیں اس لئے حسب تصریح قرآن کریم ان کے دلوں ہی میں روحانہ تربیت کا فنی و مقصود
 میں ان کے ذکر کیجئے یہ ممکن ہے کہ ہرے کو قتل کر کے جسم پر رادہ ہو جائے روح پر رادہ نہیں ہو سکتا۔ لہذا ان کے مقابل
 میں جب قرآنی فیصلہ ہو کہ وہ متول نہیں ہوئے بلکہ مرفوع ہوئے ہیں تو یہاں دفعہ سے جسم ہی کا رشتہ مراد ہو گا نہ کہ
 روح کا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مصوب ہونے | یہاں ایک جو علت کا نہیں ہے کہ یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر
 اور ان کے موت سے مراد نہ تھا بلکہ یہاں
 تھا وہ سب کچھ بھی کر رہا تھا وہاں ذرا سی بات بھی کہ جس میں ہر گاہ کہ انہوں نے سن کر وہ حقیقت مار ڈالا کہ
 قرآن کا سولی سے ہمارے گمان میں نہ تھی کہ کوئی دینی باقی تھی آخر وہ جب کہ گمشدہ دنیا کے کسی اور غیر معروف شہر میں
 آکر اپنی موت سے مر گئے تھے۔ اس جہالت کے نزدیک یہ وہ کہ ان تمام شخص بھی مہلب کے مذہب پر رادہ تھا ہے
 وہ لفظی موت مرتا ہے اس لئے وہ پاتے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رسول ہونے کی بجائے ان کا مہل ہونا
 جہالت کر رہا ہے اس لئے ان کے نزدیک یہ اور جس ضروری تھا کہ ان کی موت عیسیٰ موت ہو تاکہ وہ ان کے لفظی ہونے
 کا ثبوت بن سکے۔ اس جہالت کو یہود کے یہ سب جزائرم سولہ میں عیسیٰ ان کا سولی دینا اور تمام ذہانت کے اسباب کا
 ان کتاب کی عیسیٰ کہ ان کو سبقت میں پہنچا دینا کہ ان کے قتل میں نہ تھی کہ کوئی اسکا بھی باقی نہ رہے اور یہاں
 قرآن کی تردید کا حامل حضرت یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معاملہ میں جو اسباب موت سب ہونے ہو چکے تھے مگر
 ان میں کچھ حالت باقی رہ گئی تھی اس لئے یہ لفظی موت سے نہیں مرے بلکہ کہیں باکوہ اپنی موت سے مرے ہیں
 اس لئے ان کی موت لفظی موت نہیں ہوتی بلکہ ان کو عیسیٰ عزت کی موت نصیب ہوئی ہے اور ان کے جسم سے رہے بلکہ گئے
 ان کے نزدیک بلکہ دفعہ آئندہ ایک لکھنوی ہے۔

اب مگر اقد و حقیقت بھی تھا اس جہالت کا خیال ہے تو یہاں سب ذیل امور قابل غور ہیں
 دانت۔ اگر وہ حقیقت یہ وہ کہ درجی یہاں ان کی سبقت موت کا خفا ہو چکا ہے کہ قرآن کریم نے ان کے

بیان میں صلیب کا دعویٰ نقل نہیں کیا اور کیوں نقل کا ایک عام لفظ نقل کیا ہے

دب ، اور کیا وجہ ہے کہ یونیک ان کا تمام دوسری صلیبی موت کے ستن تھا تو ترجمہ میں صرف نقلی تسلیم کر دیا گیا ہے اور کیوں ایک ایسے غیر متعلقہ جرم کی نقل پر زور دیا گیا ہے جس کی نقل سے اس کے دعویٰ کی تردید کا کوئی تعلق نہیں تھا یعنی نقل قتل ظاہر ہے کہ یہ ایک عام جرم ہے جو صلیب اور غیر صلیب ہر آگے سے حاصل ہو سکتا ہے نقل کی اپنی ہر تو زور دینا اور ایک عام جرم کی نقل پر زور دینا یہ کہاں تک مناسب ہے ۔

۱ ج ، پھر کتنی عجیب بات ہے کہ قرآن کریم نے اگر ایک با صلیب کا انکار بھی کیا تو وہ بھی ایسے محل پر کیا ہے جو اس کا صحیح محل نہ تھا یعنی جب قرآن کریم میں کی انتہی موت تسلیم نہیں کرتا بلکہ اس کی بجائے قتل کی موت کو موت کی موت قرار دیتا ہے تو پھر طاقت کا تقاضا یہ ہے کہ ان دونوں باتوں کو متقابل بنا کر ذکر کرنا چاہیے تھا ، اور یوں کہنا تھا کہ وہاں صلیب یقیناً بدل دفعہ اللہ ایسے مگر کتنی عبرت کی بات ہے کہ یہاں بھی قرآن کریم نے عام صلیب کی بجائے صرف ایک عام قتل کی نقل فرمائی ہے اور یوں فرمایا ہے کہ وہاں قتل وہی بدل دفعہ اللہ ایسے ۔

۱ د ، اس تفسیر کا بنا پر یہ قرار دیا گیا ضروری ہے کہ جو چیز مرقمہ و اموات پر واقع ہوئی وہ یہ بھی کہ وہ کشمیر یا اور کسی ملک میں چلے گئے تھے ، رہائش کی موت کا مسئلہ تو اگر اس کی موت کہیں ہو کر واقع ہوئی تو یہ سالوں یا صدیوں بعد کا معاملہ ہے ، ہمیں جو بات یہاں ضرورت حال بتانے کے لئے ضروری تھی اس کو کیوں صندھ کر دیا گیا ہے اور صاف ظاہر ہے کہ یوں نہیں فرمایا گیا کہ یہ ہونے والے ان کو سنی نہیں دی بلکہ وہ زندہ کشمیر وغیرہ کہیں چلے گئے تھے تاکہ یہ بات واضح ہو جاتی کہ یہی موت سے پہلے کی قتل کی نقل فرمائی ہوئی اس اصل حقیقت کا تو خفا کرنا اور موت کی ایک عام منہ کا بیان کرنا یہ کس درجہ بے عمل اور غیر متعلق بات ہے ۔

۱ د ، اس سے بڑھ کر یہاں یہ سوال بھی پیدا ہو سکتا ہے کہ اگر اصل بات قتل کی تھی تو یہاں بدل دفعہ اللہ ایسے کی بجائے بدل نوحاۃ اللہ کرنا زیادہ مناسب تھا ، تاکہ ثابت ہو جائے کہ صلیبی موت سے نہیں مرے بلکہ صلیبی موت سے مرے ہیں اور جب اپنی صلیبی موت سے مرے ہیں تو رفع دینا اس کا مسئلہ غیر متعلقہ بات ، یہ ہالہ یہ بھی اگر ضرورت حال کا انکشاف ہو سکتا ہے تو وہ بھی ضرورت سے بڑھ کر یہاں اس کی صلیبی موت کا ذکر کیا جائے ۔

لیکن اس بات بلا میں یہاں من تیزوں الفاظ میں سے کوئی لفظ نہیں ہے ۔

نہ د ، وہاں صلیب یقیناً بدل دفعہ اللہ ایسے

نہ ۲ ، وہاں قتل یقیناً بدل دفعہ اللہ الی ملکات

اور نہ ۳ ، وہاں قتل وہی بدل دفعہ اللہ

اب اگر ہم اس چاروں کے منہات کو صحیح تسلیم کرنے کی تو ہم کو یہ قرار کرنا پڑے گا کہ مرے سے پہلے کا اصل دعویٰ ہی یہاں

کہ کہیں میں نہ میں صلیب دیا گیا کوئی کے ملبے میں ان کی لاشیں موت سونا ہی وقت نہایت چوسکتا ہے
 جبکہ یہ ثابت ہو جائے کہ ان کی موت صلیب کے زبرد واقع ہوئی ہے اور اس لئے یہاں ان کے دھڑے میں قتل کے
 عام جرم کا قتل کرنا دعویٰ میں کوئی اور ان کے متعلقہ کے بھی باطلی نکات نہایت ہی طرح جب ہم جن کریم
 کے فیصلہ پر نظر کرتے ہیں تو یہیں بھی واضح ہے کہ اس موت باطلی بہت بڑی اور صوفیوں کا کچھ انکشافات نہیں ہونا
 کیونکہ یہاں ان کے گھبراہٹ کے ذکر ہے۔ ان کے بھی نکات و نکات کا کوئی تذکرہ ہے اس لئے اس کا کوئی انکشافات
 نہیں ہونا کہ طریق میں اس قتل کے اس شدہ دھڑ کے ساتھ مل گئے تھے اور وہ شخص متعلق نہیں ہوا تو اسے پھر کہہ دیا۔
 ظاہر ہے کہ ایسے شخص کے متعلق جو نہ موت ان کے زیر مرستہ ہو چکا تھا بلکہ ان کی کھول کے سامنے مر رہی چکا تھا
 موت یہ کہہ دینا کہ وہ سولی پر نہیں مر تھا بلکہ موت میں مرنا تھا کیا قتل نہیں تھا ان لوگوں کہہ دیا جاتا ہے کہ ہم قتل
 اس کو انھوں مقام پر پیدا ہوا تھا اور ان کے ساتھ یہ بھی دیکھ کر دیا تاکہ ہمیں کہنے اس معاملہ گئے کہ ہوا کیا تھا تو
 بیشک موت حال پر وہ قتل ہو سکتی تھی لیکن موت یہ کہہ دینا کہ ان کی موت واقع ہوئی ہے بے معنی فیصلہ ہے اور باطل
 حیدر تیس میں بھی یہ کہہ کر جو لوگ ان کے قتل کے مل گئے تھے وہ یہود تھے اور اس بارے میں ان کو تلافی تھا کہ اپنے بیان میں
 اس کے متعلق نیکو دیکھیں کہ جسے ملوثی وہ استعمال کر سکتے تھے سب استعمال کر چکے تھے۔ اب اگر ان کریم قتل کر کے
 کرتے ان کو سولی پر چڑھا دیا تھا اگرچہ وہ ان سے مردہ کو کرنا سے گئے تھے تو وہ اسے اس سے نہیں مرے تھے۔
 اگرچہ ہم کو مردہ معلوم چکے تھے پھر بعد میں ان کو کسی غیر ملوثی کو خود ہم نے ان کو موت دی تھی یہ بیان جتنا غلط تیس
 ہو سکتا ہے ظاہر ہے۔ غاصر کہ جب کہ ان کی موت تسلیم کر لی جائے تو ان قتل میں اس بات کا انکشاف کہ چکے تھے ان سے
 یہ کہہ دینا کہ وہ ان اسباب سے نہیں مرے باطلی تھی ہی مشکوک نزاع ہوگی جیسے کوئی نااہل ایسی سفلی کے بیان میں یہ کہے کہ
 متعلق کے پیش میں غیر ان میں نے ہی لکھ دیا تھا مگر متعلق اس کی وجہ سے نہیں مرا بلکہ وہ اپنی طبیعت سے مر رہا ہے
 یہ سب جانتے ہیں کہ قتل کے متعلق ان کے استعمال کرنے کے بعد ان میں جتنا موت کا ظاہری سبب وہی ہو
 کوئی عدالت اس کے اس حد کو متعلق نہیں لگے گی بلکہ اس کی مراد متعلق کے قتل میں ایک ظلم تصور کر لی پھر یہاں موتی کا
 جرم تسلیم کر لینے کے بعد وہ بھی اس حد تک کو قتل کے نزدیک اس کی موت متعلق ہو چکی ہو قاتی کا نکات کا فیصلہ دینا
 کہ وہ نہایت ازلے سے نہیں مرے بلکہ ہمارے ازلے سے مرے ہیں ان کے متعلق یہ کہہ دینا کہ ان کے قتل کا یہ ممکن ہے بلکہ ضرور
 جیسا کہ اس میں دیکھا اس وجہ سے کہ کوئی قریبی نہیں یہاں ذکر نہیں کیا گیا۔ دوسرے نکات میں اگر اس فیصلہ کو تسلیم
 کر دیا جائے تو اس کا مطلب یہی نکالے گا کہ اپنے قتل کی طاقت جو شخص کا مقصد ہوتا ہے یہاں اس کا ساتھ نکالے
 لئے ہوا ہے اور اس سے بڑا کر دیا تھا۔ دشمنوں کے مقابلہ میں اب یہ بحث کمزوری کر لی کہ ان کی موت بڑی موت کی
 موت تھی ہمارے نزدیک بعضی پر شک پڑتی ہے کہ ہم نہیں۔

اسباب بیان کرنے کا تھا اور اس میں یہ بیان اور ادا شدہ یعنی طہارت کا نام کے معنوں پر نہ چھوٹنے کی بحث کفری کو مبینی
 بحث کا دوسرا بیرونی ہے کہ لغت رخ کے معنی پر بھی جو کر لینا چاہیے کہا ہے لغت عزت و ترقی میں
 کہیں عزت کی موت کے لئے استعمال ہوا ہے وہ جہاں تک ہم نے قرآن کریم اور کتب لغت
 پر نظر کیا ہے ہم کو اس لغت کے معنی کسی ہستی موت کے بالمقابل عزت کی موت دینے کے ثبوت
 نہیں ہوئے بلکہ اس لغت کا استعمال بغیر ہی مراد میں بھی ہوتا ہے جہاں موت کا احتمال ہی نہیں اور ادا ہوتا ہے لغت
 عزت و ترقی پر جو تروہا۔

دفعہ کے معنی | یہاں لغت پر دفعہ اس باتوں کے تعلق استعمال ہوا ہے اسی طرح اس کا استعمال زندگی و مروتوں میں
 ترقی و ترقی میں | کیا اس نظر سے ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ موت کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس آیت
 ذیل پر نظر فرمائیے۔

- ۱) وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ
- ۲) يَوْمَ تَفُضُّهُمْ عَلَى هَبَطَ أُولَئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى الْوَحْلَةِ دَرَجَاتٍ
- ۳) وَكَوْنَتُمْ شُرَكَاءَ لِرَفْعَانَا وَكُنْتُمْ أَهْلُ الْإِثْمِ
- ۴) وَنَرَفَعْنَا لَكُمْ دَرَجَاتٍ
- ۵) وَنَرَفَعْنَا لَكُمْ دَرَجَاتٍ
- ۶) وَنَرَفَعْنَا لَكُمْ دَرَجَاتٍ

ان تمام آیتوں میں دفعہ کا لغت ان الفاظ میں استعمال ہوا ہے مگر کسی ایک جگہ بھی اس کے معنی عزت
 کی موت کے مراد نہیں ہیں بلکہ مروتوں میں اس کا استعمال ہی نہیں ہوا۔ یہاں ایک بڑا اضافہ ہے کہ معنی عزت و ترقی
 کے دفعہ جہاں کا سلسلہ مروتوں کا دفعہ سے پیدا ہو گیا ہے اور اس لئے ہم سے یہ مطلب کر لیا گیا ہے کہ دفعہ
 جہاں کے لئے کہیں گیا ہے یا نہیں۔ وجہ یہ بحث کا دفعہ چلنے کے لئے عزت و ترقی ہے اصل سوال یہ تھا
 کہ دفعہ عزت کی موت کے لئے کہیں استعمال ہوا ہے یا نہیں اور جو کہہ معنی کہیں ثابت نہیں اس لئے بحث کا دفعہ
 ہونے کے لئے دفعہ کو ایک دوسرے مروت کی موت تو یہ کر دیا گیا ہے تاکہ اس سوال کی موت کی کا ذکر نہ ہو جی ہونے
 اصل بات یہ ہے کہ دفعہ کا لغت موت بلند کرنے اور اٹھانے کے معنی میں متعلق ہوتا ہے اس میں جسم کی خصوصیت
 ہے نہ روح کی بلکہ وہ بغیر ہی روح میں بھی متعلق ہوتا ہے جب معنی طہارت کا نام کے ساتھ جسم کا دفعہ اس لئے مراد لیا گیا ہو
 کہ یہاں ذہن و ترقی جسم کی کا سلسلہ ہوا اس کے تعلق کے معنی دفعہ دفعہ اس کے دفعہ کے ہیں جب یہاں روح
 ذہن و ترقی ہی تھی دفعہ سے روح کا دفعہ مراد ہو گئے سکتا تھا۔ اس مقام کے معنی و قرآن کریم میں کسی جگہ ان کی شخص کے

استحقاق پر بحث نہیں کرتی کہ وہ قتل کیا گیا ہے یا اپنے جبر کے ساتھ اٹھایا گیا ہے۔ اس لئے کسی اور جگہ خاص جبر کے دفع کی کوئی اصل موجود نہیں ہے۔ پس انسانوں میں جن کے بموجب جبر ہوتے ہیں جیسے یہ لفظ استعمال ہوتا ہے تو چونکہ ان کے بموجب جبر کا احتمال ہی نہیں ہوتا اس لئے وہ جبر منویٰ ہے یعنی وجہات کی طبعی مراد ہوتی ہے اور یہ صحیح ہے کہ کلمہ اس لفظ کا مشتمل ہر قسم کی بندہ کی لئے ہوتا ہے جبکہ بڑا سنی عیسائی مرنے والوں کو گناہوں کے معافیٰ ان کے سنے مراد لئے جائیں گے۔ پس حال لفظ قتل کا ہے۔ وہ بھی انھوں اور وہاں دونوں میں یکساں نہیں ہے۔ یعنی علیہ السلام کے معاملہ میں لفظ قتل ہی دفع ہوگا اور اس کی بڑی تفصیلات موجود ہیں اس کے ساتھ جہاں قوی یا بھینس لگنا موجود ہیں۔ یہی یہ مسئلہ قتل آتش اور آفات و امعا بیت کی دفعی سے ثابت ہوا یہی بھینس بڑی ناجائز ہے کہ یہ مسئلہ صرف لفظ دفع کی مراد ہے جیسا کہ آیت میں حضرت یوسف علیہ السلام کے والدین کے معاملہ میں دفع کا معاملہ صرف لفظ دفع سے اہد نہیں ہوا بلکہ اس کے لئے دوسرے دفعی قرآن میں بھی آئے اور یہاں تو قرآن میں لکھا ہے کہ وہ بھی دفع سے واضح اور شک سے محکم۔ خلاصہ یہ کہ جب ایک موت یعنی موت کا انسان بے حیاء آیت ہو تو یہ اور دوسری موت دفع کا استعمال بھی عزت کی موت یعنی موت کی تردید کے لئے نہیں ہے تو پھر آیت انا کی تفسیر کیسے قبول کرنا چاہی کہ صحنی مذہب کا مسلک برنا

قرآن کریم سے انا کی تردید

ان کے سب پر کانٹوں کا آج رکھنا ان کے منہ پر تھک جانا اور طوطے سے ان کو تو کیا

دفع میں کرنا کیا یہ نہ دفع قرآن کریم کو تسلیم ہے؟

یہاں سب سے پہلے یہ دیکھنا ہے کہ قرآن کریم سے یہ دیکھنا ہے کہ اسباب کا ذکر کیا ہے تو خاص صحنی علیہ السلام کے مسئلہ میں کسی سبب کا ذکر کیا ہے آیت وقولہ انا خلقنا الانسان عسی ما یحبہ فیہ من علم اور تا ہے کہ صحنی علیہ السلام کے معاملہ میں صرف ان کا کہنا کہ ہم نے ان کو تس کر دیا ہے ان کے انت و رعت کا سبب ہے۔ یہاں تھا اب سوال یہ ہے کہ اگر اس معاملہ میں ان کی جانب سے وہ تمام بدترین اور توہین و تحریف کی حرکات اٹھاتے سرزد ہو چکی تھیں جو بھی ذکر نہیں تو ان تمام کراہات و افعال کا ذکر نہ کرنا اور صرف ایک دعویٰ نقل و نقل کرنا کیا یہ عقلی اور مستطاب ہے جس ایک سطر کے لئے بھی یہ بات نہیں کہ کسی کو اگر اس سلسلہ میں ان کراہات و افعال کا ان سے صدور ہوا تھا اور ان تمام منکرم اور جہر پروردہ نقل مہاجانا اور بدعت ایک دعویٰ نقل کو ان کے اسباب لعنت میں ذکر کیا جاتا اور اس سے کہیں بڑھ کر اسباب لعنت کے ایک سبب کو بجا دیا ہے تو اسے ایک دشمنوں اور جہروں کے حق میں اس سے بڑھ کر کیا صحنی کی مثال ملنا ممکن ہے

اس کے علاوہ سوہانہ میں سبب ہفتہ قافلے نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اپنے افعال کا تذکرہ فرمایا ہے تو ان میں ایک بڑا انعام بھی شمار کیا ہے واد کعبتہاں سبب سبب اشیاء مختلفہ اور یہ انعام بھی قابلِ مبالغہ ہے

جبکہ ہم نے بنی اسرائیل کو تم سے اور روکے رکھا۔ پھر یہ فرمایا جسے کوئی اسرائیلی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو
 بچو کہ رسول پر پڑھا دیا تھا اور وہب نامہ اسلوگ ان کے ساتھ رکھنے تھے تو کسی اسرائیلی کی اس دست دہی کے بعد
 عیسیٰ اور دست کے حفاظ سے مذکورہ بالا جہر مستعمل کرنا صحیح ہے وہم پھر کیا یہ ہندو نامہ نظام اودہ میل و زمین
 کا سلوک اس قابل ہے کہ ان کے گھیب و غیب عزت اور نزول نامہ جیسے لغات کے پتوں پر ملو ایک انعام بن کر
 اس کو ذکر کیا جائے۔ تیسرے سورۃ آل عمران میں یہ ارشاد ہے

وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللَّهُ وَاعْتَدُوا لَكُمْ عَذَابًا شَدِيدًا لِّمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝۱۰۳
 اور اللہ تعالیٰ نے تم کو اپنے مقابل میں عذاب تیار کر دیا ہے۔

آیت بالا سے ثابت ہوتا ہے کہ جب یہودیہ یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کی تدبیر میں کسی توان کے مقابل
 میں اللہ تعالیٰ نے بھی تدبیر فرمائی اور یہ غماز ہے کہ جب قدرت خود ضعیف انسان کی تدبیر کے مقابل کے لئے کھڑی
 ہو جائے تو پھر کسی کی ضعیف و اذی نہ ہو سکتی تھی ہے یہ بات انکس ہے کہ جب قدرت تدبیر و اہمال کے قانون کے
 ماتحت کسی گرفت کا مادہ ہی نہ فرمائے تو کچھ مدت کے لئے انسان اپنی سب تدبیر میں اس کا سیلاب نظر نہ دیکھ سکتا
 قدرت اللہ ان تدابیر کے مقابل کے لئے کھڑی ہے وہ یہاں
 حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سالار میں نامیوں نے اپنی جانب سے تراش لی ہے اور کیا سب دشمن کے مقابل میں عزت
 اگر یہ کہ وہ لکھی کرنا کہ اللہ خیر الملائکین۔ اللہ سب تدبیر کرنے والوں سے بڑھ کر ہے اور جو۔ قابل شک نہیں ہے
 افسوس کہ جسے عیسیٰ نے
 یہ خوب واضح رہنا چاہیے کہ یہاں قرآن کو ہم نے یہود کے مقابل میں تو خدا تعالیٰ کیلئے ہوا
 یہ ضعیف نہ ہو سکتا ہے
 لفظ فکر ہے جس کے معنی لغت میں غیب تدبیر کے ہیں پس اس لفظ کا لغوی معنی ہے کہ یہاں
 کوئی تدبیر نہیں ہوتی بلکہ جس کا دشمنوں کا ہم بھی نہ ہو سکے اور خبر کے سوا وہ اس اور ہر کام بھی وہی کو پھر جس کے
 مقابل میں اللہ تعالیٰ کو خیر الملائکین ہونا اور دشمن کی طرح واضح ہو جائے۔

اب حضرت علی رضی اللہ عنہ وسلم کے ہجرت کے واقعہ میں
 سکا کہ ہشتالی بھی ہوا ہے ہر اس شخص پر جو اللہ تعالیٰ کے متعلق بھی لٹا ہے۔ ارشاد ہو تو ہو دیکھو کہ اللہ تعالیٰ
 کی وادہ حضرت علی رضی اللہ عنہ وسلم کی شان بزرگ میں نظر
 خیر الملائکین وادہ وہ غیب میں کر رہے تھے اور یہاں غیب میں نہ تھا

یہاں بھی قریش کی سازش کا جو یہ پھر اس کے مقابل میں اللہ تعالیٰ نے غیب تدبیر فرمائے کہ تذکرہ ہے
 اور آخر میں پھر وہی کھردہرا گیا جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقابل میں کہا گیا تھا یعنی وادہ خیر الملائکین۔

جیسب بات ہے کہ ہجرت کے سبب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کمرے سے نکلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رکھنے
 اور یہاں گیا آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ وسلم کو اپنی بجائے بھروسہ لگے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب اس کو اور ہجرت کرنے لگے

تو یہاں بھی دشمن گھیر ڈال چکے تھے اور میں بھی ایک شخص ان کی بنائے رسول کے ہاتھوں میں سوجھ بھڑا کر لیا
 لئے اور اس مقامات پر اپنی تہ پیرا دیکھنا، کی غلط فہمی کو اسی غلط حکمت والا ہے۔ ان دونوں پھر تو میں
 سب حضراتی نہ پیر کا سوز نہ کیا جاتا ہے تو معلوم ہوا ہے کہ جو نہ پیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں مظاہرین
 اور دشمنوں پر ایک بڑی کاری ضرب بھی۔ ان دونوں مقامات پر خدا تعالیٰ کے یہ دونوں رسولوں کو دشمنوں کے ہاتھوں
 میں سے صاف کر کے رکھے، کسی کا کہن بیکہ ہنسکا گھر تو فرمایا ہے تو آپ کو معلوم ہو گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کا اپنے دشمنوں کے طلب میں اسی سرزدیں رخصت و سلاطین و رہنما اور ہر معرکہ میں ان کی شکست دینے دینا آسان
 مشق میں اپنے آبی واپن کو فتح کر لیا جتنا قرین کے لئے سہا ہوا ہے ہو سکتا تھا آخر حضرت یحییٰ علیہ السلام
 کو آسمانوں پر بھیجے جانا یہود پر شاق نہیں ہو سکتا۔ وہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے ساتھ میں ایک مقولہ کا شش
 بھی موجود تھی مگر اس کے حضرت یحییٰ علیہ السلام ہونے نہ ہونے میں بہت سے شبہات پیدا ہو گئے تھے۔
 اس لئے یہ مسئلہ زیر بحث لایا تھا کہ مقولہ وہی حضرت مسیح علیہ السلام ہیں یا کوئی دوسرا شخص، مگر یہاں حضرت
 علی و سب کے جانے یہاں کے شخص تھے۔ یہاں قریش کو یزید انیس چو گیارہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مشابہت کے
 بغیر ان کے ہاتھوں سے مل گئے تھے یہ اور پھر طوطہ کران سے ذرا قصہ پر ان کا سر کھیلنے کے لئے موجود بھی ہیں۔ پھر حضرت
 یحییٰ علیہ السلام باہمی ہمد رافعت و رحمت جب وہ اپنے ہاتھوں کو انفرجینا میں لگے تو یہاں ان کے دشمنوں
 کے حق میں اسی مقدس چوٹی کی کہ یہودی ایک ایکہ کر کے موت کے گھاٹے اُن دردا جانے لگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 جب لوٹ کر اپنے وطن کو مکر رہوئے تو آپ کے دشمنوں کے حق میں یہ عقیدہ ہو کر دو آید ہر ایمان لائے اور پھر وہی
 آپ کے ساتھ خود اُتات میں شریک ہو کر آپ پر اپنی بانی تہ کرنا اس پر بھی غور فرمائیے کہ آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم کی وہی فتح و نصرت کے لئے ایک اور ایک کی ہجرت اور ہجرت کے بعد پھر وہی مقام پر رہے تھے۔ وہی مقدس
 برتن تو یہی علیہ السلام کے ساتھ اب بھی اگر پہلے ان کی ہجرت پھر اپنے وطن میں کی موت وہی مقدس چوٹی وہی
 مسجد کیلئے۔ یہاں اگر غزل ہے و سریت اور ہجرت ہی کا تو ہے یعنی وہاں دارالہجرت آسمان مقرر ہوا۔ اور
 یہاں یہ یہ طبیعت مگر خدا تعالیٰ کے کدرب کے لئے یہ دونوں مقامات برابر تھے ان گزرتن تھا تو ان میں
 اور عبد کی برباد سے تھا و دج اللہ او کل اللہ کی کتاب سن ۱۰۰۰ ان کی ہجرت تھی کہ مسند جو فضلہ میر علی سے
 ظاہر ہوئے وہاں کے تو وہ کہیں یا مسند عبد کی کسی کہشیں ان کی برباد تھی۔ مسند لے کر کسی خطہ
 اور حق کی طرٹ نہ جاتے تو اور کہیں جاتے تھے خلف خدا تعالیٰ کا دھار کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو تو میں
 آسمانوں پر اُٹھ لیتا کہیں کیا یہ اس آسمان ہی رسول کی شان کے سب ہوتا تھا حضرت یحییٰ علیہ السلام مگر
 آسمانوں پر نشر ہونے لگے وہاں کے بعد دوسرے رسولوں کو بھیج دیا کہ ان کو نصیب ہو گیا ان کی تہ یہ تشریف لے گئے

تو منت کا گھبران کون چتا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام مجدد بادہ شریعت لائیں گے تو ان کو اس منت میں شامل ہوئے گا اور سزاوارہ شرف حاصل ہوگا جس کی وہ اہل سنت و جماعت میں نہ تھے۔ لیکن اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجدد بادہ شریعت لائے تو آپ کو نہاد سراسر شرف حاصل ہوتا پھر بدعت اور اگر آسمانی پر گئے تو دشمنوں سے مخالفت کے لئے بلائے گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب آسمان پر بلائے گئے تو صورت تشریف و کریم کے لئے بلائے گئے پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اگر گئے تو چھٹے آسمان تک گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شریعت لے گئے تو آسمان پر بلائے گئے۔ ان دووں بھرتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک معلم پر دام رازی کے قلم سے کیا چھٹا جھونک گیا ہے۔ وہ کہتے ہیں جو شرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو میرا اور عروج تھا اور جس شرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فائز ہوئے اس کا نام صریح ہے۔ میں کہتا ہوں ہی اس اور وہ اللہ ہے اور وہ جہاد ہے۔

اَقْبَرُ حَنْزَلٍ وَسُلَاحِ وَبَارِكْ عَلَى عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَاحِبِ الْمَعْرَاةِ وَالْإِثْقَانِ وَالْقَلَمِ وَعَلَى آلِهِ وَآلِهِمَا يَهْ كَلِمَاتُ كَلْبِ الْكَلْبِ

گوشت دووں بھرتوں میں اللہ تعالیٰ کی شان خدو الما کی ہیں وہوں بھرتوں میں اور وہوں مقامات میں اس کا جہاد ہوا وہ کافی تھا مگر کیا جو پیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے جہاد مگر بے وفائی وہ غافلانہ تھا۔ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مناسب تھی۔

جائے مذکورہ بالا بیان سے یہ اپنی طرح واضح ہو گیا کہ اگر ہم معرکہ عیسیٰ علیہ السلام کا مصلوب ہونا تو کما کثیر وغیرہ میں جا کر کہیں اپنی ملی موت سے مرعہ ناسیم کر لیں تو اس کے لئے ذوقِ آرائی امتِ عالمی کوئی گنجائش ہے اور نہ ہی دنیا کی ناسخ اس کی شہادت لے سکتی ہے اور نہ اس میں خدا تعالیٰ تدبیر کا کچھ ظہور ہوتا ہے اور نہ اس قدر پر ہیوہ کے دھوکے کوئی معقول زبردست ہو سکتی ہے کہ جب سونے کے ساتھ مذہب کے متبادلات تسلیم کرنے جائیں اور گفتگو صرف تھی وہ جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قہر نے مارا یا کہیں گندم تمام میں پیدا کر خود چم نے مارا تو اب یہ جھٹکے ایک جھٹکے ہے۔ اس کا حاصل یہی ہے کہ حیات دشمن چاہتے تھے وہ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھوں سے خود قہر ہی فرمادی۔ والعیاذ باللہ۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اسی طرح مصلوب کے تسلیم کرنے کے بعد یہاں فضا کی کئی کئی تریہ نہیں چلتی کہ عکس مصلوب و مصلوب کی کھینچتیں۔ جب اصل طور پر عیسیٰ علیہ السلام کا سونے پر مصلوب کر لیا جائے اور وہ حیوانی کا قرآنِ کریم قرآنِ مصلوب ہو جائے۔ خود اعلان فرما دے تو وہ مصلوب مصلوب کے ساتھ ہی جو مقامات رہے گا وہ صرف نظریات ہی کا رہے گا اور مصلوب پرستی کی یہ ایک بنیاد قائم ہو جائے گی اس سے متروک رہے کہ آئین کے اصل مفہوم پر غور کیا جائے

اور مصلوب کسی مولیٰ کے بغیر اس سے ظاہر ہوتا ہے اس کا عقار دکھا جائے۔ پہلے ایک سیاہ پوری آیت چھوٹے
 و قولہ انما خلقنا المسیح میس ابن مریم اور ہم نے اس کو مریم میں پیدا کیا اس کے آیت ہے کہ مریم
 رسول اللہ و ما نزلوہ و ما صلواہ نے کیا جسکی مریم کو کھل کر روئے ملا کہ نہ انھوں نے قتل کیا
 و لکن شبہ لہم و انما ان یث و وہ نہ ہی ان کو سولی پر چڑھایا لیکن ان کو مشابہہ کیا اور جو لوگ
 اختلافوا فیہ لیس مثل منہ ما ان کے بارہ میں اختلاف کرتے ہیں وہ غلط خیال میں ہیں ان کے
 لہم بہ من علوہ الا اشباع العلق و پاس اس پر کوئی دلیل نہیں۔ مگر تمہیں بات پر میں نے کہنے کے لئے قول
 قتلوا یحییٰ بن ماری و قلعہ اللہ علیہ نے میں نے امیر اسلام کا قصداً قتل نہیں کیا لیکن ان کو اسے قتل کرنے کے لئے
 و کان اللہ عزیزاً حکیماً طرفہ دکھایا کہ اسے قتل کرنے کے لئے اسے جس۔

آیت بالا کے معاملہ کے بعد بات پہلی بار کہہ چکی تھی کہ اس بات سے وہ یہ کہ مریم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل
 کے معنی تھے اور اس بار سے میں وہ اپنے پورے جہم و تھیں کا اظہار کرتے تھے لیکن نصاریٰ جو کہ باہم خود اختلاف
 تھے اس لئے مختلف باتیں کہتے تھے ان ہر دو فرق کے معاملہ میں قرآن کریم کا فیصلہ ہے کہ دونوں کے دونوں غلطی پر
 ہیں یہ وہ کہ دعویٰ قتل نہ سراسر غلط ہے اس لئے اس کو وہ یاد رکھنا چاہیے تاکہ بتاؤ وہ انھوں نے اپنے قتل کر کے
 صرف کیا تھا اتنا ہی اس کے انکار پر صرف کیا جیسے وہ گئے نصاریٰ کو وہ قدرے شریک اور پورے کے مصلوب ہونے
 کے آج تک قائل ہیں اس لئے ضروری تھا کہ وہ کسی بات کے معنی: ہوں مگر ان کے اس غلط خیال کی تردید کی کرتی
 جاتے اس لئے یہود کے دعویٰ قتل کے ساتھ ساتھ مصلوب کی بھی نفی کر دی گئی اور اس کے ساتھ ہی اس حقیقت کو
 بھی واضح کر دیا کہ ان کو خود کچھ علم نہیں ہے وہ صرف اگلے کے تیر جاتے ہیں لیکن یہ ظاہر ہے کہ جو وہ اپنے تھیں کا
 دعویٰ کہتی ہو صرف اس کی تردید کر دینا اس کے لئے کچھ قننی نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی غلط فہمی کا سیاق
 بھی بیان نہ کر دیتے جائیں۔ اس کو و لکن شبہ لہم سے بیان کیا گیا ہے یعنی یہاں اللہ کی طرف سے کچھ
 ایسے حالات پیدا کر دیئے گئے تھے جس کی رو سے حقیقت حال ان پر شبہ ہو چکی تھی۔ ایک طرف تو یہ کہ مریم کا
 دل نہ ہوا تھا اس لئے اس ارادہ بلکہ تمہیں میں ان کو خود قبول تھی دوسری طرف اس قسم کے ہتھکڑوں میں جو ایک
 طبعی وحشت پیدا کرتی ہے وہ بھی ان پر مسلوم تھی اس لئے اپنی دانست میں گوناگوں انھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی
 نئے قتل کا قہر کیا تھا مگر ان پر شبہ کن حالت کی وجہ سے وہ اس ارادہ پر نہیں ناکام رہے اور ان کی وجہ اس طرف
 ان کے وہ کسی کو وہ کسی کو قتل کر رہے ہیں اور ان کی قتل کرنا اسے بہت ہی کا باہم اشتباہ ہے اس سے معلوم ہوتا
 ہے کہ مریم بہت ماحولت ضرور ہو کر رہی ہے یہ بھی گئی تھی کہ اس دشادہ کا یہ حالت و قہر بھی بہت ہو کر رہ گیا تھا اور
 یہ یہ بھی کی وجہ سے قرآن کریم نے واقعہ کے اشتباہ کی طرف توجہ فرمائی ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے قبل

دوسرے انبیاء علیہم السلام کے متعلق بھی یہودیوں کی خرم کے اذکار کا دعویٰ کرتے تھے لیکن چونکہ دیگر انبیاء علیہم السلام کے معاصرین وہ اپنے دعوے میں صادق تھے اس لئے قرآن کریم نے ان کی کوئی تردید کی ہے اور ان کے معاصرین کسی شدید اشتباہ کا تذکرہ کیا ہے۔ اس سے زیادہ تفصیلاً اس قرآن کریم نے پسند نہیں فرمایا۔ اور نہ یہ حکم اچھا کہیں کی شان کے مناسب تھا اور غالباً خدا مکتو اللہ کا عقائد میں بھی تھا کہ خدایہ تہمید کے خلیفہ ہی رہنے دیا جائے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر حقیقت متحول کی کاش ان کی آنکھوں کے سامنے موجود قحطی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ تھے بلکہ کوئی دوسرا ان کا خلیفہ شخص تھا جو حجت میں غلطی سے قتل کر دیا گیا تھا۔ تو یہ بتانا چاہیے کہ یہ عیسیٰ علیہ السلام جو عیسائیوں کی مذہب پر استوار ہے کتنے آغزوہ کدھر عمل گئے اگر ان کا کوئی شریک نہیں ملتا تو اتنا پڑتا ہے کہ پھر متحول کی جو دوش موجود تھی وہ عیسیٰ علیہ السلام ہی تھے اس لئے قرآن کریم نے اپنے فیصلہ میں قتل کی نفی کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اٹھایا تھا اس لئے زمین پر ان کی تلاش کرنا محبت ہو لیکن ایک غصیحت انسان پر کہ وہ اس مستعدیت کا تصور کر سکتا ہے اور اس حکیم حکمت کو پاسکتا ہے اس لئے یہاں خاص طور پر اپنی نفی وہ متحول کا تذکرہ کرنا کر محبت کو فروغ دیا ہے جن کے افراد کے بعد کوئی امتیاز دینی نہیں رہتا عیسیٰ۔ وکان اللہ عزوجل محکماً۔

یعنی اللہ کی ذات بڑی توانا اور بڑی حکمت والی ہے اس کے سامنے یہ سب ہائیں آسمان ہیں۔ اس میں وہ فیصلہ جسے طرح پر دے گا کمال ہوئی تردید ہو چکی اس طرح نصاریٰ کے مذہب کی تمام بنیادیں منہدم ہو جاتی ہیں۔ یہ محکمہ صلیب کا سامنا انسان ہی ہے سو یہ ثابت ہو تو اب کفار کا مولیٰ عقیدہ بھی خود بخود باطل ہو گیا۔ اب اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مسئلہ ہی حد پر ختم ہو چکا تھا تو متفقین مذکر کے ساتھ اس کا کچھ قطع باقی نہ رہتا تو آئندہ آیت میں اس کی دوسری تفصیلات بیان کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی لیکن چونکہ یہاں ایک اور شکل تر سال سامنے آچکا تھا اور وہ یہ کہ اگر وہ اس مہل پر اٹھ سکے تھے میں تو یہ کہ وہ آسمانی ہی پر نکلتا پائیں گے اس لئے اس کی بھی ضمانت کر دی گئی اور وہی وقت کے ساتھ اس کا اعلان کر دیا گیا کہ ابھی ان کو طبعی موت نہیں آئی بلکہ موت سے قبل اس کی کتاب کو کون پر اباقی ان کا مستدرج ہو چکا ہے اس لئے یقیناً وہ دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے اور اب خدا تعالیٰ کی وہ خلیفہ تہمید بھی عالم آتشکارا ہو جائے گی اور یہ ثابت ہو جائے گا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب اپنے جہنم کے ساتھ تشریف لائے ہیں تو یقیناً جسم کے ساتھ ہی اٹھائے گئے تھے۔

وَرَفَعْنَاهُ عَلَىٰ سَبْعِينَ آيَةً
قِيَامَتِ يَوْمَ تَبْلُغُ مَوْتُهُ وَتَبْلُغُ
أَيُّهَا مَنْ يَكُونُ مِنْكُمْ شَيْدًا - ۱ -
اور کوئی اس کتاب میں ہوگا کہ ان کی موت سے پہلے وہ اس
لے آئے اور قیامت کے دن وہ (یعنی میرے سلام پر) آئیں
ان پر حواء

یہی وہ تھی کہ حضرت ابو ہریرہؓ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزدیک حلیہ بیان فرماتے تو یہ بھی فرماتے کہ یہ پیچیدہ صورت صریح نہیں قرآنی ہے اور یہی آیات بالا ذکر کرتا دیتے اب مسئلہ باہل کھس بھیجا
 چونکہ کھس میں نزول منی علیہ السلام کے بار بار بیان فرماتے کی اور مسئلہ کیوں محسوس کی گئی ہے یہ سب ہرے کے
 ریشہ جو ان کو عالم انسانوں کی سخت نہیں تھا اس لئے اس کی تفسیر کے لئے اس حقیقت کے انہی نہیں کرنے کی بڑی
 برکت تھی کہ عیسیٰ علیہ السلام کی بھی وفات نہیں ہوئی اور ابھی ان کو آسمان سے اترنا ہے اور بہت سی حدیث
 معوضہ اور کئی ہیں اہل کتاب کو ان پر ایمان لانا ہے اور ایمان میں ان کے فائدے کو حاصل کرنا ہے اور باوجود
 خدا تعالیٰ کی زمین کو شرف و حدیث پاک کے کہ عام انسانوں کی سخت کے مطابق وفات پانا ہے اور عام الانبیاء
 صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن ہونا ہے یہ سب قرآنی بیان اور قرآنی ہے لگ نبیلہ اب یہاں ان کی رست کا
 دعویٰ کرنا ٹھیک ٹھیک یہودیوں کی اتباع ہے اور ان کو معلوم ان لینا ہے نصاریٰ کی کھلی موافقت ہے ۔
 کیونکہ اگر ہم عیسیٰ علیہ السلام کا معلوم چنانچہ کہ لیتے ہیں اور پھر کسی غیر معلوم تمام پر ماکر ان کی موت ان لیتے ہیں تو
 اس کا حال صریح ہے چونکہ کھس اور نصاریٰ کی وہ غلط باتیں جن کی قرآن کریم نے یہی تردید فرمائی تھی ہم نے وہ تو ان کو
 ان مایا ہے اور اس کے بعد ان کے ساتھ ہزار اختلاف صریح نظریات کا امتداد رہا ہوتا ہے یہود کے ساتھ تو
 اس لئے کہ ان کی موت کے دو ہی قائل تھے فرق صریح رہا ہے کہ موت یعنی تھی یا عزت کی اور نصاریٰ کے ساتھ
 اس لئے کہ جب وہ مولیٰ دیئے گئے تو اب اس کی حقیقت امت کی تفسیر اور کھس کی دیکھ اور ظاہر ہے کہ ان امور
 کے اصول تسلیم کرنے کے بعد یہ نظریاتی اختلافات باہل بنے پھر جو ۔ ہماری مذکورہ بالا تفسیر کے بنابر دونوں دونوں
 کے حقائق کی تکذیب و بیادہی انکار ہوتی ہے اور قرآن کریم پر اپنی جانب سے کسی حاشیہ ڈالنے کی کوئی ضرورت بھی باقی
 نہیں رہتی ۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معاملہ میں یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ اہل اسلام ہمیں
 حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعریف
 ان کے مرنے کے قائل ہیں اسی کے ساتھ نزول کے بعد ان کی موت کے بھی قائل
 ہیں اس بارے میں ہمارے علم میں ایک متفقہ اختلاف بھی نہیں ہوا تو ان کی
 وفات بائیں گئے ۔
 اختلاف ان کے لئے نہ ہو سکتا ہے
 اور ان کو ان کی زندگی کا ہر جرم مشرک ان کی توبہ اور بہشت پر ایمان قائل ہے
 لیکن موت ان کی موت کا عقیدہ ناسل اس کی ایک ایسی واضح دلیل ہے جس کے بعد ان کی موت کی تردید کے لئے
 کسی دلیل کی حاجت نہیں رہتی ۔ لہذا ان کے ذہن اور موت تفسیر کرنے کے بعد اگر ایک ہزار بار بھی ان کے
 دفع الی الشمار کا ذکر کیا جائے تو اس میں صاحبوں کے مسئلہ موت کی کوئی تاخیر نہیں ہوتی اس لئے اگر باطل فرض
 یہاں ابھی ہوا ہے یا کسی اور شخص سے ان کی موت متفق ہوئی ہے تو اس کو اجماع امت کے خلاف سمجھنا بہت بڑی

فصلی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ تفسیر انی عیسیٰ کی تفسیر ہے۔
 کی تفسیر کی تفسیر

اس کا انکار کسی کو ہے۔ زیر بحث تو یہ ہے کہ وہ موت ان کو پہنچی اور کیا انی محال مردوں میں شامل ہیں۔
 اور اب دوبارہ ہمیں آئیں گے دعوے سے کہنا یا سنا ہے کہ نہ حضرت ابن عباس سے منقول ہے اور نہ امت
 مسلمہ میں کسی اور مستند عالم سے بلکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے باسناد قوی یہ ثابت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اٹھائے گئے اور
 نزول کے بعد پھر وفات پائی۔ اور محکم یہی تمام امت کا عقیدہ ہے۔

امام بخاری کی کتاب التفسیر میں مل
 جاتے کا حقیقہ وہ ان کا تفسیر کہہ
 ہیں مگر امام ابو حنیفہ کا ترتیب زادہ ہے
 یہاں ایہ فتویٰ کو ایک منہ اندر بھی لکھ گیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مذکورہ
 تفسیر جو تفسیر امام بخاری کی کتاب میں موجود ہے۔ لہذا اس سے ثابت ہوا
 کہ امام بخاری کا تفسیر بھی یہی ہے۔ عجیب بات ہے کہ جب امام بخاری کی
 کتاب میں عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی حدیث بھی موجود ہے تو پھر کسی دلیل سے یہ کہہ لیا گیا کہ اس موت سے گزشتہ
 موت مراد ہے بلکہ یہ خود حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہ ثابت ہے کہ یہ موت نزول کے بعد والی موت ہے
 تو انشاء پر اسے کہ امام بخاری کے نزدیک بھی اس موت سے وہی مراد ہے اور اس کی واضح دلیل ہے کہ ان کی کتاب
 کتاب میں عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا قریبی موجود ہے۔

پھر ان سیکھنے والوں کو اساطیر بھی نہیں کہ امام بخاری نے کتاب التفسیر میں جو احادیث اور تفسیریں نقل فرمائی
 ہیں یہ خود ان کی جانچ کر نہیں ہیں بلکہ ان کی جانب سے موت ہی حتمہ ہے جو انہوں نے اپنی اسناد کے ساتھ
 روایت فرمایا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ امام بخاری کے پاس ابو حنیفہ کی کتاب التفسیر موجود تھی۔ امام برصورت نے اس
 تفسیر کی کتاب تفسیر کو کسی تنقید و انتخاب کے بغیر منجانبہ انصاف کی کتاب میں نقل کر دیا ہے۔ لہذا جتنے اقوال موجود
 اس کتاب میں موجود تھے وہی سب کے سب یہاں نقل ہو گئے ہیں۔ لہذا یہ گھنا یا گل بے اصل ہے کہ امام
 بخاری نے اس میں جو روایں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس تفسیر کو اختیار فرمایا ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ابو حنیفہ کی کتاب تفسیر
 میں جو روایں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قریبی روایں امام بخاری نے ان کی قریبی کتاب تفسیر ہی کو اپنی کتاب میں
 کسی انتخاب کے بغیر نقل کر دیا تھا تو یہ جو کہ ابو حنیفہ کی کتاب میں موجود تھا اس لئے وہ بھی یہاں نقل ہو گیا
 ہے۔ ابلی علم کو اچھی طرح معلوم ہے کہ کتاب تفسیر میں بہت سے مقامات پر مل بیانات میں تسامع بھی چوکی
 تو ان میں جو بھی نقل ہو گئے ہیں اور ان کی ترتیب میں بھی اچھا خاصہ اختلاص واقع ہو گیا ہے۔ لیکن امام بخاری
 خود ان جہر انصاف سے مراد ہیں اس کی ذمہ داری اگر مائدہ ہوتی ہے تو ابو حنیفہ پر مائدہ ہوتی ہے۔ امام بخاری کی

سہارنواستارہ کی بھی اجازت نہیں دی بلکہ اس عنوان کی کو خواہ وہ کسی سنی سے ہو اپنے سخت غیظ و غضب کا باعث قرار دیا ہے۔ ہر شاہ ہے :

تَحْكُمُ الْاَسْمَاءُ يَوْمَ تَقُورُ السَّاعَةُ وَ
تَسْقُطُ الْاَسْمَاءُ وَتُخَالِفُ الْاَلْبَابُ هَذَا
اِنَّ دَعْوَا الْمَرْغُوبِ وَكَلَامُ
ایہی اس امر سے آسمان پر اس پر اس اور زمین کی طرف سے
اور یہاں آٹھ کے ذکر میں اس پر کہ جانتے ہیں رحمان حکام
جو اعلان۔

[illegible]

حضرت مہدی علیہ السلام کی وفات | یہ سنتے ہی یار گئے کے قابل ہے کہ صلیب چوڑی حضرت مہدی علیہ السلام کی کے نام سے پڑی گئی تھی اس لئے ضروری ہو کہ حضرت مہدی علیہ السلام کا دوبارہ تشریف لکھو اس کے لئے کہ حکم دیں نا کہ جن کے نام پر یہ مشرک ایجاد ہوا تھا ان ہی کے حکم سے اس کا استعمال بھی چھوڑا کہ عرب نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مرتبہ پر کسی کی جہوئی تہمت لگائی تو خود آپ کے سب سے عظیم اور جلیل القدر آدمی نے حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام نے تہمت لگا کر اس کی تردید فرمائی اور فتح مکہ میں اپنے دست مبارک سے من تمام نبیوں کی تصاویر بنکر دیں چوتھ ابراہیم کے نام پر بنانا کہ جس کے اندر بنائی گئی تھیں یہ خیال کرنا

اقتداء ہے کہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر مصیبت توڑ دیں گے تو عیسائی اور بہت سی مجلسیں بنالیں گے۔ اگر یہی امر واقع
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت تنگنی پر کیا جائے تو کیا یہ قادیانیوں کے لئے ایک نیا ہیئت ہو سکتی
 اور مصیبت تنگنی کا نام دہرا دہرا نہ ہو سکتا؟ نہایت کا مقصود یہ کہ وہی نہیں ہو سکتا کہ مصیبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دست مبارک
 سے توڑ دی جائے گی وہ پھر بھی بنائی نہیں جا سکتی جیسا کہ جو بہت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے
 توڑ دئے گئے وہ جڑ جڑ سے عرب میں آج نیزہ و سار کے بعد بھی دوبارہ و سار نہیں بن سکتے۔

قرآن کریم کی شان اس سے بہت بلند ہے کہ وہ اپنے سیاق و سباق میں صرف
 دشمنوں کے خوف سے کسی حقیقت پر بھی یانی پھیرے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کے معاملہ میں اگر ”ریش“ کے لفظ سے ان کی کائنات کے بارے میں کوئی بے سبب اشتباہ پیدا ہو سکتا تھا تو
 اس سے کئی وجہ زیادہ اشتباہ لفظ ”روح اللہ“ اور ”نور اللہ“ سے پیدا ہو سکتا تھا۔ چنانچہ آج تک عیسائی ان ہی
 الفاظ کے کراہیوں اسلام کے مقابلہ میں پیش کرتے ہیں اسی طرح ان کے سحر و جادو کا حال بھی ہے تو کیا ایک ویسے
 بشر پر جس میں بڑی بشری خواص تھیں ہونے نظر آ رہے ہوں بے دلیل اور بہت کہہ دینے والوں کی قرآن کریم
 نے کوئی رعایت کی ہے کیا اس نے ”روح اللہ“ اور ”نور اللہ“ کا لقب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دے دیا نہیں
 دیا کیا یہ عقول کے خوف سے ان سے اجیار ہوئی کہ سحر و جادو کا کرنے میں کوئی ایسا ویش کیا گیا ہے اگر نا معقول
 جماعت نے نہ تو ان بشری خواص کو پرکھیں وہ کائنات کی رویت بناؤ، لا جو تو اس میں سراسر جرم ان ہی کا ہے۔ لہذا یہاں
 قرآن کریم پر یہ دودھ ان کا اس نے ”روح اللہ“ اور ”نور اللہ“ کا لفظ کیوں مستعمل فرمایا ہے ایسا ہی ہے جیسا کہ بہت
 افسوس ہے کہ ”روح اللہ“ اور ”نور اللہ“ کا لفظ کیوں استعمال فرمایا۔

خوب یاد رکھو اگر ہم اپنی سزا و جزا خدائی میں قرآن کریم کے صریح الفاظ کی نادہلی کریں گے تو اس کا نتیجہ
 صرف قرآن کریم کے الفاظ کی تحریم نہیں ہو گا بلکہ بہت سے حقائق کا انکار بھی ہو گا اگر رب العزت کے ان کے بن
 باپ پیدا فرماتے ہیں ناستوتوں کی رعایت کا جس کسی کو نہیں ہے تو اس سے ملنے کے لئے خدا ساری پرکھاتے ہیں
 ناستوتوں کی رعایت کے مقابلہ کا جس کو ہے و درت و حکمت و انجمنہ الہی قدرت و حکمت کے مقابلہ کرنا ہو گا
 ہن شاہ فیض من و من شاہ فیض کفر۔

شہادت اور دوس کا فرق نہ کہ غریب پر
 کسی کی حیثیت کی تحریم پر صرف نہیں ہے بلکہ
 کی رہ کر نہ غلام و خزانہ کا جرم نہ بننا ہے
 چاہیے اب اگر اس میں کوئی شبہات اور اعتراضات دل میں گزرتے ہوں
 تو عقل کا غلام نہ رہے کہ ان شبہات میں کا جواب تلاش کرنا چاہیے اور ان کو میں چاہیے نہ کہ ان کی تاب نہ

حقیقت ہی کا انکار کر دیا جسے کہ ٹکڑی شہادت زیادہ سے زیادہ دلائل کی روشنی میں دیکھ کر سکتے ہیں مگر کوئی دوسری
 روشنی پیدا نہیں کر سکتے اس لئے سبب بھی آپ اپنا رخ فرمائیں شہادت ہی کی طرف پھیریں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ
 آپ اور تادیل و تمار کی بھی جا کرے ہیں۔ شہادت کو کسی مشبہ کی بنا پر غم نہ کرنا کہ اس کا حقیقیہ بدل دیا جائے تو آپ کو
 معلوم ہو گا کہ جتنے شکاوت اس حقیقہ میں پیدا ہو سکتے تھے اس سے کہیں بڑھ کر شہادت دوسری صورت میں
 پیدا ہونے لگے۔ حقیقت پریشان کا ایک بڑا دلی فریب ہے کہ سب کو کسی مگر ہی کی دعوت دینا ہے لا پہلے ایک
 حق بات میں شہادت ڈالنا شروع کرتا ہے پھر غم نہ ان شہادت کو بڑھا کر ان کو ایک حقیقت کی صورت میں پکارتا
 ہے پھر اس کے دلائل کی تلاش لگاتا ہے اور اس تمام تدبیر میں سلسلہ میں ایک بار بھی انسان کا ذہن اصل حقیقہ
 کے دلائل کی غمت تو رہ نہیں ہو سکتا حتیٰ کہ وہ حقیقہ جو پہلے میں شہادت کے وجہ سے بھڑک چکا تھا
 اب ان دلی دلائل سے باطن نظر آئے گئے ہے اور ان دلائل پر دماغ میں کسی ادنیٰ شبہ کا گزیرنے نہیں دیتا
 اس کے بعد پھر انسان کو ایسا ڈیرنا دیتا ہے کہ اس کے فو سائے حقیقہ کے خلاف انسان واضح سے واضح دلائل
 کی تادیل بلکہ تعریف میں ذرا نہیں شرماتا اور اس طرح وہ انسان کو دین سے خوف کر دیتا ہے اور اس کے
 ایمان یا غیب کی سادی دینا پر باور کر دیتا ہے۔ اسی کی مثال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا مسئلہ ہے
 یہاں بھی صرف شہادت پیدا کر کے پہلے وہ اسی حقین کو متروک کرنے کی سعی کرتا ہے اور جب اس میں کامیاب
 ہو جاتا ہے تو پھر انسان کو جیسوں حدیثوں کی تادیل بلکہ انکار پر آمادہ کر دیتا ہے۔ مثلاً یہ شبہ پیدا کرنا ہے کہ وہاں
 کون سے گئے گئے خاص حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کے تشریف دینے کی ضرورت کیا پڑی ہے پھر اتنے دھماکا نہ
 دینا کیوں تسلیم کیا جائے اور اس کے لئے جتنے تعداد جو سکتے ہیں ان کو خوب مہربانی کرنا چاہتا ہے لیکن ایک
 مومن ان شہادتوں کی بنا پر قرآن و حدیث کی تادیل کرنے کی بجائے خود ان شہادت ہی کے جواب کی طرف توجہ ہوتا
 ہے اور صرف اس واسطے وہ اپنے قیمتی ایمان کو زخمی نہیں کرتا۔ اگر میان کتب سابقہ اور اہل کتاب کی تاریخ
 پر ذرا غور کی جائے تو معلوم ہو گا کہ کتب سابقہ میں دوسرے کے آدھل بیگانی کی کمی تھی ایک وسیع جاہلیت اور دوسرا
 کتب ضلالت چوتھی بیروت نے وسیع جاہلیت کو کتب ضلالت کا معذوق قرار دیا تھا اور وسیع ضلالت کو اس کے
 برخلاف وسیع جاہلیت ٹھہرایا گیا اس لئے گویا مناسب دھماکا وسیع ضلالت کے ٹھہرے وقت خود وسیع جاہلیت ہی
 تشریف لاکر اس کے مقابل پر یہ ثابت کر دیا کہ وسیع جاہلیت کون ہے اور وسیع ضلالت کون تاکہ ایک طرف جو پہلے
 وسیع جاہلیت کو کتب ضلالت ٹھہراتے دالے تھے وہ دھمے لے ثابت ہوں اور دوسری طرف کتب ضلالت کی ابتداء کو نہ دیکھ
 بھی مراد ہو جائے اور اس طرح جو معاذیل پہلے ٹھہر چکے تھے اب وہ خواران ہی زبان سے دور ہو جائیں یہاں
 ان کے نام است و جی کی تھی وہی اگر اس کو توڑیں اور سو بھی ان ہی کے نام سے ملان کیا گیا تھا اب وہی اگر اس کے

کی خدمت سے ہم پر بھی زور دیا گیا ہے کہ وہ سب کی سب حقیقت ہی حقیقت تھی اور کبھی تو دل کے بیڑ پر اس کی حقیقت ہی پر عمل کرنا چاہیے چنانچہ اگر حقیقت کے لئے کہو میں حسب اتفاق اس کا ذکر آگیا ہے کہ وہاں انسان کی ہر خواہش بڑی ہوگی تو سب میں نے کبھی اس کو سبالت پر نہیں کیا بلکہ اپنے اپنے ذوق کے مطابق وہی سوالات کئے ہیں جو ان اہل علم کے مشق سے میں پیدا ہو سکتے تھے۔ مثلاً کسی نے یہ سوال کیا کہ کیا جنت میں کاشت اور کھیتی بھی ہوگی اور جب کبھی جنت میں منہنی تعلقات کا ذکر آگیا ہے تو سب میں سے اس پر کسی نے ولادت کے مسئلہ کا حل بھی دیا ہے کیا ہے اس طرح غیر مسائل کے مسئلہ میں ایسے سوالات کئے گئے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے مخاطب صحابہ ہمیشہ اپنے کلام کو حقیقت ہی پر عمل کرنے کے عادی تھے پھر ان کے جو جوابات آپ سے منقول ہیں وہ بھی وہی کی وہی ہیں کہ خود آپ نے بھی ان اہل علم سے منہنی سنوں ہی کا ارادہ فرمایا ہے مثلاً پہلے پہل کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ اگر کسی ذرا امت مش آدمی کے دل میں دال بھی یہ جذبہ پیدا ہوگا تو ذرا امت آدمی کی بائیس و پچاسی سب ان کی آن میں چرچا سے گی اور ذرا سی دیر نہ ہوگی اور کبھی کبھار اس کے گھر میں آجائے گی اور قدرت کی طوالت ارشاد ہوگا۔ اچھا آدمی نے تو یہ بھی لے تیری جو میں کبھی طرح خود کی بھی ہوگی اگر یہاں مجازی سے استعمال ہوتے تو جواب صاف تھا کہ جنت میں کبھی کہاں اس کا مطلب تو صرف ایک سی مجازی اور سبالت تھا وہی طرح ہمارے سوال کے جواب میں بھی آپ یہی فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص ولادت کی تسکیر سے گھر تو فرما دے اور امت اور منہنی کا سلسلہ آقا تا پورا چکر لکھنا چھوڑ دے تو اس کو مل جائے گا کہ جو دنیا میں سیر کرتا تو فی عالم کے لئے نہیں آئے بلکہ حقیقت ہی حقیقت بتانے آئے تھے انھوں نے یہاں بھی وہی کہا ہے اب ہمیں وہی جو صورت قیاس سے دیا جاسکتا تھا لکھ وہ جواب صاف تھا فرمایا حقیقت میں اس کا جواب تھا۔ ارشاد ہے کہ اگر حقیقت میں کسی کے دل میں یہ تسکیر ہوئی تو ایسا ہی جو کلمہ دال کسی کے دل میں یہ تسکیر نہ ہوگی۔

عرض شریعت اسلام کی تاریخ میں منظم و مخاطب دونوں کے حالات سے ہم کو صحیح معلوم ہوتا ہے کہ دونوں جانوں سے مسند علی الاعلان کے سبب حقیقی معنی ہی مراد لئے گئے ہیں پھر اس کے کوصفات و بلاغت کے لحاظ سے وہاں استعارہ و مجاز نا صریح پر لائقیت سے ان کی طوٹ عام طور پر ہمیں کا استعمال ہی محسوس ہو۔ مثلاً صبح کے لئے الخیضہ لایحیوں کا لفظ اور شب کی تاریکی کے لئے الخیضہ الاسود کا لفظ فصیح لغت میں ایک ایسا مجاز ہے کہ اس مجاز کو چھوڑ کر یہاں حقیقت کا استعمال کرنا گویا اندازِ بلاغت ہی کو چھوڑ دینا ہے۔ اس کے باوجود جب قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی تھی متیقن لکن الخیضہ لایحیوں من الخیضہ الاسود تو کسی دن غنائے اس کلمے پر سے مجاز کو بھی متبعت ہی پر محمول کیا اور یہاں وسیعہ رنگ کے دو دھانگے لئے کہ اپنے خیر کے نیچے مکہ لئے اور ذات کو اس وقت تک کھانا دینا۔ صاحب تک کہ یہ دو دھانگے وسیعہ ملندہ صاف صاف فقرہ آئے ہنگے

صریح الفاظ اور صریح بیانات کو بے پیرہہ بنانے اور ان کی تاویلات کرنے کا نتیجہ بھی
 کا غلطہ ثابت ہو گیا۔
 اختیار آخر نہیں ہوا یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آہٹک پیشگوئی میں تاویل کی
 اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انھوں نے قتل کر دیا تھا اور جب وہ قاتل ظاہر ہو گا تو اس
 کو سچا ہدایت تکھ کر اس کی ابتدا کریں گے اسی طرح انھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صاف صاف
 پیشگوئیوں کی تاویلات کیں اور محسوس کا بھی جو نتیجہ ظاہر ہوتا تھا وہ یہ کہ انھوں نے بھی اسی غلطی کی دولت حضرت
 عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کیا۔ لہذا صاف اودھائی بیانات میں تاویلات کرنا نہایت خطرناک قدم ہے اور اس کا
 ثمرہ بھی یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فکر غلط سچ، سچ حق مان لے جائیں اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام
 کذلک ہوں تو یہودیوں کی طرح ان کا انکار کر دیا جائے۔ اگر نزول عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اسے واضح اور صریح
 الفاظ میں بھی تاویلات یا تاویلات و استعارات جاری کر دینا صحیح ہے تو پھر یہ دو مضامین کو بھی قصور وار قرار دینا غلط
 ہو گا جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق پیشگوئیوں میں تاویلیں کر کے پناہ جان بڑا کر لیا ہے۔

والعیاذ باللہ من الزیغ والالحاد

۱۲۵۵۔ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَمَنْ أَدْرَكَ مِنْكُمْ بَشَرًا مِنْ بَنِي
بَنِي نَضْلَةَ فَلْيَقْرَأْهُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ . كَذَا فِي الْمَدِينَةِ ۲۶۷۰ وَقَدْ رَوَاهُ
أَحْمَدُ فِي مُسْنَدِهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَجَاءَ فِي الْبُخَارِيِّ .

۱۲۵۶۔ عَنْ أَنَسٍ هُرَيْرَةَ مَوْفُورًا عَلَيْهِ إِذِ لَا يَسْأَلُونَ إِلَّا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فِي خَيْفَةٍ أَنْ أَوْفَرَ لَكَ
بِحَبِيبِهِ بَنِي نَضْلَةَ فَإِنْ عَجَلَ فِي مَوْتٍ فَمَنْ أَدْرَكَهُ فَلْيَقْرَأْهُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
وَمُسْنَدُ أَحْمَدُ مِثْلُ رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ وَقَدْ أَخْرَجَ الْبُخَارِيُّ بِهِدَ الْأَسْنَدَ لِعَادِيثٍ
فَمَنْ رَاجَعَ مِنْهُ ۲۶۷۰ .

أَنْ عَسَىٰ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لَمْ يَسْأَلُوا إِلَّا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فِي خَيْفَةٍ أَنْ أَوْفَرَ لَكَ
بِحَبِيبِهِ بَنِي نَضْلَةَ فَإِنْ عَجَلَ فِي مَوْتٍ فَمَنْ أَدْرَكَهُ فَلْيَقْرَأْهُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
وَمُسْنَدُ أَحْمَدُ مِثْلُ رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ وَقَدْ أَخْرَجَ الْبُخَارِيُّ بِهِدَ الْأَسْنَدَ لِعَادِيثٍ
فَمَنْ رَاجَعَ مِنْهُ ۲۶۷۰ .

۱۲۵۵۔ انس روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم میں سے جس شخص کی بھی
میتیں بن رہیں سے ملاقات ہو وہ ان کو میری جانب سے ضرور سلام کہے۔ (احمد)
۱۲۵۶۔ ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اگر میری زندگی دراز ہو گئی تو جو کو امید ہے کہ میں بن رہم سے
خود میری ملاقات ہو جائیگی اور اگر اس سے پہلے میری موت آجائے تو جو شخص ان کا زیارہ کرے
وہ میری جانب سے انکی خدمت میں سلام عرض کرے۔ (مسند احمد)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بابت وفات نہیں ہوئی ان کو اشراف الانام کے بعد انکی وفات ہوئی ہے
۱۲۵۷۔ حضرت حسنؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود سے ارشاد فرمایا۔ میں

۱۲۵۶۔ ان روایت سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ تصدیق ہر دور ہے۔ یہاں بتی ہے کہ اس میں جس حمل کے
دادوں کی نظروں میں اسکا تھلا لک رہا تھا۔ نیز یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ انکی شخصیت غیر عادی شخصیت ہے۔ اس کا فرق
ہے کہ وہ پیشگوئی کو یاد رکھے اور جس خوش نصیب کو وہ ڈانٹتا تھا اپنے اہل لایم کو کہ وہ شخصیت میں اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
پیدا کر آئے گی اور میت کو پورا کر سکی سعادت حاصل کرے۔

۱۲۵۷۔ عجیب بات ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مناد میں یہود و نصاریٰ کو حضور اللہ
تعالیٰ کے برحق یہودی میں عین سلام کو مردود کر کے کہیں اور ان کی دوزخ و آگ کے سنگین اسلحہ آپ نے خاص
یہود کو خطاب فرمایا ان کے مناد میں خاص طور پر انکی دوزخ و آگ کے سنگین اسلحہ کے ساتھ ان کی

أَخْرَجَهُ ابْنُ جُرَيْمٍ فِي رِوَايَتِهِ وَأَمَّا أَبُو كَثِيرٍ مِنْ ابْنِ عَدِيٍّ أَنْ وَذَكَرَهُ فِي النَّاسِ مِنْ حَرْبِ بْنِ
مُخَرَّمٍ وَقَوْلُهُ عَلَيْهِ وَأَحْرَمَهُ ابْنُ أَبِي سَلَمَةَ فِي رِوَايَةٍ.

١٥٨ عجب الزعيم من سلا قال ان فطاري : لو استسول الله عنى : الله عليه وسلم فاستمعه فى
عيسى بن من بعد ما قالوا له من ابوه : فاولا على الله : انك يا بنى الله فقلت فقال لهم لمضى على
الله عليه وسلم : انتم تعلمون انه لا يكون دند : الا وهو ينفه اباه : فاولا على الله : انتم
فقلت ان دشا على لا يموت وان عيسى : يا بنى الله عليه وسلم : فاولا على الله : انتم
للمشهور من ادل سورة مريم :

۱۲۵۹- عَنْ أَبِي الطَّمِيلِ عَنْ حُرَيْثِ بْنِ أَبِي سَعْدٍ الْفُجَاءِ مَرَى قَالَ: أَطْلَعَ إِلَيْنِي سَلَفِي مِنْ رَبِّهِ

وہی مرت نہیں ہیں اور قیامت سے پہلے ان کو موت کو تجھ سے پاس آنا ہو۔ (روبن کثیر)

۱۲۵۸۔ دین مرشد بیان کرتے ہیں کہ خدا کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حج کرنے لگے اور کہنے لگے کہ اگر وہ خدا تعالیٰ کے بیٹے نہ تھے تو توبہ لینے کا والد کون تھا اور حق تعالیٰ نے شانہ پر طرح طرح کے جھوٹ اور بہتان لگانے لگے تھے ان سے فرمایا تم انہی میں سے نہیں جانتے کہ ہر بیٹا اپنے باپ کے مشابہ ہو کر تپے انہوں نے کہا کہ یوں نہیں پھر آپ نے فرمایا کیا تم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہمیشہ زندہ رہنے والی ہے اس کو موت کبھی نہ آئیگی اور یہی وحیہ السلام کو موت آنی ہے انہوں نے اسکا انکار کیا اور کہہ دیا کہ موت آنی تو ہر وہ شخص تعالیٰ کے مشابہ کہاں ہے؟ (۱۲۵۹)

[illegible]

۱۲۵۸۔ اگر بعض حضرت مسیح علیہ السلام کو موت پہنچی تھی تو کیا اس حقیقت کے انکشاف کیسے احمدیہ نزد
مخبر حکمرانوں کو ہوتا تھا اب یہاں ۱۹۰۷ء فرما ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام تو کسی کے مرگے ہیں مگر قرآن وحدیث میں
یہ بات نہیں ملے کہ اسے ایک مگر کسی حکمران کا گروہ نہیں ملے۔

۱۲۵۹ء حدیث مذکور کے آثار جنہیں کے قیامت کا آئینہ ہے گرامر سے ہیں حضرت مصطفیٰ علیہ السلام کا نزول بعد
ہر اوقات کے ساتھ بھی اسامی مصطفیٰ کے حق کو اپنی تشریف آوری سے قبل ہی دست کا تصور کرنا اور ہے حقیقت ان

فَلْيَاوَعْنِ مَنَازِلَكُمْ فَقَالَ مَا تَدْعُونَ قَالُوا نَدْعُكَ اِنَّكَ اَنْتَ اَللّٰهُ اَلَّذِي نَعُوْذُ بِكَ مِنْ نَوْءٍ قَبْلِكَ اَعَسَ اَيَّامُ فَتَاكِ الْمُنَاقِلِ وَالْمَدَاجِلِ وَالْمَدَائِدِ وَطُلُوعِ الشَّمْسِ مِنْ مَجْرِيْهَا وَنُزُولِ عِيسَى بْنِ مَرْيَمَ وَابْتِغَاؤُهَا وَخُرُوجُ زُلُمَاتٍ مِنْ حُجُوبِ حُجُوبٍ بِالْمَشْرِقِ وَخُسُوفُ بِالْمَغْرِبِ وَخُسُوفُ بِحُجُوبِ الْقُرْبِ وَاجْزَاءُ ذَلِكَ عَذَابُ الْخُرُوجِ مِنَ الْيَمِينِ طَرَفُ الدَّائِرَةِ الْخُرُوجُ مِنَ الْيَمِينِ اَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ عَنْهُ وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَخْرَجَهُ الطَّبْرَانِيُّ وَلِطَائِفِهِ وَافَقَهُ الذَّهَبِيُّ فِي تَصْغِيرِهِ .

۱۲۶۰۔ عن عبد الله بن حنبل عن ابي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال لا تنزل طائفة

تشریف لائے اس وقت پر قیامت کے متعلق گفتگو میں سنو کہ آج آپ نے فرمایا کیا گفتگو کر رہے ہو ہم نے عرض کی قیامت کے متعلق باتیں کر رہے ہیں آپ نے فرمایا قیامت اس وقت تک ہوگی کہ جس کے پاس سے پہلے قوموں کی نشانیاں دیکھ دیں وہ جوں جوں آجائیں۔ آجائیں۔ مغرب کی جانب سے آجائیں۔ طلوع عیسیٰ بن مریم کا آنا۔ یا خروج و یا خروج کا ظہور۔ تین ٹہنٹ۔ ایک مشرق میں۔ ایک مغرب میں۔ در تیسرا جزیرہ عرب میں۔ در سب سے آخر میں وہ آگ جو زمین سے ظاہر ہوگی اور سب کو دھکا دے گی۔ (مسلم شریف)

۱۲۶۱۔ عمران بن حصین روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میری امت

نیز میری نسل اور میری حضرت میری علیہ السلام کا نزول میں آئے گا۔ ت کے ساتھ دو گز یا تیس گز سے ہر طرف اپنی اپنی جہت میں آجائیں گے۔ اور پھر آپ کے انقباض عالم کے حبیب تر حلو کی طوائف سے ہی حبیب و محبوب جملہ ہو جائیں گے۔ ان کو تا طبع کر کے دنیا کے تمام حوادث کی صف میں سمجھیں قیامت کی حقیقت سے نہ عقل کی دلیل پر نہ ایک طرف پر قیامت ہی کا انکار نہ کیونکہ قیامت کا وجود ان طوائف کے وجود سے کہیں حبیب تر ہے پس اگر یہ طوائف عقلی عدل کے نزدیک مقرر عقل ہو گئی تہ ذیل تاویل میں تو یہ قیامت کا وجود بہ دوامی تاویل جو ناچاہیے اور اسی زمانہ میں صلوات خاصہ کو ذرا مختصر سے دل سے اس پر جوڑ کرنا چاہیے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول حدیث میں قیامت کے قریب تر توقعات میں آئے گا۔ کیا ہے بعد اگر اس کو قیاس کرنا کہ جسے وہ تمام تر قیاس کر چاہئے عالم کے علم میں ہیں اس کو قیاس کر لیتے تھے۔ یہی تاویلی ہے حضرت نے وضع نہیں جو اصطلاح ہے اپنے مدارجات قیامت میں قیامت کی علامات کی وہ قسمیں قرار دی ہیں۔ مغربی، جنوبی، اور مرکزی، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول طوائف گز میں نہ لے کر۔ سب کے ماحول حدیث کے اختلاف میں ہے کہ کسے بعد قیامت کا مطلق انتظار نہ کیے جیسے جاننے والوں کی تہی ہو جائے گا۔ اسکا۔ نہ جبری نہ انتقامی انتظار کہ کرتے ہیں۔ یہاں اس باب کے آخر کی حدیث میں مغرب تیس کے واسطے سے لے لیا۔

۱۲۶۰۔ حدیث کو اگر ہم ایک اور سے سنوں کی حدیث ہے کہ جو کہ قیامت سے قبل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری قیامت کی طرف اپنی سلسلہ اس کے بعد کہیں قیامت کا نہ رہے تو اگر وہاں سے آجائیں

مِنْ أَهْلِ بَيْتِي بِمَنْ هُوَ مِنْ نَافِلَةِ هَذَا بَنِي هَذَا مِنْ بَنِي هَذَا وَتَعْلَى وَتَعْلَى وَتَعْلَى وَتَعْلَى
مِنْ بَيْتِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ . سند صحیح ہے و بہار العلوم نقات

۱۳۶۱۔ عن ابن مسعود عن قنصہ قال قال ابن مسعود عن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم
يُسْتَعْتَبُ بِهِ النَّاسُ عَشْرُونَ صَوَابًا . (کنز العمال)

۱۳۶۲۔ عن ابن مسعود عن قنصہ قال قال ابن مسعود عن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم
وَمَنْ عَمِلَ الصَّالِحَاتِ مِثْلَ مَا عَمِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ فِي الْمَسْجِدِ لَا يَزِيدُ عَلَيْهِ إِلَّا فِي النَّبِيِّ
وَالنَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ .

۱۳۶۳۔ عن جابر بن عبد الله عن أنس بن مالك عن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم
مَنْ دَخَلَ مَسْجِدِي بِمِثْلِ مَا عَمِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ فِي الْمَسْجِدِ لَا يَزِيدُ عَلَيْهِ إِلَّا فِي النَّبِيِّ
وَالنَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ .

۱۳۶۴۔ عن جابر بن عبد الله عن أنس بن مالك عن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم
مَنْ دَخَلَ مَسْجِدِي بِمِثْلِ مَا عَمِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ فِي الْمَسْجِدِ لَا يَزِيدُ عَلَيْهِ إِلَّا فِي النَّبِيِّ
وَالنَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ .

۱۳۶۵۔ عن جابر بن عبد الله عن أنس بن مالك عن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم
مَنْ دَخَلَ مَسْجِدِي بِمِثْلِ مَا عَمِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ فِي الْمَسْجِدِ لَا يَزِيدُ عَلَيْهِ إِلَّا فِي النَّبِيِّ
وَالنَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ .

۱۳۶۶۔ عن جابر بن عبد الله عن أنس بن مالك عن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم
مَنْ دَخَلَ مَسْجِدِي بِمِثْلِ مَا عَمِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ فِي الْمَسْجِدِ لَا يَزِيدُ عَلَيْهِ إِلَّا فِي النَّبِيِّ
وَالنَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ .

۱۳۶۷۔ عن جابر بن عبد الله عن أنس بن مالك عن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم
مَنْ دَخَلَ مَسْجِدِي بِمِثْلِ مَا عَمِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ فِي الْمَسْجِدِ لَا يَزِيدُ عَلَيْهِ إِلَّا فِي النَّبِيِّ
وَالنَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ .

حَسْبُ وَعَاوُ امْنًا خَوَامِرُ نَدَائِي الْقَوْمِ قَبْدًا عَرَضًا فَيَزِدُّونَ عَلَيْهِ قَوْلَهُ فَتَقْبَلُ مِنْهُمْ
فَيَسْأَلُونَ فَيُجِيبُ لَيْسَ بِأَيِّدِيهِمْ مِنْ شَيْءٍ مِنْ أَمْوَالِهِمْ وَبِمَنْ بِالْحَرَمَةِ يَقُولُ لَهَا
أَخْرِجِي كَتُورَكَ فَتَقْبَعُهُ كَتُورُهَا كَيْفَا يَسِيبُ الْخَلْلَ ثُمَّ يَدْعُوهُمْ وَيَقُولُ مَسْتَبَايَا
فَيُخْرِجُهُمُ بِالسَّيْفِ فَيَقْطَعُهُمْ حَزْنُ لَيْسَ بِمَنْفَعَةٍ الْقَوْمِ تَزِيدُهُمْ قَبْلاً وَتَهْلُ وَجْهَهُ
فَيُخَالِكُ قَبِيلاً هُوَ كَذَلِكَ إِذَا بَعَثَ اللَّهُ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَيَزِيلُ جَدَّ النَّاسِ وَالْبَيْضَاءُ سَاجِدَةٌ

واپس جو جمع تو ان کے دو ٹونوں کے کوٹان چہنے سے زیادہ ہے ان کے حق پہلے سے زیادہ دودھ سے لبریز اور
 لکی کوٹھیں پہلے سے زیادہ تھی جوں جنگلی اس کے بعد وہ کچھ اور ٹوکوں کے پاس جائیگا اور انکو کسی اپنی خالی تین تھ
 دیا جائیگا وہ اسکو زائیں گے جب وہ ان کے پاس سے واپس ہوگا تو یہیو سے سب قطا جس مثلاً بوجا بیٹا اور کے
 قبضہ میں کوئی اہل نہ دیکھا اسب و حال کے ساتھ جلا جیٹا پھر وہ ایک شوہر میں سے گذر جائیگا اور اسکو یہ حکم دیا جائیگا
 تمام غزائنے باہر اگلے ۷-۱۰ سب کے سب ہاں کے پیچھے پیچھے اس طرح بولینگے جیسے کھوہوں کے سواہ کے
 پیچھے پیچھے سب کھیاں بیوی ہیں اسے بعد ایک شخص کو بلا دیا جوسلے پر سے شباب پر ہوگا اور ترغوار سے اسکو
 نکلتے کر کے ہفتی دو برس بعد کچھ بنا تیرا نہ لانا ملے لکھا جی جگہ سے دو میں داخلہ ہو ملے جسم اسکو کو
 فائدہ سے کر دینا لکھا وہ بہت کھلکھلا نا چڑھا جائیگا اور مردہ یہ شعوہ بازا باا و کھلا دیا ہوگا اور ہر اللہ قلعے یعنی
 من مریم کو بھیج دیا و عشق کے مشرقی سفید ستارہ پر اترینگے اور وہ روز روز غزائی رنگ کی جاواریں اور سے ملنے
 دو فرشتوں کے بازو ہاں ہاں دونوں ہاتھ کے ہوتے ہوئے سر جھکا کر گے تو پانی کے قطرے ٹپکتے ٹپکتے ہوئے
 بہتے رہتے رہتے یہ کہ چو کہ موجود وہوں کے ملنے اور ہر شکل شکل سے لیکن اس کے مقابلے میں صحیح معنوں کا اظہار
 اور کوئی مشکل نہیں اس لئے وہاں میں پسا ائی گذر گئی ہے کہ کھڑکیوں کے جودانوں کے ہوا سے ہیں اب کوئی شکل
 نہیں ہو سکی

اس کے علاوہ بہت اور میں حضرت علی علیہ السلام کے نزول کے بعد ان کو تعصبات مذکور میں سے کو آپ علیہ السلام پر ہو گیا
اب میں پھر یہ عرض کروں کہ ان کے صحابی کیا ان تعصبات میں کسی مجاہد و مستحارہ کا ارادہ کیا ہے یا نہ ہو چکا ہے
مستحارہ سے انکار نہیں مگر آپ کو بھی حقیقت سے انکار نہ ہونا چاہیے اگر اس کا کلام سے واضح ہوتا تو کہ میں اس مسئلہ

۱۰۰
۱۰۱
۱۰۲
۱۰۳
۱۰۴
۱۰۵
۱۰۶
۱۰۷
۱۰۸
۱۰۹
۱۱۰
۱۱۱
۱۱۲
۱۱۳
۱۱۴
۱۱۵
۱۱۶
۱۱۷
۱۱۸
۱۱۹
۱۲۰
۱۲۱
۱۲۲
۱۲۳
۱۲۴
۱۲۵
۱۲۶
۱۲۷
۱۲۸
۱۲۹
۱۳۰
۱۳۱
۱۳۲
۱۳۳
۱۳۴
۱۳۵
۱۳۶
۱۳۷
۱۳۸
۱۳۹
۱۴۰
۱۴۱
۱۴۲
۱۴۳
۱۴۴
۱۴۵
۱۴۶
۱۴۷
۱۴۸
۱۴۹
۱۵۰
۱۵۱
۱۵۲
۱۵۳
۱۵۴
۱۵۵
۱۵۶
۱۵۷
۱۵۸
۱۵۹
۱۶۰
۱۶۱
۱۶۲
۱۶۳
۱۶۴
۱۶۵
۱۶۶
۱۶۷
۱۶۸
۱۶۹
۱۷۰
۱۷۱
۱۷۲
۱۷۳
۱۷۴
۱۷۵
۱۷۶
۱۷۷
۱۷۸
۱۷۹
۱۸۰
۱۸۱
۱۸۲
۱۸۳
۱۸۴
۱۸۵
۱۸۶
۱۸۷
۱۸۸
۱۸۹
۱۹۰
۱۹۱
۱۹۲
۱۹۳
۱۹۴
۱۹۵
۱۹۶
۱۹۷
۱۹۸
۱۹۹
۲۰۰
۲۰۱
۲۰۲
۲۰۳
۲۰۴
۲۰۵
۲۰۶
۲۰۷
۲۰۸
۲۰۹
۲۱۰
۲۱۱
۲۱۲
۲۱۳
۲۱۴
۲۱۵
۲۱۶
۲۱۷
۲۱۸
۲۱۹
۲۲۰
۲۲۱
۲۲۲
۲۲۳
۲۲۴
۲۲۵
۲۲۶
۲۲۷
۲۲۸
۲۲۹
۲۳۰
۲۳۱
۲۳۲
۲۳۳
۲۳۴
۲۳۵
۲۳۶
۲۳۷
۲۳۸
۲۳۹
۲۴۰
۲۴۱
۲۴۲
۲۴۳
۲۴۴
۲۴۵
۲۴۶
۲۴۷
۲۴۸
۲۴۹
۲۵۰
۲۵۱
۲۵۲
۲۵۳
۲۵۴
۲۵۵
۲۵۶
۲۵۷
۲۵۸
۲۵۹
۲۶۰
۲۶۱
۲۶۲
۲۶۳
۲۶۴
۲۶۵
۲۶۶
۲۶۷
۲۶۸
۲۶۹
۲۷۰
۲۷۱
۲۷۲
۲۷۳
۲۷۴
۲۷۵
۲۷۶
۲۷۷
۲۷۸
۲۷۹
۲۸۰
۲۸۱
۲۸۲
۲۸۳
۲۸۴
۲۸۵
۲۸۶
۲۸۷
۲۸۸
۲۸۹
۲۹۰
۲۹۱
۲۹۲
۲۹۳
۲۹۴
۲۹۵
۲۹۶
۲۹۷
۲۹۸
۲۹۹
۳۰۰
۳۰۱
۳۰۲
۳۰۳
۳۰۴
۳۰۵
۳۰۶
۳۰۷
۳۰۸
۳۰۹
۳۱۰
۳۱۱
۳۱۲
۳۱۳
۳۱۴
۳۱۵
۳۱۶
۳۱۷
۳۱۸
۳۱۹
۳۲۰
۳۲۱
۳۲۲
۳۲۳
۳۲۴
۳۲۵
۳۲۶
۳۲۷
۳۲۸
۳۲۹
۳۳۰
۳۳۱
۳۳۲
۳۳۳
۳۳۴
۳۳۵
۳۳۶
۳۳۷
۳۳۸
۳۳۹
۳۴۰
۳۴۱
۳۴۲
۳۴۳
۳۴۴
۳۴۵
۳۴۶
۳۴۷
۳۴۸
۳۴۹
۳۵۰
۳۵۱
۳۵۲
۳۵۳
۳۵۴
۳۵۵
۳۵۶
۳۵۷
۳۵۸
۳۵۹
۳۶۰
۳۶۱
۳۶۲
۳۶۳
۳۶۴
۳۶۵
۳۶۶
۳۶۷
۳۶۸
۳۶۹
۳۷۰
۳۷۱
۳۷۲
۳۷۳
۳۷۴
۳۷۵
۳۷۶
۳۷۷
۳۷۸
۳۷۹
۳۸۰
۳۸۱
۳۸۲
۳۸۳
۳۸۴
۳۸۵
۳۸۶
۳۸۷
۳۸۸
۳۸۹
۳۹۰
۳۹۱
۳۹۲
۳۹۳
۳۹۴
۳۹۵
۳۹۶
۳۹۷
۳۹۸
۳۹۹
۴۰۰
۴۰۱
۴۰۲
۴۰۳
۴۰۴
۴۰۵
۴۰۶
۴۰۷
۴۰۸
۴۰۹
۴۱۰
۴۱۱
۴۱۲
۴۱۳
۴۱۴
۴۱۵
۴۱۶
۴۱۷
۴۱۸
۴۱۹
۴۲۰
۴۲۱
۴۲۲
۴۲۳
۴۲۴
۴۲۵
۴۲۶
۴۲۷
۴۲۸
۴۲۹
۴۳۰
۴۳۱
۴۳۲
۴۳۳
۴۳۴
۴۳۵
۴۳۶
۴۳۷
۴۳۸
۴۳۹
۴۴۰
۴۴۱
۴۴۲
۴۴۳
۴۴۴
۴۴۵
۴۴۶
۴۴۷
۴۴۸
۴۴۹
۴۵۰
۴۵۱
۴۵۲
۴۵۳
۴۵۴
۴۵۵
۴۵۶
۴۵۷
۴۵۸
۴۵۹
۴۶۰
۴۶۱
۴۶۲
۴۶۳
۴۶۴
۴۶۵
۴۶۶
۴۶۷
۴۶۸
۴۶۹
۴۷۰
۴۷۱
۴۷۲
۴۷۳
۴۷۴
۴۷۵
۴۷۶
۴۷۷
۴۷۸
۴۷۹
۴۸۰
۴۸۱
۴۸۲
۴۸۳
۴۸۴
۴۸۵
۴۸۶
۴۸۷
۴۸۸
۴۸۹
۴۹۰
۴۹۱
۴۹۲
۴۹۳
۴۹۴
۴۹۵
۴۹۶
۴۹۷
۴۹۸
۴۹۹
۵۰۰
۵۰۱
۵۰۲
۵۰۳
۵۰۴
۵۰۵
۵۰۶
۵۰۷
۵۰۸
۵۰۹
۵۱۰
۵۱۱
۵۱۲
۵۱۳
۵۱۴
۵۱۵
۵۱۶
۵۱۷
۵۱۸
۵۱۹
۵۲۰
۵۲۱
۵۲۲
۵۲۳
۵۲۴
۵۲۵
۵۲۶
۵۲۷
۵۲۸
۵۲۹
۵۳۰
۵۳۱
۵۳۲
۵۳۳
۵۳۴
۵۳۵
۵۳۶
۵۳۷
۵۳۸
۵۳۹
۵۴۰
۵۴۱
۵۴۲
۵۴۳
۵۴۴
۵۴۵
۵۴۶
۵۴۷
۵۴۸
۵۴۹
۵۵۰
۵۵۱
۵۵۲
۵۵۳
۵۵۴
۵۵۵
۵۵۶
۵۵۷
۵۵۸
۵۵۹
۵۶۰
۵۶۱
۵۶۲
۵۶۳
۵۶۴
۵۶۵
۵۶۶
۵۶۷
۵۶۸
۵۶۹
۵۷۰
۵۷۱
۵۷۲
۵۷۳
۵۷۴
۵۷۵
۵۷۶
۵۷۷
۵۷۸
۵۷۹
۵۸۰
۵۸۱
۵۸۲
۵۸۳
۵۸۴
۵۸۵
۵۸۶
۵۸۷
۵۸۸
۵۸۹
۵۹۰
۵۹۱
۵۹۲
۵۹۳
۵۹۴
۵۹۵
۵۹۶
۵۹۷
۵۹۸
۵۹۹
۶۰۰
۶۰۱
۶۰۲
۶۰۳
۶۰۴
۶۰۵
۶۰۶
۶۰۷
۶۰۸
۶۰۹
۶۱۰
۶۱۱

وَمِنْ بَيْنَ مَنْ وَدَّعَ قَامِعًا قَامِعًا عَلَى أَجْفِهِ مُكَلِّفًا إِذَا لَمْ يَكُنْ أَمْرًا مَسْمُوعًا فَادَّارَ لَوْ
 تَحَدَّرَ مِنْهُ جُنْدًا كَاللُّؤْلُؤِ وَلَا يَحْمِلُ إِلَّا فِرْعَوْنَ رِيحَ تَغْيِثِهِ الْأَمَانَاتِ وَفَسْفِ يَدْحِي وَالْ
 حَيْثُ مِنْ حَقِّ مَلَكُوتِهِ مُطْلَبَةٌ حَتَّى يَدَارَ كُنْدُ بَابِ لَذَائِقَتِهِ شَهْدًا لِي حَيْثُ كَانَ دَنُ خُصْمَتِهِ
 اللَّهُ بِشَيْءٍ فَيَضْرِبُ عَنْهُ وَجُوهَهُمْ وَيَحْدِثُ لَهُمْ بِذَوَابِّهِمْ إِلَى أَجْفِهِمْ فَيَضْرِبُ عَنْهُ كُنْدُ الْإِلَافِ
 إِذَا أَوْحَى اللَّهُ إِلَى حَيْثُ عَلَيْنِ الشَّلَاةُ فِي ذَلِكِ أَخْبَرْتُ بِمَا دَلَّ إِلَى لَا يَدَانِي لِأَعْدَائِي بِمَا لِي بِهِمْ
 يَسْتَوِي إِلَى الْخَوْبِ قَيْسَتِ اللَّهِ بِمَا جَوَّجَ وَمِنْ كَيْلِ حَدَابِ تَلْسِيكَ لَوْ فَيَمْرُغُ فِي
 حَقْلٍ يَحْدِثُ مَلِكِيَّةً فَوْشِ تَوْنٍ سَامِيَةً فَتَنْزِلُ أَيْضًا فَيَمْرُغُ فِي لَقْدَانٍ كَانَ يَحْدِثُ مَلِكِيَّةً وَفَيَمْرُغُ

اور جب سزا دینے کے تو بالوں میں چاندی کے سے سولی کرتے محسوس ہونے جس کا فرقہ ان کے ماسک
 جاس کے وہ زہرہ زہرہ کے گا اور ان کے ماسک کا اثر اسے حاصل تک پہنچو چوں تک کو انکی نظر ابھی
 و جمل کا بیچا کو بیچے اور اب درباریت مقدس میں ایک مقام ہے ہر اس کو پڑھنے اور یہاں اس کو
 قتل کر دینے کے قتل سے غای ہو کر یہی علیہ السلام پر ان لوگوں کے پاس آئیے جو اس کے ختم سے
 نکالے ہوئے اور انکو قتل و شعی دینے اور جنت میں ان کے مراتب کا عمل بیان فرمائیے جو مٹی علیہ
 السلام پر وہی روشنی کہ اب میری ایک ایسی مخلوق تھے وہ لی ہے جس کے مقابل کسی میں طاقت نہیں
 لہذا میرے بندوں کو کوہ طور کی طرف لے جا کر جمع کرو۔ پھر باجوج و باجوج ہر بیت زمین سے نکل جائیے
 پہلے انکا گذر بطرے کے مقام کا نام ہے اپنی پر ہو گا وہ اس کوئی کر اس طرح ختم کر دیجئے کہ جب انکا آؤری
 گروہ اور حسرت گذر جائیوں کہ کبھی کبھی یہاں پانی تھا۔ پھر بیت مقدس کے خمس چار پر چو پھینگیے
 اور اپنی قوت کے گھمڑے میں کھینگیے ہم زمین و آسمان کو تو ختم کر چکے تو آداب آسمان والو کا بھی کام تمام

یعنی استعارہ و مجاز سے کام نہیں لیا تو خوب ہے وہ کہنے لگے کہ ایک حقیقت کو استعارہ و مجاز کا لباس پہنانا وہاں تک
 ابھی آپ حضرت امی عباس سے یہ روایت چمکتی ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام جب آسمان پر اٹھائے
 گئے تھے تو اس وقت ان کے بالوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے کہ قدرت ہے کہ وہ بالوں سے پانی کے قطرے
 جتن بھی روئی ہو گا ان کے بالوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے ہیں گویا وہ جنت کے ایک دروازہ سے نکلے تھے
 اور بالی ٹپک جوتے سے پہلے اب دوسرے دروازے سے داخل ہو رہے ہیں جس عالم میں ان جوتے سے نکلے تھے
 جوتے گرمی اور رحمت جوتے میں اس عالم میں ان کی کہ یہ قوس بھی کسی تغیر سے قطعاً رہی تو کوئی خوب کی بات نہیں ہے
 پھر جس قدر تعالیٰ میں قدرت ہے کہ وہ حضرت جبریل علیہ السلام کے ماسک کو پر نہاں کر دے کہ اس کا مسبب نہاں ہے
 انہیں یہ طاقت کیوں نہیں کہ اس ماسک کو وہ وہاں کے حق میں قتل قرار دے دے اسی طرح یہ بھی انکی حکمت ہے
 کہ وہاں اسی قوت کو وہ ان کے صرف ایک شمار سے پاک کرتے اور دوسری طرف باجوج و باجوج کے مقابلہ سے جا
 بڑا کر طرک اگر تشریف لے کر دے گا ایک طرف دنیا کو واضح ہو جائے سب پر وہی اور بیت کی تہمت لگائی تو انکی دورنگی

فَكَرَّ عَيْنُو عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَلَمْ يَكُنْ فِي حُجْرَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا أَنْتَ
تَكَرَّرَ قَوْلُ قَوْلِكَ لَمْ يَكُنْ إِلَّا أَنْتَ لَمْ يَكُنْ إِلَّا أَنْتَ لَمْ يَكُنْ إِلَّا أَنْتَ لَمْ يَكُنْ إِلَّا أَنْتَ
يَكُونُ هَذَا مِنْ وَطْأَتِهَا مَا هِيَ

۱۲۶۹۔ عَنْ إِبْنِ مَسْعُودٍ عَنْ أَبِي بَكْرٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَقِيتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَدِينَةِ
فَوَضَعْتُ يَدِي عَلَى رَأْسِهِ فَقَالَ إِنَّهُ أَمْرٌ عَظِيمٌ لِي إِنْ رَأَيْتُمُنِي فَقَالَ إِنَّهُ لَمْ يَكُنْ إِلَّا أَنْتَ لَمْ يَكُنْ إِلَّا أَنْتَ لَمْ يَكُنْ إِلَّا أَنْتَ
لَمْ يَكُنْ إِلَّا أَنْتَ لَمْ يَكُنْ إِلَّا أَنْتَ لَمْ يَكُنْ إِلَّا أَنْتَ لَمْ يَكُنْ إِلَّا أَنْتَ لَمْ يَكُنْ إِلَّا أَنْتَ لَمْ يَكُنْ إِلَّا أَنْتَ
قَالَ فَقَالَ إِنَّهُ لَمْ يَكُنْ إِلَّا أَنْتَ لَمْ يَكُنْ إِلَّا أَنْتَ لَمْ يَكُنْ إِلَّا أَنْتَ لَمْ يَكُنْ إِلَّا أَنْتَ لَمْ يَكُنْ إِلَّا أَنْتَ
عَنْ إِبْنِ مَسْعُودٍ قَالَ لَقِيتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَدِينَةِ فَقَالَ إِنَّهُ لَمْ يَكُنْ إِلَّا أَنْتَ

شبِ عراج میں حضور صلی علیہ السلام کا آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچ کر کہنا کہ کیا تم کو قیامت کی آمد صحیح
وقت آنکھی معلوم نہیں مگر فرمایا معلوم ہے کہ اس پہلے انکو دجال کو قتل کرنا اور اس میں سے ہر ایک شخص نے
نست محمدی صلی علیہ وسلم کی اصلاح ہو ایک ہی ہے کہ نہیں فرمایا کیونکہ یہ ہے اصل خواہش ہے
کے ایک شخص کے متعلق ہر ایک کے بعد ہر کسی علیہ السلام کی طرف منتقل ہو جائے گی!

۱۲۶۹۔ ہذا سورتی کریم صلی علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے شبِ عراج کا وہ قریب کرنا
جوئے فرمایا کہ حضرت امیر المؤمنین و سنی اور سنی و عظیم السلام سے ہی میری وفات ہوئی تھی انھوں نے باہم
قیامت کا ذکر کیا اور فیصلہ کے لئے انھوں نے حضرت براہیم کے سامنے معاملہ پیش کیا انھوں نے فرمایا
میں کو صحیح وقت کی کچھ معلومات نہیں ہر معاملہ صلی علیہ السلام کے سامنے آیا انھوں نے بھی اپنی لاٹھی
کا ہتھار فرمایا جب صلی علیہ السلام کے سامنے معاملہ آیا تو انھوں نے فرمایا قیامت کے آئینہ شکی وقت
تو بیک وقت انھوں نے ان کے آئینہ کو بھی نہیں دیا ان صرف اتنی بات میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے

۱۲۶۹۔ دیکھتے ہیں جب قیامت کا ذکر کیا اور جب یہ کی وقت حضرت سید جبریل علیہ السلام نے یہی تو انھوں نے اپنی لاٹھی
کے ساتھ ساتھ فرمایا اسی بات کا ذکر فرمایا کہ قیامت کے روز انھوں نے کسی درجہ میں ہی انکا ہر شریعت لازم ہو
دجال کو قتل کرنا۔ علامہ میں کہیں یہ معلوم نہیں ہونا کہ ان فریب الہیہ میں قصہ اس وقت ہی صحیح ہوگی
ناکہ یہ سوال پیدا ہو کہ اس وقت کی صورت کے لئے سب سے زیادہ آئینہ اس وقت کی گزشتہ ہے تاکہ یہ سوال ہی
جائزہ سوال ہی ہم کو بھی خدا تعالیٰ کے سب سے بڑے ہر جان کے ہیں اور ہمارے لئے نہ ہو یہ کہ یہ موجب غرور

مِنْ إِيَّاهُمْ خِلَافٌ عَلَيْهِمْ وَعَلَى الَّذِينَ آمَنُوا

۱۲۷۰۔ اِن اَوَّلِ اَيَاتِ اِمْرٍ فِي حُدُوثِ طَرَفَيْنِ مِنْ دَوْلَةِ اَلْعَجَالِ فَكَانَتْ اَمَّ شَرِيكَ سِتْ اَفْهَامٍ مَحْمُولَةٍ
مُتَوَاتِرَةً فِي الْعَرَبِ يَوْمَئِذٍ وَكَانَ الْعَرَبُ يَوْمَئِذٍ قَوْلِيًّا وَجُلُومُهُمْ سَبَبَتْ اَلْعَقْدَ سِ
وَاَصَا مُتَوَاتِرٌ جُلُومٌ سَلْبٌ عَيْنُهُمَا اِمَّا مَعَهُمْ قَدْ تَقَدَّرَ مَ لَعْنَةٍ بِهِمُ الْعَصْبُ اِذَا اُنْزِلَ بِهِمْ
وَيَسْتَبِي اَبْنُ مَرْيَمَ الْعَصْبُ فَمِنْ جَعْلِ ذَاكَ اَلْعَلَمُ يَنْكُضُ حَتَّى اَقْفُسُ يَ اَلْبِقْدَامُ عِيْنِي
لِيُجْلِيَ فَيُصْعَقُ عِيْنِي وَنَدَا بَيْنَ كَتَفَيْهِ لَقَدْ قَوْلُ لَنْ تَقْدَرُ فَيُصَلِّ فَاَتَاهُ اَلْكَلَفُ اَقْفُسُهُ
بِهِمْ اِمَّا مَعَهُمْ حَيَاةُ اَلْصَوْتِ قَدْ اَبْنَى فَلَيْسَ اَلتَّوَكُّلُ اَفْقَصُ اَلْبَابُ فَيُفَضُّ وَفِي اَلْعَجَالِ
وَمَعَهُ سَبْعُونَ اَلْفَ يَخْرُجُ كَلْمًا دُو سَيْفٍ حَتَّى دَنَابُ فَاِذَا اَلنَّظَرُ لِمَنْ اَلدَّجَالُ ذَابَ
كَمَا يَذُوبُ اَلْمَرْغِي الْمَاءُ وَتُطْلَقُ هَ اَبْرَاؤُا فَيَقُولُ عِيْنِي اَنْ اَبْلِي فَيَكُ مَ اَنَ اَقْفُسُ تَشِيْقُ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمات میں مسیح نریاں تر فرمت و جال کو قتل کرنا

۱۲۷۰۔ اَلْاِمَامُ سَابِئِي دَجَالُ اَلْاِيَكِ طَوْنِ حَرِيْثٍ فِي اَنْفَلٍ كَرِهِيْنَ كَرِهِيْنَ شَرِيْكَ اَلْبَايَا رَوْلُ اَلْمُؤْمِنِيْنَ
وَمِنْ اَوَّلِ اَيَاتِ اِمْرٍ فِي حُدُوثِ طَرَفَيْنِ مِنْ دَوْلَةِ اَلْعَجَالِ فَكَانَتْ اَمَّ شَرِيكَ سِتْ اَفْهَامٍ مَحْمُولَةٍ
مُتَوَاتِرَةً فِي الْعَرَبِ يَوْمَئِذٍ وَكَانَ الْعَرَبُ يَوْمَئِذٍ قَوْلِيًّا وَجُلُومُهُمْ سَبَبَتْ اَلْعَقْدَ سِ
وَاَصَا مُتَوَاتِرٌ جُلُومٌ سَلْبٌ عَيْنُهُمَا اِمَّا مَعَهُمْ قَدْ تَقَدَّرَ مَ لَعْنَةٍ بِهِمُ الْعَصْبُ اِذَا اُنْزِلَ بِهِمْ
وَيَسْتَبِي اَبْنُ مَرْيَمَ الْعَصْبُ فَمِنْ جَعْلِ ذَاكَ اَلْعَلَمُ يَنْكُضُ حَتَّى اَقْفُسُ يَ اَلْبِقْدَامُ عِيْنِي
لِيُجْلِيَ فَيُصْعَقُ عِيْنِي وَنَدَا بَيْنَ كَتَفَيْهِ لَقَدْ قَوْلُ لَنْ تَقْدَرُ فَيُصَلِّ فَاَتَاهُ اَلْكَلَفُ اَقْفُسُهُ
بِهِمْ اِمَّا مَعَهُمْ حَيَاةُ اَلْصَوْتِ قَدْ اَبْنَى فَلَيْسَ اَلتَّوَكُّلُ اَفْقَصُ اَلْبَابُ فَيُفَضُّ وَفِي اَلْعَجَالِ
وَمَعَهُ سَبْعُونَ اَلْفَ يَخْرُجُ كَلْمًا دُو سَيْفٍ حَتَّى دَنَابُ فَاِذَا اَلنَّظَرُ لِمَنْ اَلدَّجَالُ ذَابَ
كَمَا يَذُوبُ اَلْمَرْغِي الْمَاءُ وَتُطْلَقُ هَ اَبْرَاؤُا فَيَقُولُ عِيْنِي اَنْ اَبْلِي فَيَكُ مَ اَنَ اَقْفُسُ تَشِيْقُ

۱۲۷۰۔ اَلْاِمَامُ سَابِئِي دَجَالُ اَلْاِيَكِ طَوْنِ حَرِيْثٍ فِي اَنْفَلٍ كَرِهِيْنَ كَرِهِيْنَ شَرِيْكَ اَلْبَايَا رَوْلُ اَلْمُؤْمِنِيْنَ
وَمِنْ اَوَّلِ اَيَاتِ اِمْرٍ فِي حُدُوثِ طَرَفَيْنِ مِنْ دَوْلَةِ اَلْعَجَالِ فَكَانَتْ اَمَّ شَرِيكَ سِتْ اَفْهَامٍ مَحْمُولَةٍ
مُتَوَاتِرَةً فِي الْعَرَبِ يَوْمَئِذٍ وَكَانَ الْعَرَبُ يَوْمَئِذٍ قَوْلِيًّا وَجُلُومُهُمْ سَبَبَتْ اَلْعَقْدَ سِ
وَاَصَا مُتَوَاتِرٌ جُلُومٌ سَلْبٌ عَيْنُهُمَا اِمَّا مَعَهُمْ قَدْ تَقَدَّرَ مَ لَعْنَةٍ بِهِمُ الْعَصْبُ اِذَا اُنْزِلَ بِهِمْ
وَيَسْتَبِي اَبْنُ مَرْيَمَ الْعَصْبُ فَمِنْ جَعْلِ ذَاكَ اَلْعَلَمُ يَنْكُضُ حَتَّى اَقْفُسُ يَ اَلْبِقْدَامُ عِيْنِي
لِيُجْلِيَ فَيُصْعَقُ عِيْنِي وَنَدَا بَيْنَ كَتَفَيْهِ لَقَدْ قَوْلُ لَنْ تَقْدَرُ فَيُصَلِّ فَاَتَاهُ اَلْكَلَفُ اَقْفُسُهُ
بِهِمْ اِمَّا مَعَهُمْ حَيَاةُ اَلْصَوْتِ قَدْ اَبْنَى فَلَيْسَ اَلتَّوَكُّلُ اَفْقَصُ اَلْبَابُ فَيُفَضُّ وَفِي اَلْعَجَالِ
وَمَعَهُ سَبْعُونَ اَلْفَ يَخْرُجُ كَلْمًا دُو سَيْفٍ حَتَّى دَنَابُ فَاِذَا اَلنَّظَرُ لِمَنْ اَلدَّجَالُ ذَابَ
كَمَا يَذُوبُ اَلْمَرْغِي الْمَاءُ وَتُطْلَقُ هَ اَبْرَاؤُا فَيَقُولُ عِيْنِي اَنْ اَبْلِي فَيَكُ مَ اَنَ اَقْفُسُ تَشِيْقُ

۱۲۷۰۔ اَلْاِمَامُ سَابِئِي دَجَالُ اَلْاِيَكِ طَوْنِ حَرِيْثٍ فِي اَنْفَلٍ كَرِهِيْنَ كَرِهِيْنَ شَرِيْكَ اَلْبَايَا رَوْلُ اَلْمُؤْمِنِيْنَ
وَمِنْ اَوَّلِ اَيَاتِ اِمْرٍ فِي حُدُوثِ طَرَفَيْنِ مِنْ دَوْلَةِ اَلْعَجَالِ فَكَانَتْ اَمَّ شَرِيكَ سِتْ اَفْهَامٍ مَحْمُولَةٍ
مُتَوَاتِرَةً فِي الْعَرَبِ يَوْمَئِذٍ وَكَانَ الْعَرَبُ يَوْمَئِذٍ قَوْلِيًّا وَجُلُومُهُمْ سَبَبَتْ اَلْعَقْدَ سِ
وَاَصَا مُتَوَاتِرٌ جُلُومٌ سَلْبٌ عَيْنُهُمَا اِمَّا مَعَهُمْ قَدْ تَقَدَّرَ مَ لَعْنَةٍ بِهِمُ الْعَصْبُ اِذَا اُنْزِلَ بِهِمْ
وَيَسْتَبِي اَبْنُ مَرْيَمَ الْعَصْبُ فَمِنْ جَعْلِ ذَاكَ اَلْعَلَمُ يَنْكُضُ حَتَّى اَقْفُسُ يَ اَلْبِقْدَامُ عِيْنِي
لِيُجْلِيَ فَيُصْعَقُ عِيْنِي وَنَدَا بَيْنَ كَتَفَيْهِ لَقَدْ قَوْلُ لَنْ تَقْدَرُ فَيُصَلِّ فَاَتَاهُ اَلْكَلَفُ اَقْفُسُهُ
بِهِمْ اِمَّا مَعَهُمْ حَيَاةُ اَلْصَوْتِ قَدْ اَبْنَى فَلَيْسَ اَلتَّوَكُّلُ اَفْقَصُ اَلْبَابُ فَيُفَضُّ وَفِي اَلْعَجَالِ
وَمَعَهُ سَبْعُونَ اَلْفَ يَخْرُجُ كَلْمًا دُو سَيْفٍ حَتَّى دَنَابُ فَاِذَا اَلنَّظَرُ لِمَنْ اَلدَّجَالُ ذَابَ
كَمَا يَذُوبُ اَلْمَرْغِي الْمَاءُ وَتُطْلَقُ هَ اَبْرَاؤُا فَيَقُولُ عِيْنِي اَنْ اَبْلِي فَيَكُ مَ اَنَ اَقْفُسُ تَشِيْقُ

فَنُزِّلَ عَلَيْهِ الْكِتَابُ وَالْحِكْمَ وَظَهَرَ أَسْمَاهُ إِنَّهُ هُوَ
الْأَمِينُ وَشَرَفَهَا فِي ذَلِكَ

١٢٤١. عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ مَجِئَتْ سُرُكُلُ اللَّهِ عَلَى اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقُولُ
لَا تَكُونُوا طَائِفَةً مِنْ أَسْرَى يُعَذِّبُونَ عَلَى الْغَنِيِّ طَائِفَتَيْنِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ قَالَ فَيَقُولُ
عِشْنِي نَحْتُ مَرْيَدَةً عَلَى اللَّهِ عَسَى أَنْ يَمْلِكُوا مِنْكُمْ فَقَالَ فَمَنْ يَفْعَلُ ذَلِكَ لَكُمْ يَفْعَلُ كُنْ

حضرت علیؑ علیہ السلام کی شہر لیا آوری اور سچا شخصیت کے لئے علامہ علیؑ کی غلو پروری

۱۲۷۱ء۔ جابر بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فراتے ہوئے خود سنا ہے کہ میری امت میں ایک جماعت ہوگی جس کے مقابلہ میں جنگ کرنی ہوگی اور وہ ناقیاستانے دشمنوں پر غالب

۱۷۱۔ اس وقت کہ شرافت اس سے ٹوٹ کر دو کپڑوں کی گئی تھی۔ اس کی وفات پر اتنی غم کی حالت گذر چکی تھی کہ اس میں بیٹے افراد موجود ہیں کہ امرنگلی سنگھ کا ایک مقدس رسوا اگر بھی پہلی اہمیت کو پروردگار کے اور ان کے پیچھے اگر غلامی اس کی ابتدا کرے اور اس کا طاعانی کرے کہ اس کو اس وقت و شرافت کے تم پہلے مستحق تھے آتی رہتا ہے کے بعد اگر کسی اسی شرافت و کرامت کے مستحق جو سوچنے ورنہ انھوں نے فرمائے کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے تو اس وقت کے پیچھے ابتدا نہ فرماتے تو کیا یہ ثابت ہو سکتا تھا کہ جو امت کی ایک خیر امت تھی جانی علی۔ ان کا طریقہ وہ اپنی اسی شرافت پر مبنی ہے یوں تو پہلے نبیوں کے اور میں بھی امت کے افراد وقت سے لائن نہ فرمادے جسے شرافت کو بدست کے بعد ہی اس کا شرف کہ کہ نہیں دیتا ہو نبیوں کے مستحق تھے وہ لعنت کے تحت آئے نہیں لیکن کچھ امت بھی مستحق تھے شرافت میں اس کو حق بدست نہ دینا ہی نہیں تھا۔

یہ حقیقت اور زیادہ واضح ہو جاتی ہے جب ہم سطور کی نظر کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ علیہ السلام کے سفرِ خیرت کے وقت بھی ایک خانہ کا نقشہ ہی نہ کر مرنے الوتھ میں آپؑ نے تعجب: امانت کو سب سے بزرگ حدیث الکریمہ کے ہر فرد پر تھا۔ یہاں میں ایک ایسا وقت یا گواہی کی امانت میں آیا۔ حضرت علیؑ علیہ السلام نے نقشہ لیا، اگر لکے مجھے نماز، اور فرائض اور عبادت پر اسکا جذبہ تھا۔۔۔ بعد آپؑ میں کمال کو سب سے بڑے کہ ایک رسول کی نماز کے لیے اور جسکی وجہ سے اب کو دنیا پہنچنے کے رسول کو آتے کو جو مسعد عظیم جاتا ہے وہ جو چوچ ہے جس سے رسولوں کے رسول کے طریق اس کی کلمات کو وقت بھی آجائے وہی آپؑ کی بات ہیں۔ ایک طرف: امانت و امانت کا یہ اہمیت آپؑ ہی انھوں نے امانت رکھے۔ اس کے سبب سے ہمیں اور زیادہ دور سے بعد امانت و امانت کا یہ دور سہرا نہ لکھی سب سے بڑے امانت میں رہا ہے جس کے طریق سے خود کو چاہے تو خود کو اپنے ناپ جو دنیا کا کس: سب سے بڑے امانت جو بزرگ دنیا سے بہت بڑے ہو چکا ہے۔ امانت اس سے زیادہ مدت کے لیے ہوئی کہ اپنی عزت و کرامت پر مانی ہے جو بھی انکو اپنا ہے کہ کمال حاصل کی۔ اس سے یہاں: یہ خوب اس امانت کی برائی کہ امانت لانا سے اس سے بڑے حکمت حضرت علیؑ علیہ السلام کی مدد ماہست تھی اور آپؑ کے کلمات کا جو تعلق ہے اور یہی کہہ کر: آپؑ کی مانی میں خاتمہ ہو گیا۔

فَيَقُولُ لَيْسَ بِمُحَمَّدٍ رَاوِيٍّ لَعَنَهُمُ اللَّهُ مِنْ قَبْلِ قَوْلِهِ هَذِهِ الْأَسْمَاءُ لَهَا وَتَعْصَمُ عَنْ تَعْصِيمِ قَوْلِهِمْ
 أَمَّا كَرَاهَةُ عِيْنِي فَإِنَّهُ أَفْضَلُ مِنْ قَوْلِهِمْ لَعَنَهُمُ اللَّهُ مِنْ قَبْلِ قَوْلِهِ هَذِهِ الْأَسْمَاءُ لَهَا وَإِذَا أَرَادَ الدَّخَالَ
 ذَاتُهَا كَمَا بَدَأَ قَوْلَ الرُّعَاصِ فَيَعْنِي حُرْمَةَ بَيْتِ شَيْءٍ لَا يَدْخُلُهُ وَلَا يَخْرُجُ مِنْهُ بِلَا لَيْسَ
 لَوْ كُنْتُ بِشَيْءٍ وَأَرَى مِنْهُ هَذَا أَوْ هَذَا أَوْ هَذَا أَنَّهُ الشَّيْءُ لَقَوْلِي يَا مُؤْمِنُونَ هَذَا كَمَا يَرَى قَوْلُ
 الْعَجُوبِ يَا مُؤْمِنُونَ هَذَا كَمَا يَرَى أَحْرَجَهُ أَحْمَدُ فِي مَسَلٍّ ۱۱۰ وَهَذَا ۱۱۱ لَطَائِفٌ وَأَخْرَجَهُ
 إِبْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَالطَّبْرَانِيُّ وَالْحَاكِمُ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ وَابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ أَبِي حَاتِمٍ وَ
 هَلْدُ الْعَدَنِيُّ إِلَى بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ أَمَّا إِبْنُ أَبِي حَاتِمٍ فَكَرِهَ بِهَذَا اللَّهُ بِهَذَا اللَّهُ
 كَذَلِكَ إِبْنُ الْحَارِثِ السَّيِّدِيُّ حَيْثُ قِيلَ هَذَا بِهَذَا اللَّهُ أَيْتُ فِي رِوَايَةِ الشَّيْخِ قَدَسَ سِرُّهُ وَفِي
 رِوَايَةِ يَعْزَلُ لَمْ يَحْطُوا أَشْأً أَقْبَصَ الصَّلَاةُ لَنْ فَيَعْنِي حَنْفُ كَذَلِكَ إِبْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَالْأَخْبَارُ

إِنَّمَا نَزَّلْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ بِالْحَقِّ كَلَامًا تَنْبِذَ الْكُفْرَ الْأَوَّلِي
الْمَآخِرَ الَّذِي حَتَّى تَنْتَهِى

۱۱۴۰۔ عَنِ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ شَيْءٌ
 بَيْنِي وَعِيسَى. وَإِنَّهُ نَزَّلَ خَادِمًا أَسْمَاءَ ابْنِ مَرْيَمَ فَأَخْبَرَهُمْ أَنَّ مَرْيَمَ وَجَّهَتْ إِلَى الْغَمَامِ
 سَابَّكُمْ بِمِثْلِ غُلَامٍ لَمْ يَكُنْ لَهَا رَحِمٌ تَرَكْتِكُمْ وَأَسْقَتْ سَلَامًا لَكُمْ وَأَمَّا ابْنُ مَرْيَمَ كَمَا دَعَاكُمْ كَرِهَ لَكُمْ إِلَى اللَّهِ
 لَكُمْ فَشَرَّفَ لَكُمْ كَرَامًا تَعْلَمُونَ. وَهُوَ مَا يَسْأَلُكُمْ بِرَأْسِهِ أَيْتُ تَعْلَمُونَ كَرِهَ مِنْ غَدَاةٍ أَيْتُ دُورًا يَكُونُ
 اس پر وہ امیر لگے بڑھکر ناز پڑھ گئے کہ یہ نہ ختم ہو جائیگی تو اس کے بعد عیسیٰ علیہ السلام اپنا نیر و لکیر جان
 کی طرف جانے لگے وہ جب ان کو دیکھ کر تو اس طرح چلے جاتا جیسا آگ پر پسیج چل جاتا ہے وہ اپنا نیر و لکیر
 کے سینے کے درمیان لگائے اور اس کو ختم کر دیتے اور سب گروہ منتشر ہو جاتے اور کوئی چیز ان کو با
 نہ دیتی یہاں تک کہ وہ رخت او پھرتی کہ لگے کہ میں میری نہیں آئے کہ فرمادہ جو اس کو جس کہے
 دوسری روایت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جو یہ طرح سفول ہو کر کہ اس نازنا آدمیت
 آپ ہی کے نام کی ہوئی ہے یہ کہہ رہا ان ہی کے چھ ناز و کر گئے۔

۱۱۴۱۔ ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے میرے اہل بیت عیسیٰ علیہ
 السلام آگے دوستان کوئی ہی نہیں آوے وہ ضرور اترے گئے جب تم کو پہنچا تو پہچان بنا کر وہاں نہ نہر
 وسیع رنگ کے دروازہ دھرتی پہنچی۔ در سے بولے ہوئے تھے کہ وہ ششماں کی ہوئی ہوئی میں معلوم ہو گا

۱۲۶۶۔ عن محمد بن یوسف بن عبد اللہ بن سلام عن ابیہ عن جدہ کا خیال مکتوب فی
الترسلۃ بہ حق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحنی بن شریہ بدین معہ اللہ
الترسلۃ وحسنہ۔ وکان فی الدار للترسلۃ ۲۷۰ فلما وجدوا کلہم فی ۱۰ سادۃ اللطیف بن کثیر
الہمدانی والہزلیۃ ملازم ۲۔ وقال فی اسنادہ وعلیۃ اللہ عنی ہذا عن ابن ہشام والاصحاب
الضعفاء بن حاتم اللہ فی۔

۱۲۶۸۔ عن عبد اللہ بن سلام قال یدفن فی قبر مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی
صاحبہ فیکون قبورہما واحداً اخرجه ابیہ عنی فی الکتاب والطبری۔ (در حضور ۲۷۰)

۱۲۶۹۔ عن عائشہ بنت قانت قالت قلت یا رسول اللہ انی اری اہل اعرش بن اصبغ فکان علی انان
من ذنوبی جنات فکان والی فی حد الکاف من موضع ما فیہ الا موضع قبری وقبر ابی بکر
عمر وحنی بن شریہ (اخرجه بن ہشام کتفی الکتاب ۲۷۰) فی فصل الخطاب یا سادۃ
الترسلۃ فی اولی نبیہ والہ۔

۱۲۷۰۔ عبد اللہ بن سلام کہتے تھے کہ قرأت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات میں سے ایک صفت یہ
ہی تھی کہ وہ حنی علیہ السلام آپ کے پاس دفن ہو گئے۔

۱۲۷۱۔ عبد اللہ بن سلام بیان کرتے تھے کہ میں نے علیہ السلام اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے
دو جانشین ابوبکر و عمر کے پاس دفن ہوئے اور اس لحاظ سے انکی قبر چلی ہوگی۔

۱۲۷۲۔ حضرت عائشہ فرماتی تھیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ رسول
اللہ میرا خیال ہوتا ہے شاید میرا آپ کے بعد تک زندہ رہوں گی قرآن مجید کو انکی اجازت دیں کہ میں آپ کو
پہلو میں دفن ہوں۔ آپ نے فرمایا میں انکی پہلو کیسے اجازت دے سکتا ہوں یہاں تو صرف میری قبر
اور ابوبکر و عمر کی قبریں اور حنی علیہ السلام کی قبر مقدس ہے۔

۱۲۷۳۔ عجیب بات یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حنی علیہ السلام کے حق میں اہل الناس کا
تعلق پایا تھا اسکا گورہوں جو کہ اول قواب کے اور ان کے دو بیٹے کوئی اور بیٹی نہیں گذرے انکو یاد ہوں کے
زنی متصل متصل رہے پھر اسی شام بیت کیو جسے وہاں آپ کی امت میں تشریف لائے تھے اور
یہی جہاں کہ دفن کیا آپ کے پاس ہی آکر ہوں گے۔ نہالی اور مکانی اور موت کی یہ
خصوصیات ان کے سوا کسی اور شخص کو مستثنیٰ نہیں آئیں۔

السَّوْلُ الْعَظِيمُ النَّبِيُّ الْكَافِي الْهَادِي الْمَطْلُوبُ الْحَبِيبُ

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَخَلْقِهِ وَسَلِّمْ

نبی قاضی المطلبی امام محمد بن ابی بکر سب برتر رسول میں بجا طبعث سب

آخرا و بجا طبعث سب اقول ان پر خدا کے ميثمار درود کو سلام

ہائیں درود میں جس اور نہ سو کہنی آدھویں جنس کو صانت کے ابواب تزیین میں یہ نبی
جو ہی بہت صرف بجائی اگر ہم ایک بے لغت کت کی بہت ہی کیا کسی سیر جہد الغفل و موعہا
کے آدھویں کی کوہر نبی و رسول کے تذکرے جن اسکے کچھ ایسے خاص اور مختصر حالات آج کے
مطالعہ سے اسکی زندگی کی جدید و جدید خصوصیات کچھ کچھ ایک نظر ملتے آجائیں مگر حسب اپنی
قوری و درہ قضی سے پہلے انیما علیہم السلام کے تذکروں ہی میں یہ تساواری نہ ہوگی تو حق جبکہ
میں اس رسول عظیم کے متعلق میرے پیش میں کتنا کفر حاصل کر رہا ہوں دیکھئے نہ کہ اس سے عالم کو
تشریح کو کچھ رہے۔ کتب سماویہ ان کے ذکر سے لبریز ہیں انیما علیہم السلام ان کے حق و کون
میں در طلب اللہ ان میں کتنی کوہر شمس عظیم پر انکی عظمت و برتری کا چرچا ہے تو جو کلمہ میں کیا طاقت
ہو کہ اس موضوع میں کچھ پیش کر سکے سبحانی انما سیدان تو کتنا وسیع ہے کہ اس کا قصہ کرنا بھی
شکل محض انہم بہاں تھی و مانند ہو کر ایک قدم مکہ حرکت کرنا بھی شکل ایسی کی صرف اس میں ہی
میلوت پر کفایت کرنا چاہوں میں کو صاحب حیوة امیوان سے لفظ ہوائ کے تحت عجیب اختصار
کے ساتھ ذکر کرے۔

اس رسول عظیم سے اندر میرے دلم کے کچھ نہ کہنا تو ایچھا آپ انیما علیہم السلام کے تذکروں کے
تشریح میں خاصہ فرشتے ہیں اور ایسے ایک باہر آخر میں بھی خاصہ فرشتے وہ تذکرہ آپ کی
ظہرت کی ادیت کے اعتبار سے تھا اور آپ کی بہت کی آخریت کے لحاظ سے جو انہم میں
میں سیدنا محمد بن عبد اللہ و بہت و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ابن تاج فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اسی سال چولی تھی جس سال کو

وہاں پہنچا ہے اور نو روزہ غیرہ اور قصر نزدیک سب اسی سال جو سنے ہیں، انا ذلک صرف لکھ
 تصرف میں تھا، انصوب سال خروہ سو تہ، فتح مکہ، غزوہ حنین، غزوہ طائف و قہدہ ہوا ان سے
 واصل کردہ، بال تخمینہ قریب ہے، نویں سال نو روزہ سوک جو اسے اور دسویں سال تہذیب الفلح ہو ہے
 جمع میں آپ نے اپنے دست مبارک سے ۶۳ قریبانوں فرمائی، اور ۳۳ غلام آزاد فرمائے اور
 آپ کی عمر مبارک میں بھی بڑھ گئی ہے، گیارہویں سال آپ کا وصال ہو گیا، اس کی ابتدا ہوئی
 ہوئی کہ شروع ربیع الاول میں آپ کی عیادت کی ابتدا ہوئی، اور بارہویں ربیع الاول کو وفات
 ہو گئی آپ کی کل عمر مبارک ۶۳ سال کی تھی جس میں بارہ میں آپ دس سال تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عدادہ آپ کی سب اولاد حضرت خیر کثر سے تھی حضرت ابراہیم
 حضرت رافعیہ سے تھے ال کے اہل مبارک یہ بھی صیبت، اعلیٰ ہر ذمہ، حضرت زینب، رقیہ
 ام کنو، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی سب پسری اولاد وہدہ غلویت ہی میں انتقال
 ہو گئی تھی۔

حضرت خیر کثر کی حیات میں آپ نے کسی اور سے عقد نہیں فرمایا، پھر ان کے بعد حضرت سہ
 بنت زید و عودہ حضرت عائشہ آپ کی زوجیت میں آئیں حضرت عائشہ کے عدادہ آپ کی دو اولاد
 تھی اور کوئی سوازی نہیں، حضرت امیر معاویہ کے بعد ششہ میں، وہ کن میں نکاح وصال ہوا
 مستند میں حضرت حفصہ کے ساتھ آپ کا عقد ہوا، اور حضرت عثمان کے زمانہ میں نکاح وصال ہوا
 سو، ان حضرت عقیلہ عید و سلم کی ایک بی بی صاحبہ حضرت زینب بنت جحش تھیں صرف انکا انتقال
 آپ کی حیات طیبہ ہی میں ہوا ہی، ان کے بعد حضرت خدیجہ کے عدادہ سب کا انتقال آپ کے بعد
 ہو مستند میں حضرت ام سلمہ سے بچا عقد ہوا ان کی وادہ مکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی صاحبہ
 تھیں انکا انتقال مشہور حضرت امیر معاویہ کے عہد میں ہوا ہے، ایک قول یہ کہ اس میں شہرہ کے
 دن کا انتقال ہوا اور اس دن حضرت مہم صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت ہوئی تھی مشہور حضرت زینب بنت جحش سے بچا
 عقد ہوا، وراثت میں حضرت عمر کے عہد میں انکا انتقال ہوا، آپ کی اولاد میں آپ کے بعد صحابہ پہلے آپ کی اولاد
 ہوئی اور حضرت امیر معاویہ کی اولاد بچہ زوجیت میں نہیں نکاح، وراثت میں انکا انتقال مشہور میں حضرت امیر معاویہ
 کے عہد میں انکا انتقال حضرت ابو بکر بن عبد اللہ کی اولاد میں آپ کے بعد ہوا، وراثت میں حضرت معاویہ کے
 عہد میں انکا انتقال ہو، وراثت میں حضرت معاویہ کے بعد ہوا، وراثت میں انکا انتقال ہوا اور وصال مشہور میں ہوا اور انکا انتقال
 اہل فہرہ میں طبعاً جب میں نے تعین لے گئے تو اس وقت آپ کا عہد ۹۰ عہد میں تھا۔

فَأَنشَأَ خَوْفَهُ مِنَ الْوَرْتَةِ حَاوِشًا لِقَوْلِهِ مِنْ أَرْضِ الْأَشَاوِ. وَهَذَا الْأَسْمَاءُ أَحْمَدُ قَالِ بْنِ كَيْسَانَ وَ

۱۲۹۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے والدین کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے ساتھ بیٹھ جائے اور وہ اس کے پاس رہیں تو اس کا اجر بڑھے گا۔

بساتت دی جس سے ظاہر ہے کہ وہ میری سب انبیاء علیہم السلام نے بھی میری بشارت دی تھی پس جسکی آمد آگے خبریں
 سحرانہ انبیاء علیہم السلام کی مقدس جگہوں میں مسلسل آتی رہی ہوں اس کی شرافت و نوبت کے لئے اس سے بزرگ
 اور کیا ہیں جو کوئی کہے کہ بعد ازاں میں نے کچھ کہا اور یہ بشارت زحل محض اربعہ ہجری تک کہ اس میں
 شہر بھری کے لئے ایک بڑی بشارت ثابت ہوئی کیونکہ تمام کی زمین میں سب سے پہلا شہر بنی ہو گا جس میں ازبوت
 سچو چنانچہ مدینہ کبرئ کی خلافت میں کسی بزرگ کے عزیز شہر صفا فتح ہوا اور اس شہر میں نبوت سے قبل آنحضرت صلی
 اللہ علیہ وسلم دباؤ نبوت کی لچک بن رہی تھی۔ بارہ سال کی عمر میں یہاں کچھ اور اسباب کا قیام پیش آیا تھا اور دوسری بار سیرہ
 تمام کہے تھے تو اس شہر میں آپ کے ماؤ کے بھتیجے بھی موجود ہیں جس کے متعلق فرمایا جاتا ہے کہ یہاں آپ کی ماؤ بھی تھی اور
 وہاں کائنات میں ایک خداوندی شہ تو کہ جس کے اندر کی گزشتہ اس آگ کہ وہ سے جو بچہ رشتہ میں تھا نہیں
 مگر جو بھی تھی تو ان میں سے کسی ایک کے متعلق یہ بتایا جاتا ہے کہ وہ تھے۔

نَبَاةٌ مِنْ جَلِيلَةِ الشَّيْخَانِ عَنِ رَجُلٍ مِمَّنْ كَانُوا اسْتَوُوا لِلَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مختصر چار شریفہ کو پڑھ کر آپ کو اپنی شان کی گواہی ملے گی اور آپ کے

خداوند پر حق میں علم اور اس سے کہ آج یہ عام دستور ہے کہ ہر کتاب کے شروع میں اس کے مؤلف کا نام لکھا جاتا ہے جس کی بڑی مرض غایت یہ ہوتی ہے کہ علم قیاد کی رو سے یہ اندازہ لگایا جاسکے کہ اس کتاب کا مؤلف کس خلوص نیت، کس غنویت، کس علم و فراست اور کس اخلاق و حکمت کا مالک ہے تاکہ اس کے کلام کے مطالعہ سے قبل اس کے طبع اور کام مطالعہ کر لیا کتاب کے دیا چکا نام سے گذشتہ اور ان محکمات آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و شمائل اور آپ کی پاکیزہ و بلند تعلیمات اور آپ کی بے غرضی و تربیت کا کچھ نقشہ مطالعہ فرما چکے ہیں اب آپ کا مختصر چار شریفہ بھی مطالعہ کر بیٹھے تاکہ آپ کے کمالات علیہ کو دیکھ کر آپ کے مقدس علیہ کی کچھ تصویر آپ کے سامنے آسکے اور آپ کی مبارک صورت کو پڑھ کر آپ کے طبیعت کا کچھ اندازہ کیا جاسکے۔ ہر چند کہ حسن و کمال کا محدود انداز و حروف سے کیا اندازہ کیا جاسکتا ہے تاہم اس بارے میں آپ کے تقدس صحابہ آپ کے علیہ شریفہ کے متعلق جو کچھ بیان میں لاسکتے تھے وہ لے لے کر یہی یہ الفاظیت بڑا احسان ہے کہ کہ اصول نے اس جانب امت کے لئے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے محروم رہی کہ انہی پر اس میں تسلی بخیر و یقین ہے۔

بلکہ دوسرے اگر وہیں ہم بنو سے

لہذا اب آپ اسی کو پورے ذوق و شوق اور پورے ایمان و یقین کے ساتھ پڑھیں اور بار بار پڑھیں شاید کہ اسی راستہ سے آپ کے قلب میں حسن نبوت کا عشق سا جلتا اور اس وقت ہر روز اسے حسن حق کی کوئی جگہ نصیب ہو کر رہا و کمال جائے۔

و ادیم قرآن مجید معقود نشان ا گر ما ز سیدیم تو شاید پر سیری

و تہیہ ہذا مہم جو ہے کہ دنیا میں ہم سب ہمیں تہیہ ہوئے ہیں تو اس وقت عالم میں انقلاب کا عالم یہ تھا کہ ایک سچے کے نشانات تھے جیسے وہ ان کے ساتھ گدے کوڑت اور حلقوں کے ساتھ عالم کے ذوق اور اس کے گوشہ گوشہ میں پھیل رہے ہیں جو سب ہی اسی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طور و اس طرح اس کے نشانات آسمان و زمین پر چمک رہے تھے کہ سب سادہ و اہل کتاب کے حلقوں میں چمک رہے تھے اور اس کا مدعا کہ اس طرح آپ کے لئے جنت پر تھے اور اس سے گدے کوڑت و اس کے آہ اند کی خبریں دینے والے تھے اس کوئی کون جو من حلقوں کی دنیا کا حوالہ دے کہ ان کو سب سے بڑا ہر وقت کرتے اس سے بڑا ہر وقت کرتے کے لئے ہے۔

فی عَشْمَتِهِ وَفِي الْقُدِّ غَضَبِي وَفِي الْمَرْءِ شِدَّةٌ

۱۳۰۰۔ عَنْ ابْنِ خَرِزْمَةَ قَالَ سَأَلْتُ عَنْ أَهْلِ الْحَسَنِ مِنْ تَرْسُولِي مَلِكُ شَيْءٍ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ
الْحَسَنِ بَغْوِي فِي وَجْهِهِ وَفِي دَارِ بَيْتِ أَحَدِ الْأَسْرَعِ فِي مَسْجِدِهِ مِنْ تَرْسُولِي اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَسَمِعْتُ كَثِيرًا مِنْ أَهْلِ تَرْسُولِي لَمْ يَأْتِ الْفَتْوَى إِلَّا فِي شَيْءٍ مَكْرُوبٍ (سواء القرضي)
۱۳۰۱۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ سَأَلْتُ تَرْسُولِي اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَيْءٍ وَكَانَ
لَا يَخْلُفُ إِلَّا تَبَشُّرًا وَكَانَتْ إِذَا أَنْظَرْتُ إِلَيْهِ قُلْتُ أَكُنْ الْعَيْنَيْنِ لَيْسَ بِأَكْمَلِ مَعَادٍ هَذَا
۱۳۰۲۔ عَنْ زَيْدِ بْنِ عَتَابٍ قَالَ كَانَ تَرْسُولِي اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهْلُ الشَّيْءِ إِذَا أَكْتَفَى
مُرَآيَ كَالْمُؤْمِنِ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ ثَمَانِيَةِ ۱۱۵۰۰ (المدامی)

۱۳۰۳۔ عَنْ كَتِيبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ تَرْسُولِي اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَى شَيْئًا
وَسَمِعَهُ حَقًّا كَانَ وَجْهُهُ جَمَادًا قَبْرًا كُنَّا نَعْرِفُ شَيْئًا مِنْهُ عَيْنٌ

کیا گیا تو انھوں نے فرمایا آپ کے بل اتنے سفید کی کہاں تھے کہ ان کے غضب لگنے کی ذہبت آتی ہوگی لکن
سہارہ میں کل اتنے بال سفید تھے کہ اگر میں ان کو شہر کرتی ارادہ کرتا تو شہر کر لیتا۔ مسلم کی ایک روایت میں
یہ کہ صرف چند بل آپ کے پیش بچہ کے سفید ہوئے تھے اور کچھ کھیشوں میں اور کچھ آپ کے سر میں۔
۱۳۰۰۔ ابو ہریرہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ عین کسی کو نہیں دیکھا یوں معلوم ہوا
تھا کہ اگر ایک عین آپ پر لگے اور آپ سے زیادہ تیز رفتار کی میں نے کسی کو نہیں دیکھا جب آپ
چلتے تو یوں معلوم ہوا گویا زمین آپ کے لئے لیٹی جا رہی ہے آپ اپنی مصوئی رخسار سے چلتے تھے اور ہم
مشکل سے آپ کے ساتھ چل سکتے تھے۔ (ترمذی)

۱۳۰۱۔ جابر بن سمرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہڈیاں پر گوشت نہ تھیں بلکہ ہڈی
تھیں اور آپ کھلا کر اپنے صرف مسکراتے تھے جب میں آپ پر نظر کرتا تو اپنے دہن کو کھانے کے آگے
دھکے دے دیتا تھا کہ وہ نہ ہوتے تھے۔ (ترمذی شریف)
۱۳۰۲۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کے دو اتوار کے درمیان کٹاؤ
میں سب آپ کے گھونڈنے والے تھے تو یوں معلوم ہوا کہ آپ کے دانتوں کے درمیان سے نہ بھوت نہ بھوت نہ بھوت نہ بھوت
۱۳۰۳۔ کتب کی مالک کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خوش ہوتے تو آپ کا چہرہ نورانی
ہو جاتا جیسے سورج کی روشنی سے نورانی ہو جاتا ہے۔ (ترمذی)

۱۳۰۴۔ حق علی ابن ابی طالب خاں لان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں یا انہی
کلیہ فیض منجھہ الراس والیہ شش الکفین والقدوس مشرباً من ماء الکواکب
طویل المشربہ اذ امشی تکفوا کما تباہض من منبب لہ ان قبلہ فلا بعدہ مثلہ
شیخ الحدادی ومنتہا رواہ الترمذی و قال هذا حدیث حسن صحیح

۱۳۰۵۔ حق علی ابن ابی طالب کان اذ اومض الشیخ صلی اللہ علیہ وسلم قال غریبک
بالقنبر المتعطل ولا بالنصیر الملسد وکان رفعة من انعم ولم یکن یا فحسداً لفظاً
ولا بالتبیط کان جعداً وسیلاً ولم یکن بالمطہر ولا بالمظلم وکان فی الوجہ منور
ابھض مشرب اذ عم العینان اھرب الا شفا فی حیل المسافر والکبد البصرہ و
مشرباً شش الکفین والقدوس اذ امشی یفطخ کما تباہض من منبب و اذ ا
النفث النفتا معاً بین کبھیہ سائر الشوک و حوضاً ثمر الشیرین اھرب الکاس حنہ

۱۳۰۶۔ حضرت علی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ بہت دور اقامت سے نہ بہت قریب
آپ کا سر چرا لیں مبارک گھان، پتھریاں اور سرگ انداز اور گوشت رنگ سر، شرفی جسم کے جوڑے
یہت پر بالوں کی دھاری سی جب جلتے تو سارے کو بھیک کیوں معلوم ہوتا گویا پستی میں اتر رہے ہیں
آپ جیسا حسین نہ سمجھتے آپ سے پہلے دیکھا نہ بعد میں۔ (ترمذی شریف)

۱۳۰۷۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب حضور کا علیہ مبارک بیان فرماتے تو کہا کہ تم سے کہ حضور اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم لانے سے نہ آیا اور نہ تھہرے بلکہ میان قدموں میں سے حضور کے بال نہ یا اسل خیمہ و تھے بال
سید سے بلکہ کچھ خیمہ کی سے جوئے سے نہ آپ موئے بدن کے سے زنگول چہرہ کے البتہ حضور ہی سی
گوئی آپ کے چہرہ میں گئی دھیری چہرہ اورت بالکل گول تھا نہ بالکل لانا بالکد و توں کے درمیان تھا
حضور کا رنگ سفید سرخی مائل تھا آپ کی آنکھیں نہایت سیاہ تھیں اور مڑاں دراز بدن کے جوڑے
تھے ریشا کمینیں اور گھٹنے ایسے سی دونوں شانوں کے درمیان کی جگہ بھی موئی اور پھر گوشت بھی ایک
بدن مبارک پر اسمنی سر سے زائد بال نہیں تھے یعنی بدن وی ہے ہوئے ہیں کہ ان کے بدن پر بال ہی ہوتے

ہیں حضور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن پر نہ ان میں حصوں کے علاوہ جیسے بازو دھریاں سر وغیرہ ان کے علاوہ
انہیں بال نہیں تھے آپ کے سینے سے ناک تک بالوں کی کیر بھی آپ کے ہاتھ اور قدم مبارک پر گوشت نہیں آپ شرب
و حیرت و قدوس کو وقت سے اٹھ کر کوئی میں اتر رہے ہیں اور بکے تے گئے جب آپ کسی کی طرف توجہ فرماتے تو انہیں
بدن کے ساتھ پیر فرماتے ہی صرف کرانہ پیر کر رہے ہوتے تھے آپ کے دونوں شانوں کے درمیان

فَأَمْسَكَ النَّاسُ أَنْفُسَهُمْ عَمَّا يَقُولُ وَكَانَ لِصَلْوَةِ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنْ سِرٍّ أَوْ هَدْيٍ يُخَفِّفُهُ عَلَيْهِمْ وَفِي
حَدِيثٍ أُخْرٍ أَنَّهُ يَقُولُ بِإِعْثَارِ لِقَاءِ سَارَةَ وَكَانَ يَقُولُ لَا يَمْلِكُ عَلَيَّ اللَّهُ عَلَيْهِ سَلَامٌ
رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ -

[illegible][illegible]

آپ کے ساتھ رہے تھا وہ دل و جان سے بڑا خلیفہ ہو جانا تھا آپ کا خلیفہ نہ ایک بیان کرنا صرف نہ کہ سکنا اگر میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حبیب با جہاں دیا کمال نہ حضور سے پہلے دیکھا نہ بعد میں
بھگت۔ دتر مذی ۱

۱۳۰۰۔ حضرت امام حسنؑ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں بنہ بن ابی ہاشم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علیہ السلام کی دریافت کیا اور وہ اپکا علیہ السلام کی کیا بڑا شغف کھتے تھے میں نے یا ہاشم وہ آپ کے اوصاف بیان کیے اس پر سانس بھجی کچھ ذکر فرمائیں تاکہ میں ان کو اپنے اندر بہہ کر سکیں کوشش کروں وہ حضرت امام حسنؑ کے بچپن کے وہ سال کے وقت بہت کم سن تھے اس لئے سو فتنہ بن ابی اسور پر غور کرنا ان کو موقع نہیں ملا تھا چنانچہ فرمائش پر انھوں نے آپ علیہ السلام پر ایسا فرمایا کہ آپ خود بڑے بھائی کی طرح کہہ سکتے اور لوگوں کی نظروں میں بھی بزرگ و برتر تھے آپ کا روئے انور اس طرح چمکتا تھا جیسے چاند صوب رات کا چاند چوہے کی مانند قدر لٹے سے ذرا دور از قیامت اور بالکل لمبے بے ذول سے بہت قیامت۔ سرسبز مارک بڑا جلال لئے ہوئے۔ جیسے گہم محو و غلبہ بالوں میں کشمی کی جو اگر سہولت سے ٹانگ نکلی آتی تو کچھ لمبے درمیان زیادہ مختلف

مفلیح الانسان. ذوق المستربو كان صفتا جيدا ذميمة في مقام الفضة. مفيد في
 بادئ منة كسيف. سواء الباطن والظاهر. صيد ما بين شريكين. جمعهم الكسوف
 انور المشرق. مؤسوس ما بين النور والشر. ينظر في كمال الخط. اعلم ان الشد ما بين
 والباطن مما يوصى ذلك اشهر الدين اجمل والمزككين والاعلى القصد واول المنافع
 وحب الز اخذ. شتم الكفيع والقدسي سائل لا طرب او كل شائل الاطراف فضا
 الاخصصون. عطف القديس ينو عظماء الماء. اذا من ان زال فلفا يخطو نكحاً و يفتي
 هوناً. ذرايح المشية اذا مشى كما نأى يفتي سبب. واد الففت الففت جينعا
 خاض الكفر في نظره الى الاغصان اكثر من نظري الى شانهو جل نظري الى الما خطا يفت
 اخصاص ما يند من لحي بالمشاء. رداه الغرمدي

نور سے جب آپ کی سوز اور ازہ جاتے تو کانوں کی لاسے درانچ آجاتے۔ دنگ بڑا رونے دار اور درکشن
 پیشانی کشادہ۔ ابرو و خمداریہ ایک اور گھان اور دو فوں ابرو جدا جدا۔ مین میں ایک دنگ جو غصہ میں ابرو
 جاتی۔ بندہ جی اس پر چلتا ہوا اور سر سر دیکھنے والا ہوں کیسے کہ شاید ایک ناک ہی بلند ہے۔ حالانکہ نوں کی ایک
 ہوتی ایش مبارک گھولن۔ نئے ہوئے رفاہ دیکھتے ہوئے پر گوشت نہیں۔ خرانچ میں۔ وندہ میں مبارک کے درمیان
 دراز اور افاصلہ۔ سینے سے لیکر کت تک بالوں کی ایک پادیک سی دھائی۔ گردن موٹی کی سی تراشی ہوئی
 اور ہا ہڈی کی طرح سفید اور چکدار۔ نہایت معتدل پر گوشت مبسم۔ مجھے ہوتے میں اور تنم ہوا۔ یعنی پیٹ
 بڑا نہ تھا۔ دونوں ہونڈیوں کے درمیان دراز فاصلہ اور کشادگی۔ مضبوط جوڑ بند۔ کپڑوں سے باہر ہم کا حصہ گور گور تو
 ٹھکے ہوئے کا کیا کہنا۔ حق اور نافر کے درمیان بالوں کی ایک بیکر اس کے علاوہ چھانچاں اور پیٹ بالوں کو
 خالی البتہ دونوں بازو اور کندھوں اور سینے کے بالوں سے پر بال تھے۔ آپ کی کلائیوں دراز جھیلیں خرانچ
 دونوں ہاتھوں پر پر گوشت اور گداز اور اٹھلیاں ورازی بائیں پیروں کے ٹوٹے ذرا گہرے۔ قدم ایسے پکے
 کہ بالی اسپر نہ ٹھہر سکے جب قدم اٹھتے تو زمین سے اٹھا کر جی گھیت کرتے تھے اور آگے تو جھک کر جھٹکتے
 پر قدم برھتے آہستہ و متکبرانہ نہیں۔ نیز رفاہیوں معلوم ہوتا تو باپتی میں اتروے۔ پس جب کسی کی طرف متوجہ
 جوتے تو اوپر سے جسم کے ساتھ و متکبرانہ کی طرح نہیں۔ نفیر بھی بر نسبت آسمان کے آبی نظر اکثر زمین
 کی طرف۔ سنی دن اگر وہی کا انتظار ہوتا تو آسمان کی طرف دیکھتے۔ اکثر لاشہ چشم سے دیکھتے ہیں۔ کی وجہ
 سے۔ چلتے تھے لپٹے محاب کو آگے دیکھتے تھے جس شخص سے بھی ملے پہلے اس کو خود معلوم کرتے۔ سبحان اللہ کیا حسن
 سیرت اور کمال حوریت تھا۔ (ترجمہ شریف)

ثَلَاثَ كَان لَا يَدْنُم أَحَدًا وَلَا يَغْنَمُهُ وَلَا يَطْلُبُ عَوْرَتَهُ وَلَا يَتَكَلَّمُ إِلَّا بِحَسَنَاتٍ وَأَنَّهُ
 إِذَا تَكَلَّمَ أَطْرَقَ جِلْسَانُهُ كَأَنَّمَا هُوَ سَرَّابِيهِمْ التَّكْوِيْدُ إِذَا اسْتَلْتَ تَكَلَّمُوا إِلَّا بِحَسَنَاتٍ
 عِنْدَهُ الْمُتَدَبِّرُ وَمَنْ تَكَلَّمَ عِنْدَهُ أَلْعَنُوا لِمَنْ تَكَلَّمَ لِيُفْرَغَ حَبْدِي خَصَمٌ عِنْدَهُ فَصَدَّقَ
 أَوْ لِيُفْرَغَ لِيُفْضَلَ بَيْنَا لِيُفْضَلُونَ بَيْنَهُ وَتَجَنَّبَ مِمَّا يَتَجَنَّبُونَ وَيَسِيرُ لِيُفْرَغَ عَلَى الْخَوَافِ
 فِي سُلْطَانِهِ وَمَسْأَلَتُهُ سَمْعِي إِنْ كَانَ أَحْفَايَهُ يَسْتَعْلِمُونَ نَهْجَهُ وَيُغْزَلُ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَهْلِكَ
 حَاجِبٌ يَطْلُبُهَا فَارْفِدْ وَهَذَا لَا يَقْبَلُ الشَّاهِدُ إِلَّا مَنْ مَكَافِي وَكَأَنَّهُ يَقْطَعُ عَلَى لَحْيِهِ حَذْرًا
 حَتَّى يَخْرُجَ مِنْ فَمِهِ بِحَسَنَاتٍ أَوْ يَنْجَاهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

دست سے سب جتنے آپ بھی قسم فرمے اور میں سے سب لوگ قہر کرنے تو آپ بھی قہر میں شریک ہوتے
 یہ نہیں کہ سب سے لگ چپ چاپ بیٹھے ہیں سب فراموشی کی محنت لگتے اور بے خبری کے بر سوال پر صبر کرتے
 اسی لئے بعض صحابہ بھی مجلس اقدس تک مسافروں کو لے کر آیا کرتے تھے تاکہ لگے جاویں ہر قسم کے سہولت
 سے خود بھی منتفع ہوں اور وہ اسود حوادیب کی وجہ سے یہ حضرات خود نہ پوچھ سکتے تھے وہ بھی معلوم ہوا کہ وہ
 آپ پر بھی ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ جب کسی طالب حاجت کو دیکھو تو اسکی امداد کیا کرو اگر آپ کی کوئی تعریف
 کرنا تو آپ اسکو گوارا نہ فرماتے وہ بہت بطور شکر یہ اور اور احسان کے ذیل میں کوئی آپ کی تعریف کر لکھتا ہے
 اس پر کھوت فرمایا لیکن کسی کی گفتگو کو قطع نہ فرماتے بہت مگر کوئی حد سے تجاوز کرنے لگتا تو اس کو روک دیتے
 یا کھڑے ہو جاتے تاکہ وہ خود رک جائے۔

فَكَفَى لِمَنْ فِي شَوَاهِدِهِ وَمَنْ شَرَّ الثَّمَانِ وَمَنْ لِحَوَانِ جَسْمَانِي

تَحْيِيَّةُ الصُّلَى الْمَوْلَى وَرَحْمَةُ مَا خَلَقْتَ الْوَرَقَ فِيهِ وَالْمَلِكُ الْفَضْلَانِي

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَوَاتُكَ تَكُونُ لِلْمَلَائِكَةِ صَلَوَاتُكَ جَزَاءُ وَلِحَقِّكَ

إِدَاءُ وَالْعَمَلِ الْوَسِيلَةُ وَالْفَضِيلَةُ وَالْمَقَامُ الْمُسْتَوْدَعُ وَعَدَّتْ وَاجِرَةٌ

عَنَّا يَا هُوَا هَلْ لَمْ وَاجِرَةٌ الْفَضْلُ مَا جَازَتْ نِيَابَتُكَ قَوْمَهُ وَرَكَا

عَنْ أَسَدِهِ وَمَنْ عَلَى بَيْتِهِمْ أَعْوَابُ مِنَ التَّيْبِ

وَلِلَّهِ الْحَبِيبِ يَا سَاحِدَ الْمَرْجُومِ

أَمِيرِ

سَلَامًا

مَرْحُومًا مُحَمَّدٌ شَرَّ أَحْمَدَ زَائِدًا سَائِدًا وَتَوَلَّى